



# پایح و حیران

مصنف

حافظ عبدالحق سیالکوٹی

قادیان رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ، لاہور



# پیش کشی گوہر انوار

مفت

حافظ عبدالحق سیالکوٹی

قادی رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

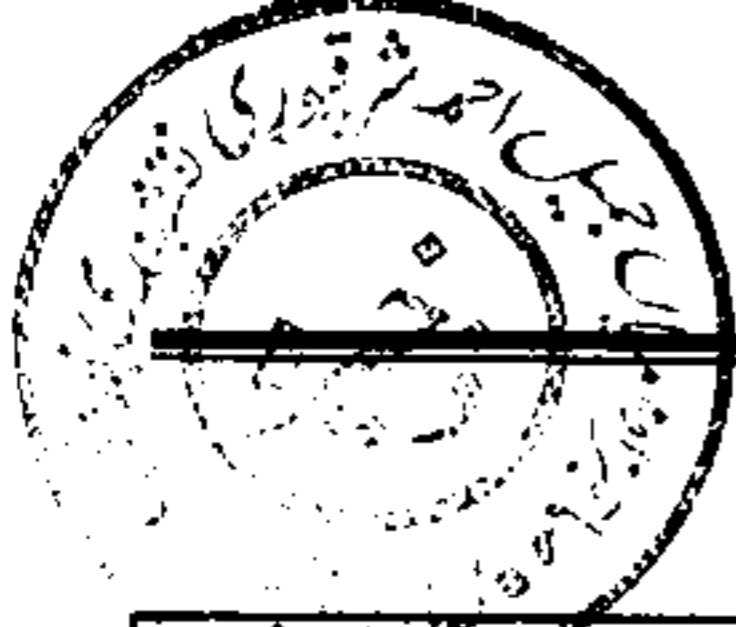
نام کتاب	.....	تاریخ گوجراں
مؤلف	.....	حافظ عبدالحق سیالکوٹی
موضوع	.....	تاریخ
طباعت	.....	۲۰۰۵ء
پروف ریڈنگ	.....	چوہدری نور احمد چوہان لاہور
صفحات	.....	484
پیشکش	.....	محمد عارف چوہدری انسپکٹر کراچی
کمپوزنگ	.....	عزیز کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
تحریک	.....	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	.....	چوہدری عبدالمجید قادری
قیمت	.....	=/400 روپے

ملنے کے لئے

مکمل شہ جعفریہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766



## فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
8	تمہید اور سبب تالیف	1
9	معیار شرافت	2
11	تارکان قومیت کے لئے تنبیہ	3
12	مؤلف تاریخ کی دقتیں اور مشکلات	4
17	تاریخ کی ضرورت اور اس کے فوائد	5
18	قومی خصوصیات کی حفاظت	6
19	تاریخ اور شرافت نسبی	7
20	مقدمہ	8
33	تواریخ گوجراں	9
33	لفظ گوجر کی وجہ تسمیہ	10
48	گوجروں کا نسب	11
48	چند غلط فہمیوں کی توضیح اور تصحیح	12
59	اہل ہنود کے خلاف عقل و قیاس	13
61	دُنیا کو کس نے پیدا کیا؟	14
62	برہما کہاں سے پیدا ہوا؟	15
62	چارورن کس طرح بنے؟	16
63	سورج ہنسی و چندر ہنسی خاندان کی پیدائش	17
67	اگنی کل خاندان کی پیدائش	18
70	نند مہر گوجروں کا مورث اعلیٰ نہیں	19
73	سکندر اعظم بے اولاد نہیں تھا	20
75	ایک اور غلط فہمی کا ازالہ	21
77	نسب نامہ قوم گوجر	22
78	حضرت ابراہیم علیہ السلام	23
87	حضرت عیص	24

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
97	حضرت عیسیٰ کی اولاد کے نام جو کنعان میں پیدا ہوئی تھی	25
100	ان قبیلوں کے نام جو اولاد عیسیٰ سے ملک روم میں آباد ہوئے تھے	26
101	سکندر اعظم	27
109	سکندر اعظم کی شادی و تخت نشینی	28
112	شہزادہ گرجی	29
115	بڑے پہلوانوں سے لڑائیاں و معرکہ آرائیاں	30
119	شہزادہ گرجی کی پہلی شادی	31
129	شہزادہ گرجی کی دوسری شادی	32
131	گرجاؤں سے شہزادہ کو ملقب کیا جانا	33
133	شہزادہ گرجی کی مہم عرب	34
135	شہزادہ گرجی کا نالہ کرنا	35
136	سکندر کی وصیت	36
138	شہزادہ گرجی یونان میں اور گوشہ نشینی	37
139	شہزادہ کی اولاد اور اس کی تعداد	38
140	شہزادہ گرجی کی بیوی اور اولاد کا ترک یونان	39
142	شہزادہ گرجی کا قتل کیا جانا	40
144	گوجر سلطنتوں کی بنیاد	41
145	شہزادگان گرجی کا پیشہ چرواہی	42
147	شہزادگان گرجی کی خراسان پر حکومت حاصل کرنا	43
156	تسخیر گرجستان	44
164	مشرقی ترکستان میں بغاوت	45
164	قبیلہ یوچی کا اطاعت سے انکار	46
165	قبیلہ ہن کی بغاوت	47
166	قبیلہ یامین کی سرکشی	48
167	شہزادگان گرجی کی حکمت عملی	49
168	شہزادہ کوشانیس گرجی کی شادی	50

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
168	سکائی بیس گرجی کی دوسری شادی	51
169	شہزادہ تو مائیس گرجی کی شادی	52
172	شاہ اشکا بیس گرجی	53
173	گوجر سلطنتیں	54
175	گوجر خانوادے اور حضرت اسحاق کی دعا	55
176	گوجر خانوادوں کی نبرد آزمائیاں	56
180	اشکانی گوجر	57
192	بالا گوجر	58
206	بہلوٹ گوجر	59
223	نسب نامہ خاندان بہلوٹ	60
223	جارجی گوجر	61
232	سمہ گوجر	62
243	سا کا گوجر	63
260	سالباہن	64
272	بھٹی گوجر	65
278	بھائی راؤ کے بیٹے آہے راؤ کا لاہور سے بھاگنا	66
288	راؤ کیمہر	67
293	دیوراج کی سلطنت کا قیام	68
304	نسب نامہ خاندان بھٹی	69
304	کوٹکینس	70
310	نسب نامہ اولاد کوٹکینس	71
312	گوشان گوجر	72
319	چوہان گوجر	73
320	گوجروں کو ہندو بنایا گیا	74
322	چوہان گوجروں کا جدید دار الحکومت	75
323	چوہان گوجروں کے قومی افتراق	76

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
325	چوہانوں کی وسیع سلطنت	77
326	اجے پال چکوه	78
340	نسب نامہ چوہان خاندان	79
340	گوجر سلطنتوں کو زوال	80
346	ہندوستان میں گوجروں کے ساتھ کیا ہوا	81
346	ہن قوم کی یورش	82
349	راجپوتوں کی اصلیت	83
352	راجپوت کون تھے؟	84
360	گوجر راجپوتوں کی گوتیں	85
361	خالص گوجروں کی گوتیں	86
370	نسب نامہ خاندان چچی	87
370	ہککھ گوجر	88
372	شجرہ نسب نامہ ہککھ	89
373	مسلمانوں کے عہد میں گوجروں کی سیاسی حالت	90
378	چھاوڑی ریاست کی بنیاد	91
379	راجہ بہوڈ چھاوڑی ریاست سے بارہ کی تعریف اور راجہ بے شکر سے اس کی لڑائی	92
386	بن راج	93
389	جوگ راج	94
392	سونگھی گوجر	95
405	تاس گوجر	96
405	تاس گوجروں کا ملک ہند پر حملہ	97
407	نسب نامہ خاندان تاس	98
407	تاس تاجر گوجر ہندو مذہب میں	99
409	تاس گوجروں کی ہندوستان میں مزید آمد	100
410	تاس گوجر دامن اسلام میں مذہب کو قبول کر کے سیاسی عروج حاصل کرنا	101
425	شجرہ شاہان تاس گوجر	102



صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
426	متفرقہ حالات	103
427	رانی کشمیر سے گوجر کی شادی	104
430	نہلہ گوجر کا حاکم ماری کو شکست دینا	105
430	گوجروں کی بابر سے لڑائی	106
431	انوپ سنگھ عہدہ منصب داری	107
432	شیر کا شکار اور راجہ انوپ سنگھ کی بہادری	108
435	ریاست اندور کے گوجر حکمرانوں کے حالات	109
437	عہد مغلیہ میں عبدالفتاح گوجر نے علاقہ پونچھ میں علم آزادی بلند کیا	110
441	راجہ بہادر سنگھ کی معرکہ آرائیاں	111
445	محمود گوجر کا ڈیرہ غازی خان پر قبضہ	112
446	نجیب اللہ خان اور مشرف خان	113
449	چوہدری سلیمان گوجر کا قبیلہ ضلع جہلم پتہ روہتاس پر حکومت کرنا	114
450	قصبہ ڈنگہ کس نے آباد کیا تھا	115
451	۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں گوجروں کا حصہ	116
452	ایک رئیس گوجر	117
456	حضرت شیخ جمال گوجر قدس سرہ	118
458	گوجروں کا آبائی مذہب	119
472	گوجروں کا آبائی وطن	120
484	خاتمہ کتاب	121



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سبب تالیف

حمد و ثنا کے بعد اب یہ خادم قوم حافظ عبدالحق خلیف مولوی امیر الدین ساکن شہر سیالکوٹ محلہ اناری تاریخ گوجراں کے تالیف کا سبب بیان کرنے سے پیشتر اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہے کہ مجھے زمانہ طفولیت سے ہی کتب تاریخ کے مطالعہ کا از حد شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے میں ہر ایک قوم و مذہب اور ملک کی تاریخ کا مطالعہ کیا کرتا تھا اور ضمناً ان زیر مطالعہ تواریخوں میں اکثر قوم گوجر کے حالات بھی میرے مطالعہ میں آتے رہتے تھے کیونکہ میں بھی اسی قوم کا ایک فرد تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر مجھے اس کے متعلق مزید حالات و معلومات حاصل کرنے کا شوق رہتا تھا اور اکثر اس قوم کے بھائون اور مراسیوں سے بھی اس کے متعلق حالات دریافت کیا کرتا تھا۔ آخر اسی جستجو و تلاش میں قوم گوجر کی دو مستند قلمی تاریخیں بھی جو خود گوجر مورخوں نے تالیف و تحریر کی تھیں میری نظر سے گزریں جن کے مطالعہ سے میری معلومات میں اور بھی بہت سا اضافہ ہو گیا۔ مگر میں نے اپنی ناقابلیت اور معمولی تعلیم کی وجہ سے کبھی اپنی قوم کے منتشر حالات اور تاریخی واقعات کو جمع کر کے ترتیب دینے کا حوصلہ نہ کیا لیکن آخر کار مجھے تواریخ گوجر کے لکھنے اور اس کیلئے حالات جمع کر کے ترتیب دینے کے دو سبب محرک ہو گئے جن میں پہلا سبب یہ ہے کہ غیر قوموں کے مورخوں نے جو گوجر قوم کے حالات اپنی تاریخوں میں لکھے ہیں وہ ضمنی طور پر بہت مختصر کر کے لکھے گئے ہیں جن میں کسی طرح بھی قوم گوجر کے حسب و نسب اور لفظ گوجر کی اصلیت و حقیقت کو پوری روشنی میں نہیں لایا گیا اور نہ ہی اس قوم کے صحیح حالات اور بہادرانہ

کارناموں کو اچھے پیرایہ میں تحریر کیا ہے البتہ اگر کسی غیر قوم کے مورخ نے قوم گوجر کے حسب و نسب اور لفظ گوجر پر کچھ روشنی ڈالی ہے تو اس نے گوجروں کی روایات و خاص مسلمات کو چھوڑ کر اور خود اپنی تحقیق سے ایک غلط رائے قائم کر کے اس پر روشنی ڈالی ہے اس لئے ان مورخوں نے لفظ گوجر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے بہت سی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ان غیروں کے علاوہ خود گوجر مورخوں نے جو دو مستند تاریخیں اپنی قوم کی لکھی ہیں اور جو میری نظر سے بھی گزری ہیں یہ دونوں فارسی زبان میں ہونے کے ساتھ ہی قلمی اور غیر مطبوعہ ہیں جن کے غیر مطبوعہ اور نایاب ہونے کی وجہ سے کوئی مورخ یا عام لوگ مستفید نہیں ہو سکتے اور ان قلمی غیر مطبوعہ تاریخوں کے نام مرآت گوجراں و مرقع گوجراں ہیں۔ مرآت گوجراں کا مؤلف چودھری فیض محمد ہے اور مرقع گوجراں کے مؤلف حضرت شیخ جمال گوجر ہیں۔ غرض مجھ سے تو تاریخ گوجراں کے لکھوانے کا پہلا سبب یہ محرک ہوا تھا۔

دوسرا اصل اور خاص سبب جو محرک ہوا وہ یہ تھا کہ میری قوم کے بعض متمول اور تعلیم یافتہ اشخاص اپنی قوم کی جہالت اور قومی تاریخ سے لاعلم اور ناواقف ہونے کی وجہ سے گوجر قومیت کو خیر باد کہہ کر غیر قوموں میں جذب ہو رہے تھے اور اپنے قومی لقب گوجر کو ترک کر کے سید، قریشی، مغل، پٹھان، برہمن، راجپوت، ٹھا کر وغیرہ لقب اختیار کر رہے تھے اس لئے مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں اپنی قوم کی عظیم الشان تواریخ کو اردو زبان میں ترتیب دے کر ان تارکان قومیت کی خدمت میں مطالعہ کے لئے پیش کروں تاکہ یہ قومی خائن اپنی اس کمینہ حرکت سے باز آ کر اپنے آباؤ اجداد کے خزانہ شجاعت یعنی بہادرانہ خون کو غیروں میں تقسیم کرنے کے مرتکب نہ ہوں اور غیروں کے خون بھی ان کی ملاوٹ سے ہر طرح محفوظ ہیں۔

### معیار شرافت

کسی شخص کی شرافت و نجابت کا معیار اس کا تمول و حکومت اور اعلیٰ نسب

نہیں ہیں بلکہ اس کی شرافت کا معیار خود اس کے اعمال و افعال اور اخلاق حسنہ ہیں جن سے کہ وہ شناخت کیا جاسکتا ہے۔ خدا نے بھی انسانوں میں کسی انسان کو متمول اور نسب کی وجہ سے اعلیٰ اور شریف و نجیب قرار نہیں دیا جیسا کہ خود اس نے قرآن مجید میں ارشاد کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ  
(ترجمہ) یعنی اے لوگو بے شک ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قومیں اور گوتیں و قبیلے بنائے ہیں تاکہ تم باہم پہچان قائم رکھو ورنہ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے زیادہ عزت و شرافت والا وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہو۔ بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔ الشرف بالعلم والارباب بالاصیل والنسب یعنی بزرگی علم اور ادب سے ہے نہ اصل اور نسب سے غرض اخلاق حسنہ اور علم و ادب و تہذیب میں ترقی کرنے سے انسان اور اس کا خاندان شریف و نجیب ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی برہمن یا سید علم نہیں پڑھتا اور نہ اپنے میں عمل اور اخلاق حسنہ پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے خلاف وہ خلقت کو ستاتا اور چوری و زناہ کرتا ہے تو کوئی شخص بھی اس سید و برہمن کو شریف و نجیب نہیں کہے گا۔ بلکہ سبھی اس کو رذیل و بد معاش خیال کریں گے۔ اسی طرح اگر کوئی راجہ یا مہاراجہ اور متمول شخص لوگوں پر ظلم کرتا اور رعایا کو لوٹتا اور انصاف نہیں کرتا تو اس کو سبھی لوگ ظالم و جابر اور چور و ڈاکو کہیں گے پس اسی طرح اگر کوئی رذیل یا اچھوت قوم کا آدمی اپنی رذالت اور کمینگی کو چھوڑ کر نیک کام کرتا اور علم پڑھتا ہے تو اس کو کوئی بھی رذیل یا کمینہ نہیں کہے گا بلکہ سبھی لوگ دلی خلوص سے اس کی عزت و تعظیم کریں گے۔ غرض انسان اعلیٰ نسب اور صاحب حکومت و متمول ہونے سے شریف و معزز نہیں ہو سکتا کیونکہ دولت و حکومت

عارضی چیزیں ہیں جو آج ایک کے پاس ہیں تو کل دوسرے کے پاس چلی جاتی ہیں۔ بعض دفعہ ایک رذیل و کمینہ آدمی بھی صاحب حکومت ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ اپنی رذالت نہیں چھوڑے گا تو رذیل ہی تصور کیا جائیگا۔ اسی طرح ایک بازاری کسبن اور اسکے خاندان کے پاس اگرچہ بعض شریفوں اور نجیبوں سے بھی زیادہ دولت جمع ہو جاتی ہے لیکن اس کے کسب کی وجہ سے تمام لوگ اس کو رذیلہ ہی خیال کریں گے پس یہ چیزیں بھی کسی کی شرافت و نجابت کا معیار نہیں ہیں۔

### تارکان قومیت کیلئے تنبیہ

قوم گوجر کے تارکان قومیت کو اس بات کی طرف ضرور خیال کرنا چاہئے اگر لقب گوجر کوئی ذلیل یا خوار لقب ہوتا تو غیر قوموں کے لوگ اپنے ذاتی ناموں کے ساتھ کیوں اس لقب کو شامل کرتے مثلاً مسلمانوں میں دیکھو گوجر خان اور ہندوؤں میں گوجر مل اور سکھوں میں گوجر سنگھ نام رکھے جاتے ہیں اور عورتوں میں بعض عورتوں کا نام گوجری ہوتا ہے۔ اب بتاؤ کہ سوائے تمہارے قومی لقب کے کسی دوسری قوم کے قومی لقب۔ راجپوت۔ برہمن۔ قریشی۔ مغل۔ پٹھان کو بھی کبھی کسی شخص نے اپنے ذاتی نام میں شامل کیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض جگہ ہندوؤں میں یہ رسم ہے کہ جب ان میں کوئی شخص اپنی نئی شادی کر کے سسرال سے اپنی عورت کا ڈولہ لاتا ہے تو لاتے ہی وہ اس نئی عورت کے ڈولہ کو پہلے کسی گوجر کے گھر میں اتارتا ہے اور ایک دن یا کچھ دیر گوجروں کے گھر میں ٹھہرنے کے بعد پھر وہ معہ عورت کے اس ڈولہ کو اٹھوا کر اپنے گھر میں لے جاتا ہے۔ اس عجیب رسم کے متعلق جب ان لوگوں سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جب ان میں سے کسی شخص کی پہلی عورت فوت ہو جاتی ہے اور پھر وہ جب نئی شادی کر کے دوسری عورت لاتا ہے تو لاتے ہی اس کو گوجروں کے گھر میں پہلے اسلئے اتارتا ہے تاکہ وہ عورت اور اسکے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد مدت مدید تک زندہ رہے

گویا ان ہندوؤں کے اعتقاد میں گوجروں کے گھر سے ان کو زندگی و حیاتی حاصل ہوتی ہے لیکن ان تارکان لقب و قومیت کی حالت پر بہت افسوس آتا ہے کہ وہ گوجر قومیت اور لقب گوجر کو چھوڑ کر غیر لقب و غیر قومیتیں اختیار کر کے اپنی قوم گوجر کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔

اے تارکان قومیت کیا جب آپ کسی غیر قوم کی قومیت اختیار کر کے اس میں مل جائیں گے تو جب اس قوم کے لوگوں کو آپ کی اصلیت و قومیت کا صحیح حال معلوم ہوگا تو کیا وہ آپ کو اور آپ کی اولاد کو یہ ہمیشہ نہیں کہا کریں گے کہ کیا آپ کی اصل اور سابقہ قومیت میں شرافت کم تھی۔ کہ ہماری قومیت کو اختیار کر کے ہم میں شرافت حاصل کرنے کیلئے گھس آئے تو بتاؤ اس وقت سوائے شرمندگی کے کیا جواب دو گے اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ گوجر کہلا کر اور گوجر قوم میں ہی رہ کر عزت و شرافت حاصل کریں کیونکہ ہر انسان اپنی قوم میں ہی رہ کر شرافت و بزرگی حاصل کر سکتا ہے۔ جو شخص اپنی قوم سے علیحدہ ہوا وہ دھوبی کے کتے کی طرح نہ ادھر کارہا نہ ادھر کا وہ ہمیشہ اپنوں اور غیروں کی نظروں میں ذلیل و خوار نظر آئے گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں گوجر ہوں اور اول و آخر شریف و نجیب گوجر ہوں۔ اگر کوئی غیر گوجر قوم کا شخص اپنی قوم کی شرافت و نجابت کا میری قوم گوجر کی شرافت و نجابت سے مقابلہ میرے ساتھ کرنا چاہے تو میں اس کے ساتھ کر سکتا ہوں کیونکہ میں اپنی قوم کی تاریخ سے پوری طرح واقف ہوں اس لئے اے تارکان قومیت آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی قوم کی تاریخ سے پوری طرح واقفیت حاصل کریں تاکہ آپ کو غیر قوموں کے سامنے جھل اور شرمندہ ہونا نہ پڑے۔ آدم برسر مطلب۔

### مؤلف تاریخ کی وقتیں اور مشکلات

غرض ان دو سببوں سے متاثر ہو کر آخر میں نے گوجر تواریخ کیلئے مواد جمع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس کیلئے جن کتابوں کی مجھے ضرورت تھی وہ میں

نے باوجود اپنی مالی کمزوری اور استطاعت کے مطابق اپنی گرہ سے زر کثیر خرچ کر کے خرید کر لیں جسکے بعد پھر پنجاب کی تمام سرکاری و غیر سرکاری لائبریریوں میں پہنچ کر اور انکے متعلقہ شہروں میں کئی کئی روز تک قیام کر کے وہاں سے تاریخی مواد جمع کرنے لگا۔ خاص کر لاہور میں کئی دفعہ مجھے جانا پڑا اور وہاں کئی روز ٹھہر کر پبلک لائبریری کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قلمی کتابوں سے گوجر تواریخ کیلئے تاریخی مواد بھی جمع کرتا رہا۔ ان لائبریریوں اور کتابوں کے علاوہ قوم گوجر کی گوتوں کے انساب حاصل کرنے کیلئے لہوسیوں کی طرح اس قوم کے بہاٹوں اور مراسیوں کے پیچھے بھی بہت مدت تک مجھے پھرنا اور خراب ہونا پڑا کیونکہ گوجر گوتوں کے شجرہ نسب انہی بہاٹوں اور مراسیوں کے پاس موجود رہتے ہیں اور ان لوگوں کی روزی کا انحصار اور ذریعہ معاش بھی یہی انساب ہیں اس لئے یہ لوگ انساب کے دکھانے اور ان کی نقلیں دینے سے گریز کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ افلاس کی وجہ سے طامع اور لالچی ہوتے ہیں اس لئے میں ان کو کچھ نہ کچھ دے دلا کر اور ان سے گوجر گوتوں کے انساب دیکھنے اور ان کی نقلیں حاصل کرنے میں آخر کامیاب ہو گیا۔

جب میرے پاس گوجر تاریخ کے متعلق بہت سا مواد اور مسالہ جمع ہو گیا تو میں نے اپنی کم بضاعتی اور بے سرمایگی کی وجہ سے جو اسی کی فراہمی میں خرچ کر چکا تھا مختصر طور پر اس کو مدون و مرتب کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر بھی وہ ضروری اور اہم حالات جو خاص گوجر تاریخ سے تعلق رکھتے تھے وہ اس میں درج ہونے سے رہ جاتے تھے کیونکہ وہ اہم اور ضروری حالات ہزار دو ہزار صفحہ کی کتاب میں کسی طرح بھی درج نہیں کئے جاسکتے تھے اور اگر ان تمام حالات کو بہت مختصر اور مجمل طور پر بھی لکھنا چاہتا تھا تو ان کے لئے بھی نو دس ہزار صفحہ کی ایک ضخیم کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ہی جب مجھے ایک ضخیم کتاب کی

کتابت و طباعت کے خرچ کا خیال آتا تھا تو وہ بھی میرے حوصلے کو کسی قدر پست کر دیتا تھا۔ آخر میں نے انہی تفکرات و مشکلات میں خدا کا نام لے کر اور اسی کے توکل و بھروسہ پر یہ شعر۔

دریں دریائے بے پایاں دریں بحر تلام زما

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرہبا

پڑھ کر اس تاریخ کو تدوین و ترتیب دینا شروع کر دیا لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ میرے ان تفکرات و مشکلات کو دور کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے میرے قبلہ ماموں بزرگوار جناب حکیم محمد حیات صاحب ساکن چوہالہ گوجراں ضلع جموں اور مکرم میاں جناب چودھری نور محمد صاحب سب رجسٹرار رئیس موضع پسی بیٹ و جناب چودھری رحمت علی صاحب کرسی نشین رئیس موضع بلہ تحصیل دو سوہہ ضلع ہوشیار پور جیسے محسنوں و معاونوں کو میری مدد پر آمادہ کر دیا چنانچہ جناب چودھری نور محمد صاحب رئیس پسی تحصیل دو سوہہ نے پندرہ کتب کی قیمت مبلغ ۳۸ روپے خاص اپنی گرہ سے ارسال فرما کر میری ہمت افزائی کی اسی طرح جناب مولانا مولوی عبدالغنی صاحب ناظم دارالعلوم مالیر کوٹلہ و جناب چودھری شرف الدین صاحب ڈسٹرکٹ کورٹ شملہ و جناب چودھری موج الدین صاحب رئیس موضع پنڈی عمر تحصیل شکر گڑھ و ڈاکٹر فضل کریم صاحب پنشنر ملٹری ساکن قادیان ضلع گورداسپور جیسے ہمدردان قوم نے پانچ پانچ کتب کی قیمت مبلغ ۱۲/۸ ساڑھے بارہ بارہ روپے بھیج کر میری حوصلہ افزائی کی۔ انجمن مسلم گوجراں ضلع جموں نے بھی تمیں کتب خریدنے کا حتمی وعدہ کیا۔ میں ان تمام محسنوں و معاونوں کا تادم زیست ممنون احسان رہوں گا جنہوں نے کہ اس قومی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے قومی تاریخ کی تالیف و اشاعت میں اس خادم کو حتی المقدور مالی مدد ارسال فرما کر اپنے قومی فرض کو ادا کیا۔ انہی کی طرح اگر قوم گوجر کے دوسرے امر اور وسا بھی اپنے



قومی خادموں کی مالی مدد فرما کر حوصلہ افزائی فرماتے رہیں تو آج ہی یہ قومی کشتی بحر جہالت کو عبور کر کے ترقی و معراج کے بلند بام پر پہنچ سکتی ہے۔

الحاصل اس تاریخ کے لئے حالات و اخبارات جمع کرنے اور ان کی جستجو و تلاش میں جو جو دقتیں اور مشقتیں اور محنتیں مجھے اٹھانی پڑیں۔ اگر ان کا نصف حال بھی لکھا اور بیان کیا جائے تو وہ لوگ جو تاریخ نویسی کی دقتوں سے واقف نہیں ہیں میرے اس بیان کو مبالغہ اور لافزنی خیال کریں گے اور پھر جس خون جگر اور دماغ سوزی سے ان تمام منتشر حالات و اخبارات کو ترتیب دے کر میں نے مرتب کیا اور جو جو دقتیں و مشکلات ان کی تدوین و ترتیب میں آ کر حائل ہوئیں ان تمام دقتوں اور مشکلات سے وہی لوگ جو خود مصنف و مورخ ہیں واقف ہو سکتے ہیں اور میری اس محنت کی داد بھی وہی دے سکتے ہیں۔ غرض میں نے اس تاریخ کی عبارت میں کسی قسم کی عبارت آرائی و مضمون نگاری سے کام نہیں لیا اور نہ ہی مجھ میں کسی ایسی تحریر کی اہلیت ہے۔ میں نے صرف تحقیق و تدقیق حالات کے بعد اپنی ٹوٹی پھوٹی عبارت میں ان حالات کو قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ میں نے کسی دوسرے شخص کی قلمی یا علمی مدد کے بغیر یہ تاریخ لکھی ہے یہاں تک کہ چھاپے کے وقت طبع صحت کا کام جو اکثر اہل تصنیف و تالیف اپنے دوستوں کے ذمے یا نوکروں کے سپرد کرتے ہیں وہ بھی میرے ہی متعلق رہا ہے اس لئے کئی جگہ آپ میری عبارت کو بے ربط اور اس میں کئی قسم کی علمی و ادبی غلطیاں بھی پائیں گے لیکن مجھے امید ہے کہ آپ میری ان سب غلطیوں کو نظر انداز کر کے تاریخ کے اصل مطلب سے غرض رکھیں گے ہاں البتہ اگر کوئی افسانہ یا ناول لکھنا ہوتا تو پھر ان تمام باتوں کا خیال رکھا جاسکتا ہے اور اس کی عبارت میں لطافت و دلچسپی بھی پیدا کی جاسکتی تھی۔ ایسی کتابوں کی عبارت یا مضامین میں دلچسپی و لطافت پیدا کرنا کوئی دشوار کام نہیں لیکن تاریخ نویسی کچھ اور ہی چیز ہے۔ اگر یہ

کتاب کسی اور زبان سے صرف اردو میں ترجمہ کرنا ہوتی تاہم کوئی ایسی مشکل پیش نہ آتی کیونکہ جس حال میں کہ اصل سامنے رکھا رہتا ہے تو بعینہ ترجمہ مطابق اس کے ہوتا ہے اور تلاش یا جستجو کی حاجت اور دوسری کتابوں کے دیکھنے اور ان کے ساتھ تقابل و مواجہہ کرنے اور بالکل اس کی روایتوں کو تطابق دینے یا غور و تامل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

باوجودیکہ مجھ میں تاریخ نویسی کا مادہ موجود تھا کیونکہ میں اس علم کا مطالعہ ایام طفولیت سے ہی کرتا چلا آتا تھا لیکن بائیمہ جب میں نے تواریخ گوجراں کے لکھنے کا عزم مصمم کر لیا تو پھر مجھے کئی زبانوں کی چالیس معتبر تاریخیں جن کی ایک سو دس جلدیں تھیں جمع کرنی پڑیں اور شروع سے آخر تک تمام کتاب کو نہایت غور و تامل کے ساتھ دیکھ کر ملاحظہ ثانی کرتے وقت جتنے مقامات قابل یاد ملے تھے ان کا خلاصہ لکھ لیا گیا اس کے بعد پھر تمام مادہ کو اصل اور فرع میں تقسیم کیا گیا جس کے بعد پھر اس تاریخ کی تحریر شروع ہوئی اور اب اس تاریخ کو ترجمہ نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اس وضع کی کوئی تاریخ قوم گوجر کے حالات کے بیان میں کسی زبان میں بھی موجود نہیں ہے لیکن چونکہ اہل خرد کے نزدیک حقوق کے اظہار میں اگر کوئی لفظ افتخار کا آئے تو معیوب نہیں ہے اس واسطے جرات مؤلف کو یہ کہنے کی ہوتی ہے کہ تحریر کے وقت کوئی امر بغیر تمام تاریخوں سے رجوع کرنے اور اکثر میں تطابق پانے کے نہیں لکھا گیا اور جو بات کہ باوجود بعض تاریخوں میں مذکور ہونے کے خلاف عقل و قیاس کے معلوم ہوئی وہ درج نہیں کی گئی اور جس صورت میں کہ راقم نے ویسی بات کو لکھا تو ساتھ ہی اس کے سبب اپنے شک کا بھی لکھا ہے تاکہ کسی دوسرے کی عقل میں وجہ اس امر کو معتبر سمجھنے کے باوجود راقم کے شبہ کرنے کے ملے تو مجال غور و فکر کرنے کی باقی رہے۔

یہ تواریخ چار جلدوں پر مشتمل ہوگی۔ اسکی پہلی جلد جو اس وقت ناظرین

کے ہاتھوں میں ہے اسکے مضامین و حالات کے متعلق چنداں بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب آپ اس کو پڑھ کر خود اس کے مضامین و حالات سے واقف ہو جائیں گے لیکن اس کی دوسری جلد جو ابھی لکھی نہیں گئی اس میں گوجر قوم کی ان گوتوں کے شجرہ نسب اور حالات ہوں گے جو پہلی جلد میں لکھنے سے رہ گئے ہیں اسکی تیسری جلد میں ان اولیاء علماء و شعرا اور سنت سادہوں اور سوامیوں اور مہاتماؤں کے حالات لکھے ہوں گے جو گوجر قوم میں سے ہوئے ہیں اسکی چوتھی جلد زمانہ حال کے تمام بڑے بڑے رؤسا و امرا اور مشاہیر گوجروں کے حالات پر مشتمل ہوگی۔

### تاریخ کی ضرورت اور اس کے فوائد

تاریخ ہم کو بزرگوں کے حالات سے واقف کر کے دل و دماغ میں ایک بابرکت جوش پیدا کر دیتی ہے۔ انسانی فطرت میں ایک خاص قسم کی پیاس اور خواہش ہے جو ممالک کی سیاحتی باغوں کی سیر اور کوہ و صحرا کے سفر پر آمادہ کر دیتی ہے۔ یہی فطری تقاضا ہے جو بچوں کو رات کے وقت چڑے چڑیا کی کہانی اور جانوروں کو طوطا مینا کی داستان سننے پر آمادہ کرنا ہے اور یہی تقاضا ہے جو فاسنلو اہل الذکران کنتم لاتعلمون کے حکم کی تعمیل اور تاریخی کتابوں کے مطالعہ کی طرف انسان کو متوجہ کرتا ہے اس فطری تقاضے پر نظر فرما کر فطرتوں کے خالق نے کتب سماویہ میں تاریخی چاشنی رکھی ہے۔ بنی اسرائیل کی کیسی عظیم الشان قوم تھی کہ نحن ابنا اللہ واحباہ تک کہہ گزرے لیکن جب اپنے بزرگوں کے حالات سے بے خبر ہوتے گئے تو قعر مذلت میں اترتے گئے اسی لئے خدائے تعالیٰ نے یا بنی اسرائیل اذکروا کے الفاظ سے بار بار ان کو مخاطب فرمایا اور ان کے بزرگوں کے حالات کو یاد دلایا ہے۔

تاریخ کا مطالعہ حوصلہ کو بلند کرتا۔ ہمت کو بڑھاتا نیکیوں کی ترغیب دیتا اور

بدیوں سے روکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے دانائی اور بصیرت ترقی کرتی۔ دور اندیشی بڑھتی۔ جزم اور احتیاط کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ دل سے رنج و غم دور ہو کر مسرت و خوشی میسر ہوتی ہے۔ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں میں احقاق حق اور ابطال باطل کی قوت ترقی کرتی اور قوت فیصلہ بڑھ جاتی ہے کہ یہی اصل شجاعت ہے تاریخی مطالعہ سے صبر و استقلال کی صفت پیدا ہوتی ہے اور دل و دماغ میں ہر وقت تازگی اور نشوونمائی کی کیفیت موجود رہتی ہے غرضیکہ علم تاریخ ہزار واعظوں کا ایک واعظ اور عبرت آموزی کا بہترین ذریعہ ہے۔ تاریخی مطالعہ کے ذریعہ انسان ہر وقت اپنے آپ کو پادشاہوں، فاتحوں، رسولوں، ولیوں، حکیموں، عالموں اور باکمالوں کی مجلس میں موجود دیکھتا اور ان تمام معززین سے استفادہ کرتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں، وزیروں، سپہ سالاروں اور حکیموں سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں یہ ان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ کوئی علم ایسا نہیں جس کے مطالعہ کو انسان اس قدر مسرت اور شادمانی کے ساتھ بلا کسی قسم کی کوفت و ماندگی برداشت کئے ہوئے جاری رکھ سکے۔ جیسا کہ تاریخی مطالعہ کو جاری رکھ سکتا ہے۔

### قومی خصوصیات کی حفاظت بذریعہ تاریخ

جس قوم کو اپنے تاریخی حالات اور پاستانی واقعات سے پورے طور پر اطلاع ہوتی ہے اس کے قومی امتیازات اور خصوصیات بھی محفوظ اور قائم رہتے اور قوم کے افراد کا کسی میدان اور کسی مقابلہ میں دل نہیں ٹوٹنے دیتے بلکہ کمر ہمت کو چست رکھ کر انجام کار کھوئے ہوئے کمالات تک پھر پہنچا دیتے ہیں۔ وہ شخص جو اپنے باپ دادا کے حالات سے بے خبر ہے۔ موقعہ پا کر خیانت کر سکتا ہے لیکن جو یہ جانتا ہے کہ میرے باپ دادا نے فلاں موقعہ پر لاکھوں روپیہ کی پرواہ نہ کر کے دیانت کو ہاتھ سے نہ دے کر عزت و ناموری حاصل کی اس سے خیانت کا ارتکاب دشوار ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنے باپ دادا کے حالات سے بے خبر

ہے میدان جنگ سے جان بچا کر فرار کی عار گوارا کر سکتا ہے لیکن جو واقف ہے کہ میرے باپ نے فلاں فلاں میدانوں میں اپنی جان کو معرض ہلاکت میں ڈال کر میدان جنگ سے منہ نہ موڑ کر عزت اور شہرت حاصل کی تھی وہ کبھی نہ بھاگ سکے گا اور فرار کا خیال دل میں آتے ہی اس کے باپ کے کارناموں کی یاد زنجیر پا ہو جائے گی اسی طرح وفا، صدق، مقال، پاکدامنی، حیا، سخاوت وغیرہ اخلاق فاضلہ کو قیاس کر لو۔ بزرگوں کے حالات کی واقفیت ہی دنیا میں بہت کچھ امن اور قوموں میں زندگی کی روح پیدا کر سکتی ہے۔ غالباً اسی بات پر غور کر کے ہماری ہمسایہ قوموں میں سے بعض نے جو اپنی کوئی شاندار تاریخ نہیں رکھتیں اپنی تاریخیں لکھنی شروع کر دی ہیں۔

### تاریخ اور شرافت نسبی

تاریخ میں چونکہ اچھے آدمیوں کی خوبیاں اور برے لوگوں کی برائیاں لکھی جاتی ہیں لہذا کسی رذیل یا کمینہ خاندان والے کو علم تاریخ سے بہت ہی کم محبت ہو سکتی ہے۔ شریف قوموں کو اپنے آباؤ اجداد کے کارہائے نمایاں یاد ہوتے ہیں۔ جن کی پیروی کو وہ اپنی شرافت قائم رکھنے کیلئے ضروری سمجھتے ہیں۔ رذیل قومیں امتداد زمانہ کے سبب اپنے بزرگوں کے بزرگ کاموں کو بھی بھول جاتی ہیں۔ کسی خاندان یا قوم کو جس کے باپ دادا نے خدا پرستی، جوانمردی، علم و ہنر، جاہ و شہرت وغیرہ میں خصوصی امتیاز حاصل کیا ہو اور وہ اس کو بالکل فراموش نہ کر چکے ہوں تو ان کو بزرگوں کے بڑے بڑے کارنامے بار بار یاد دلا کر عزم و ہمت اور نیت و حمیت ان میں پیدا کر سکتے ہیں مگر رذیل قوموں کے اندر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب ہے کہ علم تاریخ کا شوق رکھنے والے اکثر شریف القوم عالی نسب بزرگ زادے اور نیک آدمی ہوتے ہیں۔ کوئی کمینہ خاندان کا آدمی یا کوئی خدا تعالیٰ کا منکر یعنی دہریہ یا کوئی بزدلی میں شہرت رکھنے والا دنیا میں اعلیٰ درجہ کا مؤرخ اور تاریخ کا امام نہیں گزرا۔

## مقدمہ

کئی مہینوں اور کئی سالوں کی دماغ سوزیوں اور جانکاہیوں کے بعد تاریخ گوجراں کی یہ پہلی جلد تیار ہوئی ہے۔ اس جلد کے تین باب ہیں اور ہر باب چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب کے پہلے فصل میں لفظ گوجر کی وجہ تسمیہ لکھی گئی ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ لفظ گوجر لفظ گزر گاؤسر سے مشتق ہے اور یہ لفظ فارسی زبان کا ہے۔ اہل ایران اکثر اپنے بہادر جرنیلوں اور جنگی پہلوانوں اور بادشاہوں کو اسی معزز خطاب سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ گوجر قوم کے مورث اعلیٰ شہزادہ اسکندر روس گرجی نے ایران میں آ کر جب اپنے جنگی کارناموں کا مظاہرہ کرنا شروع کیا تو اہل ایران نے اس کے بے نظیر جنگی کارناموں کو دیکھ کر اس کی خداداد طاقت و شجاعت کی وجہ سے اس کو بھی اپنے ملک کے معزز خطاب ”گزر گاؤسر“ سے مخاطب کر دیا جس کے بعد پھر شہزادہ اسکندر روس کی اولاد یعنی گوجر قوم نے بھی خطاب کو اپنا آبائی ورثہ سمجھ کر اختیار کرنا شروع کیا۔

کیونکہ اہل ایران آریہ النسل تھے اسلئے وہ گائے کو ایک واجب التعظیم دیوتا سمجھ کر اس کی طرح پرورش و نگہداشت اور پرستش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اہل ایران کی زبان پر اس حیوان کی تعظیم کی عظمت کا یہ اثر ہوا کہ اس ایک لفظ گاؤسر سے ہزاروں اصطلاحیں پیدا ہو گئیں۔ دودھ دوہنے کا کام کنبہ میں لڑکیوں کیلئے مخصوص کر دیا تھا۔ اس مناسبت سے انہیں دؤھتری یعنی دوہنے والی کہا کرتے تھے لیکن جب فارسی زبان بتدریج پیدا ہوئی تو یہی لفظ دختر بن گیا۔ جو دوشیدن مصدر سے اسم فاعل ہے جس کے آخر ”ر“ علامت تانیث نسبتی ہے۔ کچھ دن بعد لڑکیوں کیلئے خاص ہو گیا۔ یہی لفظ ایران سے جب یورپ میں پہنچا تو ڈاٹر بن گیا۔ جو

لفظ بمعنی دوہنا سے اسم فاعل معہ ”ز“ نسبتی کے مشتق ہے بہر کیف دیکھنا یہ ہے کہ تعظیم گاؤں نے زبان پر کیسا اثر کیا اور کتنی اصطلاحیں اس سے پیدا ہوئیں۔

گاؤ: اسکا مخفف ”گو“ اور مالہ ”گیو“ آتا ہے۔ گاؤ زمین: وہ بیل جسکی پیٹھ پر زمین قائم ہے۔  
گاؤ اب: سبزہ زار جسکے اندر پانی جمع رہے۔ گاؤ زور: کشتی لڑنے والا پہلوان  
گاؤ آہن: بیل کا پھل  
گاؤ زوری: کشتی لڑنے کی قوت۔ بروز کشتی

لڑنے کی خواہش کرنا

گاؤ غنم: فربہ گائے

گاؤ دوز: وہ پہلوان جو فن کشتی نہ جانتا ہو۔

گاؤ پشت: آسمان

گاؤ دیدہ: پاؤرونی جو اس شکل O کی ہو۔

گاؤ پیکر: گزر بشل گاؤ

گاؤ رس: ارزان چیمہ باجرا نکل

گاؤ تکیہ: بلند تکیہ

گاؤ رنگ: تخت شاہی

گاؤ خانی: بہت عمیق کنواں

گاؤ زادن: نئی دولت ہاتھ آنا

گاؤ درخمن کردن: خراب و ویران کرنا

گاؤ زر: سونے کا ظرف

گاؤ دل: ابلہ بیوقوف سادہ لوح

گاؤ زنہ: چرواہوں کے ہاتھ کا ڈنڈا

گاؤ دنیال: ہر وہ چیز جو گاؤ دم ہو۔

گاؤ زہرہ: گاؤ لوچن

گاؤ دی: گاؤ دل کا مخفف۔ بزدل

گاؤ سر: نام فریدوں کے گزر کار جس کا

سر بصورت بیل تھا۔

گاؤ شیر: ایک درخت کا گوند معرب

گاؤ دوش: دودھ دینے کا برتن

گاؤ شیر: جاؤ شیر

گاؤ شنگ: گائے ہنکا نیلی لکڑی جس میں لوہا

منڈا ہوا۔

گاؤ رسہ نقرہ گوں: کہکشاں

گاؤ شیر: وہ درخت جس سے دودھ نکلتا

گاؤ ریش: خام احمق، مسخرہ لالچی

گاؤک: وہ کیزا جو گائے کے چمڑے میں سوارش

کر دیتا ہے

گاؤ زبان: گاؤ زبان  
 گاؤ سار: گایوں کا پڑاؤ  
 گاؤ سفالین: شراب کا خم  
 گاؤ سمیس: چاندی کا ظرف  
 گاؤ کش: وہ گھاس جس کے کھانے سے  
 گاؤ کشک: گائے مر جائے  
 گاؤ گردون: برج ثور  
 گاؤ مشنگ: وہ غلہ جس کے کھانے سے گائے  
 فریبہ ہو۔

گاؤش نہ لیدہ: نا تجربہ کار متکبر  
 گاؤ قشقہ شدہ است: بھید کھل جانے سے  
 رزیل ہو گیا۔

گاؤ کار: ہل چلانے والے ہیل  
 گاؤ کون: ڈرپوک  
 گاؤ گلین: مٹی کی صراحی۔  
 گاؤ صراحی: صراحی بہ شکل گاؤ  
 گاؤ بارہ: نوشیرواں عادل کے بھائی کا نام گاؤ نچک: ایک قسم کی لکڑی  
 تعظیماً تھا۔

گاؤ پروری: ناز پروردہ گائے  
 گاؤ پلنگ: شتر مرغ۔ زرافہ  
 گاؤ تازی: گوتازی گاؤ زوری دکھانا  
 گاؤ چشم: زرد پھول عربی میں عین البقر گیوہ کش: وہ جگہ جہاں تعظیماً جوتا اتار  
 ہے۔  
 کر جائیں۔

گاؤ درخمن بودن: تباہ و برباد ہونا۔

گاؤد: جنگلی گائے  
 گاؤ دم: نفیر۔ قرنا

الحاصل اگر لفظ گوجر کو بغیر کسی اشتقاق کے اسی موجودہ صورت میں صحیح تسلیم



کر لیا جائے تو پھر بھی اس کی اصل شان و عظمت میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑ سکتا کیونکہ فارسی زبان میں ”لفظ گو“ کے معنی معتبر بزرگ، شجاع بہادر کے ہیں۔ اسی طرح لفظ ”جر“ کے معنی شکاف زمین۔ مجازاً بمعنی سرنگ، سوراخ سلامت کوچہ کے ہیں۔ ملاحظہ ہو لغات کشوری، فصل کاف فارسی معہ واؤ فصل جیم معہ رائے مہملہ صفحہ ۱۲۷ و ۳۰۵ مصنفہ مولوی سید تصدق حسین صاحب۔

اب اس مجموعہ الفاظ سے یہ معنی اخذ ہوئے کہ وہ شخص جو زمین میں یا قلعہ کی دیوار میں شکاف کر کے یا کسی سرنگ کے ذریعہ قلعہ میں داخل ہو جائے یا قلعہ سے صحیح و سلامت باہر نکل آئے وہی شجاع و بہادر ہے چنانچہ زمانہ قدیم کے بہادر گوجر جنگ کے موقعوں پر اپنے دشمن کے بڑے بڑے مستحکم و مضبوط قلعوں کی دیواروں پر گریز مار مار کر بان کو گراتے اور ان میں شکاف کر کے قلعوں میں داخل ہو کر قبضہ کر لیتے تھے اس لئے ممکن ہے کہ اس نسبت سے لوگوں نے ان کو خطاب گرزگاؤسر کے بجائے گوجر کے خطاب سے مخاطب کر دیا ہو۔ غرض گوجروں کے مسلمات کو چھوڑ کر غیر گوجر مورخوں نے جو لفظ گوجر کی چند وجہ تسمیہ لکھی ہیں ان کا اس فصل میں عقلی و نقلی جواب دے کر پوری طرح رد کیا گیا ہے۔

دوسرے فصل میں گوجر قوم کے نسب کے متعلق جو چند غلط تحقیقات تھیں ان کی توضیح کے بعد تصحیح کی گئی ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گوجر قوم سری راجپند روسری کرشن جی اور نند مہراہیر کی اولاد نہیں ہے بلکہ یہ قوم حضرت ابراہیم و حضرت عیص اور سکندر اعظم کی اولاد ہے اور صحیح طور و طریق سے اس قوم کا شجرہ نسب انہی بزرگوں سے جا کر ملتا ہے۔ پھر اس قوم کا تین طبقوں میں منقسم ہو کر ہندو مذہب کو اختیار کر کے ہندوؤں میں جذب ہو جانا بھی بتایا گیا ہے کہ کس طرح برہمنوں نے اس قوم کے لوگوں کو سورج بنسی و چندر بنسی اور آگنی تل و غیرہ کے خطاب دے کر اور ان کے نسب ناموں کو سری راجپند روسری کرشن جی مہاراج

کے نسب ناموں سے ملا کر اپنا خادم و مرید بنا لیا تھا جس کے بعد گوجر قوم کے ان تینوں طبقوں میں ایسی اجنبیت و بیگانگی واقع ہو گئی تھی کہ یہ تینوں طبقے ایک دوسرے کو بیگانہ اور غیر قوم تصور کرنے لگے تھے اور آج تک ایسا ہی تصور کرتے چلے آتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہندوؤں کے پورانوں میں جو واقعات خلاف عقل و قیاس مذکور ہیں۔ ان کی تحقیق کے بعد ان کی اصلیت و حقیقت بھی بیان کی گئی ہے اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ برہما اور ابراہیم ایک ہی شخص کے دو نام ہیں جس کے ناموں میں اپنی ملکی زبان اور تلفظ کی وجہ سے کچھ فرق معلوم ہوتا ہے ورنہ حقیقت میں یہ ایک ہی نام اور ایک ہی شخص ہے جس کو تلفظ کی وجہ سے دو ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اور وہ شخص حضرت ابراہیم ہے جو کئی قوموں کا مورث اعلیٰ ہے۔ غرض اس فصل میں سورج بنسی و چندر بنسی اور اگنی کل خاندانوں کی پیدائش کی حقیقت و اصلیت بھی لکھی گئی ہے اور ان کے واقعات پیدائش کو حضرت ابراہیم کے واقعات سے تطبیق دیکر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ تینوں خاندان حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں۔ اس میں سکندر اعظم کا صاحب اولاد ہونا بھی ثابت کیا گیا ہے۔

تیسرے فصل میں حضرت ابراہیم کا پہاڑ کی غار میں پیدا ہونا اور اسی جگہ آپ کا پرورش پانا، چاند اور سورج کی الوہیت سے بذریعہ عقل انکار کرنا۔ جوان ہونے کے بعد نبی ہونا اور پھر خلقت خدا کو دعوت توحید دینا۔ نمرود کا چتا جلا کر اس میں آپ کو ڈالنا اور آپ کا صحیح و سلامت اس چتا سے باہر آنا۔ آخر نمرود کے ظلم سے تنگ آ کر بابل سے آپ کا ہجرت کرنا اور سائرہ خاتون کو اپنے ہمراہ مصر میں لے جانا۔ وہاں کے بادشاہ کا سائرہ خاتون کو چھین لے جانا اور آپ کی بددعا سے بادشاہ مصر کے ہاتھ پاؤں کا شل ہونا۔ آخر بادشاہ کا توبہ کر کے سائرہ خاتون کو ایک کنیز پیش کر کے بڑی عزت کے ساتھ رخصت کرنا جس کے بعد حضرت

ابراہیم کا فلسطین میں جا کر مستقل سکونت اختیار کر کے وہاں پر آباد ہونا اور وہیں وفات پا کر دنیا سے رخصت ہونا بیان کیا گیا ہے۔

چوتھی فصل میں گوجروں کے جد امجد حضرت عیص کا نبوت سے محروم ہونا اور حضرت اسحاق کا ان کے حق میں کثرت اولاد کی دعا کرنا۔ حضرت عیص کا اپنے بھائی یعقوب کی خاطر علاقہ فلسطین کو چھوڑ کر اور تمام جائیداد و املاک حضرت یعقوب کے سپرد کر کے خود ملک روم میں جا کر سکونت اختیار کر لینا آپ کے بعد آپ کی اولاد یعنی نبو عیص کی کثرت پیدائش اور کثرت آبادی کی وجہ سے ملک روم کا پر اور آباد ہونا۔ آخر قلت زمین اور قلت چارہ مویشیاں سے تنگ آ کر اور گنجائش آبادی و چارہ نہ پا کر ملک روم کو چھوڑ کر نبو عیص کے بعض خاندانوں کا ملک یونان میں چلا جانا اور وہاں مستقل سکونت اختیار کر کے اس ملک کو آباد کرنا لکھا گیا ہے۔

پانچویں فصل میں سکندر اعظم کے بزرگوں اور خاندان کا حضرت عیص کی نسل سے ثابت ہونا اور سکندر کے ایک مورث کا ملک یونان سے بھاگ کر مصر میں آنا اور پھر وہاں سے چل کر علاقہ مقدونیہ میں جا کر اپنی حکومت قائم کرنا کئی پشتوں کے بعد پھر اس خاندان میں سکندر اعظم کا پیدا ہونا اور اپنے باپ فیلقوس سے سکندر اور اسکی والدہ کا ناراض ہو کر اپنے ماموں کے پاس چلا جانا وہاں جا کر اپنے ماموں کی بیٹی منروآتس سے سکندر کا شادی کرنا جس کے بعد سکندر کی بیوی کے وطن سے گوجروں کے مورث اعلیٰ شہزادہ اسکندر روس گرجی کا پیدا ہونا۔ پھر منروآتس کا وفات پانا اور سکندر کا اپنے اسکندر روس کو تربیت اور پرورش کیلئے اپنی والدہ یعنی لڑکے کی دادی کے سپرد کرنا۔ فیلقوس کی وفات کے بعد سکندر کا تخت سلطنت پر متمکن ہو کر حکومت کرنا۔ پھر فتح ایشیا کی تیاریاں کر کے ایران پر چڑھائی کرنا۔ آخر ایران کو فتح کر کے اپنے بیٹے اسکندر روس کو یونان سے ایران

میں اپنے پاس طلب کرنا بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی فصل میں شہزادہ اسکندر روس کا جنگی فنون کی تعلیم پانا اور خاص کر فن گرز اندازی میں کمال حاصل کرنا جس کے بعد ایران میں جا کر اپنے باپ کو جنگی فنون کا امتحان دے کر مہم ترکستان میں اس کے ہمراہ جانا۔ وہاں پہنچ کر بڑے بڑے جنگی پہلوانوں سے شہزادہ کا معرکہ آرائیاں و نبرد آزمائیاں کر کے دنیا میں شہرت و ناموری حاصل کرنا۔ پھر ترکستان کے بادشاہ ٹاکسلس نامی کی بیٹی زوغہ خانم سے شہزادہ کی شادی ہونا جس کے بعد قفقاز میں بغاوت کا پھوٹنا اور سکندر کا بغاوت کو فرد کرنے اور باغیوں کو سزا دینے کیلئے شہزادہ کا وہاں بھیجنا اور شہزادہ کا قفقاز (کوہ قاف) میں پہنچ کر بغاوت کو فرد کر کے وہاں کے بادشاہ قنطال نامی کی بیٹی کذبان نامی سے اپنی دوسری شادی کرنا جس کے بعد سکندر کا بطور انعام کے شہزادہ کو اس علاقہ کی تمام جاگیر عطا کرنا۔ پھر اہل ایران کا شہزادہ اسکندر روس کو اس کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے ایک طلائی گرز جس کا سر گائے کے سر کے مشابہ تھا پیش کر کے اپنے ملک کے سب سے بڑے معزز خطاب گرز گاؤسر سے ملقب کرنا۔ شہزادہ کا اپنی جاگیر واقع قفقاز کے پرانے نام کو تبدیل کر کے اپنے خطاب پر گرزستان کے جدید نام سے اس کو موسوم کرنا پھر اس نام کی اصل صورت بگڑ کر جستان ہو جانا۔ مہم عرب کے لئے سکندر کا شہزادہ کو قفقاز سے بلانا اور شہزادہ کا سکندر کے پاس آنا لیکن مہم عرب کی تیاری کے پیشتر سکندر کا وفات پانا اور وفات سے پہلے اپنے بیٹے اسکندر روس کو اپنی خاص انگوٹھی پہنا کر وصیت کرنا۔ شہزادہ کا وفات سکندر کے بعد یونان کو واپس جانا اور یونان میں پہنچ کر اپنے آباؤ اجداد کے تحت سلطنت پر قبضہ کر کے حکومت کرنا آخر خانہ جنگیوں اور دشمنوں کی سازشوں سے تنگ آ کر تخت سلطنت سے دست بردار ہونا۔ دستبرداری کے بعد گوشہ نشین ہو کر عبادت و ریاضت کرنا۔ اسی زمانہ گوشہ نشینی میں شہزادہ کا اپنے دس بیٹوں کو فنون

حرب کی تعلیم دے کر پورا سپاہی بنانا جس کے بعد اسکے دس بیٹوں اور دونوں بیویوں کا دشمن کے خوف سے یونان سے بھاگنا اور ترکستان میں آ کر پناہ گزین و قیام پذیر ہونا جن کے بعد شہزادہ اسکندروس کا ملک یونان میں دشمن کے ہاتھوں قتل ہونا تحریر کیا گیا ہے۔

## باب دوم

اسی طرح دوسرے باب کے فصل اول میں جو گوجر سلطنتوں اور خانوادوں کی بنیاد کا ذکر مذکور ہے اور اس میں شہزادہ اسکندروس کے دس بیٹوں کا بلخ میں آ کر پیشہ چرواہی اختیار کرنا اور پارنی قوم کو ساتھ لے کر خراسان میں جانا۔ اہل خراسان اور پارنی قوم کی امداد سے یونانی حکومت کو تباہ و برباد کر کے اور یونانیوں کو خراسان سے نکال کر وہاں اپنی حکومت قائم کرنا جسکے بعد گرجستان، ایران اور ترکستان کے ممالک فتح کر کے اپنی مرکزی حکومت خراسان کے ساتھ ان کو ملحق کرنا۔ شہزادگان گرجی کی باقاعدہ حکومت قائم ہو جانے کے بعد پھر ان کی حکومت کیخلاف اہل تاتار کا علم بغاوت بلند کرنا۔ شہزادگان گرجی کا بغاوت کو فرو کر کے آخر امن قائم کرنا۔ پھر اہل تاتار کو اپنا دوست و معاون بنانے کیلئے تعلقات ازدواج کی حکمت عملی اختیار کر کے ترکی و تاتاری عورتوں سے اپنی شادیاں کرنا۔ جن عورتوں کے بطن سے ان دس گرجی شہزادوں کی بے شمار اولاد کا پیدا ہونا اور ان کی اولاد کا لقب گرجی یا گرج کو موروثی و آبائی لقب سمجھ کر اختیار کرنا۔ جس کے بعد اس ایک خاندان گرجی یا گرج کا دس خانوادوں میں منقسم ہونا اور ہر خانوادے کا اپنے خانوادے کو امتیاز کے طور پر ان دس شہزادوں کے ناموں سے نامزد کرنا۔ ایران و قفقاز اور ترکستان میں ان دس خانوادوں کا جا بجا اپنی خود مختار حکومتیں قائم کر کے چین و ہندوستان پر حملے کرنا بیان کیا گیا ہے۔

اس باب کے دوسرے فصل میں شہزادہ اسکندروس کی موت کی سبب سے

بڑے بیٹے شاہ اشکانیس گرجی کی اولاد اور خاندان کا نام اسی کے نام پر موسوم ہو کر اشکانی گوجر مشہور ہوتا۔ اشکانی گوجروں کا خراسان میں اپنی حکومت قائم کر کے پھر تمام ایران و عراق اور سام کو فتح کرنا۔ پھر اسی ضمن میں ترکستان و افغانستان کو فتح کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہونا۔ آخر ہندوستان کو بھی فتح کر کے یہاں بھی اپنی ایک زبردست حکومت قائم کرنا۔ زوال حکومت کے بعد اشکانی گوجروں کے خاندان کا پھر متعدد خانوادوں میں منقسم ہونا جس میں سے بالا اور سولنکی خانوادوں کا عالم وجود میں آ کر ہندوستان میں جا بجا اپنی حکومتیں قائم کرنا۔ بالا خاندان کے زوال حکومت اور بلہی پور کی تباہی و بربادی کے بعد اس خاندان سے گوجروں کے بہلوٹ خاندان کا پیدا ہونا اور پھر بہلوٹ خاندان سے گئی ایک گوتوں اور شاخوں کا عالم وجود میں آنا لکھا گیا ہے۔

تیسرے فصل میں شہزادہ اسکندروس گرجی کے دوسرے بیٹے جارجیس گرجی کی اولاد کا حال ہے۔ جارجیس گرجی کی اولاد اور خاندان کا نام اسی کے نام پر جارجی یا جارجی گوجر موسوم ہونا بتایا گیا ہے۔ جارجی گوجروں کا گرجستان واقع قفقاز سے آنا اور گوجروں کی مرکزی حکومت خراسان کے حکم سے ہندوستان پر حملہ کرنا ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں کو فتح کر کے ان علاقوں سے یونانیوں کو نکالنا۔ بعد فتح شہر سام نگر کی بنیاد رکھ کر اور اس کو اپنا دار الحکومت قرار دے کر آباد کرنا اور ہندو عورتوں سے شادیاں کر کے ہندوستان میں مستقل سکونت اختیار کر لینا۔ زوال حکومت کے بعد پھر جارجی گوجروں کے خاندان سے سمہ گوجروں کا خاندان پیدا ہونا۔ پھر سمہ گوجروں کا سندھ کے علاقہ جات تہری، ٹھٹھہ، سیوستان میں اپنی حکومت قائم کرنا اور شاہان تعلق سے ہمیشہ سمہ گوجروں کا معرکہ آرا و نبرد آزما رہنا قائم کیا گیا ہے۔

چوتھے فصل میں ساکا گوجروں کا حال تحریر ہے اور اس میں شہزادہ اسکندروس

گرجی کے تیسرے بیٹے سکائی نیس گرجی کی اولاد اور خاندان کا نام اسی کے نام پر ساکا گوجر قوم ہونا اور ساکا گوجروں کا مشرقی ترکستان میں اپنی ایک زبردست حکومت قائم کر کے ترکی و تاتاری قبیلوں کو مطیع کرنا۔ پھر کشمیر و افغانستان کو فتح کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہونا۔ ساکا گوجروں کے بادشاہ کجینیس کا شہر غزنی کو تعمیر و آباد کر کے اس کو اپنا دارالخلافہ قرار دینا۔ شاہ کجینیس کی بیوی اور نابالغ بیٹے سانیس کا ہندوستان میں آنا جس کے بعد دونوں ماں بیٹے کا جنوبی ہندوستان میں جا کر شہر ٹھن نگر میں سلوچن برہمن کے گھر قیام پذیر ہونا۔ سلوچن برہمن کا ان کی خدمت و حفاظت کرنا۔ آخر سالیس گرجی (سالباہن) کا سن بلوغ کو پہنچ کر ٹھن نگر کی حکومت حاصل کر کے گردونواح کے علاقوں کو فتح کرنا۔ پھر راجہ بکرماجیت کے علاقہ پر حملہ کر کے اس کو شکست دے کر قتل کرنا جس کے بعد جارحانہ اقدام کرتے ہوئے پنجاب کی طرف بڑھنا آخر پنجاب کو فتح کر کے وہاں ایک شہر بنام سیالکوٹ اپنے نام پر تعمیر و آباد کرنا۔ سیالکوٹ کو اپنا دارالحکومت قرار دے کر زابلستان پر حملہ آور ہونا۔ آخر سالباہن کی وفات کے بعد اس کی اولاد یعنی ساکا گوجروں کے خاندان سے بھٹی گوجروں کے خاندان کا عالم وجود میں آنا۔ پھر بھٹی اور ساکا گوجروں کے خاندانوں سے بے شمار گوتوں اور ذاتوں کا پیدا ہونا لکھا گیا ہے۔

پانچویں فصل میں شہزادہ اسکندروس گرجی کے بیٹے کوشانیس گرجی کی اولاد اور خاندان کا بیان ہے۔ اس فصل میں کوشانیس گرجی کی اولاد اور خاندان کا نام اسی کے نام پر کوشاں گوجر موسوم ہونا اور کوشاں گوجروں کا اپنے نہال یوچی تاتاری ریاست کا وارث ہو کر علاقہ کنسو میں اپنی حکومت قائم کرنا۔ پھر آہستہ آہستہ دیگر ممالک کو فتح کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہونا۔ ہندوستان کو فتح کر کے اس میں مستقل سکونت و حکومت کرنا۔ آخر زوال حکومت کے بعد کوشاں گوجروں میں انہل ویو کا پیدا ہونا۔ انہل ویو کا تمام گوجر خانوادوں کی تنظیم کرنا جس کے بعد انہل ویو

کے ایما سے تمام کوشاں گوجروں اور بعض دیگر گوجر خانوادوں کا کوہ آبو جا کر ہندو مذہب اختیار کر کے پھر ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنا۔ غرض کوشاں گوجروں کے خاندان سے پھر چوہان گوجروں کے خاندان کا پیدا ہونا۔ چوہان خاندان سے پھر کئی ایک شاخوں اور گوتوں کا عالم وجود میں آنا تحریر کیا گیا ہے۔

چھٹی فصل میں گوجر سلطنتوں کے زوال کے بعد گوجروں کی مذہبی و سیاسی تمدنی و معاشرتی جسی و نسبی حالات میں انقلاب عظیم کا واقع ہونا اور گیتا قوم کے ہندو راجاؤں کا گوجر قوم کے مفتوح لوگوں کو جبر و ظلم سے ہندو مذہب میں داخل کر کے ہندو بنانا جن کے بعد پھر ہن قوم کے بادشاہوں کا گوجروں پر ظلم کر کے ان کو تباہ و برباد کرنا جس کے بعد پھر گوجروں کے ایک طبقے کا گوجر لقب اور گوجر قومیت کو ترک کر کے راجپوت کہلانا جس کے بعد پھر راجپوتوں کا اپنے گوجر بھائیوں سے ہمیشہ کیلئے علیحدہ ہو جانا غیر گوجر مورخوں کی تاریخوں سے راجپوتوں کی اصلیت و قومیت یعنی ان کا گوجر نسل ہونا ثابت کرنا۔ پھر گوجر راجپوتوں کی گوتوں کے نام اور خالص گوجروں کی چھیانویں گوتوں کے نام لکھے گئے ہیں جس کے بعد چچی اور دھکھ گوجروں کا حال رقم کیا گیا ہے۔

## باب سوم

اسی طرح تیسرے باب کے فصل اول میں گوجروں کے چھاوڑی خاندانوں کا حال مرقوم ہے۔ اس میں چھاوڑی گوجروں کے مورث اعلیٰ سراسنس گرجی کے نام پر علاقہ دوار کا کا جدید نام سراسنس موسوم ہونا اور پھر کثرت استعمال کی وجہ سے بجائے سراسنس کے سوراشر مشہور ہو جانا۔ چھاوڑی گوجروں کا پھر سہ بارہ پنچا سور واقعہ علاقہ رن کچھ میں اپنی حکومت قائم کر کے شاہی عروج حاصل کرنا۔ راجہ جے شکر چھاوڑی کا اپنے ملک کوشاداب و آباد کر کے دولت و اقبال میں ترقی پانا۔ جس کے بعد پھر اردگرد کے تمام علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت



میں شامل کرنا اور بلا شرکت غیر تمام علاقہ سورا ستر (گجرات کا ٹھیا واڑ) پر حکومت کرتے رہنا۔ پھر راجہ بھوور کا ملک گجرات پر حملہ کرنا اور راجہ بے شکر کا اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے آخر میدان جنگ میں قتل ہونا جس کے بعد راجہ بھوور کا گجرات پر قابض ہو کر حکومت کرنا تحریر کیا گیا ہے۔

دوسرے فصل میں گوجروں کے سولنکھی عرف چلوک خاندان کا ذکر مذکور اور اس میں سولنکھی گوجروں کا انہل دیو کے ساتھ کوہ آبو پر جا کر ہندو مذہب اختیار کر کے چلوگ گوجر کا خطاب پانا۔ بلہی پور کی تباہی کے بعد مختلف اطراف ہند میں منتشر ہو کر دکن اور قنوج میں اپنی حکومتیں قائم کرنا موارج سولنکھی کا اپنے ناموں سامنٹ سنگہ والی گجرات کا ٹھیا وار کو قتل کر کے اس کے تخت پر متمکن ہونا۔ موارج کے بعد اس کی اولاد کا پچپن سال تک تحت گجرات پر قابض رہ کر حکومت کرنا آخر ان کے دارالحکومت پر سلطان محمود غزنوی کا حملہ آور ہونا اور ان کا بڑی مردانگی سے سلطان کا مقابلہ کر کے شکست کھانا۔ سولنکھی گوجروں کے خاندان سے متعدد گوتوں اور خانوادوں کا پیدا ہونا بھی رقم کیا گیا ہے۔

تیسرے فصل میں شہزادہ اسکندر ویس گرجی کے نانویں بیٹے تاکتیس گرجی کی اولاد اور خاندان کا حال لکھا گیا ہے اس میں تاکتیس گرجی کی اولاد اور خاندان کا نام اسی کے نام پر تاک عرف تاس گوجر موسوم ہونا۔ پھر تاس گوجروں کا مغربی ترکستان میں اپنی حکومت قائم کرنا۔ تمام گوجر خانوادوں میں سے انہی کا سب سے پہلے ہندوستان پر حملہ آور ہونا۔ آخر ہندوستان کو فتح کرتے ہوئے مگدھ دیش (صوبہ بہار) میں آ کر اپنی حکومت قائم کرنا۔ پھر تین سو ساٹھ برس تک حکومت کرنے کے بعد ان کی حکومت کو زوال آنا جس کے بعد ان میں سے پھر ایک گروہ کا انہل دیو کے ساتھ کوہ آبو پر جا کر ہندو مذہب اختیار کر کے اور پرمار گوجر کا خطاب پا کر اپنی حکومت قائم کرنا۔ پرمار گوجروں کے خاندان سے پھر کئی ایک

گوتوں اور شاخوں کا عالم وجود میں آنا۔ پھر باقی ماندہ تاس گوجروں کا مذہب اسلام اختیار کر کے مسلمانوں کے زمانہ میں سیاسی عروج حاصل کرنا بیان کیا گیا ہے۔

چوتھے فصل میں متفرقہ حالات تحریر کئے گئے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ معمولی حیثیت کے بہادر گوجروں نے کس طرح اپنی قابلیت اور قوت بازو سے سیاسی اقتدار حاصل کر کے معمولی حیثیت سے اعلیٰ حیثیت اور ناموری حاصل کر لی تھی۔ ان نامور بہادروں میں سے تو نگ۔ نہلمہ۔ انوپ سنگہ ملکر رادار چودھری عبدالفتاح، چودھری عبدالرزاق، محمد زمان، محمد ولی، بہادر سنگہ، محمود، عبداللہ خان، نجیب اللہ خان، مقدم مشرف، چودھری سلیمان، چودھری مقیم خان وغیرہ بہت بہادر اور نامور شخص ہو گزرے ہیں جنہوں نے اپنی قوت بازو اور قابلیت سے سیاسی اقتدار حاصل کر کے گوجروں کے نام کو روشن کر دیا تھا۔

پانچویں فصل میں یہ بتایا گیا ہے کہ گوجروں کا آبائی مذہب حنیف یعنی اسلام تھا۔ موجودہ گوجروں کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم کی شریعت اور صحیفہ کے حامل تھے اور ایک خدا وحدہ لا شریک کو مانتے اور اسی ایک کی پرستش کیا کرتے تھے لیکن زمانہ مابعد میں آکر ان کی اولادوں نے بت پرست قوموں کے مذاہب اختیار کر کے بت پرستی کرنی شروع کر دی تھی۔

چھٹی فصل میں گوجروں کے آبائی وطن گرجستان واقع کوہ قاف کے جغرافیہ و تاریخی حالات لکھے گئے ہیں۔ جن میں بتایا گیا ہے کہ علاقہ گرجستان میں کون کون سی قومیں آباد ہیں اور ان کی مذہبی تمدنی و معاشرتی حالت کیسی ہے اور کس قدر تعداد ان قوموں کی اس علاقے میں آباد ہے۔ اس کے علاوہ اس ملک کے دریاؤں، پہاڑوں، پرانی یادگاروں، ریلوں وغیرہ اور تجارت و ملکی صنعت و پیداوار کا حال لکھ کر پہلی جلد کو ختم کر دیا گیا ہے۔

خاکسار  
حافظ عبدالحق

سیالکوٹ  
۲۱ مئی ۱۹۳۰ء

## تواریخ گوجراں

## باب اول

## فصل اول

## لفظ گوجر کی وجہ تسمیہ

لفظ گوجر کی وجہ تسمیہ کے متعلق مورخین و محققین نے سات قسم کی وجوہات لکھی ہیں جن کو ہم ناظرین تاریخ کی توسیع معلومات کیلئے ذیل میں لکھتے ہیں تاکہ ہمارے ناظرین ان وجوہات کو پڑھ کر صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم وہ سب وجوہات لکھیں۔ ناظرین تاریخ کو یہ پہلے ہی بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان ساتوں وجوہات میں سے اخیر کی دو وجوہات گوجروں کے نزدیک نہایت معتبر و مستند مانی گئی ہیں اور گوجر مورخ انہی وجوہات کو صحیح و مستند تسلیم کرتے ہیں۔ باقی پانچ کو ناقابل اعتبار و غیر معتبر سمجھ کر ان کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ہم پہلے وہ غیر معتبر پانچ وجوہات لکھیں گے۔ اس کے بعد پھر چھٹی اور ساتویں وجہ تحریر کریں گے جن کو گوجر قوم صحیح و مستند مانتی ہے۔

## پہلی وجہ

لفظ گوجر کی پہلی وجہ تسمیہ غیر قوموں کے مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ گوجر لفظ گنوچ سے مستخرج ہے۔ یعنی گائے چرانے والوں کو گوجر کہتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ وجہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ گنوچ گوہل ایک علیحدہ قوم ہے جو آج تک اسی نام سے موسوم چلی آتی ہے۔ علاقہ گجرات کا ٹھیاواڑ کے مشرقی حصہ گولوار اور بہاؤنگر و گواگو میں آج بھی یہ گنوچ گوہل قوم آباد ہے اور ہندو مورخ

اس قوم کو بھی چھتری راجپوت قوموں میں شمار کرتے ہیں اور یہ گنوج قوم جس علاقہ میں رہتی ہے وہاں اس کے ساتھ ہی اس علاقہ میں گوج قوم بھی سکونت پذیر ہے اور دونوں قومیں مل کر وہاں گلہ بانی اور کھیتی باڑی کا کام کرتی رہتی ہیں مگر ان دونوں میں کسی قسم کی نسلی و قومی مواصلت و موافقت نہیں پائی جاتی حالانکہ یہ دونوں قومیں اپنا ایک ہی وطن اور ایک ہی مذہب و پیشہ رکھتی ہیں لیکن پھر بھی گنوج قوم کے لوگ گوجروں سے علیحدہ اور گوج قوم کے لوگ گنوجروں سے علیحدہ اپنی قومیت و نسل ظاہر کرتے ہیں۔ اتنے متحدہ تمدنی و معاشرتی امور کے باوجود اور دو قوموں کے ناموں میں مشابہت پائے جانے کے باوجود پھر بھی یہ قومیں نسلی و قومی لحاظ سے اپنے کو ایک دوسری سے علیحدہ قوم تصور کرتی ہیں۔ پس ان کی اس تفریق سے ثابت ہوتا ہے کہ گوج قوم گنوج سے ایک علیحدہ قوم ہے اور گنوج قوم گوجروں سے علیحدہ قوم ہے اور لفظ گوج لفظ گنوج سے مشتق نہیں۔

گوج قوم کو اگر گائے چرانے یا پالنے کی وجہ سے گوج کہا جاتا ہے تو پھر اس قوم کے علاوہ اور کئی قومیں بھی گائے چرانے اور دودھ بیچنے کا کام کرتی ہیں مثلاً آہیر، گوالے، جاٹ، برہمن، چھتری، راجپوت وغیرہ اور کئی دیگر قومیں دودھ بیچتی اور گائے چراتی ہیں۔ ان کو گوجر نام سے نامزد نہیں کیا گیا۔ باوجود اس پیشہ کے جاٹ اپنے کو جاٹ اور برہمن کہتا ہے۔ اسی طرح آہیر اپنے کو آہیر کہلاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی ان قوموں کو ان کے آبائی و قومی ناموں سے پکارتے ہیں۔ کوئی ان کو گوجر نہیں کہتا اور باقی جو قومیں دودھ بیچتی اور گائے چراتی ہیں وہ بھی اپنے آبائی نام اور اہل قومیت پر قائم ہیں کبھی ان کو گوجر تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ خود یہ قومیں اپنے آپ کو گوجر کہلانا پسند کرتی ہیں۔ اسی طرح گوج قوم کے افراد بھی گلہ بانی کے علاوہ زمینداری و ملازمت اور دیگر قسم کے کئی صنعتی و حرفتی کام کرتے ہیں اور قومیت کے لحاظ سے یہ سب اپنے کو گوجر کہتے ہیں۔ اگر گوج قوم کو گائے

چرانے کی وجہ سے گوجر نام سے نامزد کیا جاتا ہے تو پھر گائے کے علاوہ یہ قوم اور کئی قسم کے مویشیوں کو بھی چراتی ہے مثلاً اونٹ، بھینس اور بکریاں بھی یہ لوگ رکھتے ہیں علاقہ کوہستان میں متمول گوجروں کے پاس عام طور پر بکریوں کے ہزاروں ریوڑ اور بھینسوں کے سو سو گلے موجود ہیں۔ جن کو یہ لوگ پہاڑوں میں چراتے پھرتے ہیں اور گائے ان کے پاس مطلق نہیں ہوتی لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنے کو گوجر کہتے ہیں اور عام لوگ بھی ان کو اسی نام گوجر سے پکارتے ہیں۔ کوئی بھی ان کو بھینس چریا بکر چر اور اونٹ چر نہیں کہتا اور نہ یہ خود اس نام کو پسند کرتے ہیں۔ بقول ان محققوں کے جو لفظ گوجر کو لفظ گوجر سے مشتق سمجھتے ہیں ان بھینس، بکری چرانے والے گوجروں کو اگر بجائے گوجر کے بھینس چر یا اونٹ چر اور بکر چر کہا جائے تو بہت اچھا اور موزون ہو۔ مگر ایسا کوئی نہیں کرتا۔ ان کو بھی ان کے آبائی و قومی نام سے پکارا جاتا ہے۔ پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ لفظ گوجر پیشہ کی وجہ سے نہیں بولا جاتا بلکہ اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور ہے۔

بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے اگر اس وجہ تسمیہ کو تسلیم کر لیا جائے کہ مویشیوں کے گلہ چرانے والے کو گوجر کہتے ہیں تو اس میں بھی کچھ ہتک اور طعن کی بات نہیں بلکہ یہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے جس پر گوجر قوم عامل چلی آتی ہے۔ اس پیشے اور کام کو حضرت ابراہیم و اسمعیل اور حضرت موسیٰ و محمد رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا اور ہندوؤں کے بڑے بڑے رشیوں اور اوتاروں اور مہاتماؤں نے گلہ بانی کی۔ چنانچہ سری کرشن جی مہاراج بھی بہت مدت تک گلہ بانی کرتے رہے اور جب تبت سے آریوں کے بزرگ ہندوستان میں آئے تو گلہ بانی کرتے ہوئے اس ملک میں داخل ہوئے۔ بہت مدت تک زمینداری کا کام نہیں کیا صرف گلہ بانی پر اپنی بسراوقات کرتے رہے۔

حیوانات کی چرواہی کرنے سے اگر اس قوم کو گوجر یا گوجر کہا جاتا ہے تو

پھر اس کو انسان چہ بھی کہنا چاہئے کیونکہ گوجر قوم بہت مدت تک انسانوں کی چرواہیہ بھی رہ چکی ہے اور اس گلہ پر بھی اپنی سیاست و حکومت کا سکہ بٹھا چکی ہے۔ حیوانی گلہ کے علاوہ انسانی گلہ کی بہت مدت تک گوجر قوم نے حفاظت و گلہ بانی کی اس لئے اب اس قوم کو انسان چہ کے لقب سے بھی ملقب کرنا چاہئے۔

گوجر قوم کے پیشہ جو بانی اختیار کرنے کی اصل حقیقت یہ تھی کہ یہ قوم بہت آزادی پسند تھی۔ جب ہندوستان کی حکومت اس قوم کے ہاتھ سے جاتی رہی اور مخالف و دشمن قومیں اس پر غالب ہوئیں تو گوجر قوم اپنی خودداری و آزادی کو قائم رکھنے کیلئے نواح ہند کے دشت و کوہ میں جا کر آباد ہو گئی اور اس نے غیروں کے ماتحت غلامانہ زندگی بسر کرنے سے دشت کوہ کی آزادانہ زندگی کو ترجیح دی کیونکہ یہ جنگجو سپاہی قوم سوائے تلوار چلانے کے اور کوئی ہنر یا کسب نہ جانتی تھی اس لئے جب یہ پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر آباد ہو گئی تو سوائے گلہ بانی کے وہاں اس کو اور کوئی کام نظر نہ آیا اور ذریعہ معاش کیلئے اس قوم کے بہت سے افراد نے اسی آسان پیشہ گلہ بانی کو اختیار کر کے اپنی روزی حاصل کرنی شروع کی اور زمیندارہ مفید پیشے اور شہری و دیہاتی مقید آبادی سے تنگ آ کر انہوں نے دشت و کوہ کی خانہ بدوش آزاد آبادی کو پسند کیا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ جب اس قوم نے ہندو تہذیب و مذہب اختیار کیا تو ہندوؤں کے میل جول سے وہ تمام ہندووانہ توہمات و انانیت پسندی اس میں بھی اتر کر گئی جس کی وجہ سے اس چھتری یعنی سپاہی قوم میں دھرتی ماتا کے پیٹ کو پھاڑنا اور اس پر ہل چلانا عیب سمجھا جانے لگا۔ اس وجہ سے بھی گوجر قوم نے پیشہ چوپانی کو اختیار کیا اور بجائے انسانوں کے حیوانوں کی حفاظت و نگہبانی کر کے اپنی تحکمانہ عادت کو پورا کرنے لگی جو اس کو انسانی گلہ پر حکومت کرنے سے پڑ گئی تھی۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ اس لفظ کی یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ گوجر لفظ گذر یا گزارہ سے مشتق ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ یہ قوم زمانہ ماضی میں بوجہ کثرت سے مال مویشی رکھنے کے اور قوموں سے زیادہ متمول اور فارغ البال ہوا کرتی تھی اور اپنی زندگی کے دن بے فکری اور آرام سے بسر کرتی تھی اس لئے عام لوگ اس قوم کے ہر فرد کو صاحب گذر اور صاحب گذران کہہ کر پکارا کرتے تھے اور پھر یہ لفظ غلطی سے عام ہو کر گذر سے گوجر اور گزارہ سے گوجرا ہو گیا اور اس کی اصل صورت قائم نہ رہی۔

ہم کہتے ہیں کہ گوجر قوم سے علاوہ اس زمانہ میں جس میں کہ گوجر متمول اور صاحب گزارہ تھے اور قومیں بھی تو متمول اور صاحب گزارہ ہوں گی اور گوجروں میں بھی مفلس و غریب آدمی ہونگے۔ پھر کیا وجہ ہوئی کہ گوجر قوم کے ہر فرد امیر و غریب کو صاحب گزار یا صاحب گذر کہہ کر پکارا گیا اور دوسری قوموں کے متمول دولت مند افراد کو اس لقب یا نام سے نامزد نہ کیا گیا اور اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ فارسی زبان میں راستے یا راہ کو گذر کہتے ہیں کیا گوجر قوم کوئی راہ یا راستہ تھا جس پر کہ لوگ گزارا کرتے تھے اس لئے یہ وجہ تسمیہ بھی غلط ہے۔

تیسری وجہ

لفظ گوجر کی تیسری وجہ محققوں نے یہ بیان کی ہے کہ لفظ گوجر لفظ گریک سے مشتق ہے اور تفصیل اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ جب رومیوں نے ملک یونان پر پہلی دفعہ چڑھائی کی تو ان کا مقابلہ اول گرائیہ قوم سے ہوا۔ جو سرحد یونان پر رہتی تھی اس لئے رومیوں نے ملک یونان کی تمام قوموں کو گرائیہ قوم تصور کر کے سب کو اسی نام سے موسوم کیا حالانکہ یونان میں اور قومیں جو مثل بار بیرائن ڈورین اکائی کنعانی وغیرہ کے موجود و آباد تھیں اور وہ اپنے مسلمات و قومی نام علیحدہ رکھتی تھیں۔

رومیوں نے ان سب قوموں کو گریک یا گریکوی کے نام سے نامزد کر دیا اور آج تک یورپین مورخ رومیوں کی تقلید کر کے اہل یونان کو گریک لکھتے اور کہتے ہیں۔

اس کے بعد گریک یعنی یونانیوں نے جب ایشیائی ممالک کو فتح کر کے ان میں سکونت اختیار کی تو ایران و قفقار اور ترکستان کے لوگ بجائے لفظ گریک کے ان کو لفظ گاجار یا گرج اور گرجی سے پکارنے لگے اور جب یہ لفظ بصورت مبدل ہندوستان میں پہنچا تو اس کی صورت اور بگڑ گئی اور اہل ہند نے بجائے گاجار یا گرج کے گوجر کہنا شروع کیا اور اس لفظ کی اصل صورت کو اور بگاڑ دیا۔

ہمارے نزدیک یہ وجہ بھی صحیح نہیں کیونکہ رومیوں نے یہ حملہ سکندر اعظم کے کئی صد سال پیشتر ملک یونان پر کیا تھا اور گوجر قوم اس حملے کے کئی صد سال بعد جبکہ گریک یعنی یونانی قوم ممالک ایشیا، ایران و ترکستان اور ہندوستان وغیرہ کو فتح کر کے ان پر حکومت کر رہی تھی۔ اس وقت ایشیا میں گوجر قوم پیدا ہوئی اور یہیں اس قوم نے اپنے لئے لقب گرجی یا گرج اختیار کیا جس کے بعد پھر گوجر قوم اپنی حریف قوم گریک معروف یہ یونانی قوم سے برسر پیکار ہو کر اس سے جنگ کرنے اور علاقے چھیننے لگی جیسا کہ آگے چل کر ان دونوں قوموں کے عناد اور جنگ و پیکار کا مفصل حال اس تاریخ سے معلوم ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ سوائے یورپین مورخوں کے کبھی کسی ایشیائی مورخ نے یونانی قوم کو لفظ گریک یا لفظ گرج سے نامزد نہیں کیا۔ ایران و ترکستان اور عرب و ہندوستان کی پرانی قدیم تاریخیں دیکھوان میں یونانیوں کے لئے کہیں بھی لفظ گریک یا گرج استعمال نہیں ہوا۔ ہمیشہ ایرانی و عربی مورخ قوم گریک کو یونانی اور ان کے ملک گریس کو ملک یونان لکھتے چلے آئے ہیں اور آج تک اسی نام سے لکھتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں یونانی قوم کو لفظ یون کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں بھی ان کو کسی جگہ لفظ



گریک کے نام سے نامزد نہیں کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ جب یہ دونوں قومیں گریک اور گوجراں ایک وقت میں ایک جگہ موجود تھیں۔ اس وقت بھی ایشیائی لوگ ان دونوں کے ناموں میں نمایاں فرق و امتیاز کرتے تھے یعنی گریک قوم کو یونانی اور یون کہتے تھے اور گوجراں قوم کو گرجی یا گرجی اور بعض جگہ گارجیا گوچین کہتے تھے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ لفظ گوجراں لفظ گریک سے مشتق نہیں اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور ہے۔

### چوتھی وجہ

لفظ گوجراں کی چوتھی وجہ تسمیہ غیر گوجراں مورخوں نے یہ لکھی ہے کہ لفظ گوجراں فارسی لفظ گرگ سے اخذ ہوا ہے جس کے معنی بھیڑیا کے ہیں اور اس قوم کی ایک شاخ وہاں ابھی تک آباد ہے جو گورگانی کہہ کر پکاری جاتی ہے۔ ہم ان محققین و مورخین کی اس تحقیق کو کہ لفظ گوجراں فارسی لفظ گرگ سے اخذ کیا گیا ہے ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ انہوں نے ان لفظوں کے متعلق کوئی نسبت یا دلیل بیان نہیں کی جس نسبت یا سبب سے لفظ گوجراں لفظ گرگ سے مستخرج ہو کر گوجراں بنا۔ ان محققین کو پہلے وہ حالات اور واقعات ضرور بیان کرنے چاہئے تھے۔ جن حالات و اسباب کی وجہ سے لفظ گوجراں لفظ گرگ سے نسبت پیدا ہوئی تاکہ ثابت ہوتا کہ واقعی لفظ گوجراں لفظ گرگ سے مشتق ہے مگر ان محققوں نے ایسا کوئی واقعہ یا حال بیان نہیں کیا کہ کس سبب سے لفظ گرگ سے مستخرج ہوا تھا اس لئے ہم ان محققین کی اس تحقیق کو کہ لفظ گوجراں لفظ گرگ سے اخذ ہے غلط سمجھتے ہیں۔ بفرض محال تھوڑی دیر کیلئے اگر ان کی اس تحقیق و تہقیق کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر وہ مشوب باگرگ قوم گورگانی قوم ہوگی۔ نہ کہ گوجراں قوم جس کا کہ گورگانی قوم سے کسی قسم کا بھی قومی یا نسلی تعلق نہیں۔

ملک ایران میں ایک شہر گرگان نام ہے جس کو اہل عرب جرجان کہتے ہیں۔

اس شہر اور اس کے گرد و نواح میں منسوب باگرگ قوم اور گوجر قوم دونوں ایک ملک میں ایک جگہ اکٹھی رہتی ہیں مگر اہل ایران ان دونوں قوموں کو انکے اصل اور مخصوص ناموں سے بلا تے ہیں یعنی منسوب باگرگ قوم کو گورگانی اور گوجر قوم کو قاجار یا گاجار کہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں قومیں نسلی و قومی لحاظ سے اپنی قومیت میں ایک دوسری سے علیحدہ قومیں ہیں۔ ایران کا سابقہ شاہی خاندان جو موجودہ پہلوی شاہی خاندان کے پیشتر ملک ایران پر حکمران تھا وہ بھی اسی قوم گاجار سے تھا جس کو ہندی لوگ گوجر کہتے ہیں۔ اب اگر یہ محققین یہ کہیں کہ لفظ گرگ کی اصل صورت ہندوستان میں آ کر بگڑ گئی اور بجائے گورگانی یا گرگ کے اہل ہند نے گوجر کہنا شروع کیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہاں بھی تو وہی صورتحال ہے یعنی ہندوستان میں بھی اس نام کی دونوں قومیں موجود ہیں جن میں ایک کو گرگ بنسی اور دوسری کو گوجر کہتے ہیں اور یہ دونوں ایک ہی جگہ ہندوستان میں آباد ہیں۔ اگر کسی محقق کو گرگ بنسی قوم معلوم نہ ہو تو دیکھو تاریخ اقوام الہند صفحہ ۲۵ مولفہ منشی کشوری لال اپنی اس تاریخ میں لکھتے ہیں کہ گرگ بنسی قوم قدیم سے برسنگہ پور و سلطان پور سکونت پذیر چلی آتی ہے۔ اب دیکھئے کہ جہاں گرگ بنسی قوم رہتی ہے۔ وہاں ہی گوجر قوم بھی موجود آباد ہے اور آپس میں ان کا سوائے وطنی و مذہبی تعلق کے اور کسی قسم کا قومی یا نسلی تعلق نہیں۔ پھر ہم ان محققین کی اس تحقیق کو کس طرح تسلیم کریں کہ ایک ہی وقت ایک ملک میں ایک قوم کے ایک حصے کو گوجر یا گاجار کہیں اور دوسرے حصے کو گرگ بنسی یا گورگانی کہہ کر پکاریں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ لفظ گرگ اگر لفظ گوجر گاجار میں تبدیل ہو سکتا تھا تو

(۱) ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو ایران کی پارلیمنٹ نے گاجار خاندان کے آخری بادشاہ احمد شاہ گاجار کو معزول کر کے ملک کی عارضی حکومت رضا خاں پہلوی کو تفویض کر دی اور پھر ۱۳ دسمبر ۱۹۲۵ء کو رضا خاں پہلوی کی مستقل بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس دن سے پہلوی خاندان نسلًا بعد نسلًا تخت ایران کا جائز وارث قرار پایا۔

یہ لفظ فارسی و سنسکرت زبانوں کے علاوہ ایسی زبانوں میں ہو سکتا تھا کہ جن میں لفظ گاف بولنے میں نہیں آتا مثلاً عربی زبان میں یہ حروف بولنے میں نہیں آتے۔ (پ ٹ چ ڈ ژ گ) جس لفظ میں یہ حروف بولنے میں آتے ہوں جب کوئی عرب اس لفظ کو اپنے تلفظ و زبان میں بولے یا ادا کریگا تو ضرور اس لفظ کی اصل صورت اور آواز کو بگاڑ دے گا جس سے اصل لفظ کی صورت و آواز میں تغیر و تبدل واقع ہو جائے گا مثلاً لفظ گل کو غل کہے گا اور لفظ گلہ کو غلہ اور لفظ ڈانٹ کو دانت کہے گا جس سے ان لفظوں کی اصل صورت اور معنوں میں تبدیلی واقع ہو جائے گی کیونکہ لفظ گل کے معنی فارسی اور اردو میں پھول کے ہیں اور لفظ گلہ کے معنی چوپاؤں کے قول مارٹور کے ہیں۔ اسی طرح لفظ ڈانٹ کے معنی اردو میں دھمکی اور ڈراوا کے ہیں مگر جب ایک عرب نے ان لفظوں کو اپنی زبان و تلفظ میں ادا کیا تو ان کی اصل صورت اور معنی بگڑ گئے یعنی لفظ گل کا لفظ غل بن گیا جس کے معنی اردو میں شور و شر کے ہو گئے اور لفظ گلہ کا لفظ غلہ بنا جس کے معنی اردو زبان میں اناج کے ہوئے اسی طرح لفظ ڈانٹ کا لفظ دانت بن گیا جس کے معنی اردو میں منہ کے دانت ہوئے جو کھانے کو چباتے ہیں اب اسی لفظ دانت کو ایک انگلش باشندہ جس کی زبان میں حرف (دال اورت) موجود نہیں وہ اس لفظ کو اپنے تلفظ میں ڈانٹ کہے گا جس کے معنی اردو زبان میں بجائے منہ کے دانت کے دھمکی یا ڈراوا کے ہوں گے اور اب اسی اصول پر ہندی و سنسکرت زبانوں کو قیاس کر لیں جن میں کہ عربی و فارسی کے یہ حروف موجود نہیں مثلاً (ذ ز ض ظ غ) اور اب جب کوئی ہندی و سنسکرت بولنے والا شخص اس لفظ کو جس میں کہ یہ حروف بولنے میں آتے ہیں۔ جب وہ اپنے تلفظ و زبان میں اس لفظ کو ادا کریگا تو ضرور وہ بھی اس میں تغیر و تبدل کریگا مثلاً لفظ ذات کو جات زور کو جو ر ضامن کو جامن ظالم کو جالم اور غرض کو گرج کہے گا جس کے معنی عربی میں مقصود و حاجت کے تھے مگر ایک

ہندی باشندہ کے تغیر نطق و تلفظ میں ادا ہونے سے ان الفاظ کی اصل صورت اور معنی بگڑ گئے یعنی لفظ غرض کو گرج کہنے سے اس کے معنی فارسی و اردو زبان میں آواز کے ہو گئے۔ اسی طرح لفظ ضامن کے معنی عربی میں ضمانت دینے والے کے تھے مگر ہندی تلفظ و تغیر نطق سے اس کے معنی تبدیل ہو کر اردو میں پھل کے ہو گئے جو پھل کے اسی نام جامن سے مشہور ہے۔ الحاصل لفظ گوجر لفظ گرگ سے اخذ نہیں ہوا بلکہ یہ لفظ گوجر فارسی لفظ گرز سے مشتق ہے کیونکہ فارسی و ہندی اور سنسکرت زبانوں میں حرف گاف عام طور پر مستعمل ہوتا ہے۔ ان زبانوں میں لفظ گرگ کی تبدیلی یا تغیر کا کوئی امکان نہیں تھا۔ البتہ سنسکرت و ہندی زبان میں اگر کسی لفظ کے تغیر و تبدل کا امکان ہے تو وہ لفظ گرز ہے جس کی زائے مبدل باجیم ہو کر لفظ گرز سے گرج بنا جو بعد میں اور بگڑ کر گرج سے گوجر ہوا۔

اگر شجاعت یا بہادرانہ کارناموں کی وجہ سے ان محققوں نے گوجر کے نام کو کسی بہادر درندہ کے نام سے نسبت یا تشبیہ دینی تھی تو یہ اس قوم کے نام کو شیر کے نام سے نسبت یا تشبیہ دیتے جس نسبت یا تشبیہ کی یہ قوم ہر طرح مستحق تھی کیونکہ علاقہ کوہستان میں جو گوجر لوگ آباد ہیں وہ شیر کو بلو یا بلی کہتے ہیں اور خود اپنے کو شیر تصور کرتے ہیں اور جب کبھی شیران کے چوپایوں کے پاس آ کر غراتا ہے تو یہ لوگ معمولی ہتھیار سے اس کو ہلاک کر ڈالتے ہیں اور پھر اس کی کھلوی اتار کر فروخت کرتے یا اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور ہمیشہ یہ لوگ عام طور پر اس بہادر درندہ کا شکار کرتے رہتے ہیں کیونکہ یہ ان کے مویشیوں کو نقصان پہنچاتا رہتا ہے مگر لفظ گوجر تو کسی درندہ کے نام سے مشتق نہیں جس کو کہ لفظ گرگ سے مستخرج سمجھا جائے اس کی وجہ تسمیہ تو کچھ اور ہے جو آگے چل کر بیان ہوگی۔

### پانچویں وجہ

اس لفظ کی پانچویں وجہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ گوجر فارسی لفظ گاؤ زور سے

مشتق ہے یعنی کشتی کرنے والا پہلوان تفصیل جس کی یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں دوسری قوموں سے زیادہ اور بکثرت گوجر قوم میں ایسے بہادر اور جنگی پہلوان ہوا کرتے تھے جو کہ بوقت جنگ اپنے دشمن سے فتح و شکست کا فیصلہ تلوار کے بعد کشتی کر کے کیا کرتے تھے جس میں یہ لوگ اپنے دشمن پر ہر طرح کامیاب و فتح یاب رہتے تھے اس فن کشتی کی وجہ سے اہل فارس اس قوم کے ہر فرد کو گاؤ زور کہہ کر پکارتے تھے گویا یہ لفظ خاص اسی قوم کے لوگوں کیلئے مخصوص ہو چکا تھا اور خود یہ لوگ بھی اس لفظ کو اپنے لئے طغرائے امتیاز سمجھتے تھے اور پھر جب یہ قوم موسومہ بالفظ گاؤ زور ملک ہند میں آئی تو اہل ہند اپنے ہندی تلفظ کی وجہ سے بجائے گاؤ زور کے اس کو گاؤ جور کہتے تھے یعنی انہوں نے لفظ گاؤ زور کی زائے کو مبدل باجیم کر کے گاؤ جور کہنا شروع کیا جس کے بعد پھر اس مبدل لفظ گاؤ جور کو مخفف کرنے کیلئے اہل ہند نے اس کے حروف الف اور داؤ موخر کو محذوف کر کے لفظ گوجر بنا لیا جس کی مبدل صورت زمانہ حاضرہ میں اس وقت قائم و موجود ہے۔ غرض حرف زائے اور حرف جیم قریب الحرج تھے جیسا کہ حرف گاف اور حرف ڈال قریب الحرج ہیں اور بعد مکانی و زمانی اس فرق کے باعث ہیں۔ لفظ گرو اور لفظ ڈرو ملتے جلتے الفاظ ہیں اس لئے اس لفظ کے اصل حروف میں بوجہ تلفظ اور غیر زبانوں کے تغیر و تبدل واقع ہوتا گیا اور بجائے صحیح لفظ گاؤ زور کے گاؤ جور ہو گیا پھر جس کو بعد میں مخفف کر کے لفظ گوجر بنا لیا گیا۔ اسی طرح ترکستان کے لوگ اس قوم کو بجائے گاؤ زور کے گوجین اور گوجر ناموں سے موسوم کرتے تھے اس کے بعد اب ہم وہ دو جوہات بھی لکھتے ہیں جن کو گوجر مورخ اور گوجر قوم صحیح و مستند تسلیم کرتی ہے وہ دو جوہات یہ ہیں۔

چھٹی وجہ

لفظ گوجر کی چھٹی وجہ تسمیہ قوم گوجر کے مورخ حضرت شیخ جمال گوجراپنی

تصنیف مرقع گوجراں میں یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ گرجی اور لفظ گوجر یہ دونوں الفاظ قوم گوجر کے جدا جدا شہزادہ اسکندروس گرجی کے صحیح خطاب گرزگاؤسر سے مشتق ہیں اور تفصیل اس اجمال کی یہ بیان کرتے ہیں کہ مختلف ممالک کے لوگوں نے بوجہ تلفظ زبان اور سہولت کیلئے اس طویل خطاب کو مخفف اور اس کے حروف کو متبدل و متغیر کر کے لفظ گرجی اور گوجر بنا لیا۔ اول اہل قفقاز نے اس طویل خطاب کو مخفف کرنے کیلئے اس کے مقدم لفظ گرز کو بولنا اختیار کیا اور پھر عوام جہلانے اس لفظ کے حرف زائے کو مبدل یا حرف جیم کر کے لفظ گرجی بنا لیا کیونکہ حرف زائے اور حرف جیم قریب الخرج تھی اور عوام ان حروف کے مخارج میں تمیز نہ کر سکتے تھے اس لئے عوام نے صحیح لفظ گرز کی بجائے لفظ گرجی بولنا شروع کیا۔

اسی طرح اہل ہند نے بھی اس طویل خطاب گرزگاؤسر کو سہولت کیلئے مخفف کر لیا اور مخفف کرنے کیلئے اس کے موخر لفظ گاؤسر کو بولنا اختیار کیا جس کو بعد میں عوام جہلانے حرف سین کو مبدل با حرف جیم کر کے گاؤجر بنا لیا کیونکہ حرف زائے کی طرح حرف سین بھی حرف جیم کے قریب الخرج تھا اسلئے عوام جہلانے ہند نے بھی جو کئی حروف کی جائے مخارج سے بالکل ناواقف ہوتے تھے اس صحیح لفظ گاؤسر کو گاؤجر بولنے لگے۔ بعد میں انہوں نے اس لفظ کو اور بگاڑ کر گوجر بنا لیا۔

ہم آواز یا ہم مخرج اور قریب الخرج یا قریب الآواز لفظوں اور حرفوں میں عموماً تغیر و تبدل واقع ہو جایا کرتا ہے اس لئے عوام جہلانے اس طویل خطاب کو مخفف کرنے کے بعد اس کے اصل حروف کو متبدل و متغیر کر کے گرجی اور گاؤجر بولنا شروع کیا جس کی وجہ سے اس خطاب کے صحیح لفظوں اور حرفوں کی اصل صورت بگڑ گئی اور گرزگاؤسر کی بجائے گرجی اور گوجر بن گیا۔

ساتویں وجہ

گوجر قوم کے دوسرے مورخ چودھری فیض محمد صاحب مصنفہ مرآت گوجراں

لفظ گوجر کی ساتویں وجہ تسمیہ اپنی تاریخ میں یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ گوجر یا لفظ گوجر اور لفظ گرجی یہ تینوں الفاظ فارسی لفظ گرز سے مستق ہیں اور تفصیل اس اجمال کی یہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ ماضی میں اس جنگجو قوم کا ہر فرد اپنے پاس ایک گرز دکھا کرتا تھا اور جب کبھی کسی دشمن قوم سے اس قوم کی جنگ ہو جایا کرتی تھی تو اس قوم کے بہادر جنگی پہلوان بجائے تلوار کے گرز استعمال کیا کرتے تھے کیونکہ فن گرز اندازی میں دیگر قوموں سے زیادہ ان کو مہارت ہوتی تھی بلکہ یہ اس فن کے پورے ماہر و استاد مانے جاتے تھے اس لئے یہ لوگ ہمیشہ جنگوں میں زیادہ تر اسی ہتھیار کو استعمال کرتے تھے اور اس زمانہ میں فتح یا شکست کا فیصلہ تلوار کی لڑائی کے بعد گرز کی لڑائی میں ہوا کرتا تھا جس میں یہ عام طور پر فن گرز اندازی کی وجہ سے اپنے دشمن پر فتح یاب ہو جاتے تھے اور ان کے یہ گرز گائے کے سر کی مشابہ ہوتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ جب گوجروں کے مورث اعلیٰ شہزادہ اسکندروس گرجی نے ملک قفقاز کو فتح کیا تو اس کے باپ سکندرا عظیم کو اس کی فتح سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور اس نے اس فتح کی خوشی میں اپنی رعایا پر بہت سے انعام و اکرام کی بارش کر کے سب کو مالا مال کر دیا جس کے عوض تمام ملکوں کی رعایا نے بھی جشن فتح منا کر سکندرا عظیم کے حضور میں تحفے تحائف پیش کر کے اپنی وفاداری و عقیدت کا ثبوت دیا۔ اس وقت ملک ایران کی رعایا نے جو آریں نسل ہونے کی وجہ سے گائے سے زیادہ محبت رکھتی تھی اس نے شہزادہ اسکندروس کے لئے ایک سنہری گرز جس کا کہ سر گائے کے سر کے مشابہ تھا۔ سکندرا عظیم کے حضور میں بطور نذرانہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ گرز اور خطاب گرز گاؤسر جو ایرانیوں میں سب سے بڑا خطاب تصور کیا جاتا ہے رعایا ایران کی طرف سے خود حضور اپنے شہزادہ اسکندروس کو عطا کریں سکندرا عظیم نے اپنی رعایا کی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے یہ گرز اور خطاب اپنے بیٹے اسکندروس کو عطا کر دیا۔ اس دن سے شہزادہ کا لقب گرز گاؤسر یا شہزادہ گرجی ہو گیا۔ پھر یہ گرز اور خطاب شہزادہ اسکندروس گرجی نے

بطور ورثہ اپنی اولاد کیلئے چھوڑا جس کے بعد اس کی اولاد یعنی قوم گوجراں نے اپنے مورث اعلیٰ کے لقب اور طرز ہتھیار کی یادگار کو قائم رکھنے کیلئے اپنے پاس اس قسم کے گرز رکھنے اختیار کئے تاکہ دوسری قوموں کو اپنے مورث اعلیٰ کے لقب کی یاد دلاتے رہیں۔ الحاصل اس ہتھیار کی نسبت اور وجہ سے اہل ایران اس قوم کے ہر فرد کو گرز زن یا گرزو کے نام سے نامزد کرتے تھے جس کے بعد پھر انہوں نے لفظ گرز زن یا گرز زد کو مخفف کرنے کیلئے ان الفاظ کے موخر حروف یعنی نون یا وال کو مخدوف کر کے لفظ گرز بنا لیا اور پھر یہ لفظ ایران سے نکل کر جب دوسرے ملکوں میں پہنچا تو غیر ممالک کے لوگوں نے اپنے ملکی تلفظ کی وجہ سے لفظ گرزو کو لفظ گرجی یا لفظ گوجر میں تبدیل کر کے بولنا شروع کیا۔ جیسا کہ اہل قفقاز نے لفظ گرزو کی زائے مقدم کو تبدیل با حرف جیم اور زائے موخر کو تبدیل با حرف یائے کبر کے لفظ گوجر بنا کر بولنا شروع کیا۔ اسی طرح اہل ہند نے جن کی کہ لغت اور زبان میں یہ حروف (خ ذ ژ ض ظ غ) موجود نہیں۔ جب وہ الفاظ جن میں کہ یہ حروف لکھنے یا بولنے میں آتے تھے جب یہ لوگ ان الفاظ کو اپنے تلفظ میں بولتے تھے تو ان الفاظ کی اصل صورت اور آواز کو بگاڑ دیا کرتے تھے مثلاً لفظ خط کو کہتے 'خادم' کو کہا دم' خاک کو کہا ک' خاص کو کہا س بولتے تھے اور لفظ ذبح کو جہہ ذکر کو جکر ذرا کو جرا زبان کو جبان زبان کو جبون زخم کو جکہم زمانہ کو

۱۔ گوجر قوم میں اب بھی وہی جنگی سپرٹ موجود ہے دیگر شجاع و جنگجو قوموں سے اب بھی یہ قوم کسی طرح بہادری و شجاعت میں کم نہیں چنانچہ جب ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم ہو رہی تھی اس وقت سلطنت برطانیہ کیلئے اس کے افسروں کی معیت میں اس کے جھنڈے کے نیچے اس کے دشمنوں سے لڑ کر گوجر قوم نے وفاداری کے ساتھ اپنی جوانمردی اور بہادری کا کارنامہ کیا ایسے جوہر دکھائے کہ جس کا اعتراف اس وقت کے لیفٹیننٹ گورنمنٹ پنجاب سر مائیکل اوڈوائز کو برسر اجلاس کرنا پڑا۔ چنانچہ اس نے ہر دربار کے موقع پر اپنی دوران تقریر میں گوجر قوم کی شجاعت و بہادری کی بہت تعریف کی اسی طرح سلطنت روس کیلئے گرجی قوم نے ہزار ہا قربانیاں کر کے اپنی جوانمردی و جاں نثاری کا ثبوت دیا۔



جمانہ اور لفظ ضبط کو جبت، ضد کو جدہ، ضعف کو جہف، لفظ ظن کو جن، ظہور کو جہوز، ظاہر کو جاہر کہتے تھے اور لفظ غم کو گہم، غصہ کو گہسا، غلط کو گلت، غلام کو گلام بولتے تھے۔ غرض اہل ہند نے بھی جو کہ دیگر ممالک کے باشندوں سے اصل الفاظ کی صورت کو بگاڑنے کے زیادہ عادی تھے۔ انہوں نے بھی اس لفظ کے اصل حروف کو متبدل و متغیر اور مقدم حروف کو موخر کر کے اس کی اصل صورت کو بگاڑ دیا۔ یعنی لفظ گرز کے حرف رائے کی جگہ حرف داؤ کا اضافہ کر کے حرف رائے کو موخر کر دیا اور پھر اس لفظ کے حرف زائے مقدم کو مبدل با حرف جیم اور زائے موخر کو مخدوف کر کے لفظ گوجر بنا لیا۔

اس لفظ کے متغیر ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اہل ہند علم الکلام سے ناواقف تھے اور علم الکلام مسلمانوں کی ایجاد ہے جب مسلمان ہندوستان میں آئے تو یہ لوگ اس علم کو بھی اپنے ہمراہ لائے۔ جب سے اہل ہند بھی اس علم سے واقف ہوئے۔ ورنہ ان کے بیشتر ہندوستان کے لوگ بالکل اس علم سے ناواقف تھے بلکہ اس کا نام بھی نہیں جانتے تھے اسلئے انہوں نے کبھی غلط الفاظ کی چھان بین نہیں کی اور جس زمانہ کا ذکر ہم کرتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں مسلمان موجود نہیں تھے بلکہ اسلام کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے گوجر قوم مسلمانوں سے آٹھ سو سال پیشتر ہندوستان میں آ کر آباد ہو چکی تھی۔ اس وقت کون اس لفظ کی درستی کر سکتا تھا جس وجہ سے یہ لفظ غلط العام ہو کر لفظ گرز کے بجائے لفظ گوجر بن گیا۔ جس کی مبدل صورت زمانہ حاضرہ میں اس وقت موجود ہے۔

## فصل دوم

## گوجروں کا نسب

## چند غلط تحقیقات کی توضیح اور تصحیح

قوم گوجر کی دو پرانی و مستند تاریخیں مرقع گوجران و مرآت گوجراں ہیں۔ انہی دو تاریخوں سے قوم گوجر کے صحیح و مستند حالات ملتے ہیں۔ ہم نے بھی ان دونوں تاریخوں سے مدد لے کر اپنی اس تاریخ کو مرتب کیا ہے۔ ان کے علاوہ قوم گوجر کی تاریخی روایات اور قومی حالات اس کے بہاٹوں اور مراسیوں کے پاس بھی تحریری موجود ہیں۔ بہاٹ لوگ اپنے جھمانوں کے تاریخی واقعات تحریر کرنے کے باوجود پھر انکو حفظ کرتے ہیں اور آج تک یہ طریقہ بہاٹوں میں اپنے جھمانوں کے نسب ناموں کو لکھنے اور حفظ کرنے کا پشت بہ پشت چلا آتا ہے۔ گویا تحفظ انساب کی ڈیوٹی انہی بہاٹوں کے سپرد ہے ان بہاٹوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ بیاہ شادیوں کے موقعہ پر اپنے جھمانوں کے نسب نامے ان کی برادریوں کے سامنے سنایا کریں اور جھمانوں کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اس تحفظ انساب کے عوض ان بہاٹوں کی مالی مدد کیا کریں چنانچہ ہر تقریب اور فصل باڑی کے موقعوں پر گوجر لوگ ان بہاٹوں کی بہت مدد کرتے ہیں اور گوجروں کی ہر ایک گوت یا ذات کا ایک علیحدہ مراسی یا بہاٹ ہوتا ہے جس کی یہ لوگ بہت قدر و منزلت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک گویا بہاٹ ہی ان کے مورخ ہوتے ہیں کیونکہ بہاٹوں کو ان کی قوم کے تاریخی واقعات اور نسبی حالات اکثر یاد ہوتے ہیں اس لئے ہم نے بھی کرنل ٹاڈ کی طرح ان بہاٹوں کی بعض مستند و صحیح روایتوں کو بعد از تحقیقات قبول کر کے اپنی اس تاریخ میں درج کیا ہے۔

قوم گوجر کے مورخ حضرت شیخ جمال گوجر و چودھری فیض محمد صاحب اپنی قوم گوجر کو سکندر اعظم شاہ مقدونیہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہونا ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تاریخوں میں گوجروں کی بڑی بڑی گوتوں اور شاخوں کے نسب ناموں کو تحریر کر کے ہر ایک گوت کے نسب نامہ کو شہزادہ اسکندروس بن سکندر اعظم تک پہنچا کر پھر اس کے آگے حضرت ابراہیم تک نام بہ نام پہنچاتے ہیں اور ان نسب ناموں کو صحیح و درست منوانے کیلئے بڑے بڑے دلائل و ثبوت پیش کرتے ہیں جن کو صحیح تسلیم کرنے کے سواہ کوئی چارہ نہیں رہتا اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ واقعی قوم گوجر سکندر اعظم کی اولاد ہے۔

مرات گوجراں میں چودھری فیض محمد صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حقیقت تمام نئی و پرانی تاریخوں سے تحقیق و ثابت ہو چکی ہے کہ اگرچہ جدا جدا اقوام گوجراں کی بالقباب گوت علیحدہ ہیں مگر تمام اجداد کی بنیاد اس ایک جد شہزادہ اسکندروس بن سکندر اعظم سے ہے۔ وہی سب گوجروں کا جد امجد اور مورث اعلیٰ ہے۔ اگرچہ ان کی گوتیں اور ذاتیں مابعد کے مورثوں کے نام یا اور کسی وجہ سے موسوم ہو چکی ہیں۔ مگر یہ سب کی سب ایک ہی درخت کی ٹہنیاں اور شاخیں ہیں۔ ان سب چھوٹی چھوٹی نالیوں اور نہروں کا ایک ہی منبع ہے جس سے یہ سب گوتیں مختلف لقبوں اور ناموں سے نامزد ہوئیں اور آج بھی اس منبع سے ان نہروں کا تعلق نہیں ٹوٹا چنانچہ آج بھی گوجر لوگ باوجود اپنی ایک علیحدہ گوت و ذات رکھتے ہوئے مجموعی حیثیت میں یہ سب اپنے پرانے جدی لقب گوجر کو ہی مشتہر کرتے ہیں۔

اسی طرح اس قوم کے بہاٹ اور مراسی بھی اس قوم کو سکندر اعظم کی اولاد سے بتلاتے ہیں چنانچہ پنجابی بہاٹ شادیوں کے موقع پر اپنے جہمان کی گوت کا نسب نامہ بیان کرنے کے پیشتر باقی گوجروں کی تمام گوتوں اور ذاتوں کو مخاطب کر کے ہر نسب نامے کا افتتاح اس پنجابی بانی سے کرتے ہیں۔

گوجر نسل سکندری اک دو بے تمہیں جان

گجرات ورثہ گوجراں رب رکھے امن امان

اس بانی کا مطلب یہ ہے کہ قوم گوجر سکندرا عظیم کی نسل و اولاد ہے اس کا ہر فرد ایک دوسرے سے بڑا ہے ان میں کوئی بھی ادنیٰ نہیں سب اعلیٰ ہیں اور گجرات ان کی ورثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو امن و امان میں رکھے غرض بہانوں کی روایات سننے کے علاوہ خود ہم نے جس قدر قوم گوجر کے انساب دیکھے اور ان میں تحقیق و تدقیق کی سب سے ہم کو یہی تحقیق و ثابت ہوا کہ یہ قوم سکندرا عظیم کی اولاد ہے علاوہ ان کے ہم نے عربی اور عجمی مورخوں کی ایرانی تاریخوں مثل انساب ترک و ابوالفدا تاریخ عجم و زینت التاریخ اور ابوالفارض وغیرہ گوبڑے غور سے پڑھا اور ان میں شاہان ایران و یونان اور شاہان ترکستان خصوصاً اشکانی بادشاہوں اور ان کی قوم کے حالات و انساب دیکھے اور نظر عمیق و گہری تحقیق سے ان پر غور و خوض کے بعد یہی تحقیق ہوا کہ اشکانی قوم اور گوجر قوم یہ دونوں سکندر اعظم کی نسل و اولاد ہیں کیونکہ ان تاریخوں میں کنائے و اشارے ایسے پائے جاتے ہیں جن سے کہ ہمارے مندرجہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے دیگر قوم گوجر کے انساب و قومی روایات کو سکندر اعظم کے واقعات اور اشکانی قوم کے حالات سے ہم نے تطبیق دے کر دیکھا تو ان میں بھی سوائے معمولی فرق کے باقی تمام واقعات و حالات میں پوری مطابقت پائی جاتی ہے اور یورپین مورخوں نے انساب قوم گوجر کے متعلق اپنی تاریخوں میں کوئی ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی تاریخوں میں قوم گوجر کے متعلق صرف یہ لکھا ہے کہ قوم گوجر چوتھی اور پانچویں صدی کے درمیان وسط ایشیا یا گرجستان واقعہ کوہ قاف سے آکر ہندوستان پر حملہ آور ہوئی اور یہیں سکونت اختیار کر کے آباد ہو گئی اس کے بعد اب ہم نسب گوجر کے متعلق ان غلطیوں کی تردید لکھتے ہیں جو زوال حکومت کے بعد پیدا ہوئیں۔

## گوجروں کا تین طبقوں میں منقسم

### ہو کر اصل نسب میں اختلاف کرنا

جب قوم گوجر کی حکومت کو زوال آیا تو یہ قوم تین طبقوں میں منقسم ہو گئی جس کی وجہ سے اس قوم کے نسب ناموں میں بھی اختلاف اور غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں جس کے بعد گوجر لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر باوجود ایک خون و نسل ہونے کے اپنے کو ایک دوسرے سے بیگانہ تصور کرنے لگے اس تفریق یا تقسیم کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ زمانہ حکومت گوجراں میں قوم گوجر سے ایک طبقہ گوجروں کا وہ تھا جس کے افراد کی خود اپنی قوم میں کوئی عزت و وقعت نہ تھی یہ طبقہ اپنی قوم و برادری سے اپنی عزت و تکریم کا مدت سے بھوکا و لالچی چلا آتا تھا مگر قوم کے قدامت پسند و غیور اشخاص اس طبقہ کے لوگوں کو وہ عزت نہیں دینا چاہتے تھے جس کے یہ خواہشمند تھے یعنی ان کو لقب گوجر سے جو پرانے بہادر گوجروں میں بڑا معزز و اعلیٰ خطاب تصور کیا جاتا تھا اس سے ملقب نہیں کرتے تھے۔ پرانے گوجروں میں زمانہ ماضی سے یہ قومی آئین و دستور چلا آتا تھا کہ لقب گوجر سے یہ اس شخص کو ملقب کیا کرتے تھے جو خاص گوجر نسل عورت کے بطن سے پیدا ہوتا تھا یا اس صفت سے متصف ہوتا تھا جس سے کہ لقب گوجر منسوب ہے جس شخص میں ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت موجود نہ ہوتی تھی اس کو یہ لوگ لقب گوجر سے ملقب نہیں کرتے تھے خواہ وہ قوم گوجر سے کسی راجہ یا رئیس کا بیٹا کیوں نہ ہوتا تھا مگر یہ اس کو گوجر نہیں کہتے تھے گو اس طبقہ کے لوگ باپوں کی طرف سے گوجر نسل تھے مگر ان کی مائیں غیر گوجر تھیں جن کے بطن سے یہ پیدا ہوئے اور دوسری کمی ان میں یہ تھی کہ یہ اپنے موروثی فن گرز اندازی سے محض ناواقف ہوتے تھے جس کے باعث قوم سے لقب گوجر ملتا تھا اس لئے خالص اور بہادر گوجر مندرجہ بالا صفات نہ رکھنے کے باعث اس طبقے کے

لوگوں کو جدی لقب گوجر سے ملقب نہیں کرتے تھے۔ آخر جب قوم گوجر کی حکومت کو زوال آیا تو اس وقت اس طبقے کے لوگوں نے پھر اپنی قوم سے اس لقب کو حاصل کرنے کا مطالبہ کیا مگر قوم گوجر کے بہادر طبقے نے اس وقت بھی اس خطاب کے دینے سے اس طبقے کو انکار کر دیا جس کے بعد مایوس ہو کر اس طبقے کے لوگ اپنی برادری سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے تہال کی برادری میں جا شامل ہوئے۔ اتفاقاً ان دنوں ان کے نہال کے مذہبی رہنماؤں یعنی برہمنوں کو ایسے بہادر چتر یوں کی ضرورت تھی جن کی مدد سے وہ اپنے برہمنی مذہب کو دوبارہ زندہ کر کے اپنی چھینی ہوئی عظمت کو بحال کر سکیں مگر ان کو بہادر سپاہی نہیں ملتے تھے جن سے یہ کام لے سکیں اور اسی طرح اس طبقے کے لوگوں کو ان دنوں اپنے اعزاز و اکرام کی ہوس آگے سے زیادہ ہو رہی تھی اور یہ کوشش کر رہے تھے کہ اپنے نہال کی برادری میں ہی کوئی اعزاز و اکرام کی جگہ حاصل کر لیں آخر اتفاق زمانہ یا خوش قسمتی سے خدا نے ان دونوں کو اپنی اپنی اغراض و مقاصد حاصل کرنے کا موقعہ دیا جس میں اس طبقے کے لوگ تو برہمنوں کی خدمت کر کے باقی ہندو قوموں میں اعلیٰ و ممتاز درجہ حاصل کر سکتے تھے الغرض برہمنوں نے اس طبقے کے لوگوں کو اول اپنے مذہب میں داخل کر کے پھر اپنے سیاسی و مذہبی اغراض حاصل کرنے کیلئے اپنے دشمنان مذہب سے لڑایا اور پھر ان کے نسب ناموں کو سری راجندر دوسری کرشن جی مہاراج کے نسب سے ملا کر انکی عزت کرنے لگے کیونکہ اس طبقے کے لوگ ایک فاتح قوم کے افراد تھے جو مفتوح قوم یعنی ہندوؤں میں آ کر شامل ہوئے تھے اس لئے برہمنوں نے ان کی تالیف قلوب کیلئے ان کے بہادر گوجر بھائیوں کے بالمقابل ان کو لقب راجپوت سے ملقب کر کے ان کی عزت کو بڑھانا شروع کیا جس کے بعد پھر اس طبقے کے لوگ ہمیشہ کیلئے اپنے گوجر بھائیوں سے جدا ہو کر اپنے آپ کو سری راجندر دوسری کرشن جی مہاراج کی اولاد سے ظاہر

کر کے راجپوت کہلانے لگے۔ دوسرے طبقہ کے لوگ قوم گوجر میں وہ تھے۔ جن کی مائیں اور باپ تو دونوں خالص گوجر ہوتے تھے۔ مگر اس طبقہ کے لوگ موروثی فن گرز اندازی کی تعلیم حاصل نہیں کرتے تھے جس تعلیم کا حاصل کرنا ہر گوجر النسل شخص کیلئے لازمی و لابدی امر ہوتا تھا جو شخص اس فن کو نہیں سیکھتا تھا۔ بہادر گوجر اس کو مجازی یا خطابی گوجر کہتے تھے خواہ وہ قوم گوجر میں سے کسی گوجر رئیس یا راجہ کا بیٹا کیوں نہ ہوتا تھا مگر حقیقی و بہادر گوجر اس شخص کو اصل گوجر تصور نہیں کرتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں قوم گوجر میں عزت و فضیلت کا مدار بجائے دولت و جاگیر کے اس کی ذاتی شجاعت و بہادری پر سمجھا جاتا تھا۔ جب تک کوئی شخص اپنی ذاتی دلیری و بہادری کے جوہر میدان جنگ میں گرز اندازی کر کے نہیں دکھا دیتا تھا تب تک اس شخص کو یہ لوگ حقیقی و بہادر گوجر نہیں کہتے تھے پرانے گوجروں میں ایک یہ بھی دستور تھا کہ وہ اپنے بزرگوں اور حلف کے کارناموں پر اتنا فخر نہیں کرتے تھے جتنا کہ خود اپنی ذاتی شجاعت و دلیری پر کرتے تھے مگر اس طبقہ کے لوگ خود اپنی ذاتی دلیری و جرأت کا کوئی کارنامہ دکھانے کے قابل تو نہ تھے البتہ اپنے سلف کے کارناموں پر ہمیشہ فخر و ناز کیا کرتے تھے اسلئے بہادر گوجر اس طبقہ کے لوگوں کو مجازی اور خطابی گوجر کہہ کر پکارتے تھے جس سے ان کے رعب و وقار اور عزت و شان میں فرق آ جاتا تھا اس لئے اس طبقہ کی طرح برہمنوں سے ساز باز کر کے بہادر گوجروں سے علیحدہ ہو گئے برہمنوں نے ان کو بھی اسی طرح اپنے مذہب میں داخل کر کے ان کے نسب نامہ کو راجپند راجی کے نسب سے ملا دیا اور پھر ان کے بہادر گوجر بھائیوں کے بالمقابل برہمنوں نے اس طبقہ کے لوگوں کو بڑ گوجر کا خطاب دے کر ان کی عزت کو بڑھانا شروع کیا جس کے بعد اس طبقہ کے لوگ بھی پھر اپنے بہادر گوجر بھائیوں سے علیحدہ ہو کر بڑ گوجر کہلانے لگے۔

تیسرے طبقہ کے لوگ وہ تھے جو آج خالص گوجر کہلاتے ہیں اس طبقہ

کے لوگ ماں باپ کی طرف سے خالص گوجر ہونے کے علاوہ اس زمانہ میں اپنی ذاتی شجاعت کی وجہ سے بہت عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور ہر خاص و عام ان کو حقیقی و بہادر گوجر کہتا تھا۔ ان کی بہادری و جوانمردی کا ہر شخص معترف ہو کر ان کی عزت کرنے پر مائل ہوتا تھا اس لئے قوم گوجر کے مذکورہ بالا وہ دو طبقے بھی جو ان سے علیحدہ تھے اس تیسرے طبقے کے بہادر گوجروں کی عزت و تکریم کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ تیسرے طبقہ کے بہادر گوجروں کی مائیں اور باپ گوجر حقیقی گوجر تھے مگر یہ اپنے آبائی لقب و آبائی شجاعت پر فخر نہیں کیا کرتے تھے بلکہ خود اپنی ذاتی شجاعت کی وجہ سے موروثی فن گرزاندازی کے کرتب اور جوانمردی کے جوہر دکھا کر اپنی قوم سے لقب گوجر حاصل کرے تھے۔ دیگر اس طبقے کے لوگ سواری نیزہ بازی، شمشیر زنی وغیرہ کے علاوہ جب اپنی موروثی فن گرزاندازی کی تعلیم حاصل کر لیتے تھے تو پھر یہ میدان جنگ میں جا کر اپنے دشمنوں کے بالمقابل گرزاندازی کے ایسے ایسے کرتب دکھایا کرتے تھے کہ تمام اکابر ان قوم خوش ہو کر لقب بہادر گوجر سے ان کو لقب کر دیا کرتے تھے۔ غرض اس طبقے کے بہادر گوجروں کو بھی برہمنوں نے اپنے مذہب میں شامل کرنے اور ان سے اپنی خدمت و مدد لینے کی از حد کوشش کی مگر اس غیور و بہادر طبقے نے اپنے آبائی مذہب و شرافت کو کسی قیمت یا معاوضہ پر بھی برہمنوں کے پاس فروخت کرنا پسند نہ کیا اور بدستور اپنے آبائی مذہب و اصل نسب پر قائم رہ کر اپنی قدیم عظمت و شرافت پر مدت دراز تک فخر کرتا رہا مگر انقلاب زمانہ دیکھئے کہ لقب گوجر کے بالمقابل جب ٹھاکر، راجپوت و بڑگوجر لقبوں نے مقبولیت حاصل کر لی تو پھر تیسرے طبقہ کے بہادر گوجروں نے بھی مدت مدید کے بعد برہمنی مذہب اختیار کر لینے پر اپنی آمادگی ظاہر کی تو برہمنوں نے بڑے تپاک سے اس طبقے کے بہادر گوجروں کو بھی اپنے مذہب میں لے کر ان کے نسب ناموں کو پرانے چھتری



بزرگوں کے نسب ناموں سے ملا کر ان کو چہتری ورن میں داخل کیا۔ جب برہمن اس طبقے کے لوگوں کی بھی دیسی عزت کرنے لگے جیسی کہ پہلے دو طبقوں کی کرتے تھے تو قبل دخل شدہ طبقوں نے جو قوم گوجر میں سے پہلے ہندو مذہب میں داخل ہو چکے تھے اور جنہوں نے بعد داخل شدہ طبقہ کے پیشتر ہی چہتری ورن میں آ کر اس ورن کے ہر اعزاز و اکرام کے مدارج پر قبضہ کر رکھا تھا ان دونوں طبقوں نے انتقامی جذبات سے متاثر ہو کر حسد کی وجہ سے اپنے بعد آمدہ بھائیوں کے ساتھ تعلقات قرابت داری یعنی روٹی بٹی کا رشتہ قائم کرنے سے انکار کر دیا جس کا اثر بہادر گوجروں کے طبقہ پر ایسا پڑا کہ یہ سب اپنی ذلت اور رسوائی کو محسوس کرنے لگے ان کی اس وقت کوئی پیش نہ جاتی تھی کہ یہ کسی ایسے مذہب میں جس میں کہ پوری پوری مساوات رواداری اور اخوت پائی جاتی ہو اس میں داخل ہو کہ اس تذلیل و رسوائی کا ان تجرد پسندوں کو جوابدہ اور مساوی حقوق حاصل کر کے ان کو دکھائیں مگر اس وقت ہندوستان میں کوئی ایسا مذہب نہ تھا جس کو یہ اختیار کر کے اس تذلیل کا جواب دیتے آخر عرصہ بعید کے بعد ان کی خوش قسمتی سے جب مذہب اسلام ہندوستان میں آیا جس میں کہ پوری پوری رواداری و مساوات اور اخوت پائی جاتی تھی۔ جب اس مذہب کے مبلغوں نے آتے ہی قوم گوجر کے اس طبقہ کے لوگوں کو دعوت سلام دی تو قوم گوجر کے اس خوددار و غیور طبقہ کے لوگوں کی کثیر تعداد نے اس وقت مذہب اسلام قبول کر کے اپنی تذلیل و رسوائی کا ان تجرد پسندوں کو جواب دیدیا اور اسلام میں آ کر تمام سیاسی و مذہبی اور تمدنی و معاشرتی حقوق حاصل کر کے اس کے اہم سے اہم درجے و عہدے پر فائز ہو کر اپنی مراد کو پہنچے چنانچہ قوم گوجر سے اس طبقہ کے ہزار ہا افراد آج اس وقت مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی رہنما بن کر عزت حاصل کر رہے ہیں اور آج پھر یہ اپنے اصل نسب و صحیح مذہب پر فخر و مباہات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر اس طبقے

کی ابھی قلیل تعداد ہندو مذہب میں باقی موجود ہے جو اپنے ان تجرد و خود پسند بھائیوں کے ہاتھوں اپنی ذلت و رسوائی ہندو مذہب میں رہ کر گوارا کر رہی ہے۔

گوجروں کے جن طبقوں کی نسب ناموں کو برہمنوں نے اپنے ہندو چہتری بزرگوں کے نسب سے ملا دیا تھا۔ اب ان طبقوں کی اولاد کو اپنا سلسلہ نسب صحیح و مستند طور سے ہندو چہتری بزرگوں تک پہنچانا بہت مشکل و دشوار نظر آ رہا ہے۔ یہ طبقے اپنے نسب ناموں کو صحیح و مستند بنانے کیلئے اب طرح طرح کی تاویلیں و عذرات پیش کر کے ان کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کبھی یہ ان بزرگوں کی عمریں ہزاروں سال بتا کر خلاف عقل قیاسات پیش کرتے ہیں کبھی کچھ بیان کرتے ہیں کبھی کچھ مگر کوئی صحیح و اصل بات بنتی نظر نہیں آتی کہ جس سے ثابت ہو کہ واقعی ان کا سلسلہ نسب صحیح طور سے ان ہندو چہتری بزرگوں تک پہنچتا ہے چنانچہ گہلوت اور بڑ گوجر اپنے کوسری راچندر جی کے بڑے بیٹے سری لوجی کی اولاد سے ظاہر کر کے اپنا سلسلہ نسب ان تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ اپنا سلسلہ نسب کسی مستند و صحیح طور سے سری لوجی تک پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوتے کیونکہ اس سلسلے میں اول ان پر ایسے ہزاروں اعتراض وارد ہوتے ہیں جن کا کہ کوئی صحیح جواب ان کے پاس موجود نہیں چنانچہ اول اعتراض یہ ہے کہ سری لوجی کی دنیا میں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی وہ بالکل بے اولاد تھے جیسا کہ بہاگوت پر ان وغیرہ سے ان کا بے اولاد ہونا ثابت ہے جب وہ بے اولاد ہوئے تو یہ کس طرح ان کی اولاد بن کر ان سے اپنا سلسلہ نسب متصل کرتے ہیں؟ بالفرض اگر تھوڑی دیر کیلئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سری لوجی صاحب اولاد تھے اور جو قومیں ان کی اولاد بن کر اپنا سلسلہ نسب ان سے متصل کرتی ہیں ان کے نسب نامے اور شجرے بھی صحیح و مستند ہیں تو پھر ان قوموں اور ان کے نسب ناموں پر یہ اعتراض ہوگا کہ کیوں ان شجروں اور نسب ناموں میں اتنی کم تعداد پشتوں کے نام درج ہیں جن پشتوں کا

بالحاظ عمر و کم تعداد کے سری لوجی وراچند رتک پہنچنا بہت مشکل ہے کیونکہ بقول اہل ہنود سری راجند رجن کو آج قریباً نو لاکھ سال کا عرصہ تاایں دم تحریر گزر چکا ہے۔ گویا سری راجند رجنی حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے بھی آٹھ لاکھ بانویں ہزار سال پیشتر گزر چکے ہیں۔ اب بالحساب عمر اور وقفہ مدت کے اگر سری راجند رجنی کی اولاد سے ہر ایک پشت کی عمر ایک ہزار سال تصور کر لی جائے تو پھر سری راجند رجنی سے لے کر آج تک ان کے شجروں اور نسب ناموں میں نو سو پشتوں کے نام درج ہونے چاہئیں مگر موجودہ شجروں میں صرف اسی پشتوں کے نام درج ہیں اس سے زیادہ بالکل نہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شجرے جعلی اور بناوٹی ہیں سری راجند رجنی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ قوم گہلوت کے شجرہ نسب جن کو راجہ جے سنگھ اور میناولی و جنرل ٹاڈ وغیرہ نے بڑی محنت و کوشش سے بعد از تحقیقات مرتب کیا ہے۔ ان شجروں میں سری راجند رجنی سے لے کر نیچے کو پشت بہ پشت جن پشتوں کے نام قوم گہلوت کے مورث اعلیٰ باپار اول تک لکھے گئے ہیں ان کی تعداد ۷۷ اور ۸۰ ناموں سے زیادہ نہیں ہے اور قوم گہلوت کا مورث باپار اول ۷۱۳ء میں علاقہ میواڑ پر حکومت کرتا تھا جس سے اس قوم کا سلسلہ نسب شروع ہو کر اوپر کو سری لوجی وراچند رجنی تک پہنچتا ہے۔ پس اب ان تمام طبقوں اور قوموں کو جنہوں نے کہ اپنا سلسلہ نسب سری لوجی وراچند رجنی سے متصل کیا ہوا ہے ان سب کو چاہئے کہ اپنے شجروں اور نسب ناموں میں ۹۰۰ پشتوں کے نام لکھے ہوئے دکھائیں۔ اگر ان کو اتنی تعداد لکھی ہوئی دکھانی مشکل ہے تو پھر یہ ۶۰۰ پشت کے نام ہی لکھے ہوئے دکھائیں۔ اگر یہ اتنے نام بھی لکھے ہوئے دکھانے سے قاصر ہیں تو پھر کم از کم تین چار سو پشتوں کے نام ہی بمعہ مختصر حالات کے اپنے شجروں و نسب ناموں میں لکھے بتادیں۔ تب بھی ہم ان کے نسب ناموں کو صحیح و مستند ماننے کو تیار ہیں۔ پھر اگر یہ طبقے اور قومیں اتنی کم و قلیل

تعداد پشتوں کے نام بھی لکھے ہوئے نہیں دکھا سکتے تو ہم مجبور ہیں کہ ان کی تمام شجروں اور نسب ناموں کو جعلی اور بناوٹی قرار دایں اسی ضمن میں اب ہمارا ایک اعتراض عام اہل ہنود خصوصاً برہمنوں پر بھی ہے جنہوں نے کہ قوم گوجر کو ایسے تو اہم اور مفالہ میں مبتلا کر دیا تھا جس کی وجہ سے اس قوم کے بعض طبقوں نے اپنے اصل نسب سے سلسلہ نسب توڑ کر غیر نسبوں سے سلسلہ متوصل کر لیا تھا اب وہ وہم جس پر کہ ہمارا اعتراض ہے یہ ہے کہ اہل ہنود اس سرشتی اور آدم خاکی کی پیدائش کو ایک ارب چھیانوے کروڑ آٹھ لاکھ تریپن ہزار اٹھائیس سال ۱۹۶۰۸۵۳۰۲۸ گزرے میان کرتے ہیں اور دوسری طرف تمام اہل کتاب اور دیگر عقلمند و مدبر انسان اس آدم خاکی کی پیدائش کو سات ہزار پانچ سو پچاس سال ۷۵۵۰ کا عرصہ گزرا بتاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے کون سا فریق سچا ہے۔ اول ہم اہل ہنود سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہ اپنے اس دعویٰ میں کہ آدم خاکی کی پیدائش کو قریباً دو ارب سال گزرے ہیں اس میں سچے اور صادق ہیں تو پھر یہ اپنا سمت تاریخ راجہ بکرماجیت سے لکھنا کیوں شروع کرتے ہیں ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو چاہئے تھا کہ وہ اپنے سمت تاریخ کی ابتدا سری مہادیوجی و برہماجی سے کرتے یا سورج بنسیوں و چندر بنسیوں کے سر تاج راجہ اکشوا کو اور سری بدجی سے شروع کرتے اگر اس وقت بھی اہل ہنود کے آباؤ اجداد کو ایسا خیال نہیں آیا کہ اپنے کاروبار اور دیگر ضرورتوں کیلئے کوئی اپنا سمت تاریخ جاری کریں تو پھر وہ سری راجندر جی کے وقت ہی ان کے نام سے کوئی سمت تاریخ جاری کر دیتے جبکہ ہر قسم کے علوم اور ترقی و تہذیب کا ملک ہندوستان میں دور دورہ تھا۔ اچھا اگر اس وقت بھی مدیران ہنود سے تسابل ہوا اور انہوں نے اس اہم ضرورت کو محسوس نہیں کیا تو پھر سری کرشن جی مہاراج کے وقت ہی ان کے نام پر کوئی اپنا سمت تاریخ جاری کرتے کیونکہ سری کرشن جی مہاراج سری راجندر جی

کے کئی لاکھ سال بعد پیدا ہوئے تھے پس اس وقت سے بھی آج اگر اہل ہنود میں کوئی سمت تاریخ سری کرشن جی کے نام سے جاری نہیں تو پھر ان کا یہ دعویٰ کہ آدم خاکی کو پیدا ہوئے قریباً دو ارب سال گزرے ہیں بالکل لغو اور باطل ثابت ہوتا ہے ان کے بالمقابل اہل کتاب اور باقی دانشمند و محقق انسانوں کا یہ دعویٰ کہ آدم خاکی کو پیدا ہوئے سات ہزار پانچ سو پچاس سال کا عرصہ گزرا ہے۔ سچا اور قابل اعتبار ہے۔ اہل ہنود اگر یہ کہیں کہ مہاراجہ یوڈیشٹر کے وقت اس کے نام پر ہمارا سمت تاریخ جاری ہوا تھا تو ہم پوچھتے ہیں کہ اب بتاؤ وہ سمت تاریخ ہندوستان کے کس حصہ ملک میں مروج ہے اور ہندوؤں میں کون سی قوم آج اس سمت کو استعمال کرتی ہے۔ اگر آج کسی حصہ میں یا قوم میں وہ سمت مروج نہیں تو پھر اسی طرح یہ دعویٰ بھی کہ قوم گوجر و راجپوت ہندو چہتری بزرگوں کی اولاد ہیں۔ غلط اور دروغ ثابت ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل ہمارا یہ دعویٰ کہ قوم گوجر کے یہ دو طبقے یعنی بڑگوجر اور راجپوت سری راجندر و کرشن جی کی اولاد نہیں بلکہ ان کی خاکی انسانوں کی اولاد ہیں جن کے نام کہ حضرت ابراہیم و سکندر اعظم ہیں اور جن کے صحیح حالات مستند طور پر بمعہ سمت تاریخ آج بھی پرانی قدیم تاریخوں میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ یہ صحیح و درست ثابت ہوتا ہے۔ الحاصل اہل ہنود کے پرانوں میں ایسے ہزاروں خلاف عقل ڈھکوسلے لکھے ہوئے موجود ہیں جن کو عقل انسانی تسلیم و باور کرنے کیلئے تیار نہیں اب ان ڈھکوسلوں میں سے چند بطور نمونہ ہم اپنے ناظرین تاریخ کی توسیع معلومات کیلئے درج تاریخ کرتے ہیں۔

### اہل ہنود کے خلاف عقل قیاسات و اعتقادات

اہل ہنود یہ چار جگ قرار دیتے ہیں۔ اول ست جگ۔ دوسرا تری جگ۔ تیسرا دراپر جگ چوتھا کل جگ اور ان جگوں کے دور اور مدت کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت دور کل جگ تمام ہوتا ہے تو پھر از سر نو دور ست جگ آتا ہے اور کل

جگ پر منتہی ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس ہمیشہ اس جہان کا احوال اسی طریق پر رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی رہے گا۔ اس کی ابتدا و انتہا کا کوئی نشان نہیں ہے۔ بہر حال مدت ست جگ کی سترہ لاکھ اور اٹھائیس ہزار سال مشہور ہے اور امتداد یعنی درازی ایام تر تا جگ کی بارہ لاکھ ننانویں ہزار سال متعارف ہے اور تیسرا دور کہ عبارت دوا پر جگ سے نامزد ہے اس کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال متداول یعنی مشہور ہے اور چہارم دور یعنی کل جگ کی درازی چار لاکھ بتیس ہزار سال مستعمل ہے۔ علاوہ اس کے ہنود کا ایک یہ اعتقاد بھی ہے کہ عالم کی ابتدائے آفرینش سے اس آدم خاکی کی پیدائش ہے اس کے بعد بھی معتری الپہ ہوگا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے ہرگز یہ فانی نہ ہوگا لیکن ہم اس امر کو ارباب دانش و بینش پر مخفی رکھنا نہیں چاہتے اور اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ ابتدائے آفرینش آٹھ لاکھ سال کا احتمال رکھتا ہے اور اس عرصہ میں شاید اتنے ہزار آدم ظہور میں آ کر پھر پردہ اخفائین خراماں ہوئے ہوں کیونکہ مسلمانوں کی تواریخوں میں بھی جان ابن ابوالجان کا احوال مذکور ہو چکا ہے جو از انجمد ہیں لیکن وہ خاکی پیدائش نہ تھے ان میں بعض کی اصل نارسموم یعنی جنات سے تھی اور بعض کی اصل ہوا سے تھی جس وقت اس قوم میں نافرمانی اور سرکشی واقع ہوئی تو پھر جبار شدید الانتقام کے حکم سے معدوم کی گئی تھی اور اس کی جگہ دوسری قوم پیدا ہوئی تھی۔ مگر اس کی پیدائش بھی ظاہر خاک سے نہیں تھی جس کو اہل ہنود آدم خاکی نہاد تصور کرتے ہیں۔ راچند رو کچھمن اور ہنومان وغیرہ کے متعلق یہ جو کئی قسم کے عجیب و غریب امور منسوب کرتے ہیں اور ان کے قد اور جتنے و عظیم قامت اور طولہا طول عمریں بیان کرتے ہیں۔ یہ سب اقوال تراز و عقل میں کچھ وزن نہیں رکھتے کیونکہ یہ امور و صورت شکل موافق حال بشر کے نہیں ہے بر تقدیر اگر ایسا وقوع ہو بھی تو پھر یہ لوگ اس قوم جنات سے ہوں گے جس کا احوال او پر مذکور ہو چکا ہے۔

## دنیا کو کس نے پیدا کیا اور اس کا انتظام کن کے سپرد ہے

اہل ہنود کا قول ہے کہ دنیا اتادی ہے اور برمھ یعنی خدا نے اپنی قدرت سے دنیا کے کاروبار کیلئے سب سے پہلے چار رکن اعظم یعنی دیوتے برہما، بشن، مہیشتر اور کالاگنی دور پیدا کئے اور ہر ایک کو خاص طاقت اور قدرت بخش کر نظام دنیا ان کے سپرد کیا۔ یعنی برہما کو پیدائش کا کام سپرد کیا۔ برہما اصل آدم اس دنیا کا ہے۔ پیدائش انسان کا ظہور اسی سے ہوا۔ برہما کی عمر کا ایک سو دن دنیا کی عمر ہے۔ ہر چہار جگ کے ہزار دورے اس کی عمر کا ایک دن بناتے ہیں اور چہار جگ کا زمانہ بحیثیت مجموعی ۴۳ لاکھ ۲۰ ہزار مروجہ برس کا ہوتا ہے یعنی (۱) ست جگ ۱۷۲۸۰۰۰ برس (۲) تریتا جگ ۱۲۹۹۰۰۰ برس (۳) دوا پر جگ ۸۶۴۰۰۰ برس (۴) کلجگ ۴۳۲۰۰۰ برس گویا چار ارب بتیس کروڑ سال کا عرصہ برہما کی عمر کے ایک دن کے برابر ہے اس دن کا نام منوتر ہے بالفاظ دیگر ایک منوتر میں چودہ کلب یا بندر اور ایک بندر میں اکہتر دورہ چار جگ ۱۸ لاکھ اکاون ہزار چار سو اٹھائیس سال چھ ماہ پچیس دن آٹھ منٹ اور ۵/۵ سیکنڈ ہوتے ہیں۔ پیدائش دنیا کو چھ منوتر گزر گئی ہیں اور اب ساتویں منوتر کا آغاز ہے جس کے ستائیس دورہ تو پورے ہو چکے ہیں اور اٹھائیسویں دور کے بھی ۱۸۵ بکری تک اڑتیس لاکھ ترانوہیں ہزار انتیس برس گزر گئے ہیں اس حساب سے دنیا کی پیدائش کو آج تک پچیس ارب بانویں کروڑ اڑتیس لاکھ ترانوہیں ہزار انتیس برس کا زمانہ گزر چکا ہے۔ مدبران ہنود کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر چہار جگ کے بعد قیامت برپا ہوتی ہے اور تمام انسان فنا ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے آخری قیامت کے بعد آج تک اڑتیس لاکھ ترانوہیں ہزار انتیس برس گزر چکے ہیں اور نئی قیامت آنے میں چار لاکھ چھبیس ہزار نو سو ستر سال ابھی باقی ہیں۔ گویا موجودہ آبادی کی ابتدا بھی اڑتیس لاکھ ترانوہیں ہزار انتیس برس سے ہوئی ہے۔

## برہما کہاں سے پیدا ہوا

شیوان میں کہا ہے کہ سب سے پہلے بشن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا۔ اس میں سے برہما پیدا ہوا۔ برہما اور بشن آپس میں جھگڑنے لگے۔ برہما نے کہا کہ تجھ کو میں نے پیدا کیا ہے۔ بشن نے کہا کہ میں نے تجھ کو پیدا کیا ہے اتنے میں آسمان سے ایک دھواں ظاہر ہوا۔ اس دھوئیں میں سے برہما کو خطاب ہوا کہ تو برہما اور یہ بشن ہے جس کی ناف سے کنول نکلا اور اس سے تو ظاہر ہوا۔ اب تو خلقت کو پیدا کر۔ جب برہما نے اس دھوئیں کی طرف غور سے نگاہ کی تو اس میں سے ایک لنگ یعنی آلت نظر آئی۔ برہما ہنس کی شکل بن کر اس لنگ کی پیمائش کیلئے اوپر کو اڑا اور بشن سور بن کر پاتال کو گیا۔ دس ہزار برس تک یہ دونوں دوڑتے گئے پر اس لنگ کا انتہا نہ پایا۔ بس برہما نے جان لیا کہ میرا مالک اور پیدا کرنے والا یہی ہے۔

## چار ورن کس طرح بنے تھے

ان چار ورنوں یعنی قوموں کے مقرر کرنے میں اہل ہنود کی مختلف روایات ہیں چنانچہ پرسام و پدا اور اکثر پوتھیوں میں لکھا ہوا ہے کہ برہمن لوگ برہما کے منہ سے پیدا ہوئے تھے اور کہتری یا چہتری برہما کے ہاتھوں سے اور ویش برہما کی حضرت ابراہیم و سری برہما جی کے اس واقعہ اور ان کے ناموں میں مشابہت و مطابقت پائی جاتی ہے اس لئے ہمارے خیال میں ممکن ہے کہ زمانہ قدیم کے اہل ہنود مصنفین پر ان نے اصل اور صحیح واقعہ کو کسی مصلحت یا ذاتی اغراض کیلئے خلط ملط کر کے تحریر کیا ہو۔ کیونکہ عبرانی زبان میں حضرت ابراہیم کا نام مبارک ابرہام لکھا ہوا ہے جو برہما نام کے مشابہ اور ہم لفظ ہے اور حضرت ابراہیم کی اولاد کے بھی اول اول چار ہی خاندان مقرر ہوئے تھے اور ان خاندانوں میں بھی تفاوت مراتب و فضیلت مدارج کا اختلاف موجود تھا جو آپ تک چلا آتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسحاق کی اولاد میں سے ہوا اسرائیل اپنے کو سب سے افضل اور باقی اولاد ابراہیم کو اپنے سے کمتر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے تمام (بقیہ اگلے صفحہ پر)



رانوں سے شودراس کے پاؤں سے پیدا ہوئے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ چاروں قومیں راجہ شوٹک کے وقت مقرر ہوئی ہیں اور بہاگوت پران میں یوں لکھا ہے کہ برہمانے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کر ڈالا تھا۔ داہنا حصہ مرد بن گیا جسکا نام سویم بھومہ ہے اور بائیاں حصہ ست روپا یعنی عورت بن گیا اور انہوں نے اپنی اولاد کو چار قسم یعنی برہمن، کہتری، ویش، شودر پر منقسم کر دیا۔ انتہی، اب برہمنوں کی سپرد یہ کام ہوا کہ وہ خود علم پڑھیں اور مذہبی امور سرانجام دیں اور کہتری ملک کا انتظام و حفاظت کریں اور ویش کھیتی باڑی اور تجارت کریں۔ شودران تینوں کی خدمت کریں یعنی کپڑا بنے، جوتے سکیں اور پاخانہ اٹھائیں وغیرہ وغیرہ

### سورج بنسی و چندر بنسی خاندانوں

#### کی پیدائش کس طرح ہوئی؟

سورج کا پر یوار تو بیٹا ہے لیکن یہاں اس کا مختصر طور پر اظہار کیا جاتا ہے چنانچہ لنگ پوران میں لکھا ہے کہ آدینہ نام سورج کی دوپٹ رانیاں ہیں۔ ایک کا نام سنگیا یعنی دھوپ اور دوسرے کا نام چھایا یعنی سایہ یا چھاؤں ہے۔ سنگیا یعنی دھوپ سے شرادھ دیو اور منوجس کو دی دسوت منوبھی کہتے ہیں اور ایم لڑکی یہ چاروں اولادیں پیدا ہوئیں مگر سنگیا سورج کا بیج برداشت نہ کر سکی اس لئے اپنی

انبیاء علیہم السلام کو ہمارے میں سے پیدا کیا اس لئے ہم خدا کے زیادہ پیارے و محبوب ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہودی لوگ کسی غیر یہودی کو اپنے مذہب میں داخل نہیں کرتے اسی طرح آپ کے دوسرے بیٹے اسماعیل کی اولاد بنو اسماعیل یعنی اہل عرب میں جنہوں نے کسی زمانہ میں چاروانگ عالم میں اپنی بہادری و فتوحات کا ڈنگہ بجا کر سیاست و حکومت کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ یہ اہل عرب بنو قطورہ کو جو حضرت ابراہیم کے باقی بیٹوں کی اولاد ہیں ان کو عجمی کہہ کر اپنے سے ادنیٰ تصور کرتے ہیں پس اسی طرح بنو قطورہ بھی حضرت ابراہیم کی چہارم درجہ کی اولاد کو اپنے سے کمتر خیال کرتے ہیں گویا برہما کی اولاد کی طرح حضرت ابراہام کی اولاد میں بھی تفاوت و مراتب موجود تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہام ہی برہما تھا یا برہما ابراہام تھا۔

شکل کی ایک عورت سورج کی خدمت میں چھوڑ کر آپ اتر و شا یعنی مغرب کو چلی گئی۔ سورج نے چھایہ یعنی سایہ کو اپنی عورت سمجھا اور چھایا سے سادرنی منور تپتی لڑکی اور سینچر پیدا ہوئے۔ ایک دن یم نے دیکھا کہ ان کی ماں چھایا سینچر سے زیادہ محبت و پیار کرتی ہے اس لئے اس کو مارنے کیلئے پاؤں اٹھایا۔ اس پر چھایا نے یم کو شراب یعنی بددعا دیدی کہ جاتیرا ایک پاؤں نشٹ یعنی خراب ہو جائے۔ اس وقت سورج اور یم کو معلوم ہوا کہ یہ چھایہ سنگیا کا سایہ ہے اصل سنگیا نہیں ہے۔ تب سورج بھگوان بھی اتر و شا کو چلے گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ سنگیا اشونی یعنی گھوڑی کی شکل میں تپتا کر رہی ہے۔ سورج بھی اشوروپ یعنی گھوڑا بنے اور دونوں کے سنگ یعنی ملاپ سے اشونی کمار کا جوڑا دو لڑکے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد وشو کرمانے سورج کو خراد پر چڑھا کر تیج کم کر دیا تاکہ سنگیا وغیرہ سب لوگ تیج برداشت کر سکیں۔ سورج کے بیٹے منو سے اکھوا کو۔ نابھاگ۔ ارشٹ۔ کروپ وغیرہ نو بیٹے پیدا ہوئے اور ایک لڑکی اپلا نام پیدا ہوئی۔ بشٹ رکھیشتر نے دعا دی کہ تو پرش یعنی مرد ہو جا۔ بشٹ کی دعا سے ایلا مرد ہو گئی اور اس کا نام سودمن رکھا گیا۔ سودمن ایک دن محض سیر کرنے کیلئے کیلاش پر بت پر گیا۔ اس وقت اسکا آنا سری مہادیو جی کو برا معلوم ہوا اور انہوں نے بددعا دی کہ سودمن پہلے کی طرح عورت ہو جائے۔ مہادیو کی بددعا سے سودمن عورت ہو گیا بدہ پسر چندر ماہ نے اس سے صحبت کی ایلا کے لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا بعد پیدا ہونے کے ایل نام رکھا گیا اور اسی کو پرورد بھی کہتے ہیں پس نسل اکھوا کو و سورج سے سورج بنسی ہیں اور نسل ایل سے چندر بنسی ہیں لکھا ہے کہ ایلا ایک مہینہ مرو اور ایک مہینہ عورت بنی رہی اور

۱۔ گوجر مورخ چوہدری فیض محمد صاحب سورج بنسی و چندر بنسی اور اگنی کل خاندانوں کے ایسے نام رکھتے جانے کی وجہ حضرت ابراہیم کے یہ دو واقعات قرار دیتے ہیں یعنی حضرت ابراہیم نے شروع میں جب تحقیق ابوہیت کے وقت سورج اور چاند جیسی عظیم الشان ہستیوں کو غروب ہونے والے اور حادث یعنی فانی صفت سمجھ کر ان کی الوہیت اور ان کو خدا ماننے سے انکار کر دیا تھا اور دوسرا واقعہ وہ تھا جبکہ حافظ حقیقی نے آتش کدہ نمرود سے آپ کو صحیح و سلامت نکال لیا تھا اور آگ نے کسی قسم کا گزند آپ کو نہیں پہنچایا تھا انہی دو واقعات کی طرف یہ تینوں خاندان

یہ ایلا چند ماہ کے بیٹے بدھ سے بیاہی گئی تھی۔ جس سے چندر بنسی خاندان چلا۔ پورانوں میں سورج کے بنس کا پرمان تو بڑا لمبا چوڑا لکھا ہے اور منوجی کا شجرہ نسب

(سابقہ بقیہ) اپنی فضیلت منسوب کر کے مشرک قوموں کے سامنے فخر کیا کرتے تھے اور بطور یاد دہانی مشرکوں کو یہ واقعات یاد دلا کر ان پر اپنی فضیلت ظاہر کرتے تھے۔ یعنی مشرکین ہند کے بالمقابل ان دونوں واقعات کو مد نظر رکھ کر یہ کہتے تھے کہ ہم اس بزرگ کی اولاد ہیں جس نے تمہارے سورج و چاند اور اگنی جیسے دیوتاؤں کو خدا تسلیم نہیں کیا تھا اور یہ اگنی تابع ہو کر اس پر سرد ہو گئی تھی اور ہم بھی ان دیوتاؤں کی طرح خدا کی ایک مخلوق ہیں یہ سب کچھ خدا نے ہی سورج و چاند اور آگ ہمارے آرام و فائدہ کیلئے پیدا کئے۔ جیسے ہم خدا کی مخلوق ہیں ویسے یہ بھی اس کی ایک مخلوق ہیں اس لفظ مخلوق یا دعویٰ مخلوق نے مشرکین ہند کو اس مغالطہ میں ڈال دیا۔ کہ شاید یہ بھی ان دیوتاؤں کی قوم یا برادری سے ہیں جو ان کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بھی انہی کی طرح ایک مخلوق ہیں۔ گویا مشرکین ہند نے ان خاندانوں کے اس دعویٰ ہم مخلوق یا لفظ مخلوق سے استنباط کر کے ان کو اپنے دیوتاؤں کی نسل یا برادری سے تصور کیا۔ جس کی وجہ سے یہ تینوں خاندان سورج بنسی و چندر بنسی اور اگنی کل ناموں سے نامزد کئے گئے۔ حضرت شیخ جمال گوجر نے بھی سورج بنسی و چندر بنسی اور اگنی کے خاندانوں کے متعلق اپنی تاریخ مرقع گوجراں میں کچھ روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ وہ اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں کہ جب گوجروں کے پہلے گروہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس گروہ کا اول مقابلہ سورج پرست قوموں سے ہوا۔ جب گوجروں نے سورج پرستوں کو شکست دے کر ان کی گردنوں میں اپنی اطاعت کا جوا ڈال کر سورج کی پرستش سے ان کو منع کیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ سورج بھی ہماری طرح خدا کی ایک عاجز اور فنا ہونے والی مخلوق ہے اس کی پرستش نہ کرو اس کو بھی خدا نے ہماری طرح پیدا کیا دیکھو اس کے بالمقابل خدا کی ایک دوسری مخلوق ابر ہے جو اس کی دھوپ اور تیزی کو مدہم اور بند کر کے اس کے روشن چہرے کو چھپا دیتا ہے اور اس کی دھوپ اور تیزی اپنا پورا کام نہیں کر سکتی۔ کیوں تم لوگ ایک قائم اور دائم صفات والے خالق کو چھوڑ کر اس کی ایک فانی مخلوق کی پرستش کرتے ہو جب گوجروں سے یہ نئی باتیں سورج پرستوں نے سنی تو انہوں نے گوجروں کی اس نصیحت سے الٹا نتیجہ اخذ کر کے یہ کہنے لگے کہ ہونہ ہو یہ لوگ سورج بھگوان کے شریک یا قوم سے معلوم ہوتے ہیں جو اس کی ہمسری اور ہم مخلوق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اسلئے ممکن ہے کہ یہ لوگ قومی شک اور حسد کی وجہ سے ہم کو سورج بھگوان کی پرستش سے منع کرتے ہوں۔ کیونکہ یہ سورج

سورج بنسی راجاؤں تک ملایا ہوا ہے مگر اس وقت صرف حسب موقعہ تھوڑا سا لکھا گیا ہے۔

(سابقہ بقیہ) بھگوان کے ہم جنس اور رشتہ دار ہیں اس لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سورج بھگوان نے ان کے یعنی گوجروں کے حسد اور عداوت سے تنگ آ کر اپنے کلی اختیارات ان کو دے دیئے ہوں جس کی وجہ سے یہ قوم گوجر ہم پر مسلط ہو گئی ہے۔ گویا لفظ مخلوق کے اشتباہ میں پڑ کر سورج پرستوں نے گوجر قوم کے اس گروہ کو سورج کا خاندان تصور کر کے سورج بنسی کہنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے یہ گروہ سورج بنسی نام سے مشہور ہو گیا علیٰ ہذا القیاس جب مدت مدید کے بعد وسط ایشیاء سے پھر گوجروں کا دوسرا گروہ ہندوستان پر آ کر حملہ آور ہوا تو اس کا مقابلہ اول چاند کی پوجا کرنے والی قوم سے ہوا تو بعد آمدہ گروہ نے چاند کی پوجا کرنے والوں سے کہا کہ چاند بھی ہماری طرح خداوند تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے تم اس کی پرستش نہ کرو تو چاند پرستوں نے بھی سورج پرستوں کی طرح دوسرے گروہ کو چندو ماہ کی قوم یا نسل سے تصور کر کے چندر بنسی لقب سے اس کو ملقب کیا اس طرح پر یہ دوسرا گروہ چندر بنسی نام سے نامزد ہو کر چندر بنسی کہلانے لگا۔ عرصہ بعید کے بعد پھر تیسرا گروہ گوجروں کا وسط ایشیاء سے آ کر جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس گروہ کا مقابلہ آگ کی پوجا کرنے والی قوم سے پہلے ہوا سابقہ گروہوں کی طرح اس گروہ نے بھی آگ کی پوجا کرنے والی قوم کو آگ پرستش سے منع کیا اور کہا کہ تم لوگ اس آگ کی پوجا کیوں کرتے ہو جبکہ یہ پوجا کرنے والے اور نہ پوجا کرنے والوں میں کوئی تمیز نہیں کرتی اور دونوں فریق کو جلانے میں برابر اپنا اثر دکھاتی ہے پھر تم کو اس کی پوجا کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے یہ بھی تو ہماری طرح خدا کی ایک عاجز مخلوق ہے جس کے جوش اور شعلوں کو خدا کی ایک دوسری مخلوق پانی مدہم و سرد کر دیتا ہے بلکہ جو لوگ اس اگنی دیوتا کی پرستش نہیں کرتے تھے اور نہ اس کو خدا مانتے تھے ان پر یہ آگ اپنے خالق و مالک حقیقی کے حکم سے سرد و گلزار ہو جاتی رہی ہے جیسا کہ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم پر آتش کدہ نمرود میں سرد ہو کر گلزار بن گئی تھی۔ جب گوجروں کے تیسرے گروہ سے اگنی پرستوں نے یہ تعجب انگیز باتیں سنیں تو انہوں نے بھی سورج و چاند پرستوں کی طرح گوجروں کے اس تیسرے گروہ کو اگنی نسل یا آگ کے رشتہ دار اور قوم سے خیال کر کے اگنی کا خاندان تصور کیا۔ جس کے بعد تمام آتش پرست اس گروہ کو اگنی کل کہہ کر پکارنے لگے اس دن سے اس تیسرے گروہ کا نام اگنی کل مشہور ہو گیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

## اگنی کل خاندانوں کو کس طرح پیدا کیا گیا

چوہانوں کا بڑا بھاٹ کب چندر چھتیس راج کلوں سے اگنی کل کو سب سے بڑا اور افضل ثابت کرتا ہے جس کی وجہ فضیلت یہ بتاتا ہے کہ اور خاندان تو عورتوں کی وجہ سے عالم وجود میں آئے ہیں لیکن اگنی کل والوں کو برہمنوں نے یکیہ کے ذریعہ پیدا کیا تھا۔ چنانچہ پورانوں میں اگنی کل راجپوتوں کی پیدائش کے متعلق اس طرح مذکور ہے کہ جب چھتری راجپوتوں کی بد اعمالی اور تشدد بیجا کی وجہ سے پرسرام جی کو خفگی و غصہ آیا تو اس نے اکیس مرتبہ چھتری راجپوتوں کی بیخ کنی کے لئے روئے زمین سے بالکل ان کا نام و نشان مٹا دیا اور ہر جگہ چھتری نسل کو نیست و نابود کر کے برہمنوں کی حکومت قائم کی لیکن برہمنوں سے حکومت کا انتظام نہ ہو سکا کیونکہ برہمنوں کا مقدم اور زبردست ہتھیار دعایا بد دعا تھا اس لئے اس ہتھیار سے کچھ فائدہ نہ نکلا سارے ملک میں ادہرم یعنی بیدینی کا سکہ بیٹھ گیا اور دہرم شاستر یعنی دین ہنود کی متبرک کتابیں قدموں کے نیچے پائمال ہونے لگیں برہمنوں کو بہت تکلیف محسوس ہوئی کیونکہ ان کی حفاظت کرنے والا اب کوئی نہ رہا اور ان کے لئے شک و غیرہ کرنا مشکل ہو گیا۔ تب برہمن نے بھگوان کے ارد گرد یعنی مرشد جنگ آموز بسوامتر کے پاس جا کر التجا کی کہ چھتریوں کو پھر از سر نو پیدا کیا جائے۔ بسوامتر نے ان کی اس درخواست کو منظور کر کے دعا کی اور بد دعا کے چار دیوتاؤں کو جن کے نام یہ ہیں اندر برہما، رودر، بش ان چار بڑے دیوتاؤں کے علاوہ دیگر کم درجہ دیوتاؤں کو ہمراہ لے کر کوہ آبو پر جھانکے رشی دمنی ہمیشہ دہرم کے کاموں میں مصروف رہتے تھے وہاں آئے اور اگنی کنڈ یعنی آتشی چشمہ کو گنگا جل سے پاک کیا گیا۔ آہوتی دے کر پوجا پاٹ کے بعد اندر دیوتا پر حصر کر کے اس سے درخواست کی کہ وہ یکیہ اور پیدائش کا آغاز کرے اسے دوب یعنی گھاس کی پتلی بنا کر اس پر آب حیات چھڑک کر اگنی کنڈ میں ڈالی پھر جس وقت سنجیون

منتر پڑھا تو اس کی برکت سے آگ کا ایک شعلہ صورت انسانی بن کر کنڈ سے آہستہ ہاتھ میں سانگ یعنی نیزہ لئے ہوئے اور مار مار کہتا ہوا باہر نکلا اس لئے اس کا اور اس کی اولاد کا نام پر مار رکھا گیا اور اس کی بود و باش کیلئے اس کو آ بود دہار اور اوجین کے علاقے بتلا گئے۔

اسکے بعد پھر برہما دیوتا سے کہا گیا کہ آپ بھی اپنی آتش میں سے ایک آدمی پیدا کریں تب اس نے بھی ایک مورت بنا کر ہون کنڈ میں ڈالی۔ جس سے ایک اور آدمی نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں بید تھا اور گلے میں جینو پہنے ہوئے باہر آیا اس کو چالک عرف سونگی کا خطاب دیا گیا اور پھر اس کو سکونت کرنے کیلئے انہلو اڑپٹن کی جگہ بتائی گئی۔ پھر اسی طرح تیسرے دیوتا رودر نے ایک مورت بنا کر اس پر پانی چھڑکا اور منتر پڑھ کر اس کو ہون کنڈ میں ڈالا تو اس وقت ایک سیاہ قام بد شکل آدمی ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہوئے ہون کنڈ سے باہر نکلا۔ جب اس کو دیکھتوں اور سرکشوں سے مقابلہ کرنے کو بھیجا گیا تو اس کا پاؤں لڑکھڑا گیا۔ اس لئے اس کا نام پر یہار رکھا گیا اور اس کو دربان بنا کر نونا نگل مارستھلی یعنی جنگل کی نوآبادیوں پر اختیار دیا گیا۔ غرض پھر چوتھے دیوتا بشن جی نے ایک مورتی بنا کر اور اس پر منتر پڑھ کر ہون کنڈ میں ڈالی اسی طرح ایک شخص ہون کنڈ سے ظاہر ہوا جس کے چار ہاتھ تھے اور چاروں ہاتھوں میں مختلف ہتھیار تھے اس لئے اس کا نام چتر بہو جا چوہان رکھا گیا۔ دیوتاؤں نے ترقی عمر و اقبال کی دعا دے کر پھر اس کو مکاوتی نگر عرف گورمنڈل کی حکومت عطا کی۔ یہ کل کارروائی دیکھتوں کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی۔ تمام دیت ان رسمیات کا تماشا دیکھ رہے تھے بلکہ اس وقت انکے دو افسر ہون کنڈ کے پاس موجود تھے مگر ان سے یہ پیدائش کا کام روکا نہ جاسکا۔ آخر جب پیدائش کا کام ختم ہو گیا تو ان چاروں بہادر جنگ آوران جدید کو دشمن دیکھتوں کے مقابلے کے واسطے بھیجا گیا اور بڑی خونریز لڑائی

ہوئی۔ دیکتوں کے خون میں سے نئے ویت پیدا ہونے لگے۔ تب ان نو پیدائش جنگی بہادروں نے دیکتوں کا خون پینا شروع کیا اور اس کے بعد ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا تاکہ اور ویت راکش پیدا نہ ہو سکیں اس طرح ان کی زیادتی کو بند کیا گیا۔ جب تمام ویت مارے گئے تو دیوتاؤں کو بڑی خوشی ہوئی آسمان سے امرت برسا اور پھولوں کی بارش ہوئی۔ جوش خوشی میں آ کر تمام دیوتا اپنے اپنے باہنوں یعنی سواریوں پر سوار ہو کر آسمان پر افق ہوا میں سواریاں دوڑانے لگے۔ اس طرح اس عظیم الشان فتح کی خوشی منائی گئی۔

مندرجہ بالا روایات اور حکایات کو عقل انسانی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے کیونکہ یہ ادراک انسانی سے باہر ہیں۔ ان کو سمجھنے اور اندازہ کرنے میں عقل اور فہم دونوں قاصر ہیں۔ ہنود کے پورانوں میں جو ایسے بعید از قیاس واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ سب تاریخی پایہ سے ساقط اور شاعرانہ تخیلات کا نتیجہ ہیں جو ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس خاکی انسان کی پیدائش حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے پیشتر نہیں تھی اور زمانہ حضرت آدم علیہ السلام کو تا ایندم تحریر سات ہزار پانچ سو پچاس سال سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور یہ جو کہتے ہیں کہ خاکی انسان کی پیدائش کو پونے دو ارب سال سے زیادہ زمانہ گزرا ہے۔ یہ محض جھوٹ اور باطل ہے۔ اصل تحقیق یہ ہے کہ مملکت ہند بھی مثل دیگر ممالک ربع مسکوں کے حضرت آدم علیہ السلام کے فرزندوں کے وجود سے معمور آباد ہوئی تھی۔ شروع اس اجمال کی یہ ہے کہ طوفان کے بعد منوجی یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے تینوں فرزندوں کو جن کے نام سام و حام اور یافت تھے۔ خالق ارض و سما کے حکم سے اطراف ربع مسکوں میں آبادی کے لئے بھیج کر ان کو کشت و کار کا حکم دیا تھا کیونکہ زمانہ قدیم کے اہل ہنود علم تاریخ سے بالکل ناواقف ہوتے تھے اسلئے انہوں نے اوٹ پٹانگ بعید از قیاس واقعات اپنی

کتابوں میں تحریر کر دیئے ہیں۔ جن کو اگر آج صحیح مان کر تاریخ کا درجہ دیا جائے تو گویا اپنی عقل و سمجھ کو دماغ سے رخصت کرنے کے مترادف ہے۔ ہندوستان اور اہل ہند کی صحیح و مستند تاریخ اصل میں مسلمانوں کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ جب مسلمان اس ملک میں آئے تو انہوں نے اس ملک کی تاریخ بھی لکھنی شروع کی کیونکہ مسلمانوں کو ہمیشہ علم سیر و تاریخ کا شوق رہا ہے اس لئے یہ اپنے زمانہ حکومت میں ملک ہند کے صحیح حالات بالتحصیل قلمبند کرتے رہے ہیں جن کی طفیل ملک ہند میں آج علم تاریخ نظر آتا ہے لیکن مسلمانوں سے پیشتر جو تاریخ ہند کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ ماضی کے حالات اور واقعات پر سخت پردہ تاریک پڑا ہوا ہے۔ آدم برسر مطلب۔

نند مہر قوم آہیر سے تھا اس کا گوجروں سے اور گوجروں کا اس سے کسی قسم کا قومی یا نسلی تعلق نہیں گوجروں نے کبھی اس کو اپنا مورث اعلیٰ تسلیم نہیں کیا بہانوں سے ایک قلیل التعداد گروہ جو علم تاریخ و انساب سے محض ناواقف اور کورا ہے یہ گوجر قوم کو نند مہر آہیر جو کرشن جی مہاراج کا کفیل اور پرورش کنندہ تھا اس کی اولاد قرار دیتا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور غلط بات ہے کیونکہ نند مہر گوجر نہیں تھا۔ یہ قومیت کے لحاظ سے آہیر تھا جس کو تمام اہل ہند آج بھی آہیر قوم سے تسلیم کرتے ہیں اور آہیر قوم گوجر قوم سے ایک جدا قوم ہے جس کا گوجر قوم سے کسی قسم کا بھی قومی یا نسلی تعلق نہیں اور نہ ان دونوں قوموں میں آج تک تعلقات ازدواج ہی قائم ہو سکے ہیں۔ باوجود ہم وطن اور ہم پیشہ ہونے کے گوجر قوم آہیروں سے علیحدہ اور آہیر قوم گوجروں سے علیحدہ زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے کبھی ان دونوں قوموں نے آپس میں برضا و رغبت رشتہ و ناٹہ داری کے تعلقات قائم نہیں کئے بلکہ ہمیشہ سے یہ دونوں ایک دوسرے کو اپنے سے علیحدہ ایک جدا قوم تصور کرتی چلی آتی ہیں۔ سوائے پیشہ چوپانی و زمیندارے کے ان



دونوں قوموں میں کسی قسم کی مواصلت و مطابقت بھی نہیں پائی جاتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آہیر قوم کے لوگ ہندوستان کے اصل اور قدیم باشندے ہیں جیسا کہ تاریخوں سے ثابت ہے اور گوجر قوم ایک بیرونی قوم ہے جو دو سو سال قبل مسیح اور بقول انگریزی مورخوں کے چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی کے درمیان وسط ایشیا سے آ کر ہندوستان میں آباد ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ایک یہ دلیل ہے کہ نند مہر کے زمانہ کو آج تک پانچ ہزار ایک سو سال کا عرصہ تا ایندم تحریر گزارا بیان کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل جین مت والے نند مہر کے زمانہ کو آج تک چھیا سی ہزار سال سے اوپر عرصہ گذرا بیان کرتے ہیں اب قوم گوجر اور نند مہر کے تفاوت زمانہ کو دیکھو کہ آج گوجر قوم کے مورث اعلیٰ شہزادہ اسکندر روس کے زمانہ کو دو ہزار دو سو سال تا ایندم تحریر گزارا ہے اور اتنا ہی عرصہ عالم وجود میں آئے ہوئے گوجر قوم کو گزر چکا ہے اب بحساب پانچ ہزار سال کے نند مہر کے زمانہ سے گوجر قوم اور اس کے مورث اعلیٰ کا زمانہ تین ہزار سال بعد آتا ہے اور اگر بحساب جین مت کے چھیا سی ہزار سال کو لیا جائے تو اس حساب سے نند مہر کے زمانہ کے بعد گوجروں کے مورث اعلیٰ کا زمانہ چوراسی ہزار سال بعد آتا ہے۔ گویا ایک حساب سے نند مہر کے تین ہزار سال بعد اور دوسرے حساب سے چوراسی ہزار سال بعد گوجر قوم اور اس کے مورث اعلیٰ کا زمانہ آتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ نند مہر ہندوستان میں پیدا ہوا اور ہمیشہ یہیں رہا اور یہیں فوت ہوا۔ ہندوستان کے باہر غیر ممالک میں یہ کبھی نہیں گیا اور نہ کہیں اس کا باہر جانا ثابت ہے۔ اس کے بالمقابل گوجروں کے مورث اعلیٰ کو دیکھو کہ وہ ملک یونان میں پیدا ہوا۔ پھر وسط ایشیا میں جا کر اپنے باپ کے ہمراہ فتوحات کرتا رہا۔ پھر اسی ملک میں رہ کر اس نے اس ملک کی عورتوں سے اپنی دو شادیاں کیں۔ اسی ملک میں ان عورتوں کے بطن سے اس کی اولاد پیدا ہوئی جس نے وسط ایشیا اور دیگر ملکوں پر قبضہ کر کے اپنی

حکومتیں قائم کیں۔ پھر وسط ایشیا سے واپس جا کر گوجروں کا مورث اعلیٰ یونان میں فوت ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کرشن جی مہاراج کے بیٹوں کی طرح ممکن ہے کہ نند مہر کی اولاد سے بھی بعض اشخاص ہندوستان سے باہر جا کر غیر ممالک میں سکونت پذیر ہوئے ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان سے باہر کوہ ہمالیہ کے پار کسی غیر ملک میں جانا اور سفر کرنا ہندو قانون اور ہندو مذہب میں ایک جرم و گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ پھر کس طرح کوئی ہندوستان سے باہر جا کر سکونت پذیر ہو سکتا تھا۔ اب ان سب امور کو مد نظر رکھ کر خیال کیا جائے کہ نند مہر اور گوجر قوم میں کس قدر اختلاف نسل و اختلاف سکونت اور تفاوت زمانہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے فرق و امتیازات ایسے ہیں جو گوجر قوم کو نند مہر کی اولاد ثابت نہیں کر سکتے پھر کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ گوجر قوم نند مہر آہیر کی اولاد ہے حالانکہ بہاٹوں کا یہ گروہ گوجر قوم کے جو شجرے اور نسب نامے اپنے پاس رکھتا ہے۔ ان شجروں اور نسب ناموں میں بھی نند مہر کا کہیں نام نہیں آتا۔ پھر معلوم نہیں کہ یہ گروہ کیوں ایسی جھوٹ اور غلط باتیں بیان کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض چالاک بھاٹ اور مراسی عمداً بھی اپنے جھمانوں کو ایسے من گھڑت اور جھوٹ قصے سنا کر ان کو غلط فہمی میں مبتلا رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ جب دیکھتے ہیں کہ ہمارے جھمان ہماری خدمت و مدد نہیں کرتے تو پھر اس گروہ کے بھاٹ یا مراسی اس حکمت عملی سے کام لے کر اپنے جھمانوں کو مغالطوں میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ لوگ بھاٹوں کی ضرورت کو محسوس کیا کریں لیکن بھاٹوں کے اس گروہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ اب گوجر قوم ایسے مغالطوں میں نہیں پڑ سکتی کیونکہ اب اس کی روشن تاریخ اس کے سامنے ہے۔ اب کوئی لاعلم اور ایسا ناواقف گوجر ہوگا جو باوجود اتنے فرق و امتیازات کے ہوتے ہوئے نند مہر آہیر کو اپنا مورث اعلیٰ تسلیم کرے گا۔ نند مہر اگر کسی قوم کا مورث اعلیٰ ہو سکتا ہے تو وہ قوم

آہیر کا ہو سکتا ہے نہ کہ گوجروں کا جن سے اس کا کسی قسم کا بھی قومی یا نسلی تعلق نہیں ہے اس لئے ہم بھاٹوں کے اس گروہ کے اس بیان کو کہ گوجر قوم نند مہر کی اولاد ہے ناقابل اعتبار اور غلط سمجھ کر رد کرتے ہیں۔

### سکندر اعظم بے اولاد نہیں تھا بلکہ صاحب اولاد تھا

اس کے ساتھ ہی اب ہم ان لوگوں کی غلط فہمی کو بھی دور کرنا چاہتے ہیں جو کہ بوجہ کم علمی یا تاریخ سے ناواقفیت کے باعث اس مغالطہ میں مبتلا ہیں کہ سکندر اعظم بے اولاد تھا۔ اس کی بیویوں کے بطن سے اس کی کوئی نرینہ اولاد پیدا نہیں ہوئی اور وہ دنیا سے لاوارث فوت ہوا ہے۔ جن لوگوں کا سکندر اعظم کے متعلق یہ خیال ہے ان کی معلومات و تحقیقات کا ذریعہ صرف تاریخ ہند یا چند سنی سنائی حکایتوں اور قصہ جات تک محدود ہے۔ بس اس کے آگے ایسے لوگوں کا سرمایہ معلومات ختم ہو جاتا ہے۔ علاوہ تاریخ ہند کے اگر ان کو علم سیر پہ عبور ہوتا اور یہ دیکر ملکوں کی قدیم و مستند تاریخوں کو بھی مطالعہ کرتے تو پھر یہ کبھی اس بات کے قائل نہ ہوتے کہ سکندر اعظم لا ولد یا بے اولاد تھا کیونکہ ممالک ایران و یونان کی قدیم تاریخوں سے یہ بات ثابت ہے کہ سکندر اعظم نے اپنی عمر میں چار شادیاں کی تھیں اور ان چاروں عورتوں کے بطن سے سکندر کی اولاد بھی پیدا ہوئی تھی جس سے اسکندر اعظم کی نسل کا سلسلہ قائم ہو کر آگے بھی بدستور بڑھتا رہا اور آج تک یہ سلسلہ بدستور چلا آتا ہے۔ سینکڑوں خاندان دنیا میں اولاد سکندر سے اس وقت بھی موجود ہیں۔ الغرض سکندر اعظم کی پہلی عورت یونانی قوم سے تھی۔ دوسری عورت بخارا کے رہنے والی ترکی قوم سے تھی۔ تیسری اور چوتھی ملک فارس کے رہنے والی فارسی النسل عورتیں تھیں۔ جن میں دارا شاہ فارس کی لڑکی بھی شامل ہے جس کے بطن سے سکندر کی وفات کے بعد ایک لڑکا بھی پیدا ہوا تھا جو چند روز زندہ رہ کر پھر مر گیا تھا لیکن بعض مورخین ماضی کی طرح بعض مورخین حال بھی ایک

پرانی اور غلط تحقیق کی پیروی کرتے چلے آتے ہیں اور خود تحقیق و تدقیق کی زحمت برداشت کرنا نہیں چاہتے اور یہ لکھتے ہیں کہ شہزادہ اسکندر روس گرجی شہزادی روشنگ کا بیٹا تھا جو دارا شاہ فارس کی بیٹی تھی حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل غلط ہیں نہ شہزادی روشنگ دارا کی بیٹی تھی اور نہ اسکندر روس شہزادی روشنگ کا حقیقی بیٹا تھا بلکہ یہ سکندر اعظم کی یونانی بیوی منروآتس کے لطن سے تھا جو سکندر کی زندگی میں اس کے بادشاہ ہونے سے پیشتر ملک یونان میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد اب ہم مستند تاریخوں سے بطور شہادت و ثبوت کے چند حوالے ایسے پیش کرتے ہیں کہ جن سے سکندر کی زندگی میں اس کا صاحب اولاد ہونا ثابت ہوگا لیکن سب سے اول ایک منظوم فارسی تاریخ جو سکندر کے حال میں لکھی ہوئی ہے اور جس کو اکثر عوام اور خاص لوگ بڑے شوق سے پڑھا کرتے ہیں اس کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

زشاہ جہاں روشنگ بارداشت ، (۱) صدف در شکم در شہوارداشت  
 چومو کب درآمد بیونان زمین گرانبار شد گوہر ناز نہیں  
 چو نہ ماہ شدگان گوہر کشاد جہاں برگہر گوہر نونہاد  
 نہاد نہ نامش پس از مہند بوس بفرمان اسکندر سکندر روس  
 ہارسطو کہ دستور درگاہ بود بیونان زمین نائب شاہ بود  
 ملکزادہ رادر خرام و خورش ہمید اوچوں جان خود پرورش  
 (بحوالہ سکندر نامہ فارسی صفحہ ۳۰۶ مصنفہ حضرت نظامی گنجوی)

۲۔ در ہنگام بازگشت در شہر زور بابل کہ نزدیکی بغداد است جہاں رابدردو  
 گفت روزگار زندگانیش سی و شش سال بو و پس از دے در یونان بادشاہی بہ پسرش  
 اسکندر روس واوند۔ نہ پذیرفت و گفت دانشورے مرا از بادشاہی بے نیاز ساختہ۔  
 گوشہ گیری گزید ناچار در یونان بتلیموس را بہ شہر یاری نشانند (بحوالہ نامہ ضروان  
 صفحہ ۷۳، ۷۵ مولفہ آقامرز الملک الکتاب شیرازی)

۱۔ شہزادی روشنگ اصل میں بخارا کے بادشاہ اوگوز بیز کی بیٹی تھی جس کا اصل نام رکسانا تھا۔

۳-۳۲۳ قبل از مسیح جب یہ خبر ہندوستان سے دریائے نیل تک پہنچ گئی کہ سکندر اعظم فوت ہو گیا ہے تو ہر ایک جگہ فساد برپا ہو گئے اور سکندر کے جرنیل لڑ پڑے تو پروکیس نے جو سکندر کے بیٹے کے نابالغی کے زمانہ میں بیلن میں ایجنٹ تھا طبعی طور پر ایجنسی کا دعویٰ کیا۔

بحوالہ تاریخ ایران قدیم ترجمہ اردو صفحہ ۱۰۶ مولفہ مسٹر ایس۔ جی ڈبلیو نجمین

سابق سفیر امریکہ

۴۔ دارا کی بڑی بیٹی سے سکندر کی دوسری شادی تھی اور اس کے بیشتر سکندر اعظم نے بخارا کی شہزادی رکسانا سے شادی کی تھی۔ اور رکسانا کے بطن سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا تھا۔ جب سکندر اعظم کی وفات کی اطلاعیں اس کے سپہ سالار انٹی پاٹر کو ملک یونان میں پہنچیں تو اس نے سکندر کے ضیف القوی بیٹے کی اور اپنی مشترکہ بادشاہت کا اعلان کر دیا تو یہ اس کا محض حیلہ تھا اور جلدی اور کچھ دیر بعد انٹی پاٹر خود بادشاہ بن بیٹھا۔ بحوالہ تاریخ یونان قدیم اردو مولفہ سید ہاشمی فرید آبادی علی ہذا القیاس تاریخ دلکشائے شمشیر خانی قلمی بزبان فارسی اور مرقع گوجراں و شاہنامہ فردوسی و گلدستہ شجاعت اور مرآت گوجراں و زینت التاریخ وغیرہ کتابوں میں سکندر اعظم کا اپنی زندگی میں صاحب اولاد ہونا ثابت ہے۔ ان تاریخوں کے علاوہ اور بھی متعدد تاریخوں میں لکھا ہے کہ سکندر اعظم کی اولاد نرینہ موجود تھی۔ جس سے نسل سکندری کا سلسلہ آگے بھی بدستور بڑھتا رہا۔ لیکن ہم نجوف طوالت مزید حوالے اس کتاب میں درج نہیں کر سکتے اگر کسی کو زیادہ اطمینان کی ضرورت ہو تو وہ علم سیر و تاریخ کی بڑی بڑی کتابوں اور قومی انساب میں تدقیق و تحقیق کرے۔

ایک اور غلط فہمی کا ازالہ

بعض دفعہ بعض جاہل و بخر بھاٹوں اور قوم گوجر کے بعض اہل علم اشخاص میں ابتدائی نسب نامہ سے لاعلمی اور ناواقفیت کے باعث ایک غلط فہمی پڑ جاتی ہے

یعنی قوم گوجر کے اہل علم اشخاص کہتے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ بن اسحاق کی اولاد ہیں اور جملہ اقوام گوجر انہیں کی ذریعات سے ہے لیکن جب یہ اپنے بھائوں سے دریافت کرتے ہیں تو وہ انکو سکندر اعظم کی اولاد اور نسل سے ظاہر کرتے ہیں جس وجہ سے ان دونوں کے بیان میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے اور اکثر بحث چھڑی رہتی ہے مگر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں یہ دونوں عاجز رہ جاتے ہیں جس کا سبب ابتدائی نسب نامہ سے ناواقفیت ہوتا ہے۔ حقیقت میں دونوں سچے ہوتے ہیں مگر ابتدائی نسب نامہ نہ جاننے کے موجب دونوں فریق غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جسکی اصل وجہ یہ ہے کہ بھاٹ یا مراسی لوگ اکثر ناخواندہ اور جاہل ہوتے ہیں۔ ان کو وہی کچھ یاد ہوتا ہے جو ان کے باپ دادا ان کو پڑھا سکھا گئے ہوں۔ اس کے آگے ان کی معلومات کا علم محدود ہوتا ہے اور جن بھائوں کے باپ دادا ان کو کچھ سکھا پڑھا نہیں جانتے تو وہ بھاٹ سرکاری دفتروں میں جا کر کسی قانون کو یا پیواری کو کچھ دے دلا کر اپنے ججمانوں کے شجرے نسب حاصل کر کے ان سے اپنے ججمانوں کے بڑے بزرگوں کے نام یاد کر کے ان کو سنا دیا کرتے ہیں اور بعض بھاٹ یہ بھی کرتے ہیں کہ جس کسی گوت یا ذات کا انہوں نے مراسی یا بھاٹ بننا ہوتا ہے اس ذات کے کسی بڑے بوڑھے شخص سے پہلے ملاقات کرتے ہیں۔ پھر اس سے اس کی ذات والوں کے چند بڑے بڑے فوت شدہ بزرگوں کے نام یاد کر کے اس ذات کے لوگوں کو آ کر سنا دیتے ہیں لیکن تمام بھاٹ ایسے نہیں ہوتے اور نہ تمام ایسا کرتے ہیں۔ ان میں بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو گوجروں کے تمام نسب ناموں سے پوری طرح واقف اور ان کی قومی روایات سے پورے باخبر ہوتے ہیں۔ ایسے باخبر بھاٹ یا مراسی لوگ قوم گوجر کے اہل علم اشخاص کی اچھی طرح تسکین قلب کر کے انکو مطمئن کر دیا کرتے ہیں۔ یہ اختلاف یا غلط فہمیاں صرف جاہل بھائوں یا ابتدائی نسب نامہ سے ناواقف اہل علم اشخاص

میں واقع ہوتی ہیں جس کی وجہ وہی ہے کہ اہل علم اشخاص کو اپنا ابتدائی نسب نامہ معلوم نہیں ہوتا اور نہ یہ اس کو معلوم اور یاد کرنے کی کوشش ہی کرتے ہیں۔ اسی طرح جاہل بھاٹ ہیں جن کو اپنے گوجر جمانوں کا ابتدائی نسب نامہ مکمل طور پر یاد نہیں ہوتا۔ یہ بھی سکندراعظم سے شروع کر کے اس کے بعد جو پشتیں ہیں ان کے نام ان جاہل بھاٹوں کو بھی یاد نہیں ہوتے اس لئے دونوں فریق غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بحث کرتے رہتے ہیں لیکن اب ہم ان تمام غلط فہمیوں کو شروع فصل سے اخیر فصل تک ناظرین تاریخ پر واضح کرتے چلے آئے ہیں ان کو دور کرنے کیلئے قوم گوجر کا ابتدائی اور صحیح نسب نامہ یہاں درج کر کے ان سب کا ازالہ کرتے ہیں اس کے بعد پھر صاحبان نسب کے مختصر حالات حضرت ابراہیم سے لے کر سکندراعظم تک نام بنام لکھ کر پھر قوم گوجر کی تاریخ لکھیں گے۔

### نسب نامہ قوم گوجر

۱۔ حضرت آدم	۲۔ شیت	۳۔ انوش
۴۔ قینان	۵۔ مہلابل	۶۔ یرو
۷۔ اخنوغ	۸۔ متوخ شلخ	۹۔ لمک
۱۰۔ حضرت نوح	۱۱۔ سام	۱۲۔ ارخشد
۱۳۔ شالخ	۱۴۔ عابر	۱۵۔ فالغ
۱۶۔ ارعو	۱۷۔ ساروع	۱۸۔ تاحور
۱۹۔ تاریخ	۲۰۔ حضرت ابراہیم خلیل	۲۱۔ اسحاق
	اللہ ۱۹۹۶ قبل مسیح	
۲۲۔ عیص	۲۳۔ رعوائیل	۲۴۔ ضارہ
۲۵۔ ایوب	۲۶۔ حوئل	۲۷۔ بشر عرف ذوالکفل
۲۸۔ عبدان	۲۹۔ ارغولس	۳۰۔ لکیس

۳۱۔ پرسیس	۳۲۔ امفی تریون	۳۳۔ ہرقلیس
۳۲۔ ہائی لیکس	۳۵۔ زونہنیس	۳۶۔ آئی لیکس
۳۷۔ آیونیس	۳۸۔ پروکاس اول	۳۹۔ کلائیس
۴۰۔ انیٹس	۴۱۔ امن تاس اول	۴۲۔ سکندراؤل
۴۳۔ طریوس	۴۴۔ پروکاس ثانی	۴۵۔ شاہ ارکیوس
۴۶۔ امن تاس ثانی	۴۷۔ فیلقوس	۴۸۔ سکندرا عظیم
۴۹۔ شہزادہ اسکندر روس		
گر جی		

یہی شہزادہ قوم گوجرا کا مورث اعلیٰ ہے اس کے دس بیٹے تھے۔ جن کے نام

یہ ہیں۔

- (۱) اشکانیس (۲) جازجیس (۳) سکائی نیس (۴) ایگو ویس (۵)
- کوشانیس (۶) کداریس (۷) تونانیس (۸) کارلیس (۹) تکتیس (۱۰)
- تریدیس۔ انہی دس شہزادگان گر جی کی پشتوں سے قوم گوجرا عالم وجود میں آئی تھی۔

## فصل سوم

### حضرت ابراہیم

یسو پوٹیمیا یعنی عراق عرب میں جہاں اب شہر کوفہ واقع ہے وہاں پر پہلے زمانہ میں ایک بڑا عظیم الشان شہر بابل نام آباد تھا اور یہ عظیم الشان شہر نمرود بادشاہوں کا دارالخلافہ تھا۔ اس شہر کے نزدیک ایک قصبہ ارفہ نام تھا جس میں حضرت ابراہیم کے والدین رہا کرتے تھے۔ اسی قصبہ کے پاس ایک پہاڑ کی غار میں حضرت ابراہیم جد امجد انبیاء علیہم السلام اور جد قوم گوجراں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا غار کوفہ میں پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کا نمرود جس کا اصل نام



کادولا اور تھا۔ وہ بڑا ظالم و جابر بادشاہ تھا اور خود اپنے آپ کو خدا کہتا تھا اور دعوے الوہیت کر کے خلقت سے اپنی پرستش کراتا تھا۔ اسی لئے یہ نمرود کتب تاریخ میں بہت مشہور چلا آتا ہے۔ شاہان بابل کا لقب شاہی نمرود ہوا کرتا تھا۔ مگر اس لقب نے کادولا اور کے پیشتر اتنی شہرت حاصل نہیں کی جتنی کہ کادولا اور کے ظلم کی وجہ سے اس وقت اور اس کے بعد اس کو حاصل ہوئی بلکہ کادولا اور کا اپنا اصل ذاتی نام بھی جاتا رہا اور آج تاریخ میں اسی نام نمرود سے نامزد ہے۔ منجموں نے اس نمرود کے متعلق ایک پیشگوئی کر کے اس کو کہا کہ ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو تیری الوہیت کو باطل قرار دے کر تیری بادشاہت کو بھی تباہ و برباد کرے گا تب نمرود نے اس خطرہ کو محسوس کر کے پیش از خطر احتیاطی تدبیریں اختیار کرنی شروع کیں اور اپنے تمام قلم رو میں حکم دیا کہ جو بچہ کسی کے گھر نیا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے چنانچہ بہت مدت یہ سلسلہ قتل جاری رہا ہزار ہا بیگناہ اور معصوم بچے اس ظالم نے قتل کر دیئے۔ انہی دنوں تاریخ کی بیوی بھی حاملہ تھی مگر اس کے حاملہ ہونے کی سوائے اس کے اور کسی کو خبر نہیں تھی۔ جب اس نیک بی بی کے ایام حمل پورے ہوئے تو وہ بخوف قتل فرزند کے ایک پہاڑ کی غار میں چلی گئی وہاں جا کر اس کے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام اس نے ابراہیم رکھا اور پھر اس بچے کو دودھ پلا کر غار کا دروازہ بڑے پتھروں سے بند کر کے بچے کو اکیلا غار میں چھوڑ کر گھر میں چلی آئی کہ مبادا ظالم نمرود بچے کو میری گود میں دیکھ کر قتل نہ کروا ڈالے اس لئے وہیں غار میں اس نے اپنے بچے کو پرورش کرنا شروع کیا۔ ہر روز حضرت ابراہیم کی والدہ غار میں آپ کے پاس جاتی اور آپ کو دودھ پلا کر غار کا دروازہ پتھروں سے بند کر کے اپنے گھر واپس چلی آتی۔ اسی طرح سات سال غار میں رہتے ہوئے حضرت ابراہیم کو گزر گئے اور خداوند تعالیٰ آپ کی حفاظت کرتا رہا۔ خدا نے آپ کی پرورش کے تمام سامان وہاں ہی پیدا کر دیئے تھے اور ہر بلا سے حضرت ابراہیم

کو محفوظ رکھا تھا۔

ایک دن حضرت ابراہیم نے اپنی والدہ ماجدہ سے پوچھا کہ اے ماں تمہارا خدا کون ہے۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ تمہارا باپ تاریخ جو مجھے کھانے کو دیتا ہے۔ پھر ابراہیم نے کہا کہ اس کا خدا کون ہے والدہ نے کہا کہ ستارے ہیں جن کی وہ پرستش کرتا ہے پھر ابراہیم نے کہا کہ ستاروں کا خدا کون ہے تو آپ کی والدہ اس کا کچھ جواب نہ دے سکی اور لاجواب ہو کر گھر کو چلی گئی۔ ایک رات حضرت ابراہیم غار سے باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور ستاروں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ میرے ماں باپ ان ستاروں کو خدا کہتے ہیں۔ پھر آپ کی ایک موٹے ستارے پر نظر پڑی تو کہا کہ شاید یہ میرا رب ہو جب وہ ستارہ غائب ہو گیا تو کہا کہ مجھے ایسے چھپنے والے خدا کی خواہش نہیں ہے اس کے بعد پھر چاند نمودار ہوا تو آپ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ شاید میرا حقیقی خدا ہو جب چاند بھی غروب ہو گیا تو کہا کہ میرا حقیقی خدا مجھے سمجھ و ہدایت نہ کرتا تو آج میں گمراہوں میں ہو جاتا۔ جب رات ختم ہوئی اور دن کو سورج طلوع ہوا تو حضرت ابراہیم نے اس کو کہا کہ یہ میرا اصل الہ ہوگا کیونکہ یہ سب سے زیادہ منور ہے آخر جب شام کو سورج بھی غروب ہونے لگا تو آپ نے کہا کہ مجھے ایسے طلوع و غروب ہونے والے خداؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکے بعد پھر اپنی قوم میں آئے اور آکر کہا کہ اے قوم جن کو تم خدا والہ مانتی ہو وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ ان کو اپنا الہ یا خدا تسلیم کیا جائے کیونکہ یہ اپنی اصل حالت پر قائم نہیں رہتے اور ان کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں کبھی یہ طلوع ہوتے ہیں اور کبھی غروب ہوتے ہیں لیکن حقیقی خداوند تعالیٰ کی ذات اس تغیر و تبدل سے پاک ہے اس لئے میں تمہارے ان معبودوں اور خداؤں سے بیزار ہوں اور میرا خدا وہ ہے جو قادر مطلق ہے۔ زمین و آسمان کا مالک و خالق ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جن کو تم خدا مانتے ہو وہ سب کے سب حادث اور فانی صفت ہیں آؤ

اب تم ایک خدا کی عبادت کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔

حضرت ابراہیم کا باپ تاریخ بادشاہ نمرود کا خاص چوہدار تھا۔ جب وہ فوت ہونے لگا تو اس نے حضرت ابراہیم کو اپنے بھائی آذر کے سپرد کیا جس سے بعد حضرت ابراہیم اپنے چچا آذر کے پاس رہنے لگے۔ جب آپ جوان ہوئے تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کو پیغمبری کی بشارت ملی۔ ساتھ ہی آپ پر وحی بھی نازل ہونے لگی اور خدا نے آپ کو حکم بھیجا کہ اب جا کر تم میری مخلوق کو میری طرف بلاؤ اور سب کو ہدایت کرو کہ میرے سوا کسی کی پرستش نہ کریں اور بتوں کی پوجا سے ان کو منع کرو۔ جب حضرت ابراہیم کو یہ حکم ملا تو آپ اعلانیہ گھر سے باہر نکل کر مخلوق خدا کو توحید کی دعوت دینے لگے۔ بتوں اور نمرود کی خدائی کو باطل قرار دے کر ان کی پرستش سے لوگوں کو منع کرنے لگے ہوتے ہوتے جب نمرود کو بھی اس بات کی خبر ملی کہ ابراہیم تیری اور بتوں کی پوجا سے لوگوں کو منع کرتا ہے تو نمرود نے حضرت ابراہیم کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ جب نمرود کے دربار میں حضرت ابراہیم تشریف لائے تو آپ نے آتے ہی نمرود کو بھی توحید کی دعوت دے کر اس کو خدا کے عذاب سے ڈرایا لیکن اس ظالم پر کچھ اثر نہ ہوا اور طرح طرح کی جھتیں پیش کرنے لگا جن کو حضرت ابراہیم خوب طرح رد کرتے رہے آخر یہ لاجواب ہو کر آپ کا سخت جانی دشمن ہو گیا اور درپے آزار ہو کر آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگا جب ان تکلیفوں کی وجہ سے بھی حضرت ابراہیم اپنی تبلیغ توحید سے باز نہ آئے تو پھر اس ظالم نمرود نے ایک آتش کدہ آپ کے جلانے کیلئے تیار کرایا جب وہ آتش کدہ خوب گرم ہوا تو منجیق کے ذریعہ اس میں حضرت ابراہیم کو ڈال دیا گیا مگر اس حافظ حقیقی نے آپ کی حفاظت کیلئے وہاں بھی سامان مہیا کر دیئے اور آگ میں جلنے سے آپ کو محفوظ رکھا گو بظاہر میں وہ آگ نظر آتی تھی لیکن حقیقت میں وہ گلزار ہو گئی تھی جس میں حضرت ابراہیم بیٹھے ہوئے تھے۔ جب

نمرود کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو پھر وہ اور قسم کی تدبیریں آپ کو تکلیف دینے کی سوچنے لگا اور حضرت ابراہیم بھی اس کے ظلم سے تنگ آ کر ہجرت کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اپنے وطن عزیز شہر بابل کو چھوڑ کر مصر کی جانب روانہ ہوئے جب راستے میں ایک شہر جزائن الوجہ میں پہنچے تو وہاں کے بادشاہ کی بیٹی آپ کو دیکھ کر عاشق ہو گئی اور آپ سے نکاح کی درخواست کرنے لگی آخر آپ نے اس کے باپ بادشاہ کی اجازت سے اس کے ساتھ نکاح کر لیا اس شہزادی کا نام سائرہ خاتون تھا اور یہ بہت حسینہ و جمیلہ عورت تھی۔ حضرت ابراہیم کچھ مدت اس شہر میں رہے پھر اس شہزادی سائرہ خاتون کو ساتھ لے کر ملک مصر کی طرف روانہ ہوئے ان دنوں ملک مصر کا بادشاہ ابی ملک تھا جو بڑا فاسق فاجر اور ظالم بادشاہ تھا جب حضرت ابراہیم ملک مصر میں بمعہ اپنی بیوی کے پہنچے تو وہاں کا بادشاہ ابی ملک شہزادی سائرہ کے حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور حضرت ابراہیم سے سائرہ خاتون کو یہ ظالم بادشاہ جبراً چھین کر اپنے مجلسرائے میں لے گیا تب حضرت ابراہیم نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی اور کہا کہ اے خداوند میرے ناموس کا تو ہی محافظ ہے اور سائرہ خاتون کی عصمت کو اس ظالم کے ہاتھ سے تو ہی محفوظ رکھ سکتا ہے یہ دعا فوراً حضرت ابراہیم کی قبول ہو گئی جب وہ ملعون ابی ملک ناموس پیغمبر پر دست اندازی کرنے کا قصد کرنے لگا تو فوراً خداوند تعالیٰ کے حکم سے اس کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے اور زمین میں زانوں تک دھنس گیا آخر یہ کبخت مجبور و لاچار ہو کر توبہ کرنے لگا اور سائرہ خاتون سے معذرت کر کے کہنے لگا کہ اللہ میرا قصور معاف فرما کر میرے حال زار پر رحم فرمائیں اور اپنے خدا سے میرے لئے دعا کریں کہ مجھے اس مصیبت و عذاب سے نجات بخشے اور آزاد کر دے۔ خاتون موصوفہ نے کہا کہ اے بد بخت یہ میری بد دعا نہیں ہے بلکہ میرے صاحب کی بد دعا ہے جو اللہ کا پیارا اور دوست و مقبول ہے وہی تجھے یہ خطا معاف کر سکتا ہے میرا اس میں مطلق کوئی

اختیار نہیں تب اس نے حضرت ابراہیم کو اپنے پاس بلا کر درخواست کی کہ میری یہ خطا معاف فرما کر مجھے اس عذاب سے نجات دلائیں اور میں نے آپ پر ظلم کیا ہے لیکن اب میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں آئندہ پھر کبھی ایسی خطا کا مرتکب نہیں ہوں گا ابی ملک کو حضرت ابراہیم نے کہا کہ یہ عذاب میرے حکم سے نازل نہیں ہوا بلکہ یہ میرے خدا کے حکم سے نازل ہوا ہے میں تو اس کا ایک بندہ ہوں میرا اس میں کچھ اختیار نہیں اسی اثناے میں جبریل فرشتہ اللہ کا سلام اور پیغام لے کر حضرت ابراہیم کے پاس پہنچا اور بعد سلام کے پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک ابی ملک تجھ کو اپنا تمام ملک و خزانہ نہ دیوے تب تک تو اس پر ہرگز راضی نہ ہونا تب حضرت ابراہیم نے اس بادشاہ سے کہا کہ میرا رب مجھے ایسا فرماتا ہے کہ جب تک تو مجھے اپنا تمام خزانہ و ملک نہ دیوے تب تک میں تجھے معاف نہیں کر سکتا ابی ملک بادشاہ نے یہ شرط سن کر اسی وقت اپنا تمام ملک و سلطنت بمعہ خزانہ حضرت ابراہیم کو دے دیئے جس کے بعد حضرت ابراہیم نے دعا کر کے اس کو اس عذاب سے نجات دلا دی۔

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نے اس کے تمام ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر کے امکھیہ جو جانب کنعان تھا وہ بمعہ کنعان کے اپنے پاس رکھا اور باقی امکھیہ ملک اس کو واپس دے دیا پھر بادشاہ ابی ملک نہایت خوبصورت ایک دوشیزہ خادمہ لے کر سائرہ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ ہو کر عرض کی اے عفت مآب نیک خاتون میں اس بے ادبی اور بہ اندیشہ سے جو آپ کے متعلق میرے دل میں پیدا ہوا تھا معافی کا خواستگار ہوں اور یہ باندی بی بی ہاجرہ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں یہ سن کر سائرہ خاتون نے بھی ابی ملک کی خطا کو معاف کر کے بی بی ہاجرہ کو اپنے پاس رکھ لیا اس کے بعد حضرت ابراہیم بمعہ سائرہ خاتون و بی بی ہاجرہ اپنے چچا زاد بھائی لوط کے کنعان کی طرف روانہ

ہوئے اور کنعان میں آکر مستقل سکونت اختیار کر کے پھر اس علاقے کو آباد کر کے اس میں رہنے لگے حضرت ابراہیم کے پاس گائے بیل اور بھیڑ بکری بے شمار تھی اور اس ملک میں مال مویشی کی چرائی کے لئے اتنی گنجائش نہیں تھی کہ آپ کے خاندان کے تمام لوگوں کے مویشیوں کا گزارا اس ملک میں آرام سے ہو سکے چنانچہ ایک دن حضرت ابراہیم کے چرواہوں اور حضرت لوط کے چرواہوں میں اسی بنا پر جھگڑا ہو پڑا تب حضرت ابراہیم نے حضرت لوط سے کہا کہ دیکھو ہم اور تم دونوں بھائی ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں بھائی جدا جدا رہیں تاکہ تیرے اور میرے درمیان یا تیرے اور میرے چرواہوں کے درمیان آئندہ کوئی جھگڑا فساد نہ ہو پڑے اور میری رائے یہ ہے کہ تم پورب کی طرف علاقہ یرون میں جہاں کی زمین بہت سرسبز و زرخیز ہے اور چرائی کے لئے گھاس کے وسیع جنگل ہیں اس میں چلے جاؤ اور یا تم یہاں رہو اور میں خود وہاں چلا جاتا ہوں حضرت لوط نے علاقہ یرون کی سرسبزی و تازگی دیکھ کر اس کو پسند کیا اور پھر حضرت ابراہیم سے جدا ہو کر اس علاقہ میں چلے گئے جس کے بعد حضرت ابراہیم نے شہر بیت المقدس کی بنیاد رکھ کر اس میں عمارتیں بنانی شروع کیں اور اس کے آباد کرنے میں بہت جدوجہد کرتے رہے سارا ملک کنعان آپ کی کوشش سے ہی آباد ہوا تھا اسی ملک میں آکر آپ کی اولاد پیدا ہوئی جو بعد آپ کے ہر طرف پھیل گئی تھی حضرت ابراہیم کے گھربلی بی ہاجرہ کے لطن سے اول حضرت اسمعیل پیدا ہوئے تھے جن کی پیدائش پر سائرہ خاتون کو بہت رشک پیدا ہوا اس لئے سائرہ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا کہ ہاجرہ کے فرزند پیدا ہو اور میرے کوئی فرزند نہ ہو تو یا میں آپ کے پاس رہوں گی اور ہاجرہ کو نکال دوں گی اور یا ہاجرہ رہے گی تو میں خود چلی جاؤں گی حضرت ابراہیم کو اس معاملے میں بہت تشویش پیدا ہوئی اور وہ بہت متفکر و مترود ہو کر سوچنے لگے آخر ایک دن لاچار ہو کر

بی بی ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل کو ایک اونٹ پر سوار کیا اور دوسرے اونٹ پر خود سوار ہو کر ان دونوں ماں بیٹا کو لے کر بیت المقدس سے روانہ ہوئے اور ملک عرب میں آ کر جہاں اب شہر مکہ ہے اسماعیل اور آپ کی والدہ ہاجرہ کو چھوڑ کر واپس بیت المقدس چلے گئے اور جاتی دفعہ فرما گئے کہ اب تم دونوں ماں بیٹا یہاں مقام کرو خدا تمہارا محافظ ہے وہ اسماعیل کو بہت ترقی دے گا اور اس کی اولاد سے اس زمین کو آباد کرے گا حضرت ابراہیم کے بعد حضرت اسماعیل بحالت طفلی مکہ ہی میں رہ کر پرورش پاتے رہے جب آپ جوان ہوئے تو وہاں ایک قبیلہ کے سردار کی لڑکی سے آپ کی شادی ہو گئی اور اسی جگہ آپ کی بہت سی اولاد پیدا ہوئی جس نے ملک عرب کو آباد کر کے اپنا لقب بنو اسماعیل رکھا اکثر اہل حجاز و عرب قبیلے آپ کی نسل و اولاد ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بشارت دی کہ اب میں سائرہ خاتون کے بطن سے بھی ایک لڑکا پیدا کروں گا جس کا نام تم نے اسحاق رکھنا ہوگا کیونکہ اسماعیل و اسحاق سے تمہاری نسل کہلائے گی اور میں ان دونوں کو ایسی برکت دوں گا کہ کوئی ان کی اولاد کو شمار نہ کر سکے گا تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور دریا کے کنارے کی ریت کی مانند بڑھاؤں گا اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازوں پر قابض ہوگی تیری نسل سے زمین کی تمام قومیں برکت پائیں گی کیونکہ تو نے میری بات کو مان کر میرے حکم کی تعمیل کی ہے میں یقیناً سائرہ خاتون کو ایسی برکت دوں گا کہ وہ قوموں کی ماں ہوگی اور ملکوں کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے یہ بشارت سن کر حضرت ابراہیم نے اپنا سر سجدہ میں رکھ دیا اور ہنس کر کہا کہ کیا یہ سو برس کا بوڑھا مرد بیٹا پیدا کرے گا کیا سائرہ خاتون جو نوے برس کو پہنچ گئی ہے بیٹا جنے گی؟ تب خدا نے کہا کہ بے شک تیری جو سائرہ خاتون تیرے لئے ایک بیٹا جنے گی جس کا نام تم نے اسحاق رکھنا ہوگا کیونکہ میں اپنا عہد ہمیشہ پورا کرتا ہوں

اس عہد کو بھی ضرور پورا کروں گا اور میں اسے ایک قوم بناؤں گا۔  
 حضرت ابراہیم نے یہ خوشخبری سائرہ خاتون کو آ کر سنائی تو وہ بھی ہنس کر  
 کہنے لگیں کہ میں اور آپ دونوں بوڑھے ہیں کیا سچ مچ میں بیٹا جنوں گی حضرت  
 ابراہیم نے کہا کہ یہ خدا کے نزدیک کوئی بڑی مشکل بات نہیں وہ جو چاہے کر سکتا  
 ہے آخر وہ وعدہ بشارت پورا ہوا جو خدا نے حضرت ابراہیم سے کیا تھا یعنی وقت  
 معین پر سائرہ خاتون کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے جن کے پیدا ہونے  
 پر سائرہ خاتون اور حضرت ابراہیم کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔

توریت میں لکھا ہے کہ ان دونوں بیویوں کے علاوہ حضرت ابراہیم کی  
 تیسری جو رو بھی تھی توریت میں جس کا نام قطورہ لکھا ہوا ہے اس بی بی کے بطن سے  
 حضرت ابراہیم کے یہ چھ بیٹے زمران، تسیان، مدان، مدیان، اسباق، سوخ پیدا  
 ہوئے لیکن اسلامی مورخ مصنف قصص الانبیا اس کتاب میں لکھتا ہے کہ حضرت  
 ابراہیم کے کل چار بیٹے تھے جن میں حضرت اسحاق، مدین، مدائن تو سائرہ خاتون  
 کے بطن سے پیدا ہوئے اور حضرت اسماعیل بی بی ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے  
 حضرت ابراہیم کا پوتا حضرت اسماعیل کا بیٹا جس کا نام قیدار تھا وہ تمام عرب کا بادشاہ  
 ہوا ہے حضرت اسحاق کے دو بیٹے عمیس و یعقوب تھے عمیس کی اولاد اہل روم و اہل  
 یونان ہیں اور یعقوب کی اولاد بنو اسرائیل یہود ہیں اور مدان و مدیان کے بیٹے جو  
 ہوئے ہیں وہ بنو قطورہ کہلاتے تھے یہ ایران و ترکستان کے بادشاہ ہوئے تھے  
 حضرت اسحاق جب جوان ہوئے تو آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم نے  
 بیتواہل کی بیٹی ربقا سے جو آپ کے خاندان سے تھی اس کے ساتھ حضرت اسحاق  
 کی شادی کر دی پھر بعد از شادی مسند خلافت پر حضرت اسحاق کو بٹھا کر حضرت  
 ابراہیم نے سب کچھ اس کو دے کر اپنے گھر کا مختار کل بنا دیا اور باقی بیویوں کے  
 بیٹوں کو بھی ان کے حصوں کے مطابق کچھ دے دلا کر اپنی زندگی میں ہی حضرت



اسحاق سے علیحدہ کر کے حضرت ابراہیم نے ان کو سرزمین یورپ کی طرف بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم نے فوت ہونے سے پیشتر اپنے سب بیٹوں کو اپنے پاس طلب کیا تھا جب وہ سب آ کر حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے ان کو چند وصیتیں کرنے کے بعد ایک سو پچھتر ۱۷۵ برس کی عمر میں اس دنیا ناپائدار سے انتقال کیا بعد تکفین و تدفین کے پھر آپ کے سب بیٹے اپنے اپنے مقاموں کی طرف چلے گئے مگر حضرت اسماعیل نے حضرت اسحاق سے کہا کہ باپ کی چیزوں میں سے مجھے بھی حصہ دو تا کہ میرے پاس بھی باپ کا کوئی تبرک و نشان رہے اسحاق نے اسماعیل کو یہ جواب دیا کیونکہ تم محروم المیراث ہو اس لئے میں تم کو باپ کے حصہ سے کچھ نہیں دے سکتا اور نہ تم ہمارے برابر ہو سکتے ہو یہ جواب سن کر حضرت اسماعیل رنجیدہ ہو کر مکہ معظمہ میں واپس چلے گئے اس کے بعد حضرت اسحاق مسند خلافت پر بیٹھ کر اپنے باپ کی طرح مخلوق خدا کو دین حنیف کی دعوت دیتے رہے خدا کی طرف سے حضرت اسحاق کو بھی ایک بشارت ملی تھی کہ اے اسحاق تیرا خدا تیری پشت سے چار ہزار نبی و رسول پیدا کرے گا حضرت اسحاق کے دو بیٹے عیص و یعقوب تھے، جب وہ دونوں بڑے ہوئے تو اس وقت حضرت اسحاق نے ایک سو ساٹھ سال کی عمر میں دنیا سے انتقال کیا اور اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم کی قبر کے پاس دفن کئے گئے۔

## فصل چہارم

### حضرت عیص

حضرت عیص اہل روم و یونان کے جد امجد ہیں اور گوجر قوم بھی اسی شجر اعظم کی ایک شاخ ہے لکھتے ہیں کہ حضرت عیص و حضرت یعقوب دونوں بھائی ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے اپنی والدہ ماجدہ کے بطن سے جوڑے کی

صورت میں پیدا ہوئے تھے پہلے حضرت عیص بعد میں حضرت یعقوب ماں کے پیٹ سے باہر آئے تھے عبرانی زبان میں پیچھے آنے یا پیچھے پیدا ہونے والے کو یعقوب کہتے ہیں اسی وجہ سے حضرت یعقوب اس نام سے موسوم کئے گئے تھے جب دونوں بھائی بڑے ہو کر عالم شباب کو پہنچے تو ان کے باپ حضرت اسحاق نے اپنے بھائی حضرت اسماعیل کی بیٹی بشامتہ نام سے اپنے بڑے بیٹے عیص کا نکاح کر دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت اسماعیل نے حضرت اسحاق کو وصیت کی تھی کہ ملک عرب میں ہماری نسب سے کوئی اور شخص موجود نہیں جس سے کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ کروں اس لئے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میری بیٹی بشامتہ کا بیاہ اپنے بیٹے عیص سے کر دینا حضرت اسحاق نے اس وصیت کے مطابق اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ کر دیا تھا حضرت عیص بڑے بہادر اور شاہزور آدمی تھے ان کو شکار کا بہت شوق تھا یہ ہمیشہ اپنے باپ کے لئے شکار کر کے لاتے تھے پھر کباب بنا کر حضرت اسحاق کو کھلایا کرتے تھے اور ہر وقت اپنے باپ کی خدمت گزاری کے لئے ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے اس لئے حضرت اسحاق کو بہ نسبت یعقوب کے عیص سے زیادہ محبت و پیار تھا یہ عیص کو بہت چاہتے تھے لیکن دوسری طرف حضرت اسحاق کی جو روپی بی ربقہ جو عیص و یعقوب کی والدہ تھیں ان کو بہ نسبت عیص کے چھوٹے بیٹے یعقوب سے زیادہ انس و پیار تھا یہ حضرت یعقوب کو بہت چاہتی تھیں اس لئے کہ حضرت یعقوب زیادہ تر والدہ ہی کی خدمت میں رہا کرتے تھے حضرت یعقوب کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت اسحاق نابینا ہو گئے تھے اور آپ کی قوت بصارت بوجہ سن رسیدہ و ضعیف ہونے کے جاتی رہی تھی اس لئے آپ کسی شخص کو اچھی طرح شناخت بھی نہیں کر سکتے تھے ایک دن عیص کو بلا کر حضرت اسحاق نے فرمایا کہ میرا دل آج شکار کے بھنے ہوئے گوشت کو بہت چاہتا ہے اگر تم آج مجھے شکار کا گوشت لا کر کھلاؤ تو میں

تمہارے لئے چند دعائیں نیک کروں گا منجملہ ان دعاؤں کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ خداوند تعالیٰ تم کو خلعت نبوت سے سرفراز کرے اور اپنے پیارے انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں تم کو شامل کرے مجھے قوی امید ہے کہ خداوند تعالیٰ میری اس دعا کو قبول فرمائے گا۔ عیص یہ وعدہ امید افزا سنکر فوراً ہتھیار لگا کر شکار کے لئے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے لیکن باپ بیٹے کی یہ گفتگو اس وقت رہتے عیص کی والدہ بھی سن رہی تھیں وہ فوراً چھوٹے بیٹے یعقوب کے پاس آئیں اور آ کر حضرت یعقوب سے کہا کہ بیٹا آج تمہارے والد بزرگوار تمہارے بھائی عیص کے حق میں چند دعائیں نیک کرنے والے ہیں منجملہ ان دعاؤں کے خلعت نبوت سے بھی اس کو سرفراز کریں گے کیونکہ پیغمبر خدا نے آج اس سے وعدہ کیا ہے کہ اگر تو آج مجھے شکار کا گوشت لا کر کھلا دے تو میں خدا سے دعا کروں گا کہ خداوند تعالیٰ تمہیں اپنے نبیوں کے زمرہ میں شامل کر لے سو آج یہ امید افزا وعدہ سن کر عیص شکار لانے کے لئے جنگل کو چلا گیا ہے مگر تم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ پیغمبر خدا کے لئے شکار کر کے لاسکو کیونکہ تم کمزور و لاغر جسم ہونے کی وجہ سے اس کام میں بہت عاجز ہو اس لئے میں تمہیں ایک ایسی تجویز بتلاتی ہوں کہ اگر تم اس تجویز میں کامیاب ہو گئے تو پھر عیص پر تمہیں سبقت حاصل ہو جائے گی اور امید ہے کہ اس طرح خلعت نبوت حاصل کرنے میں تم ہی کامیاب ہو جاؤ گے۔ حضرت یعقوب نے کہا کہ فوراً وہ تجویز ارشاد فرمائیں حضرت یعقوب کی والدہ نے کہا کہ ہمارے گھر میں بہت سی بکریاں ہیں ان میں سے ایک جوان اور موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کے کباب بنا کر پیغمبر خدا کی خدمت میں جلدی پیش کر دو، حضرت یعقوب نے یہ تجویز سن کر اسی وقت ایک موٹا تازہ بکری کا بچہ ذبح کر کے اسکے کباب بنائے پھر اپنی والدہ کو ہمراہ لے کر پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ بھنا ہوا گوشت چپ چپ ہو کر نہایت خاموشی کے ساتھ

حضرت اسحاق کے آگے لا کر رکھ دیا جس کے بعد حضرت اسحاق کے حرم محترمہ نے عرض کی کہ بھونا ہوا گوشت حاضر خدمت ہے آپ اس کو تناول فرمائیں حضرت اسحاق نے کہا یہ بھونا ہوا گوشت کون شخص لایا ہے ابھی حضرت یعقوب نے تو اس کا کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ آپ کی والدہ مکرمہ نے ان کے بولنے کے پیشتر حضرت اسحاق کو جواب دیا کہ یہ گوشت آپ کا بیٹا لایا ہے آپ اس کو تناول فرمائیں مگر حضرت اسحاق نے اس طرف مطلق خیال نہ کیا کہ پہلے یہ تو پوچھ لوں کہ یہ کون سا بیٹا ہے جو گوشت لایا ہے کیونکہ آپ نے عیص کو خود شکار کا گوشت لانے کے لئے بھیجا ہوا تھا اس لئے آپ نے یہی سمجھا کہ یہ عیص ہی گوشت لایا ہوگا اس لئے آپ نے کھانا شروع کیا جب کھانے سے آپ فارغ ہوئے تو آپ کے حرم محترمہ نے آپ سے عرض کی کہ اب آپ وہ وعدہ عطائے نبوت پورا کریں اور اس شخص کے حق میں جو آپ کے لئے بھونا ہوا گوشت لایا ہے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ اس شخص کو جو گوشت لایا ہے خلعت نبوت عطا کرے تب حضرت اسحاق نے بارگاہ رب العزت میں بصد عجز و نیاز دعا کی اور درخواست کی کہ خداوند! جو آج میرے لئے گوشت لایا ہے اس کو خلعت نبوت عطا کر اس کی تمام خواہشوں و امیدوں کو پورا کر اس کی آرزو تمنا کو بر لا جب حضرت اسحاق یہ دعا کر چکے تو خداوند تعالیٰ نے آپ کی درخواست کو منظور کر کے حضرت یعقوب کو خلعت نبوت سے سرفراز کر دیا تب حضرت یعقوب یہ نعمت عظمیٰ حاصل کر کے اور حضرت اسحاق کی دعا سے مستفیض ہو کر واپس چپ چاپ اپنی جگہ پر لوٹ آئے تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت عیص بھی شکار کا گوشت لے کر جنگل سے واپس آگئے اور کباب بنا کر حضرت اسحاق کی خدمت میں لا کر رکھ دیئے پھر عرض کی کہ شکاری گوشت بھونا ہوا حاضر خدمت ہے اب آپ اس کو تناول فرمائیں حضرت اسحاق آواز پہچان کر حیران ہو گئے آپ نے اس وقت معلوم کیا کہ عیص تو اب گوشت لے کر آیا ہے

اب کیا کیا جائے وہ نعمت تو یعقوب لے گیا اب اس کو کیا جواب دوں عیص کی اس محنت شافہ کا خیال کر کے حضرت اسحاق کا دل بھر آیا اور نہایت محبت و شفقت کے ساتھ فرمایا کہ اے میرے پیارے و بہادر بیٹے وہ دولت نبوت تو اور شخص کی طرف منتقل ہوگئی ہے یعنی اس نعمت عظمیٰ سے تیرا بھائی یعقوب مستفیض ہو چکا ہے حضرت عیص یہ بات سن کر ششدر رہ گئے کہ یہ معاملہ ہے کہ میں اس عزت سے محروم کیا گیا ہوں آخر حضرت عیص کے دل میں آتش غضب شعلہ زن ہوئی جس نے خرمن محبت و صبر کو جلا کر خاکستر کر دیا اور حضرت یعقوب کی اس کارروائی کی وجہ سے حضرت عیص کے دل میں سخت کینہ پیدا ہو گیا اور وہ ان کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے پھر گھر میں آ کر یعقوب کو تلاش کیا مگر کوئی پتہ نہ ملا گھر سے پھر باہر گئے تمام شہروں اور گاؤں میں جستجو کی وہاں بھی ان کا کوئی سراغ نہ مل سکا کیونکہ ان کی والدہ نے حضرت یعقوب کو گھر کے اندر تہ خانہ میں چھپا رکھا تھا، خفیہ طور پر وہیں ان کو روٹی پانی ان کی والدہ پہنچا دیا کرتی تھیں مگر حضرت عیص نے بھی ان کی جستجو نہیں چھوڑی وہ ہمیشہ اس عرصے میں اسی جستجو میں رہے کہ اگر مجھے کہیں یعقوب مل جائے تو میں اس کو قتل کر کے اپنے دل کی بڑھاس نکال لوں لیکن جس کو خدا بچانا چاہے اس کو کون مار سکتا ہے؟

حضرت اسحاق نے ایک دن حضرت عیص کو اپنے پاس بلا کر نہایت نرمی و محبت سے سمجھایا کہ دیکھ اے بیٹا اب تو اپنے بھائی یعقوب کے قتل کے درپے نہ ہو جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب اس معاملہ میں ہم اور تم دونوں کچھ نہیں کر سکتے یہ نعمت روز ازل سے خدا نے یعقوب کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی سو وہ نعمت اس کو مل گئی حالانکہ میں نے تیرے لئے بجد کوشش کی تھی کہ یہ نعمت تیرے نصیب میں ہو لیکن خدا کو یہ منظور نہیں تھا کہ یہ نعمت تجھے ملے اس لئے اب میں تمہارے لئے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ تم کو اتنی کثیر اولاد عطا

کرے کہ جس کا شمار نہ ہو سکے یہ دعا حضرت اسحاق نے اسی وقت کر دی جو فوراً خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں منظور ہوگئی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آج دنیا میں حضرت عیص کی اولاد کروڑ ہا کی تعداد میں موجود ہے یہ دعا لے کر حضرت عیص خوش تو ہوئے لیکن ان کی اس دشمنی و عداوت میں جو اپنے بھائی کے ساتھ پیدا ہوگئی تھی اس میں سربال فرق نہ آیا وہ غصہ اور کینہ بدستور دل میں موجود رہا کیونکہ وہ کثرت اولاد کو نبوت جیسی نعمت کے مقابلے میں بیچ جانتے تھے حضرت عیص کی اصل خواہش تو یہی تھی کہ وہ نبیوں کے گروہ میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں گو وہ ایک نبی کے بیٹے اور ولی تھے لیکن خود نبی نہیں تھے جو قدر و منزلت ایک نبی کو بارگاہ رب العزت میں حاصل ہوتی ہے وہ عزت اور درجہ کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے حضرت عیص کا غصہ فرد نہیں ہوتا تھا اور وہ ہمیشہ ہاتھ میں تلوار لے کر حضرت یعقوب کو ڈھونڈتے رہتے تھے کہ جب کبھی یعقوب ملا تو اس کو قتل کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گا۔ آخر ان دنوں حضرت اسحاق بھی فوت ہو گئے اب عیص کو اس کام سے منع کرنے یا روکنے والا کوئی نہ رہا تھا جب حضرت یعقوب کو اپنے والد بزرگوار حضرت اسحاق کے فوت ہونے کی خبر ملی تو ان کو بھی نہایت رنج و غم پیدا ہوا اور وہ تہ خانہ کی زندگی سے گھبرا گئے کیونکہ تہ خانہ میں رہتے ہوئے آپ کو ایک سال ہو گیا تھا اور بھائی کی دشمنی اور باپ کی جدائی اور تہ خانہ کی تنہائی کی وجہ سے سخت گھبراہٹ اور اوجاہٹ دل میں پیدا ہوگئی تھی بالآخر ایک دن مجبور و بیقرار ہو کر تہ خانہ سے باہر نکل آئے اور اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رو پڑے پھر دست بستہ عرض کی کہ میرا دل بوجہ تنہائی اور باپ بزرگوار کی جدائی کے باعث بہت گھبرا گیا ہے اور بھائی صاحب کا غصہ بھی ابھی تک کم نہیں ہوا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں کنعان کو چھوڑ کر کسی اور طرف جا کر اپنی زندگی کے دن پورے کروں صرف آپ کی اجازت چاہتا ہوں حضرت یعقوب کی والدہ نے آپ

کو گلے لگا کر نہایت محبت و پیار سے کہا کہ اچھا بیٹا اب میں تجھے اجازت دے کر خدا کے سپرد کرتی ہوں لیکن یہ بات یاد رہے کہ کسی اور طرف نہ چلے جانا اگر تم ضرور جانا ہی چاہتے ہو تو پھر اپنے ماموں کے پاس ملک شام میں چلے جاؤ اور اس کو میرا سلام دے کر یہ کہنا کہ تمہاری ہمشیرہ نے درخواست کی ہے کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح میرے اس بیٹے یعقوب کے ساتھ کر دیں اور مجھے امید واثق ہے کہ ضرور میرا بھائی اپنی بیٹی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دے گا۔ وہ بہت بڑا رئیس شخص ہے اس کے پاس رہنے سے تمہیں ہر قسم کا آرام و آسائش رہے گا ایک بات یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب یہاں سے جانا چاہو تو رات کے وقت گھر سے باہر نکلنا کہ تمہارا بھائی عیص تمہیں دیکھ نہ سکے آخر حضرت یعقوب اپنی والدہ کی وصیت کے مطابق بڑی احتیاط سے سامان سفر تیار کر کے پھر اپنی والدہ سے دوبارہ اجازت لے کر رات کے وقت ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے اسی رات کو سفر کرنے کی وجہ سے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل مشہور ہو گیا جس کے معنی عبرانی زبان میں رات کو جانیا والے کے ہیں حضرت یعقوب جب منازل سفر طے کر کے اپنے ماموں کے پاس ملک شام میں پہنچے تو پھر آپ نے اپنی والدہ کا سلام و پیغام دے کر اپنے ماموں کو کہا کہ مجھے بھی توقع ہے کہ آپ مجھے اپنی فرزندگی میں قبول کرنے سے دریغ نہیں کریں گے آپ کے ماموں نے یہ سب حالات سن کر جواب دیا کہ بے شک میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرنے کو تیار ہوں اور ہمشیرہ صاحبہ کا پیغام بھی بسر و چشم منظور ہے لیکن بحکم شرع تمہیں عورت منکوحہ کا حق مہر ضرور ادا کرنا پڑے گا اگر تمہارے پاس زر نقد اس وقت موجود ہے تو بہتر ورنہ سات سال تک تم ہمارے گلہ کی گلہ بانی کرو جب سات سال یہ خدمت سرانجام دے لو گے تو پھر میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں گا حضرت یعقوب نے یہ شرط منظور کر کے پھر اپنے ماموں کے گلہ کی گلہ بانی شروع کر دی جب

حضرت یعقوب مویشیوں کو لے کر چرانے کے لئے باہر جایا کرتے تھے تو اکثر شامی لوگ آپ سے پوچھا کرتے تھے کہ آپ کون ہیں تو آپ ان کو جواب دیتے تھے کہ میں ملک کنعان کے سردار عیص کا غلام ہوں اپنا اصل نام اور حسب و نسب کبھی نہیں بتلاتے تھے گلہ بانی کی خدمت سرانجام دیتے ہوئے جب آپ کے سات سال پورے ہو گئے تو آپ کے ماموں نے بھی اپنا وعدہ پورا کرنا چاہا اور اس نے اپنی بڑی بیٹی جس کا نام مالیا تھا حضرت یعقوب کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ حضرت یعقوب کے ماموں کی ایک اور چھوٹی بیٹی تھی جس کا نام راحیلہ تھا وہ بہت خوبصورت و جمیلہ تھی حضرت یعقوب کا دل راحیلہ سے نکاح کرنے کو چاہتا تھا مگر آپ کے ماموں نے آپ کا نکاح اپنی بڑی بیٹی سے کر دیا تھا اس لئے حضرت یعقوب نے ایک دن اپنے ماموں سے اپنی رائے کا اظہار کر کے کہا کہ میں نکاح آپ کی چھوٹی بیٹی راحیلہ سے کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے بڑی سے میرا نکاح کر دیا آپ کے ماموں نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ میں بڑی کو گھر میں رکھ چھوڑتا اور چھوٹی کے ساتھ تمہارا نکاح کر دیتا ہاں البتہ اگر تم چھوٹی سے بھی نکاح کرنا چاہتے ہو تو اس کے حق مہر کے عوض بھی سات سال اور میرے پاس رہ کر میرے گلہ کی گلہ بانی کرو تو پھر میں چھوٹی لڑکی راحیلہ سے بھی تمہارا نکاح کر دوں گا حضرت یعقوب نے پھر دوبارہ بعوض حق مہر سات سال کے لئے گلہ بانی کی خدمت اختیار کی جب یہ سات سال بھی پورے ہو گئے تو پھر آپ کے ماموں نے اپنی چھوٹی لڑکی راحیلہ کا نکاح بھی حضرت یعقوب کیساتھ کر دیا اس زمانہ میں دو سگی بہنوں کے ساتھ ایک وقت میں نکاح کر کے دونوں کو اپنے گھر میں رکھنا شریعت ابراہیمی میں جائز تھا اور یہ حکم حضرت موسیٰ کی پیدائش تک جاری رہا۔ آخر حضرت موسیٰ کے وقت شریعت موسوی میں یہ حکم منسوخ قرار دے دیا گیا تھا کہ کوئی شخص ایک وقت میں دو سگی بہنوں سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ پہلی



فوت نہ ہو جائے غرض اس نکاح کے بعد حضرت یعقوب اپنی خوشی سے اور سات سال ملک شام میں اپنے ماموں کے پاس رہے شادی پر آپ کے ماموں نے بہت سا جہیز دیا تھا جن میں دو لوٹیاں بھی خدمت کے لئے اپنی لڑکیوں کو عطا کی تھیں۔ حضرت یعقوب نے ایک دن اپنے ماموں سے کہا کہ مجھے آپ کے پاس آئے ہوئے اکیس سال گزر گئے ہیں حب وطن کے باعث اب میرا دل بہت اداس ہو گیا ہے بھائی اور والدہ صاحبہ کی ملاقات کرنے کیلئے میرا دل ترستا رہتا ہے اگر آپ بخوشی اجازت دیں تو پھر اپنے وطن مانوف میں جا کر اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی بزرگوار کی زیارت کا شرف حاصل کر لوں حضرت یعقوب کے ماموں نے آپ کی خواہش رخصت کو منظور کر کے پھر اس نے آپ کو زرنقد اور بہت کچھ مال مویشی دے کر ان کے چرانے کے لئے غلام اور نوکر عطا کئے اور اپنی دونوں بیٹیوں کی خدمت کے لئے لوٹیاں ہمراہ کر کے بخوشی خاطر اجازت دے کر ملک شام سے حضرت یعقوب کو رخصت کیا جب منازل سفر طے کر کے حضرت یعقوب ملک کنعان میں پہنچے تو وہاں قریب ہی ایک جنگل میں خیمے نصب کر کے وہیں مقیم ہو گئے اتفاقاً اسی جنگل میں ایک دن حضرت عمیس بھی شکار کے لئے آگئے خیمے کے سوراخ سے حضرت یعقوب نے بھی اپنے بھائی کو آتے ہوئے پہچان لیا پھر اپنے نوکروں اور غلاموں کو ادب کی تعلیم دے کر حکم دیا کہ جو سامنے سردار آرہا ہے جب تم سے کچھ دریافت کرے تو پہلے تم نے نہایت عجز و انکسار سے اس کی تعظیم و تکریم بجالا کر اس کے سوال کا جواب نہایت ادب سے دینا اتنے میں حضرت عمیس بھی ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے غلاموں کی طرف چلے آئے اور آتے ہی آپ نے دریافت کیا کہ یہ مال مویشی کس کا ہے جو ہمارے جنگل میں چر رہا ہے تب غلاموں نے دست بستہ ہو کر نہایت ادب سے جواب دیا کہ اے حضرت ملک کنعان کا ایک سردار عمیس نام جو اولاد انبیاء علیہم السلام سے ہے اس کا ایک غلام

یعقوب نام ہے جو اس تمام مال مویشی و اسباب کا مالک ہے اور ہم سب اس کے نوکر و غلام ہیں جو اس کے مال مویشی کو چرانے کی خدمت پر مامور ہیں جب حضرت عیص نے غلام کی زبان سے یعقوب کا نام سنا تو گویا وہ ایک تیر تھا جو غلام کی زبان سے نکل کر حضرت عیص کے نازک دل پر جا لگا اسی وقت حضرت عیص کے ہاتھ سے تلواریں گر پڑی اور حضرت یعقوب کی محبت نے ایسا جوش مارا کہ بہت بیقرار ہو کر رونے لگے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور بار بار بھائی کو یاد کر کے روتے تھے آخر حضرت یعقوب سے بھی صبر نہ ہو سکا وہ بھی جھٹ خیمے سے باہر آ کر اپنے بھائی سے بغل گیر ہو گئے اور دونوں مل کر خوب رونے لگے پھر حضرت عیص نے نہایت شفقت و محبت سے حضرت یعقوب کو پیار دے کر اپنے گلے سے علیحدہ کیا اور خداوند تعالیٰ کا ہزار ہا شکر کر کے اس کی حمد و ثناء کی جس کے بعد حضرت عیص نے کمال عزت و حرمت سے حضرت یعقوب کو گھر میں لا کر اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر کیا جس وقت حضرت یعقوب اپنی والدہ کی قدم بوسی کر کے زیارت سے مشرف ہو چکے تو پھر حضرت عیص نے اپنے گھر کو حضرت یعقوب کے لئے خالی کر دیا اور کہا کہ اے بھائی یہ گھر اور ملک کنعان کی زمین و حکومت تیرے سپرد اب تم اس ملک میں رہو میں کسی اور طرف چلا جاتا ہوں کیونکہ ہم دونوں کے مال مویشیوں کے لئے اس ملک میں گنجائش نہیں ہے پھر حضرت عیص اپنے بیٹے بیٹیوں اور جوڑوں اور اپنے تمام نوکروں سمیت گھر کا تمام اسباب و مال مویشی لے کر ملک کنعان سے رخصت ہوئے ان کا مال و اسباب اتنا وافر تھا کہ باہم مل کر ایک جگہ ان کی گنجائش نہیں ہو سکتی تھی اور جس زمین میں ان کے بزرگ مسافر کی حیثیت میں آئے تھے وہ زمین ان کے مال مویشیوں کی کثرت کے سبب ان کو برداشت نہ کر سکی اس لئے حضرت عیص اپنے بھائی یعقوب کیلئے یہ زمین خالی کر کے اس سے جدا ہو کر ملک روم میں چلے گئے

اور گھر کے تمام اندرونی بیرونی انتظامات یعقوب کو سپرد کر کے اس کو اپنے تمام چراگاہوں کا مالک و مختار کل بنا گئے۔

## حضرت عمیس کی اس اولاد کے نام جو کنعان میں پیدا ہوئی تھی

حضرت عمیس کی تین بیویاں تھیں جنکے نام یہ ہیں۔ حدہ، بشامتھ، اہلبیامہ ان تینوں کے بطن سے سرزمین کنعان میں پانچ بیٹے پیدا ہوئے تھے جن کے نام یہ ہیں ایک کا نام انفر تھا جو حدہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا دوسرا رعوائیل تھا جو حضرت اسماعیل کی بیٹی بشاہتہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ باقی یہ تین یعوس و یعلام اور قرہ نام تھے جو تیسری بیوی اہلبیامہ کے بطن سے پیدا ہوئی اس اولاد کے علاوہ باقی اولاد حضرت عمیس کی ملک روم میں جا کر پیدا ہوئی تھی۔ حضرت عمیس کے پوتوں کے نام یہ ہیں جو ملک روم میں جا کر پیدا ہوئے تھے حضرت عمیس کا پلوٹھا بیٹھا انفر تھا جس کی جو رو کا نام تمنع تھا تمنع کے بطن سے انفر کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں تیمن، آمیر، صفو، جعتام، رقتز حضرت عمیس کے دوسرے بیٹے رعوائیل کے بیٹوں کے نام یہ تھے تحت، ضارہ، سمہ، مزہ باقی حضرت عمیس کے تین بیٹوں کی جو اولاد ہوئی تھی اس کے نام ہم کو معلوم نہیں ہو سکے اس لئے ہم نے انکی اولاد کے نام نہیں لکھے، الحاصل حضرت عمیس کی اولاد ان کی زندگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے اتنی کثیر ہو گئی تھی کہ آپ نے اپنے پوتوں و پڑپوتوں کو بڑھتے اور بستے ہوئے دیکھ کر اس جہاں فانی سے انتقال کیا تھا۔ حضرت عمیس جیسے کنعان میں رئیس ریاست تھے اسی طرح آپ نے ملک روم میں آ کر سیاسی اقتدار حاصل کر کے اپنی ایک علیحدہ ریاست قائم کر لی تھی جس میں آپ ایک حکمران کی حیثیت سے حکومت کرتے تھے اس لئے آپ جب فوت ہوئے تو آپ کا بیٹا رعوائیل اتفاق رائے سے رئیس قوم منتخب ہو کر آپ کی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور یہ بھی آپ کی طرح دین کے احکام جاری کر کے لوگوں سے ان پر عمل درآمد کرانے کی

کوشش کرنے لگا ہمیشہ لوگوں کو یہ بھی توحید اور دین حنیف کی دعوت دیتا رہتا تھا آخر جب رعوائل بھی فوت ہو گیا تو پھر اس کا بیٹا ضارہ مسند خلافت پر بیٹھ کر دین حنیف کے احکام جاری کرتا رہا اور حلقہ خدا کو شرک سے منع کر کے توحید پر چلنے کی ہدایت کرتا رہا جب ضارہ نے بھی دنیا سے انتقال کیا تو اس کے بعد گدی خلافت پر اس کا بیٹا موص گدی نشین ہوا یہ بھی شریعت ابراہیمی کے مطابق ملک روم میں احکام جاری کرتا رہا اور لوگوں کو دین حنیف اور توحید کی طرف بلاتا رہا لیکن اس کے وقت میں دین حنیف بہت کمزور ہو رہا تھا بہت لوگ توحید کو چھوڑ کر پھر بت پرستی کرنے لگے تھے جب موص بھی فوت ہو گیا تو مسند خلافت پر اس کا بیٹا ایوب متمکن ہوا یہ حضرت بادشاہ ہونیکے علاوہ نبی اللہ بھی تھے خداوند تعالیٰ نے اہل روم کی ہدایت کیلئے حضرت ایوب کو نبی بنا کر بھیجا تھا چنانچہ اس ضمن میں خدا کی طرف سے ایسی کٹھن آزمائشیں انکی گئیں مگر وہ ان تمام آزمائشوں میں پورے صابر و شاکر پائے گئے اسی لئے آپ کا نام نامی ایوب صابر مشہور ہو گیا جب آپ نے بھی دنیا سے رحلت کی تو آپ کے بعد تختِ خلافت پر آپ کا بیٹا حوئل تخت نشین ہو کر احکام الہی جاری کرنے لگا حوئل کے علاوہ حضرت ایوب صابر کے اور بھی کئی بیٹے تھے جن کے مال مویشی بہت تھے حوئل کے عہد میں حضرت عیص کی اولاد میں اسقدر کثیر اضافہ ہو گیا تھا کہ ملک روم میں تمام بنو عیص کے خاندانوں کو باہم ایک جگہ رہنے کے لئے گنجائش نہیں ملتی تھی اس لئے بنو عیص کے کئی خانوادے ملک روم میں اپنے رہنے کیلئے کافی گنجائش نہ پا کر دوسرے ملکوں کی طرف جانے پر آمادہ ہو رہے تھے چنانچہ ایک دن خود حوئل کے بھائیوں نے حوئل کے پاس آ کر اپنے چراگاہوں کے تنگ ہونے کی شکایت کی اور کہا کہ اب ہمارے مویشیوں کو ان چراگاہوں میں چرنے کیلئے چارہ اور جگہ نہیں ملتی ہم کو تو اب ایسے وسیع چراگاہ چاہئیں جن میں ہمارے مویشی آسانی سے پھر پھرا کر چارا

تلاش کر کے کھا سکیں ورنہ ہم اس ملک کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں جا کر اپنے لئے وسیع چراگا ہیں تلاش کر لیں گے اور وہیں آباد ہو جائیں گے اور اس ملک کو خالی کر دیں گے حوئل نے یہ سن کر بھائیوں کی تنگی و تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے دل میں یہ خیال کیا کہ بہتر ہے کہ ان تمام کے باہر چلے جانے سے میں اپنی وسیع چراگا ہیں ان کے حوالے کر کے خود کسی ملک میں چلا جاؤں تاکہ یہ سب تکلیف نہ اٹھا کر آرام کی زندگی بسر کریں اس طرح میں ان کی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہو جاؤں گا آخر حوئل نے نہایت کشادہ دلی سے اپنی ریاست اور تمام ذاتی چراگا ہیں اپنے بھائیوں کے سپرد کے کے انتظام ریاست سے سبکدوشی حاصل کر لی جس کے بعد خود حوئل اپنا اہل و عیال اور تمام نوکر غلام بمعہ جنگی سامان کے اور باقی اپنا تمام مال مویشی اور چند خاندان بنو عیص سے جو اس کے ہمراہ جانے کو تیار تھے ان کو ساتھ لے کر ملک یونان میں چلا گیا وہاں ایک ویرانہ زمین دیکھ کر بمعہ اپنے اہل و عیال کے مستقل سکونت اختیار کر کے اپنے ہمراہی خاندانوں سمیت وہاں آباد ہو گیا پھر یونان کی قدیم وحشی قوموں کو مغلوب کر کے ان پر اپنی سیاست و حکومت کا سکہ بٹھا کر ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر کے حوئل نے اپنی جدید ریاست ملک یونان میں قائم کر لی جس کے بعد پھر آہستہ آہستہ تمام یونان کو فتح کر کے بادشاہ بن کر حکومت کرنے لگا اخیر جب حوئل اپنی زندگی کے دن پورے کرے دنیا سے انتقال کر گیا تو اس کے بعد تخت حکومت پر اس کا بیٹا بشر نامی سریر آرائے تخت ہوا طبری لکھتا ہے کہ بشر کا دوسرا نام ذوالکفل تھا، خداوند تعالیٰ نے بنو عیص اور اہل یونان کی ہدایت کیلئے ذوالکفل کو بھی نبی بنا کر بھیجا تھا گویا اس طرح حضرت عیص کو بھی اپنی اولاد کے ذریعے شرف نبوت کی عزت حاصل ہو گئی تھی کیونکہ عیص کی اولاد میں سے خدا نے اپنے دو نبی حضرت ایوب و ذوالکفل پیدا کر دیئے تھے اس وجہ سے وہ بھی دونوں کے باپ شمار کئے جاسکتے ہیں الغرض جب ذوالکفل بھی فوت

ہو گئے تو ان کے بعد مسند خلافت پر ان کا بیٹا عبدالنور یا عبدالنور متمکن ہو کر ملک کا انتظام کرنے لگا آخر یہ بھی کچھ مدت کے بعد اپنے وقت معین پر فوت ہو گیا پھر اس کے بعد مسند حکومت پر اس کا بیٹا ارغولس نام بیٹھ کر ملک یونان پر حکومت کرنے لگا جب ارغولس بھی دنیا سے انتقال کر گیا تو اس کے بعد تخت حکومت پر اس کا بیٹا الکیس متمکن ہو کر ملک کا نظم و نسق کرنے لگا، اب ہم اس ذکر کو یہاں چھوڑ کر بنوعیس کے باقی دوسرے قبیلوں کے نام لکھتے ہیں۔

### ان قبیلوں کے نام جو اولاد عیس

#### سے ملک روم میں آباد ہوئے تھے

اسلامی مورخ لکھتے ہیں کہ حضرت عیس کے ایک بیٹے کا نام روم تھا جو اس ملک میں جا کر پیدا ہوا تھا تمام اہل روم اسی کی اولاد ہیں اور اس ملک کا نام بھی اسی کے نام پر روم رکھا گیا تھا حضرت عیس کے فوت ہونے کے بعد جب ان کی اولاد بہت کثرت سے بڑھ گئی تو بنوعیس کے بہت سے خاندان اور قبیلے بن گئے تھے جو مختلف ناموں سے نامزد ہو کر مختلف جگہوں میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور اکثر ان خاندانوں اور قبیلوں کے نام ان کے سردار یا رئیس قبیلہ کے نام پر بولے جاتے تھے۔ چنانچہ خاندان روعومائل کے علاوہ باقی حضرت عیس کی اولاد سے جو خاندان و قبیلے بنے تھے ان کے نام بمعہ ان کے رئیسوں اور مقاموں کے یہ ہیں۔ رئیس تمنع، رئیس لوآن، رئیس متیبت، رئیس اہلبیامہ، رئیس ایلہ، رئیس فینون، رئیس قنز، رئیس تیمن، رئیس بلسار، رئیس مجدائل، رئیس عرام یہ سب رئیس ملک روم میں اپنے اپنے قبیلوں کے سردار اور ریاستوں کے رئیس تھے۔

## فصل پنجم

## سکندر اعظم

بنو عیص جب اول جا کر یونان میں داخل ہوئے تو وہ اپنی علیحدہ علیحدہ بستیاں بسا کر آباد ہو گئے تھے پھر آہستہ آہستہ یونان کی قدیم وحشی قوموں کو انہوں نے مغلوب کر کے یونان کو فتح کر لیا جس کے بعد انہوں نے تمام ملک میں پھیل کر اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لیں ان کی طرز حکومت شخصی بادشاہوں کی بجائے ان کی خاندانی امرا کے ہاتھ میں ہوتی تھیں وہ ہر جگہ جمہوری طرز کی حکومتیں قائم کرتے جاتے تھے جیسے اہل یونان حکومت خواص یعنی چند آدمیوں کی حکومت کے نام سے موسوم کرتے تھے چنانچہ ساتویں صدی قبل از مسیح تک سوائے علاقہ اسپارٹہ کے یونان کی ہر ریاست میں انتظام سلطنت انہی امرا خاندانی کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور اگر کہیں بادشاہت باقی رہی تھی تو وہ محض ایک نمائشی اور رسمی چیز تھی اکثر مورخین کی رائے ہے کہ اس زمانہ میں بنو عیص کی آبادی غالباً ایسی زیادہ نہیں تھی وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھے جن کے مختلف شہروں میں باہد گریل جول اور خاصی آمدورفت جاری تھی اور رسم و رواج یا زبان و معاشرت لحاظ سے وہ قریب قریب ایک سے تھے ان کی عام حالت ایک جنگجو دیہاتی آبادی کی سی تھی جو اپنے سیدھے سادھے طریقوں سے اور خوشگوار آب و ہوا میں مگن ہو مذہب و معاشرت کی یکسانیت کی بدولت وہ بیسیوں قبائل اور ریاستوں میں بی ہونیکے باوجود ایک ہی کل کے اجزاء معلوم ہوتے تھے، بنو عیص کا پیشہ زیادہ تر گوال یعنی مویشی کی پرورش و زراعت تھا صنعت و حرفت برائے نام تھی مگر شکار ماہی گیری اور جنگ آمدنی کے معقول ذریعے سمجھے جاتے تھے زراعت میں غلہ اور

انگور کی کاشت نیز باغبانی بھی شامل تھی اس میں بیل سے مدد لی جاتی تھی اور بارکشی میں گدھے اور خچر کام دیتے تھے گھوڑا شاذ و نادر سواری میں استعمال ہوتا تھا البتہ لڑائی کے وقت جنگی رتہوں میں اسے ہی جوتے تھے اور مویشیوں میں گائے بھینس اور بھیڑ بکری پالے جاتے تھے اور انہی کا دودھ وہی کھاتے تھے اذنی درجے کا کام غلاموں سے لیا جاتا تھا اور جہاز رانی سے بھی انہیں واقفیت تھی بہت سی دھاتوں کے متعلق بھی معلومات رکھتے تھے گولوپے کا تیار کرنا ابھی تک دشوار تھا مگر اس سے وہ کام لینے لگے تھے اور کپڑے کی بنائی عورتوں سے مخصوص تھی لیکن اچھے بنے ہوئے کپڑے کنعانیوں سے خریدتے جاتے تھے جن کی تجارت کا یونانی سمندروں میں کوئی مد مقابل نہیں تھا اسلحہ البتہ خاص یونان میں تیار ہوتے تھے ذات پات کی نامبارک قیودان میں مفقود تھیں بیش بہا امرا اور عوام دونوں طبقے ان میں موجود تھے لیکن ملکی معاملات میں عوام برابر کے شوق اور دعوے کے ساتھ حصہ لیتے تھے اور امراء کا امتیاز محض نسب پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کے لئے ذاتی دلیری اور قوت و فراست لازمی تھی اور یہ اوصاف اوروں کی دسترس سے بھی باہر نہ تھے طرز سلطنت اگرچہ شخصی تھا لیکن بادشاہ محض امرا اور احرار کا ایک سرکردہ ہوتا تھا جو طبقہ اول کے مشورے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا اور اہم معاملات میں اسے قوم کی رضامندی بھی لینی ضروری ہوتی تھی البتہ سپہ سالاری اور اعلیٰ پر دہت کا منصب اس کے واسطے خاص تھا اور اسی لئے اس کی بڑی فوقیت یہ ہوتی تھی کہ وہ جسمانی قوت اور دلاوری و عقل اور تجربہ کاری میں دوسروں سے بڑھ جائے وہ شعائر دینی کی ادائیگی میں رہنمائی اور قوم کی طرف سے نذر و نیاز یا قربانیاں بھی کرتا تھا وہ اکثر سن رسیدہ اور تجربہ کار امرا کی معیت میں مسند عدالت پر بیٹھ کر مقدمات کے جھگڑے چکاتا لیکن اس کا مقصود صرف کمزور کو طاقتوروں کے جبر و تشدد سے بچانا ہوتا تھا کیونکہ جب تک کوئی مدعی نہ ہو سرکار کسی کے معاملے میں دخل نہ دیتی تھی، غریب الوطنوں



کی مہمانی اور سفرائے غیر کی خاطر مداراں کا فرس بھی بادشاہ کے ذمے ہوتا تھا مال غنیمت میں اس کا حصہ اوروں سے کچھ زیادہ ہوتا اور اپنی مقررہ زمینوں کے حاصل کے سوائے رعایا محض خوشی سے جو کچھ پیش کر دے وہی اس کی آمدنی تھی اور ایک چوہدار جو عصائے شاہی لئے اس کے آگے آگے چلتا اس کا نشان بادشاہی ہوتا تھا سرکاری مجلسوں اور تہواروں میں اسے صدر پر جگہ دی جاتی تھی اور قربانی کی ضیافتوں میں بھی اس کا حصہ دوہرا ہوتا تھا گفتگو میں اسے بالفاظ تعظیسی خطاب کرتے تھے مگر اس کے علاوہ اس کے پاس آنے جانے یا نشست برخاست میں کسی ایسے غلامانہ آداب یا ضابطے برتنے کی ضرورت نہ تھی جو ایشیائی درباروں کی خاص شان ہے لڑائی میں لوگ اپنے ہونے پر فخر کرتے تھے غرض بنو عیص کا اس زمانہ سے جبکہ وہ ملک یونان میں وارد ہوئے تھے اس زمانہ ورود سے لے کر پانچ صدی قبل از مسیح تک ان کا یہی حال رہا اس زمانہ میں بنو عیص کے جو بادشاہ گزرے ہیں ان کے واقعات و حالات کی کوئی صحیح و مستند تاریخ نہیں ملتی اور جو کچھ بھی معلومات و تحقیقات کا ذریعہ ہے ان کا دار و مدار یونانی بھاٹوں کی نظموں اور کہانیوں اور شعراء کے افسانوں یا گوجر قوم کی تاریخ پر منحصر ہے لیکن ہم کوشش کریں گے کہ تاریخ یونان قدیم کے وہی حالات لکھیں جو زمانہ ماضی و حال کے مورخین اہل تحقیق و تدقیق کے نزدیک معتبر و مستند مانے گئے ہیں۔

لکھتے ہیں کہ ارغولیس بن عبدان بن ذکفل یا بشر بن حوٹل بن ایوب بن موصل بن ضارہ بن رعوائیل بن عیص جب رئیس قوم منتخب ہو کر مسند حکومت پر بیٹھا تو اس نے مسند پر بیٹھتے ہی اپنے پوتے پر سکس کو ایشیا کی تسخیر کرنے کے واسطے بھیجا تھا اس لئے ارغولیس کے تمام کارناموں کا میدان ملک شام و ایشیا کو چک میں ہے جب ارغولیس فوت ہو گیا تو قوم نے اس کے بیٹے الکئیس کو جائز وارث سمجھ کر مسند خلافت ال کئیس کے سپرد کی اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر ملک کا

خوب انتظام کیا پھر اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا امفی تریون مسند نشین ہوا لیکن اس وقت بنوعیس میں ذاتی کاوشیں اور تنازعات پیدا ہو گئے اور خانہ جنگی شروع ہوئی پرسکیس کے تیسرے بیٹے ستھی نیلوس نے اپنے بھائی امفی تریون کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور قتلِ جد کے الزام پر ملک سے نکال کر اس کی بادشاہت چھین لی اور خود بادشاہ بن گیا تب امفی تریون اور اس کی بیوی شہر تھمپنر یا شہر (تھمپہ) میں جا کر آباد ہو گئے اور وہیں ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ہرقلیس (ہرکیولیز) رکھا جب ہرقلیس سن بلوغ سے نکل کر شباب میں پہنچا تو وہ بڑا شجاع و بہادر ثابت ہوا یہی سبب تھا کہ اہل یونان اس کے قد و قامت شجاعت کے فوق العادت کارناموں کی وجہ سے اس کو دیوتا مان کر اس کی پرستش کرتے تھے اس رسم کے ابتدائی کارنامے پوشیہ کے علاقوں سے متعلق ہیں جہاں تھس پیہ کے شیر کو مار کر اس نے مویشی کو نجات دلائی تھی اور شاہ ارجی نوس کو قتل کیا جو مجبور و مغلوب اہل تھمپنر کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آیا کرتا تھا اسی موقع پر اس نے سنی س ندی کی زمین دوز زدگاہ کو توڑ کر وہاں جھیل بنا دی تھی تاکہ دشمن اسے عبور نہ کر سکیں اس عرصے میں مائی کینہ کے تخت پر اس کے چچا ستھی نلوس کا بیٹا یورس تھمپس نامی تاجدار بن کر متمکن ہو چکا تھا یہ وہی شخص تھا جسے ہرقلیس کے ساتھ خاص عداوت تھی مگر ہرقلیس باوجود اتنا شاہزور و بہادر ہونے کے اپنے باپ امفی تریون کی وراثت اس سے واپس لینے میں کامیاب نہ ہو سکا آخر ہرقلیس اپنی عمر کے دن پورے کر کے فوت ہو گیا اور اس کے مرنے کے بعد یورس تھمپس نے ہرقلیس کے بیٹوں کو گرفتار کرنا چاہا مگر وہ بھاگ گئے اور شہر بہ شہر چھپتے پھرے حتیٰ کہ ایٹی کا علاقہ میں جا کر انہوں نے پناہ لی پھر اپنے ایک رشتہ دار مستی تھی سی ایس کی مدد لے کر غاصب یورس تھمپس کو آ کر انہوں نے مغلوب کیا اور علاقہ مائی کینہ کی بادشاہت اپنے بھائی یعنی ہرقلیس کے بڑے بیٹے ہائی لیس کے سپرد کر

دی ہائی لیس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر ملک کا خوب انتظام کیا جب وہ مر گیا تو اس کا فرغوی النسل ماموں قابض تخت ہو کر بادشاہ بن گیا اس نے ہائی لیس کی اولاد کو محروم المیراث کر کے شہر مائی کینہ سے نکال دیا۔ تب ہائی لیس کے بیٹے محروم المیراث ہو کر شہر آرگس میں چلے گئے وہاں جا کر اپنی منتشر قوتوں کو انہوں نے فراہم کرنا شروع کیا اور شہر آرگس کو اپنا جدید دار الحکومت قرار دے کر سب نے اپنے بڑے بھائی یعنی ہائی لیس کے بڑے بیٹے زو تھنئیس کو بادشاہ منتخب کر کے اطمینان سے حکومت کرنے لگے زو تھنئیس بھی بہت اچھا منتظم بادشاہ ثابت ہوا جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے مند حکومت پر اس کا بیٹا آئی نیکس متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا لیکن خانہ جنگی پھر شروع ہو گئی خود آئی نیکس کا بڑا بیٹا آیوئیس اس کے خلاف ہو گیا جس کی وجہ یہ تھی کہ آئی نیکس اپنے بعد اپنے چھوٹے بیٹے کو تخت کا وارث بنانا چاہتا تھا اس بنا پر باپ بیٹے میں آخر سخت جنگ ہوئی تو باپ نے آیوئیس کو شکست فاش دے کر ملک مصر کی طرف بھاگا دیا جب آیوئیس باپ سے شکست کھا کر ملک مصر میں آ کر سکونت پذیر ہو گیا تو اس وقت اس کا ایک بیٹا پروکاس نامی اس سے جدا ہو کر علاقہ مقدونیا میں چلا گیا اس نے وہاں جا کر مستقل سکونت اختیار کر کے رہنا شروع کیا۔ اب اسی کی نسل سے شاہان مقدونیا کے خاندان کا آغاز ہوتا ہے گو پروکاس کو مقدونیا میں خود سیاسی اقتدار حاصل نہیں ہوا لیکن اس کے بعد اس کی اولاد نے اس علاقے میں سیاسی اقتدار حاصل کر کے اپنی حکومت کا سکہ بٹھا دیا تھا غرض جب پروکاس فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے کلائیلیس نامی نے علاقہ مقدونیا میں رہ کر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کئے اور اہل مقدونیا سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے اور ان کی اصلاح کرنے کا اس نے بیڑا اٹھایا جس کی وجہ سے دن بدن اس کی عزت و وقعت لوگوں میں بڑھنے لگی آہستہ آہستہ پھر اس نے ایک چھوٹے سے رقبہ کا انتظام ہاتھ میں لے کر ایک منتظم کی

حیثیت اختیار کر لی اور اپنے مال و املاک کو بڑھا کر رئیس اعظم بن گیا اور اپنے رقبہ کے لوگوں پر حکومت کرنے لگا آخر کلائیلس اپنی زندگی کے دن پورے کر کے جب فوت ہوا تو اس کے بعد اس کی جاگیر کا منتظم اس کا بیٹا انیٹس نامی مقرر ہوگا جس نے اپنے باپ کے کام کو اور ترقی دے کر اپنی جاگیر و رقبہ کو وسیع کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی اپنے تمام خاندان کو مصر سے طلب کر کے مقدونیا میں آباد کیا جس کے بعد فوج فراہم کر کے اس سے کام لینے لگا اور اپنی اصل جاگیر بڑھا کر یہاں تک کیا کہ تمام ریاست مقدونیا پر قابض ہو کر بادشاہ بن گیا آخر انیٹس اس جدید ریاست کو اپنے بیٹے امن تاس کے سپرد کر کے جہاں فانی سے انتقال کر گیا جس کے بعد امن تاس نے مسند ریاست پر متمکن ہو کر ریاست کے نظم و نسق کو درست کرنا شروع کر دیا لیکن ۵۲۳ قبل از مسیح دارا اعظم شاہ ایران نے مقدونیا پر حملہ کر دیا تو امن تاس نے مقابلے کی تیاری نہ لاکر دارا اعظم ایران کی اطاعت قبول کر کے اس کو خراج دینا منظور کیا جب امن تاس فوت ہو گیا تو اس کے بعد مسند حکومت پر اس کا بیٹا سکندر اول مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا یہ بھی حکومت ایران کا وفادار اور باجگزار بنا رہا اس کے مرنے کے بعد مسند خلافت پر اس کا بیٹا طریقوس مسند نشین ہو کر ملک کا انتظام کرتا رہا وہ بھی حکومت ایران کی زیریادت اپنے باپ کی طرح ساری زندگی گزار کر دنیا سے چلا گیا اور عنان حکومت اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے پروکاش ثانی کے ہاتھ میں آئی پروکاش ثانی کے تعلقات بھی دولت ایران سے اچھے رہے وہ بھی ہمیشہ دولت ایران کے ساتھ اپنی عقیدت و دوستی کا اظہار کرتا رہا آخر جب وہ فوت ہوا تو اس کے بعد تخت حکومت پر اس کا بیٹا اریکیوس سریر آرائے تخت ہو کر انتظام ملک کرنے لگا اس نے تخت ایران کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات و روابط کو زیادہ مستحکم کر کے اور اطمینان کے ساتھ ملک کا انتظام کرنا شروع کر دیا تھا اس نے بڑے بڑے یونانی مدیروں و اہل کمال سے

میل جول پیدا کر کے ملک کی اصلاح کرنی شروع کر دی تھی جسکی وجہ سے مقدونیا کے دربار میں رفتہ رفتہ یونانی اہل فن و شعر نظر آنے لگے تھے وہ مقدونیا کا سب سے پہلا مصلح اور محسن سمجھا جاتا ہے اس نے جا بجا قلعے و شہر تعمیر کر کے سیدھے راستے بنائے تھے اور اندرون ملک کے نظم و نسق کو بہت کچھ درست کر کے مقدونیا کی نیم برہنہ رعایا کو جواب تک مدینیت و تعلیم سے بالکل نا آشنا تھی اس کو تعلیم و مدینیت سے آشنا کیا اریکلیوس نے اس کی طرف بہت توجہ کی تھی کہ انہیں آدمیت کے ابتدائی سبق سکھائے جائیں اور غالباً اس نے سوار و پیادہ فوج کی تنظیم بھی کی تھی جو کہ آگے چل کے دنیا کی بہترین سپاہ بن گئی تھی۔

۳۹۹ قبل از مسیح میں جب اریکلیوس نے وفات پائی تو اس کا بڑا بیٹا امن تلس ثانی تخت مقدونیا پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا تھا اس وقت ریاست مقدونیا کو سب سے بڑا خطرہ یونانی آبادکاروں سے پیدا ہو گیا تھا جو تھریس اور چالکی ڈیس پر آئے تھے اور روز بروز اندرون ملک میں پھیلتے جاتے تھے خصوصاً جب شہر اولن تھس کو اقتدار حاصل ہوا تو مقدونیا کے اکثر ساحلی علاقے امن تاس ثانی کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اس پر امن تاس نے اسپارٹہ کی حکومت سے مدد کی درخواست کی تھی ۳۷۹ قبل از مسیح میں یہ شہر امن تاس نے تسخیر کر لیا تھا جس کا مفصل ذکر تاریخ یونان قدیم میں مذکور ہے مگر اس وقت اہل اسپارٹہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا کہ ایک دن یہی اہل مقدونیا قوت پا کر خود تمام یونان کے فاتح اور مالک بن جائیں گے۔

جب امن تاس ثانی فوت ہو گیا تو اس کے بعد تخت سلطنت پر اس کے دو بیٹوں نے باری باری بیٹھ کر حکومت کی ان کے بعد پھر امن تاس کا تیسرا بیٹا فلپ ثانی تخت نشین ہوا جس کو مشرقی مورخ فیلقوس کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۳۵۹ قبل از مسیح میں مقدونیا کا یہی بادشاہ یونان کی آزادی کا سخت دشمن تصور کیا جاتا

ہے اس نے یونان کے بہت سے علاقے فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کر لئے تھے اس کی اوالعزمی و بلند خیالی کے لئے مقدونیا ایک طرف سارے ملک یونان کا میدان جنگ تھا اور جو بہت دن پہلے سے دولت عجم کو تسخیر کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا جس کی تعبیر اس کے زیادہ نامور اور زیادہ اقبال مند بیٹے سکندر اعظم کے عہد میں نکلی تھی۔

فیلقوس ثانی کا وہ نامور بیٹا سکندر ثالث تھا جو سکندر اعظم کے نام نامی سے مشہور ہے جو حضرت مسیح سے ۳۵۶ سال پیشتر یا آج سے ۲۲۷۲ سال پیشتر مقدونیا متصل ملک یونان میں پیدا ہوا تھا اس کی والدہ اوپلیس نامی نیو پٹولیمس شاہ اسپرس کی دختر تھی اسی لئے سکندر اعظم ماں اور باپ کی جانب سے اپنا سلسلہ نسب ہرقلیس مشہور دلاور تک پہنچایا کرتا تھا اگر ہمیں سکندر اعظم کے حالات سے ماسوائے اس کے کہ حکیم ارسطو اس کا معلم تھا مطلق آگاہی نہ ہو تو بھی ہم اس حکیم انفس معلم کی نسبت سے شاگرد کی قابلیت کے خیالات کی نسبت پر ہی اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں کیا عجب اتفاق تھا کہ ایک ایسے بڑے جلیل القدر اور اول درجہ کی فاتح کی تعلیم کے لئے سب سے پہلا عظیم الشان فلاسفر میسر ہو گیا تھا یعنی سکندر کوئی بارہ برس کا ہوا تھا تو اس کے باپ نے ارسطو کو اس کا اتالیق مقرر کیا جس رتبہ کا شاگرد تھا اسی پایہ کا اس کو استاد ملا تھا شاگرد نے اپنی فتوحات سے ایک عالم کو مسخر کیا اور استاد نے اپنی تصانیف سے جہان کو معتقد بنایا اس استاد کامل نے تین برس کے اندر سکندر کو بہت علوم سے ماہر کر دیا اور اس کی حسن خدمت کے صلہ میں فیلقوس نے اس کے شہر کو جسے پہلے ویران کر دیا تھا، از سر نو آباد کیا۔

سکندر کی عمر کوئی سولہ برس کی ہوگی کہ اس کے باپ نے قسطنطنیہ کے قرب و جوار کے علاقہ پرتاخت کی اور بیٹے کو دار الخلافہ میں اپنی بجائے چھوڑ گیا باپ کی غیبت میں سکندر سلطنت کا نظم و نسق بڑی خوش اسلوبی اور لیاقت سے کرتا رہا اور

ایک قوم جو اس کے پیچھے باغی ہو گئی تھی اسے مطیع کر لیا پھر باپ کے ہمراہ جا کر یونانیوں سے لڑا اور فتح یاب ہوا انہی باتوں سے مقدونیہ کے لوگ سکندر کو بادشاہ اور فیلقوس کو جرنیل کہتے تھے لیکن وہ بھی بیٹے کی محبت میں اس سے ناخوش نہ ہوتا تھا مگر آخرش بیٹے میں اُن بن ہو گئی جس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ فیلقوس نے پچھلی عمر میں ایک اور شادی کی نکاح کے روز جب سب مہمان محفلِ رقص و سرور میں جمع تھے اور شراب کا دور چل رہا تھا تو اس وقت دلہن کا چچا شراب کے نشہ میں ہنکار اٹھا کہ اے ہتھار مجلس دعا کرو کہ خدا اس نوکتخدا کو اولاد دے اور تخت کا حقیقی وارث پیدا کرے یہ سن کر سکندر ایسا فروختہ ہوا کہ شراب کا پیالا جو ہاتھ میں تھا اس کے منہ پہ کھینچ مارا اور یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا کہ تو مجھے حرامی بناتا ہے فیلقوس کو بھری مجلس میں بیٹے کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری اور نشہ شراب میں تلوار لے کر بیٹے کو مارنے کے لئے اٹھا مگر خیر گزری کہ غصہ کے جوش اور شراب کے نشہ میں لڑکھڑا کر گر پڑا سکندر نے کہا کہ تو ایشیا پر چڑھائی کی تیاریاں کیسی کر رہا ہے تجھ سے تو دو قدم بھی چلا نہیں جاتا اور گر گر پڑتا ہے غرض سکندر اس طرح اپنے باپ سے آزرده خاطر ہو کر مقدونیہ کی ایک قریب کی ریاست میں چلا گیا اور وہاں اپنی ماں کو ماموں کے ہاں پہنچا دیا۔

### سکندر کی شادی اور تخت نشینی

سکندر کے ماموں کی ایک نہایت حسین و جمیل بیٹی تھی جس کا نام مزواتس تھا جن دنوں سکندر اپنے ماموں کے پاس رہا کرتا تھا انہی دنوں سکندر کی والدہ نے اپنے بھائی سے ایک دن درخواست کی کہ وہ اپنی بیٹی مزواتس کی شادی سکندر سے کر دے اس نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور اپنی بیٹی مزواتس کی شادی بڑی دھوم دھام سے سکندر کے ساتھ کر دی جس کے بعد سکندر بمعہ بیوی اور ماں کے اس وقت تک اپنے ماموں کے پاس رہا جب تک کہ وہ اپنے باپ کے بعد تخت

مقدونیا پر بیٹھ کر بادشاہ نہیں بنا تھا اسی جگہ میں سکندر کی بیوی مزواتس کے لطن سے سکندر کا ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام خود سکندر نے اسکندارلس رکھا تھا اور جس کو مشرقی مورخ اسکندروس کے نام نامی سے نامزد کرتے ہیں یہ وہی لڑکا تھا جو آج قوم گوجرا کا مورث اعلیٰ کہلاتا ہے یونان کا ایک سوداگر جو خاندان کا امیر اور فیلقوس سے رسم اتحاد رکھتا تھا ایک دن فیلقوس کے پاس بطور مہمان آیا، فیلقوس نے اثنائے گفتگو میں اس سے دریافت کیا کہ یونان کی ریاستوں میں اتفاق کی کیا صورت ہے اس نے جواب دیا کہ جب خود تمہارے گھر میں سلوک نہیں ہے تو پھر اوروں کا کیا حال پوچھتے ہیں دوست کی اس بات نے فیلقوس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ فوراً اس نے اسی دوست کو بھیج کر اپنے بیٹے سکندر کو مقدونیا میں طلب کر لیا سکندر اپنی بیوی والدہ اور بچے کو وہیں ماموں کے پاس چھوڑ کر اسی سوداگر کے ہمراہ مقدونیا میں چلا آیا مگر باپ بیٹے میں پھر کسی بات پر دوبارہ ان بن ہو گئی جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سکندر کی والدہ نے جو کینہ توز اور مغرور عورت تھی باہم باپ بیٹے میں صفائی نہ ہونے دی ادھر سکندر کی پیاری بیوی مزواتس بھی دو سال کا بچہ چھوڑ کر اسی اثنائے میں بعارضہ ذات الخب فوت ہو گئی جب مقدونیا میں سکندر کو اپنی بیوی کے فوت ہونے کی خبر ملی تو وہ فوراً اپنے ماموں کے پاس اسی جگہ پہنچا اور اپنے ننھے بچے کو لے کر اس کی غور و پرواخت اپنی والدہ کے متعلق کر کے خود واپس مقدونیا میں چلا آیا اور اس کا بیٹا ننھیال میں رہ کر وہیں اپنی دادی کی گود میں پرورش پاتا رہا لیکن جب سکندر بادشاہ ہوا تو پھر اس نے اپنی والدہ اور بیٹے کو بھی مقدونیا میں بلا کر اپنے پاس رکھا۔

فیلقوس جن دنوں مہم ایشیا کے لئے تیاریاں کر رہا تھا کہ اپنی دختر کی شادی میں ایک امیر کے ہاتھ سے ۳۳۶ قبل حضرت مسیح مارا گیا، فیلقوس کی ناگہانی موت کی خبر سن کر یونان کی بہت سی ریاستوں نے جب دیکھا کہ تخت و تاج کا وارث ایک نا تجربہ کار لڑکا رہ گیا ہے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ شاہان مقدونیا کی



اطاعت سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جاویں اس لئے بغاوت پر سب ریاستیں مستعد ہو گئیں سکندر بیس برس کی عمر میں مقدونیہ کے تخت پر بیٹھا اور اپنے باپ کے بڑے بڑے ارادوں کو سنبھالنا چاہا گو اس وقت چاروں طرف سے اسے خطرہ ہی خطرہ نظر آتا تھا کیونکہ شمال سے وحشیوں کے مہیب حرکات اور جنوب سے کے ہن یونانیوں کی شورش سکندر جیسے نوجوان تخت نشین کے دھمکانے کے لئے کافی تھیں لیکن اس کی طبیعت کی جسارت اور خداداد لیاقت و استقلال ان تمام خطرات پر غالب آگئی اہل تہسلی نے اس کو اپنی ریاست کا حاکم تسلیم کر لیا اور قوم ایمفلکفان نے بلا تعرض اس کو وہ تمام اعزاز بھی سپرد کر دیئے جن سے فیلقوس معزز کیا گیا تھا گو سکندر ابھی جواں سال شاہزادہ تھا لیکن اس کی تعلیم کی تکمیل عرصہ سے ہو چکی تھی وہ ہمیشہ اپنے آپ کو مشہور دلاوروں پہلوانوں اور دیوتاؤں کا جانشین سمجھتا تھا اس کا خیال تھا کہ اسم چیلز کی تلوار کو استعمال کرنا میرا فرض اور نیز میری عزت کا باعث ہے اس کے دل میں رجز خوانی سے جوش مردانگی پیدا ہو جاتی تھی اور مطالعہ سے دل و دماغ کو روشنی حاصل ہوتی تھی۔ جب سکندر سے اکثر یونان کی قومیں منحرف ہو گئیں تو اس کے وزیروں نے اسے مشورہ دیا کہ یونانیوں سے معترض ہونا چاہیے تاکہ ہمارے پیچھے جب ہم مہم ایشیا پر جائیں تو یہ شورش نہ مچائیں مگر سکندر اعظم نے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا میں جب تک گھر کا انتظام درست نہ کر لوں میرے شان کے شایاں نہیں کہ میں باہر جا کر لوگوں کو دھمکاؤں غرض اس نے یونانیوں کو کچھ تو سختی اور کچھ نرمی سے جس طرح ہوسکا سنبھالا، اس اثنائے میں اس کی کامیابی کی بڑی وجہ اس کی طبیعت کی ہوشیاری اور پھرتی قرار دی جاسکتی ہے وہ دفعتاً جو ایشیا کا فساد فرو کرنے کیلئے چڑھ گیا اور یکا یک قوم تہبیز کے دروازوں پر اس طرح جا موجود ہوا کہ وہاں کے لوگ حیران و ششدر رہ گئے اس کی قوت بازو اور جسارت طبع کے باعث لوگوں کی نگاہ میں اس کی رحمت فیلقوس سے بھی زیادہ ہو گئی تھی ریاست لیس و یمن کے سوائے یونان کی باقی سب ریاستوں نے بمقام کارنٹ اپنے وکیل بھیج کر کمال اطاعت اور تابعداری کے اظہار کے بعد مہم فارس کے لئے

(۱) اچیلز یونانیوں کے ایک دیوتا کا نام تھا۔

اس کو اپنا سپہ سالار تسلیم کیا یہ وہی عہدہ ہے جو کچھ عرصہ پیشتر اس کے والد کو تفویض کیا گیا تھا لیکن سکندر کے باقی حالات بخوف طوالت اب ہم یہیں ختم کرتے ہیں کیونکہ یہ تواریخ جو لکھی جا رہی ہیں قوم گوجر کی ہے اس میں کسی صاحب نسب کے حالات اسی قدر لکھے جا رہے ہیں جس قدر کہ ان حالات کا اس تاریخ سے تعلق ہے اگر کسی ناظر تاریخ کو سکندر کے مزید حالات اور ایشیائی فتوحات دیکھنے کا شوق ہو تو وہ سکندر نامہ فارسی یا گلدستہ شجاعت کو مطالعہ کرے۔

## فصل ششم

### شہزادہ گرجی

شہزادہ گرجی سکندر اعظم کا بیٹا اور قوم گوجر کا جد امجد ہے یہ تمام قوم گوجر جو آج ہندوستان میں ہر جگہ آباد نظر آتی ہے یہ سب اسی شہزادہ گرجی کی نژاد اور اولاد ہے اس شہزادہ کا اصل نام اسکندارلس تھا اور شہزادہ گرجی اس کا اعزازی و صفاتی لقب ہے جس کی وجہ تسمیہ ہم آگے چل کر اس موقع پر لکھیں گے جبکہ وہ اس لقب گرجی سے ملقب ہوا تھا جس روز وہ اپنے والدین کے گھر پیدا ہوا تو اس کی والدہ مزواتس نے اس کا نام یوسینیس تجویز کیا تھا لیکن اس کے باپ سکندر اعظم نے اس نام کو ناپسند کر کے اس کا دوسرا نام خود اسکندارلس رکھا تھا جو بعد میں اصل نام قرار پا کر تمام ملک یونان میں مشہور ہوا مگر مشرق میں اس شہزادہ کو مشرقی زبانوں اور تاریخوں میں شہزادہ اسکندروس کے نام نامی سے نامزد کیا جاتا تھا اس لئے ہم نے بھی اپنی اس تاریخ میں ہر موقع پر اس شہزادہ کا نام اسکندروس تحریر کیا ہے شہزادہ اسکندارلس یا اسکندروس کی تربیت اور پرورش ایسے عمدہ طریق پر ہوئی تھی کہ جس کی وجہ سے وہ بہت جلدی جوان ہو گیا جوان ہو کر مشہور شجاع زمانہ بہادر طاقتور نکلا وہ اس قدر شاہزور تھا کہ گیارہ روٹہ کی آہنی چادروں کو جن کو موٹائی چار انچ ہوتی ہے تیر سے چیر ڈالتا اور کوئی پہلوان اس کا تیر نہ نکال سکتا تھا جب وہ

اپنی والدہ کی گود میں پرورش پا رہا تھا تو اس وقت بھی وہ تو مند اور توانا بچہ نظر آتا تھا جب اس کی عمر ایک سال ہوئی تھی تو وہ دو سال کا معلوم ہوتا تھا اور جب پانچ سال کا ہوا تو اس وقت وہ دس سال کا لڑکا نظر آتا تھا اس کا جسم سڈول اور قوائے جسمانی بہت مضبوط تھے جب وہ اپنے ہم عمر لڑکوں میں کھیلا کرتا تو تمام لڑکوں کو مارتا دباتا اور ان سے کشتی کرتا ہر ایک چیز ان سے جبراً چھین لیتا اور ہمیشہ مردانہ و بہادرانہ عادات و اطوار ظاہر کرتا تھا ابھی وہ دو سال کا بچہ ہی تھا کہ اس کے سر سے اس کی ماں کا سایہ اٹھ گیا تھا تب اس کے باپ سکندر اعظم نے اس کی تعلیم و تربیت کا کام خود اپنی والدہ اوپلس کے سپرد کیا جس کے بعد شہزادہ اسکندروس اپنی دادی اوپلس کی آغوش عاطفت میں پرورش پانے لگا تھا ابھی وہ صغیر سن تھا کہ علامات فراست و شجاعت ظاہر ہوتی تھیں اور استقلال شاہانہ چہرہ سے عیاں تھا ابتدا میں وہ اپنی دادی کے کہنے پر چلتا رہا جب وہ بڑا ہوا تو اپنے باپ کا بھی ویسا ہی تابعدار اور فرمانبردار بن گیا جیسا کہ وہ اپنی دادی کا فرمانبردار تھا اور بچپن کی حالت میں جب کبھی سکندر اعظم اس کو اپنی گود میں اٹھایا کرتا تھا تو اس وقت سکندر کو اپنی پیاری بیوی مزوٹس بھی یاد آ جایا کرتی تھی۔

ایک دن شہزادہ کو جنگی کھیلیں کھیلتا ہوا دیکھ کر سکندر اعظم نے اپنی فراست سے اس کے رجحان طبیعت کو سمجھ کر کہ اس کے مناسب حال کس قسم کی تعلیم مفید ہو گی اس نے شہزادہ کا استاد بجائے کسی فلسفی و منطقی حکیم کے ایسے جنگی پہلوان کو اس کی تعلیم کے لئے مقرر کیا کہ جو فنون جنگ اور گرز اندازی میں بڑا ماہر و تجربہ کار جرنیل تھا اور اس استاد نے شہزادہ اسکندروس کو سواری، نیزہ بازی، نشانہ بازی، پٹے بازی، تلوار چلانا اور نبوٹ کشتی وغیرہ کی تعلیم دی اس کے بعد پھر اس نے گرز اندازی سکھانا شروع کی گرز اندازی سیکھنے کا خود شہزادہ کو بھی بہت شوق تھا اس لئے استاد نے اس فن کو خاص کر سکھانے اور شاگرد نے خاص کر سیکھنے میں بہت

کوشش کی شہزادہ کا وہ جنگی استاد گرز اندازی کے کرتب دکھانے اور گرز چلانے میں ایسا بے نظیر اور شہرہ آفاق پہلوان تھا کہ کوئی دوسرا پہلوان اس کا ثانی تمام ملک یونان میں نہیں ملتا تھا جیسا وہ خود جملہ فنون حرب سے ماہر اور فن گرز اندازی کے کرتبوں میں مشہور تھا ویسا ہی اس نے اپنے شاگرد شہزادہ اسکندروس کو ان تمام فنون اور کرتبوں سے واقف اور ماہر کر کے جنگی پہلوان بنا دیا تھا غرض شہزادہ جب ان تمام فنون جنگ میں دستگاہ کامل بہم پہنچا چکا تو پھر ادھر سے فارغ ہو کر وہ دیگر علوم طب فلسفہ منطق ریاضی وغیرہ کی طرف متوجہ ہوا اور دوسری طرف سکندر اعظم بھی مہم ایران کی تیاریاں مکمل کر کے ایران کو فتح کرنے کے لئے انہی دنوں یونان سے روانہ ہو گیا جس کے بعد شہزادہ اسکندروس کی دادی نے اس کے شوق علم کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسے فلسفی حکیم کو جو کہ تمام علوم سے پورا واقف اور بڑا عالم فاضل تھا اس کا معلم مقرر کیا مگر ابھی شہزادہ کی تعلیم کی تکمیل نہیں ہوئی تھی کہ وہ اس تعلیم کو چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس ایران میں چلا گیا۔

### شہزادہ اسکندروس ایران میں

سکندر اعظم اور شہزادہ اسکندروس دونوں باپ بیٹا میں کمال درجہ کی محبت تھی جن دنوں سکندر وطن میں تھا تو وہ اس کو ایک گھڑی بھی اپنے سے جدا نہیں کرتا تھا پھر جب وہ ایران میں جانے لگا تو اس وقت شہزادہ کو وہ تعلیم کے لئے با امر مجبوری وطن میں چھوڑ گیا تھا مگر ایران میں جا کر سکندر کا دل بغیر شہزادہ کے بہت اداں ہو گیا اس لئے جب اس نے دارا کو شکست فاش دے کر تمام ایران کو فتح کر لیا تو اس وقت پھر اس نے اپنی والدہ کو ملک یونان میں ایک خط لکھ کر روانہ کیا اور اس میں لکھا کہ میرے بیٹے شہزادہ اسکندروس کو بہت جلد ہی کسی فوجی کمک کے ہمراہ جو ایران آنے والی ہو میرے پاس بھیج دیں اس خط کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا خط اپنے قائم مقام کو بھی لکھا کہ اب میں ایران کے بعد ممالک ترکستان اور

ہندوستان کو فتح کرنا چاہتا ہوں اس لئے تم کو یہ حکم لکھا جاتا ہے کہ بہت جلد ان ممالک کو فتح کرنے کیلئے ہمارے پاس مزید کمک روانہ کرو غرض جب یہ دونوں خط ملک یونان میں پہنچے تو اہل یونان نے فتح ایران کی خبر سن کر تمام ملک میں بڑے جشن اور خوشیاں منائیں اور جذبہ خوشی میں ہزار ہا یونانی و رومی بہادر جنگ ترکستان کے لئے بھرتی ہو کر بڑے شوق سے ایران جانے پر تیار ہو گئے آخر جب یہ کمک روانہ ہونے لگی تو سکندر کی والدہ نے اس کمک کے ہمراہ اپنے پوتے شہزادہ اسکندروس کو بھی ملک ایران میں اس کے باپ کے پاس بھیج دیا جب شہزادہ بمعہ فوجی کمک کے ملک ایران میں پہنچ کر اپنے باپ کو ملا تو اس کے باپ سکندر اعظم نے بڑی محبت و شفقت پداری کے ساتھ اس کو گلے لگا کر بہت پیار کیا پھر چند روزہ آرام و آسائش کے بعد سکندر اعظم نے اس کی تمام حاصل کردہ جنگی فنون اور سپاہیانہ کرتبوں کا امتحان لینا چاہا شہزادہ نے بڑی خوشی سے یہ امتحان دیا جس میں وہ ہر طرح پاس ہو کر کامیاب سپاہی ثابت ہوا سکندر اپنے بیٹے کے وہ تمام ہنر اور جنگی کرتب دیکھ کر ایسا خوش ہوا کہ جھٹ اس نے ایک بڑی فوج کی کمان شہزادہ اسکندروس کے حوالے کر کے اس کو جرنیلی عہدہ پر فائز کر دیا۔

**شہزادہ گرجی کی حیرت انگیز جنگی کاروائیاں اور بڑے**

**بڑے پہلوانوں سے لڑائیاں و معرکہ آرائیاں**

جب سکندر نے مہم ترکستان کی تیاریاں مکمل کر لیں تو پھر اس نے اپنے بیٹے اسکندروس کو ساتھ لے کر بمعہ اپنی فوج کے پرسی پولس (اصطخر) دارالخلافہ فارس سے کوچ کر کے وادی گرگان میں آ کر مقام کیا اور پھر وادی گرگان کے شمالی جانب ہوتا ہوا کالپوش کی چراگاہ میں آٹھرا وہاں سے رخصت ہو کر پھر سوسیا میں پہنچا اور سوسیا میں سکندر کو اطلاع ملی کہ بلخ کے گورنر بی سس نامی نے آپ سے بغاوت کر کے شاہ اعظم کا لقب اختیار کر لیا ہے لہذا اس نے فوراً ہی ہرات کے

راستہ سے گزر کر بی سس پر حملہ کیا جب لڑائی بہت زور سے شروع ہوئی تو اس وقت بی سس کی فوج سے ایک دیوہیکل ایرانی پہلوان نے قلعہ سے نکل کر لاکارا کہ یونانیوں میں جو سب سے زیادہ شاہزور اور بہادر جوان ہو وہ مبارزت کے لئے میدان میں نکلے چونکہ اس وقت سب سے زیادہ زور آور جوان شہزادہ اسکندروس ہی تھا اس لئے وہ فوراً یہ کلمہ سنتے ہی اس پہلوان کے مقابل جا کھڑا ہوا اول گرزوں کی ہاتھ میں لے کر دونوں پہلوانوں نے گرزوں سے لڑنا شروع کیا جب گرزوں کی لڑائی سے کوئی فیصلہ فتح یا شکست کا نہ ہو سکا تو پھر میانوں سے دونوں پہلوان اپنی تلواریں نکال کر لڑنے لگے اور طویل نبرد آرائی کے بعد مخالف کے سر پر شہزادہ اسکندروس نے ایسی ضرب کاری لگائی کہ اس کی تلوار دشمن کے خود اور کھوپڑی کو کاٹتی ہوئی ٹھوڑی تک چلی گئی جس کے باعث وہ ایرانی پہلوان وہیں فوت ہو گیا اور شہزادہ خوشی سے نعرے مارتا ہوا اپنے لشکر میں چلا آیا اور غاصب بی سس بھی کشتیاں چلا کر ان کے ذریعہ دریائے جیحون کو عبور کر کے صوبہ صغدی کے ایک شہر طوطیکا میں جا گھسا لیکن سکندر کے پاس اس وقت کشتیاں موجود نہیں تھیں اس لئے سکندری فوج نے اپنے خیموں قناتوں میں گھاس اور سرکنڈے وغیرہ لپیٹ اور باندھ کر ان کے ذریعہ دریائے جیحون کو عبور کر لیا اور یہ کام بمشکل پانچ روز میں ختم ہو سکا غرض سکندر نے اس طرح دریا کو عبور کر کے پھر آگے بڑھ کر آرنوس اور بلخ پر قبضہ کر لیا جس کے بعد غدار بی سس کو بھی گرفتار کر کے اس کے کان اور ناک کٹوا کر پھر اس کو ہمدان میں بھجوا کر قتل کروا دیا۔

عبور دریا کے بعد سکندر نے سمرقند کا راستہ لیا اور خطہ ماورالنہر میں پہنچ کر ترکی تاتاری قوموں کو مطیع و منقاد کرنے لگا مگر تاتاری قوموں نے اس کی بہت سخت مدافعت کی آخر وہ قومیں اس کی تربیت یافتہ فوج کی سیل رواں کے آگے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکیں اسی جگہ شہزادہ اسکندروس گرجی کو دوسرا مقابلہ ایک دوسرے قوی ہیکل

تاتاری پہلوان آغوز نامی سے کرنا پڑا آغوز پہلوان بڑا شہ زور تمام جنگی فنون سے واقف اور پرانا تجربہ کار جرنیل تھا لیکن شہزادہ کی زندگی میں یہ دوسرا واقعہ تھا کہ وہ ایک ایسے بہادر تجربہ کار پہلوان سے نبرد آزما ہونے لگا تھا کہ جو اس سے قوت اور طاقت میں کئی گنا زیادہ قد قامت اور عمر میں اس سے بڑا تھا جب اس پہلوان نے مبارز طلب کیا تو شہزادہ اسکندروس اس کے مقابل بھی جا کھڑا ہوا وہ پہلوان شہزادہ کو اپنے بالمقابل دیکھ کر کہنے لگا کہ اے نو عمر جوان تو ابھی میرے ساتھ کشتی لڑنے کے لائق نہیں ہے کیونکہ تو ابھی نو عمر لڑکا ہے اور مجھے ایسے نو عمر بچوں کے ساتھ کشتی کرنا زیبا نہیں دیتا اس لئے میں تمہاری نو عمری اور خوبصورتی پر رحم کھا کر تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ مقابلہ کر کے اپنی جان کو مفت میں ضائع نہ کرو مگر شہزادہ نے یہ سن کر جواب دیا کہ گو میں ابھی لڑکا ہوں اور عمر میں تجھ سے چھوٹا ہوں لیکن اپنے ہنر اور کرتب میں تجھ سے بڑا ہوں اس لئے تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے آیا ہوں آغوز پہلوان اس جواب سے لا جواب ہو کر کہنے لگا کہ اچھا آؤ تم پہلے مجھ پر حملہ کرو پھر میں تم پر حملہ کروں گا آخر شہزادہ نے اس کے کہنے پر ایسا ہی کیا جب دونوں کی کشتی ہونے لگی تو دونوں طرف کی فوجیں بھی اپنی لڑائی چھوڑ کر ان کی کشتی دیکھنے میں مصروف ہو کر آخری نتیجے کا انتظار کرنے لگیں شہزادہ گرجی گوا بھی نو عمر لڑکا تھا لیکن جنگی کرتب اور داؤ پیچ کرنے میں وہ بڑا ہوشیار اور چالاک سپاہی تھا اس لئے جب اس نے دشمن سے لڑائی شروع کی تو اول دشمن کے گھوڑے کو ایسی ترکیب سے چھیڑ کر خوف زدہ کر دیا کہ وہ گھوڑا کودنے اور سرکشی کرنے لگا شہزادہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر بڑے جوش اور پھرتی سے آغوز پر حملہ کر کے اس کو ایک تلوار ماری کہ اس کی زرہ بکتر کو کاٹ کر جسم میں جا لگی مگر آغوز نے اس ضرب کو محسوس نہ کرتے ہوئے پھر شہزادہ پر حملہ کیا لیکن شہزادہ نے اس حملہ کو روک کر صاف اپنے آپ کو بچا لیا اسی طرح شہزادہ نے دوسرا حملہ آغوز پر نیزہ سے کیا مگر وہ نیزہ

آغوز کی زرہ میں جا کر پیوست ہو گیا جس کو آغوز نے تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دیا ایک ٹکڑا شہزادہ کے ہاتھ میں اور دوسرا ٹکڑا آغوز کی زرہ میں پیوست رہا لیکن شہزادہ کی دلیری و ہنرمندی دیکھ کر آغوز نہایت متعجب تھا آخر وہ اپنی زرہ سے نیزہ کا پہالا نکال کر بھاگنے لگا مگر شہزادہ نے آگے سے روک کر اس کو کھڑا کر لیا اور پھر اپنا بھاری گرز اٹھا کر اس کے سر پر ایسا مارا کہ ایک ہی ضرب میں اس خود کے جو اس کے سر پر تھا پر نیچے اڑ گئے اور خود کے کئی ٹکڑے آغوز کے سر میں بھی دھنس گئے جن کے صدمہ سے وہ حواس باختہ ہو کر دوبارہ بھاگنے کی کوشش کرنے لگا مگر شہزادہ اسکندروس نے جھٹ کمنڈال کر اس کو قید کر لیا جب آغوز قید ہو گیا تو پھر اس کی فوج بھی دل چھوڑ کر بھاگنے لگی مگر اس فوج کا تعاقب کر کے سکندری فوج نے قتل کرنا شروع کر دیا اور جو باقی بچی ان کو قید کر لیا اس فتح عظیم پر سکندری فوج نے شہزادہ گرجی زندہ باد کے نعرے لگانے اور فتح کے شادیاں بجانے شروع کئے اور سرداران فوج نے شہزادہ کے باپ سکندر اعظم کو اس کے بیٹے کی کامیابی پر مبارکبادیں دے کر خوشی کا اظہار کیا غرض شہزادہ اسکندروس نے ان دونوں معرکوں میں اپنی ذاتی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھا کر اپنے باپ اور اس کی فوج کو بہت خوش کیا تھا۔ قصہ خوان بیان کرتے ہیں کہ شہزادہ کا وہ گرز جو بوقت جنگ وہ میدان میں استعمال کیا کرتا تھا اس گرز کا وزن ساٹھ من پختہ ہوتا تھا مگر قوم گوجر کی تواریخوں سے اس وزن اور بیان کی تصدیق نہیں ہوتی چنانچہ مرآت گوجراں و مرقع گوجراں میں لکھا ہے کہ قصہ خوان لوگ جو بیان کرتے ہیں کہ شہزادہ اسکندروس گرجی کی گرز کا وزن ساٹھ من پختہ ہوتا تھا اس میں وہ بہت مبالغہ سے کام لیتے ہیں البتہ اتنا ضرور صحیح ہے کہ شہزادہ کا گرز جو وہ جنگ میں استعمال کیا کرتا تھا وہ بہت بھاری اور وزنی ہوتا تھا سوائے کسی جنگی پہلوان کے معمولی طاقت کا کوئی دوسرا شخص اس کو نہیں اٹھا سکتا تھا۔



## شہزادہ گرجی کی پہلی شادی

سکندر جب ایشیا میں داخل ہوا تو ایشیائی مفتوحہ ممالک کی حفاظت کے متعلق اس نے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ وہ ایشیائی قوموں اور بادشاہوں سے تعلقات ازدواج پیدا کر کے ان ممالک میں امن قائم رکھے اس لئے اس نے تمام یونانی سپاہیوں کو عام حکم دے دیا کہ وہ ایشیائی عورتوں سے شادیاں کر لیں چنانچہ اس کے حکم کے مطابق ہزار ہا یونانی سپاہیوں نے ایشیائی عورتوں سے شادیاں کر کے انہی ممالک میں سکونت اختیار کر لی خود سکندر نے اپنی دو شادیاں ایران کے شاہی خاندان میں کیں اور ان دو شہزادیوں کے نام یہ ہیں جن سے سکندر نے شادیاں کی تھیں بارتن، اور استاترہ تیسری شادی سکندر نے بخارا کے بادشاہ اور گزڑہیز کی بیٹی زکسانا نامی سے کی تھی الغرض مندرجہ بالا حکمت عملی کو مد نظر رکھ کر سکندر نے اپنے بیٹے شہزادہ اسکندروس کی شادی بھی تاتار کے ایک بادشاہ ٹاکسلس نامی کی بیٹی زونہ خانم نامی سے کر دی تھی جس کا مفصل حال اس طرح مذکور ہے۔

جب سکندر علاقہ ماوارالنہر اور سمرقند کو فتح کر کے شہر بخند میں پہنچا تو وہاں کے خاقان ٹاکسلس نامی نے جس کا دوسرا نام ایشیائی زبانوں میں ایشیائی مورخوں نے شاہ قید تحریر کیا ہے اس نے اپنے میں طاقت مقابلہ نہ پا کر سکندر کی اطاعت قبول کر کے خراج دنیا منظور کیا اس خاقان کی ایک بیٹی جس کا نام زونہ خانم تھا نہایت حسینہ و جمیلہ تھی خاقان ٹاکسلس کو سکندر نے کہا کہ اگر تم اپنی بیٹی شہزادی زونہ خانم کی شادی میرے بیٹے شہزادہ اسکندروس کے ساتھ کر دیں تو اس شادی کی وجہ سے ہمارے ساتھ تمہارے سیاسی اور دوستانہ تعلقات زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں خاقان ٹاکسلس نے بخوشی سکندر کی اس بات کو منظور کر کے اپنی بیٹی شہزادی زونہ خانم کی شادی شہزادہ اسکندروس کے ساتھ کر دی، سکندر اس شادی کے بعد پھر دریا سیحون کے پار جا کر وہاں کی سرکش قوموں کو مطیع کرنے لگا۔

دریا سیحون کے پار جو تاتاری قبیلے آباد تھے وہ بڑے سرکش اور مفسد تھے ان قبیلوں نے کبھی بھی بادشاہ کی اطاعت قبول نہیں کی تھی وہ ہمیشہ فغفور ان چین اور شاہان ایران کو تنگ اور لاچار کیا کرتے تھے اور جب کبھی موقع ملتا تو ان بادشاہوں کے خاص مقبوضہ علاقوں پر یورش کر کے ان میں لوٹ مار کرتے تھے اس لئے تسخیر خند کے بعد سکندر نے دریا سیحون کے پار جا کر ان مفسد قبیلوں کو مطیع و منقاد کر کے آئندہ انسداد فتنہ کی خاطر ہر جگہ اس ملک میں فوجی چوکیاں قائم کیں اور اپنے نام پر دریائے سیحون کے کنارے ایک شہر تعمیر کرانا شروع کیا لیکن ابھی اس شہر کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ سکندر کو خبر ملی کہ تمہارے مفتوحہ علاقہ قفقاز میں تمام قوموں نے تمہاری اطاعت کا جوا اتار کر بغاوت کا علم بلند کر دیا ہے یہ وحشت ناک خبر سن کر سکندر بہت پشیمان ہوا جھٹ اس نے پانچ ہزار بدوقہ فوج تیار کر کے شہزادہ اسکندروس کو اس کا سپہ سالار بنا کر بطور مقدمہ اچیش کے علاقہ قفقاز میں بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیج دیا اور خود بھی شہزادہ کی مدد کے لئے مزید فوج لے کر پیچھے آنے کا وعدہ کیا۔

## شہزادہ کا کوہ قاف میں جانا اور باغیوں سے جنگ کرنا

شہزادہ اسکندروس بمعہ اپنی فوج کے بحیرہ کسپین کو عبور کر کے جب ملک قفقاز میں پہنچا تو بذریعہ جاسوسوں کے اول اس نے بغاوت کے حالات دریافت کرنے کی کوشش کی جاسوسوں نے اس کو خبر دی کہ بغاوت کا اصل سرغنہ شاہ قنطال دالی قفقاز ہے جو سکندر کی اطاعت کا جوا اتار کر باغیوں میں شامل ہو چکا ہے قنطال کے تمام فوجی افسر باغیوں کی مدد کرتے ہیں اور باغی گروہ ان افسروں کی سرکردگی میں ہر طرف لوٹ مار کر کے ملک میں بد امنی اور فتنہ فساد پھیلا رہے ہیں شہزادہ نے یہ تمام حالات معلوم کر کے ایک قلعہ کے سامنے جو وسطی قفقاز کی چابی تھا اور پچیس ہزار باغی فوج اس پر قابض تھی اپنے خیمے نصب کر کے قلعہ کا محاصرہ

کر لیا باغیوں نے جب دیکھا کہ سکندری فوج ہماری سرکوبی کرنے کے لئے آگئی ہے تو وہ سب قلعہ سے نکل کر جنرل وردیس کی زیرکمان جو قلعہ ارتھاشزادہ کی فوج پر حملہ آور ہوئے شہزادہ نے بھی بڑی عجلت سے اپنی فوج کو مرتب کر کے اس حملہ کا جواب دیکر باغیوں کو پسپا کیا باغیوں میں سے بوزنجر نامی ایک فوجی پہلوان جو وردیس کا شاگرد اور قلعہ گیر فوج کا کپتان تھا ایک دن قلعہ سے اکیلا باہر نکل کر شہزادہ گرجی کو اپنا مقابلہ کے لئے طلب کرنے لگا شہزادہ اس کے طلب کرنے پر فوراً اس کے بالمقابل جا کھڑا ہوا جب دونوں کی کشتی ہونے لگی تو اول بوزنجر نے اپنا وار کر کے شہزادہ کو خوفزدہ کرنا چاہا مگر شہزادہ نے اس وار کو روک کر پھر اپنا بھاری گرز اٹھا کر بوزنجر کے سر پر ایسا مارا کہ وہ بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا شہزادہ نے اس کو جھٹ سے قید کر کے اپنے خیمے میں پہنچا دیا لیکن باغیوں نے جب اپنے سردار کو قید ہوتے دیکھا تو جوش میں آ کر پھر شہزادہ کی فوج پر حملہ آور ہوئے شہزادہ کے بہادر جاں نثار بھی مدافعت کے لئے تیار ہو کر لڑنے لگے تمام دن بڑے زور شور سے لڑائی ہوتی رہی مگر غالب و مغلوب کے نشانات کسی طرف بھی ظاہر نہ ہوئے لیکن جب دن غروب ہوا تو وردیس قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر شہزادہ گرجی پر تضحیک کرنے لگا جس کو شہزادہ نے اپنی خفت محسوس کر کے قسم کھائی کہ جب کل سورج نکلے گا تو میں اس تضحیک کا ضرور بدلہ لوں گا اور قلعہ کے دروازوں کو توڑ کر فصیلوں کو مسمار کر کے تمام باغیوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کروں گا وردیس نے یہ سن کر پھر ہنس کر کہا کہ اے نوجوان اب ذرا ہمارے بہادر پہلوان برلاس یولدوز سے ہوشیار رہنا اگر وہ مقابلہ کے لئے آیا تو وہ تیرا اور تیری فوج کا روئے زمین سے نام و نشان مٹا دے گا مگر اس وقت وردیس کی یہ گیدڑ بھبکیاں سن کر شہزادہ واپس اپنے لشکر گاہ میں چلا گیا وردیس نے اس لڑائی کے بعد شاہ قنطال کو ایک مراسلہ اس مضمون کا لکھ ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ روانہ کیا کہ سکندر فوج پانچ

ہزار کی تعداد میں ہماری سرکوبی کے لیے قفقاز میں پہنچ گئی ہے اور اس کا سپہ سالار ایک قوی ہیٹل اور تجربہ کار نوجوان ہے جس کی زیرکمان یہ ہم سے دو لڑائیاں کر چکی ہے اور ہم اس تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ بغیر کسی بیرونی مدد اور خوراک کے زیادہ دیر تک نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارا راشن ختم ہو چکا ہے اور اب ہم کو بوجہ محصور ہونے کے کوئی شے کھانے والی باہر سے نہیں پہنچ سکتی اس لئے اب ہم با امر مجبوری قلعہ کو خالی کر کے دشمن کے حوالے کرنے والے ہیں اور آپ کو بذریعہ مراسلہ مطلع کیا جانا ہے کہ بہت جلدی اس نوجوان کی جرار فوج سے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ ورنہ یہ نوجوان آپ کو اور آپ کی فوج کو تباہ و برباد کر کے آپ کی تمام کوششوں کو ملیا میٹ کر دے گا۔ وردیس نے یہ مراسلہ دے کر جب قاصد کو رخصت کر دیا تو خود بمعہ فوج قلعہ کو خالی کر کے کسی خفیہ راستے سے بھاگ گیا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر ہم صبح تک قلعہ میں ٹھہرنے رہے تو ہمارا کیا حال ہوگا مگر شہزادہ کو جب وردیس کے بھاگنے کی خبر ملی تو اس کو اپنی قسم کے پورا نہ ہونے کا بہت افسوس ہوا آخر شہزادہ اپنی فوج کو لے کر بڑی شان سے قلعہ میں داخل ہو کر قابض ہو گیا۔

وردیس کا مراسلہ جب شاہ قنطال کو پہنچا وہ اس مراسلہ کو پڑھ کر بہت گھبرا گیا آخر اس نے اپنے تمام مشیران سلطنت و داعیان دولت کو جمع کر کے وہ مراسلہ سنا کر ان سے مشورہ طلب کیا سب مشیروں نے یہی صلاح دی کہ ہم کو اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے اب ایک لاکھ فوج لے جا کر اور یولدوز کو بلا کر سکندری فوج اور اس نوجوان کے ساتھ ضرور مقابلہ کرنا چاہیے شاہ قنطال نے اپنے مشیروں کے مشورے سے برلاس یولدوز کو اپنے پاس طلب کیا پھر اس کو اور ایک لاکھ فوج کو جس میں بہت سے ہاتھی اور زرہ پوش سوار تھے ساتھ لے کر شہزادہ سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا جب اس کا لشکر شام کے وقت ایک میدان میں آرام کے لئے جا کر ٹھہرا اور رات کو خیموں میں مشعلیں روشن ہوئیں تو وہ تمام لشکر گاہ

ایک بڑے شہر کی مانند معلوم ہوتا تھا اور ادھر شہزادہ اسکندروس بھی دارالخلافہ قفقاز کی طرف بڑھنے کی تیاریاں کر رہا تھا لیکن اس کے پاسبانوں نے جو قلعہ کے بلند مناروں پر چڑھ کر قلعہ کی نگرانی کر رہے تھے دور سے ایک بڑی فوج کی چھان دیکھ کر شہزادہ کو انہوں نے خبر دی کہ کسی دشمن کی بے بہا فوج ہماری طرف بڑھی چلی آرہی ہے شہزادہ بھی اس فوج کو دیکھنے کے لئے قلعہ کی فصیل پر چڑھ گیا اور اس نے دیکھا کہ دشمن کی بے شمار فوج ٹڈی دل کی طرح تمام میدان میں پھیلی ہوئی ہے فصیل سے نیچے اتر کر پھر اس نے اپنے باپ سکندر اعظم کو کمک کے لئے ایک مراسلہ لکھ کر ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ روانہ کر دیا چونکہ شہزادہ سکندری فوج کا سردار تھا وہ کسی طرح سست نہیں رہ سکتا تھا اس لئے اس نے شاہ قنطال کے پہنچنے سے پیشتر ایک ہوشیار جرنیل کی طرح اپنی حفاظت کی تمام ضروری پیش بندیاں کر لیں اور مطمئن ہو کر قلعہ میں بیٹھ گیا۔

ایک لاکھ باغیوں نے جب شاہ قنطال کی زیر سرکردگی آکر شہزادہ اسکندروس کو بمعہ اس کی فوج کے قلعہ میں محصور کر لیا تو شہزادہ کئی دن تک قلعہ میں ہی محصور ہو کر ان باغیوں کا مقابلہ کرتا رہا آخر اپنی ذاتی شجاعت دکھانے اور دشمن پر رعب ڈالنے کے لئے ایک دن شہزادہ نے اپنی زریں ٹوپی اتار کر اس جگہ سر پر بہاری خود پہن لیا اور پہلو میں تلوار جمائل کر کے پھر اپنی زین کے ہرنے سے ایک کند آویزاں کی جو اس زمانہ میں جنگی لوگ استعمال کیا کرتے تھے اور یہ کند اس قدر لمبی تھی کہ ہرنے کے گرد اس کے بائیں بل پڑے ہوئے تھے پھر ہاتھ میں اپنی بہاری گرز پکڑ کر بمعہ اپنی جرار فوج کے قلعہ سے باہر نکلا اور میدان میں آ کر باغیوں پر حملہ آور ہوا سینکڑوں باغیوں کو قتل کرتا ہوا شاہ قنطال کے شامیانہ تک جا پہنچا جس کے گرد ایک خندق کھودی ہوئی تھی اسی خندق نے شاہ قنطال کو شہزادہ کی قید سے بچا لیا تھا اگر وہ خندق درمیان میں حائل نہ ہوتی تو شہزادہ ضرور شاہ قنطال

کو گرفتار یا قتل کر دیتا شہزادہ کی یہ دلیری اور جرأت دیکھ کر شاہ قنطال کو اپنے بچاؤ کی فکر پیدا ہو گئی وہ اپنی فوج کے بہادروں کی طرف دیکھ دیکھ کر مایوس ہو رہا تھا کہ کوئی بھی بہادر شہزادہ کے جارحانہ حملوں کی مزاحمت کرتا ہوا نظر نہیں آ رہا سب خوف کے مارے بھاگے چلے جا رہے ہیں یہ حالت دیکھ کر آخر شاہ قنطال نے برلاس یولدوز کو بلا بھیجا جب شاہ قنطال کا پیغام یولدوز کو ملا تو اس کا صبر و قرار جاتا رہا اس نے خیال کیا کہ شاہ قنطال مجھے کبھی نہیں بلایا کرتا جب تک کہ وہ کسی بڑی مصیبت میں مبتلا نہ ہو اس لئے وہ فوراً اپنی زڑہ پہن کر بڑی گرجوشی سے اپنے رخس پر سوار ہو کر شاہ قنطال کی خدمت میں حاضر ہو کر ادب بجالایا اور عرض کی کہ حضور نے اس خادم کو کس خدمت کے لئے طلب فرمایا ہے شاہ قنطال نے کہا کہ اے برلاس اب تمہاری شجاعت و بہادری دیکھنے کا موقع آیا ہے اب تم اس مقدونوی نوجوان سے جس نے کہ ہمارے لشکر میں قیامت برپا کر رکھی ہے مقابلہ کر کے اپنی شجاعت کے جوہر دکھاؤ اور اپنے وطن کو آزاد کرو یہ حکم سن کر برلاس یولدوز فوراً میدان میں جہاں کہ شہزادہ باغیوں کو اپنی گرز سے فنا کر رہا تھا پہنچا اور شہزادہ گرجی کو آ کر کہا کہ اے بہادر نوجوان اب میں تمہارے مقابلے کے لئے یہاں آیا ہوں اگر تم میں جرأت ہے تو آؤ اب ہم دونوں اپنی فوجوں سے علیحدہ ہو کر کشتی کے ذریعے اس جنگ کا فیصلہ کریں شہزادہ نے اس کی اس بات کو منظور کر لیا جس کے بعد پھر دونوں پہلوان اپنی فوجوں سے علیحدہ ہو کر دور جا کر ایک جگہ کشتی کرنے کے لئے جا کھڑے ہوئے۔

یولدوز کا قد بہ نسبت شہزادہ کے لمبا اور سینہ چوڑا تھا اور ہاتھ پاؤں بھی اس کے مضبوط تھے طاقت میں بھی بہت زیادہ تھا مگر شہزادہ نے بوقت کشتی یولدوز سے کہا کہ اے برلاس تو جو مجھ سے طاقت میں زیادہ اور قد میں لمبا ہے لیکن فن گرا اندازی میں توں میرا مقابلہ کسی طرح نہیں کر سکتا شہزادہ کا یہ کلام سن کر یولدوز نے

اس کے جواب میں کہا کہ اے کودک خامکارز میں خشک اور سرد ہے آسمان کی ہوا نرم اور خوشگوار ہے گو میں بوڑھا ہوں لیکن میں نے بہت سے میدان جنگ دیکھے ہیں اور بہت سے لشکروں کو شکست دی ہے اور آج تک مجھ پر کوئی جنگی پہلوان غالب نہیں آیا اگر تم آج میرے ہاتھ سے بچ گئے تو فی الحقیقت پھر تم اڑدھاؤں کا مقابلہ کر سکو گے کیونکہ میری طاقت کو ستاروں نے دیکھا ہے اور دنیا میرے قابو میں ہے مجھے تمہاری نوعمری پر رحم آتا ہے اس لئے میں تمہیں جان سے مارنا نہیں چاہتا تم یونان کے لوگوں کو چھوڑو شاید یونان میں تمہارے جیسا کوئی اور پہلوان نہ ہو لیکن اس ملک میں تمہارے جیسے لاکھوں پہلوان موجود ہیں اس گفتگو کے بعد پھر دونوں پہلوان لڑائی کے لئے تیار ہو گئے جن میں ایک نہ ایک کی تقدیر میں مرنا لکھا تھا پہلے وہ ایک اکھاڑا مقرر کر کے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر تیروں کی لڑائی لڑنے لگے تیرڈھالوں پر لگ لگ کر جب کند ہو گئے تو پھر انہوں نے تلواریں نکال کر لڑنا شروع کر دیا جس وقت ان کی تلواریں ایک دوسرے کی زرہ پر لگتی تھیں تو ان میں سے شعلے نکلتے تھے آخر جب ضرب پر ضرب لگنے کی وجہ سے تلواروں کی دھاریں بھی کند ہو گئیں اور کوئی دونوں میں سے زخمی نہ ہوا تو پھر انہوں نے عمود گراں ہاتھ میں لے کر لڑنا شروع کر دیا اور اس قدر تند ہی اور جوش سے لڑے کہ اس سے گھوڑوں کی زینیں پارہ پارہ ہو گئیں اور خود ان کے دم اکھڑ گئے پھر دونوں پہلوان دم لینے کے لئے ایک دوسرے کے مشورے سے علیحدہ ہو کر اکھاڑا کے دونوں جانب جا کھڑے ہوئے مگر یولدوز کو اپنی تمام عمر میں ایسے بہادر پہلوان سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا اس کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ وہ اپنی فتح میں شک کرنے لگا تھا۔

آخر پھر دونوں پہلوان دوبارہ لڑائی کے لئے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر خونریز میدان میں نکل آئے اور ایک دوسرے پر تیرو خنگ سے آ کر وار کرنے لگے اس وقت تیران کی اہنی زرہوں پر لگ لگ کر زمین پر گرتے تھے مگر کسی کا تیر

بھی کارگر نہ ہوتا تھا رحم اور امید اب دونوں کے دلوں سے جاتی رہی تھی ہر طرف خوفناک تندہی نے ان کو گھیر رکھا تھا پھر وہ اپنے گھوڑوں کو ایک دوسرے کے نزدیک لے جا کر دست بدست لڑائی کرنے لگے تھے برلاس یولدوز نے شہزادہ کو کمر بند سے پکڑ کر زمین سے اٹھانے کے لئے بہت زور لگایا مگر وہ شہزادہ کو زمین سے ہرگز نہ اٹھاسکا پھر جب شہزادہ کی باری آئی تو اس نے اپنا بھاری گرز اٹھا کر یولدوز کے کاندھے پر ایسا مارا کہ یولدوز کی ہڈیوں کو چکنا چور کر گیا اور اس کا رسی ضرب نے یولدوز کو بہت نقصان پہنچایا تھا مگر اس نے اس درد اور تکلیف کو چھپائے رکھا تا کہ شہزادہ کو مجھ پر تضحیک کرنے کا موقع نہ ملے لیکن شہزادہ اس کو معلوم کر گیا تھا اس لئے یولدوز کو شہزادہ نے ہنس کر کہا کہ آج اس بوڑھے کی قضا نو جوان کے ہاتھ میں ہے غرض جب دونوں پہلوان لڑتے لڑتے تھک گئے تو پھر دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر اپنے لشکر گاہوں میں چلے گئے جن کے بعد پھر دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے پر حملہ آور ہو کر لڑنے لگیں سکندری بہادروں نے آگے بڑھ کر قفقازی باغیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جب یولدوز نے دیکھا کہ سکندری بہادر گاجر مولیٰ کی طرح قفقازیوں کو کاٹ رہے ہیں تو فوراً وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا شہزادہ کے پاس آیا اور آ کر کہا کہ آج لڑائی کو صبح پر ملتوی کر دیا جائے تو بہتر ہے کہ کل ہم پھر دونوں صبح کے وقت لڑائی کر کے اس جنگ کا فیصلہ کریں گے آخر شہزادہ نے یولدوز کی استدعا کو منظور کر کے دوسرے روز پر جنگ کو ملتوی کر دیا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ لڑائی کا رنگ اب تک ایسا چلا آتا تھا کہ سکندری فوج کی ہیبت اور رعب باغیوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ ہر روز پڑمردہ خاطر ہو کر اپنے خیموں میں واپس جایا کرتے تھے جس سے شہزادہ گرجی کو اپنی فتح کا پورا یقین ہوتا تھا مگر پھر بھی اپنی قلت اور دشمن کی کثرت فوج سے شہزادہ خوف زدہ رہا کرتا تھا اور اسی غم و فکر میں دن رات سکندر کی طرف سے مدد کا انتظار کیا



کرتا تھا ایک دن جب وہ تھکا ماندہ اپنے خیمے میں واپس آ کر ٹھہرا تو اسی اثناء میں سکندر اعظم بھی کمک لے کر اس کی مدد کیلئے پہنچ گیا جس کے آنے سے شہزادہ اور اس کی فوج بہت خوش ہوئی اور ان کی ہمتیں آگے سے زیادہ بڑھ گئیں اسی طرح دوسری طرف گویلدوز کے دل میں ایک انتقامی جوش تھا مگر اس کی فوج کے حوصلے پست ہو گئے تھے وہ اگرچہ افسردہ خاطر نہیں ہوا تھا مگر وہ یہ بھی ضرور جانتا تھا کہ کل پھر اسی مقدونوی نوجوان سے میرا مقابلہ ہونے والا ہے جس نے کہ میری اس عزت کو جو کہ میں نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھا دکھا کر سینکڑوں میدانوں میں حاصل کی تھی خاک میں ملا دی ہے اس لئے یولدوز بھی ایک دور اندیش آدمی کی طرح اپنے تجہیز و تکفین کی وصیتیں پیشتر ہی کرنے لگ پڑا تھا اور شہزادہ گرجی سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتا تھا، دوسرے دن جب سورج طلوع ہوا اور پہاڑی سیاہ کوٹے سنسان میدان میں بولنے اور اڑنے لگے تو اس وقت وہ دونوں بہادر بھی لڑائی کی بردبخت آزمانے کے لئے میدان جنگ میں اپنی فوجوں سے پہلے پہنچ گئے تاکہ دونوں طرف کی فوجیں جوش میں آ کر دخل اندازی کر کے ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں پھر اپنی فوجوں کو وہیں چھوڑ کر چند میل کے فاصلے پر ایک اور سنسان اور بے شجر میدان میں جہاں ایک گہرا اور پیچدار دریا بہتا تھا اور دور دراز افق میں پہاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں وہاں جا کر دونوں بہادر لڑنے لگے اول شہزادہ نے اپنے دشمن یولدوز کو مسکرا کر سلام کیا اور پھر اس کو کہا کہ اے برلاس کل ہم دونوں گذشتہ دن کی لڑائی میں مساوی طور پر اپنی جگہ پر اپنی جنگی لیاقت کا اظہار کر کے ایک دوسرے کی طاقت کا اندازہ کر چکے ہیں اس لئے اب میری تجویز ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو ہم دونوں آپس میں صلح کر کے اس لڑائی کا فیصلہ کر لیں تو ہمارے لئے بہتر ہوگا مگر یولدوز نے شہزادہ کی اس تجویز کو منظور نہ کیا حالانکہ گذشتہ روز کی لڑائی کے مشکوک نتیجہ نے اس کے لئے یہ ضروری امر پیش کر

دیا تھا کہ وہ اپنے فیاض مگر خوفناک دشمن سے صلح کر کے اپنی ضائع شدہ عزت اور شہرت کو دوبارہ حاصل کرے مگر اس نے ایسا نہ کیا اور لڑائی پر آمادہ رہا غرض اس دفعہ دونوں پہلوانوں نے اپنے گھوڑوں کو چٹانوں سے باندھ کر پیادہ پا لڑائی شروع کی جب وہ پتھرے بدن لٹے ہوئے ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو شیروں کی طرح حملہ آور ہو کر لڑنے لگے صبح سے دوپہر تک لڑتے رہے مگر دونوں میں سے کوئی بھی غالب و مغلوب نہ ہوا آخر شہزادہ اسکندروس نے ایک ایسا جنگی کرتب کیا کہ جس کے ذریعہ یولدوز کوزمین پر چت گرا لیا اور پھر اس کے سینے پر بیٹھ کر جب اس کا سرتن سے جدا کرنے لگا تو یولدوز نے شہزادہ کا ہاتھ پکڑ کر عاجزانہ لہجہ میں کہا کہ اے بہادر نوجوان یہ قاعدہ اکھاڑہ کشتی کے خلاف ہے کہ پہلی دفعہ دشمن کو گرا کر قتل کر دیا جائے بلکہ اصل قاعدہ اور بہادری کا تقاضہ یہ ہے کہ دشمن کو پہلی دفعہ فیاضانہ طور پر چھوڑ کر دوبارہ اس کے ساتھ کشتی کی جائے پھر دوبارہ اگر غالب پہلوان مغلوب کو گرا لے تو بیشک اس کو قتل کر دے شہزادہ گرجی جیسا بہادر تھا ویسا ہی رحم دل بھی تھا وہ یہ کلام سنتے ہی فوراً یولدوز کو چھوڑ کر اس کے سینے سے علیحدہ ہو گیا یولدوز نے اس حیلہ سے اپنی جان کو بچا کر خدا کا شکر ادا کیا اور پھر زمین سے اٹھ کر تھوڑی دیر دم لینے کے بعد اپنے خیمہ میں جا کر خون اور مٹی اپنے بدن سے دھونے لگا اس کے پیشتر یولدوز کو کبھی کسی پہلوان نے کشتی میں اس طرح نہیں گرایا تھا اور نہ کبھی کسی نے اس کے ساتھ اتنی دیر تک کشتی کی تھی جتنی دیر کہ شہزادہ اس کے ساتھ کشتی لڑتا رہا۔

جب دم لینے کی خاطر شہزادہ بھی اپنے خیمہ میں واپس گیا اور سکندر کو جا کر صبح کی لڑائی کے حالات سنانے لگا تو سکندر نے سب حالات سن کر نہایت افسوس کے ساتھ شہزادہ کو کہا کہ تم نے بہت سخت غلطی کی ہے کہ دشمن کو بغیر قتل یا گرفتار کئے چھوڑ دیا ہے اگر تمہارا دشمن ایسا موقع پاتا تو وہ تمہیں ضرور قتل کر دیتا اس نے تو اپنی

جان بچانے کے لئے تمہیں دھوکا دیا لیکن اب تم ایسے خوفناک دشمن سے ہوشیار رہ کر کشتی کرنا ایسا نہ ہو کہ پھر تمہیں دھوکا دے کر چلا جائے سکندر اعظم سے ہر قسم کی جنگی ہدائتیں حاصل کر کے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد شہزادہ اپنے دشمن سے لڑنے کے لئے جنگی اکھاڑا میں چلا گیا ادھر سے تازہ دم تیار ہو کر یولدوز بھی مقابلہ کے لئے اکھاڑا میں چلا آیا مگر اس دفعہ دونوں پہلوانوں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ آج رات کو سورج غروب ہونے کے پیشتر اس خوفناک لڑائی کا خاتمہ کر کے پیچھے ہٹیں گے اس عزم اور ارادہ کے ساتھ پھر دونوں پہلوان نبرد آزما ہو کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھانے لگے ادھر موت بھی ان دونوں میں سے ایک کا انتظار کر رہی تھی کہ شہزادہ نے ایک نیا پہلوانی داؤ پیچ کر کے پھر اس دفعہ یولدوز کو کمر بند سے پکڑ کر زمین پر گرا لیا جب وہ گرنے کے بعد زمین پر پڑا ہوا ہانپ رہا تھا تو شہزادہ اسکندروس نے سرعت برق کی طرح جھٹ اپنا خنجر نکال کر یولدوز کا سینہ فگار کر دیا جس کے صدمہ سے وہ بہادر خستہ جگر دم توڑتے ہوئے ایک آہ سرد کھینچ کر فوراً مر گیا اور اس کی موت کو مشتہر کرنے کے لئے شہزادہ نے اس کا سر کاٹ کر نیزہ پر ٹانگ لیا اور باغیوں کے سامنے جا کر پھر اس سر کا مظاہرہ کرنے لگا۔

### شہزادہ کی دوسری شادی

باغیوں نے جب اپنے سردار کا سر نیزہ پر دیکھا تو غضب آلود ہو کر وہ بڑے جوش کے ساتھ سکندری فوج پر حملہ آور ہوئے سکندری فوج نے بھی ہر طرف سے مدافعت کر کے ان کو پسپا کیا باغیوں کو اس پسپائی میں بہت نقصان اٹھانا پڑا جس کی وجہ سے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور پائے استقلال میں لغزش آئی شروع ہو گئی جس کے بعد سکندر اعظم نے ان کی اس کمزوری کو معلوم کر کے فوراً ایک جوابی حملہ کر دیا شدید لڑائی کے بعد پھر باغیوں کو شکست فاش دے کر ہزاروں کو قتل اور گرفتار کر کے از سر نو ملک قفقاز کو فتح کر لیا جو باغی اس وقت قتل یا

گرفتاری سے بچ گئے تھے وہ قفقاز سے بھاگ کر ملک روس میں اپنی جان بچانے کے لئے چلے گئے اور بھاگنے والوں میں خود شاہ قنطال بھی شامل تھا جو اپنے اہل و عیال کو قفقاز میں چھوڑ کر اکیلا باغیوں کے ہمراہ جا کر ملک روس میں پناہ گزین ہو گیا تھا اس کے اہل و عیال کو اس کے بعد سکندری فوج نے گرفتار کر کے سکندر اعظم کے حضور میں لا کر پیش کیا اس شاہی گروہ کے قیدیوں میں شاہ قنطال کی ایک نہایت حسینہ و جمیلہ بیٹی کذبان نامی بھی گرفتار ہو کر سکندر کے حضور میں آئی تھی اس سے پیشتر اس شہزادی کے پاس اس ملک کے کئی شہزادے اس کے ساتھ شادی کرنے کی درخواستیں پیش کر چکے تھے مگر وہ شہزادی کسی شہزادے سے شادی کرنا پسند نہیں کرتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ اس ملک کے شہزادے اس شہزادی جیسے بہادر اور شاہسوار نہیں ہوا کرتے تھے کیونکہ وہ شہزادی خود ایک بہادر سپاہی کی طرح میدان جنگ کی شہسوار اور شجاع تھی ہمیشہ جنگوں میں اپنے باپ کے ہمراہ سپاہیوں کی طرح جا کر اپنے ملک اور قوم کی خاطر دشمنوں سے لڑا کرتی تھی مگر وہ آرام طلب اور نازک مزاج شہزادے اس جیسے جفاکش نہیں ہوتے تھے اس لئے شہزادی کذبان ان کی تمام درخواستیں رد کر دیا کرتی تھی جب اس کے باپ شاہ قنطال کو بغاوت کی سزا دینے کے لئے شہزادہ اسکندروس نے ملک قفقاز پر چڑھائی کر کے جنگ شروع کی تو اس وقت اپنے باپ کے ہمراہ سکندری فوج سے جنگ کرنے کے لئے وہ شہزادی بھی میدان جنگ میں آئی ہوئی تھی اور شہزادہ اسکندروس کی معرکہ آرائیاں و نبرد آزمائیاں اپنے ملک کے بہادر پہلوانوں کے ساتھ دیکھنے لگی تھی خصوصاً جب برلاس یولدوز سے شہزادہ اسکندروس کی کشتی ہو رہی تھی اس موقع پر بھی شہزادی کذبان میدان میں موجود تھی اور شہزادہ کے جنگی کرتب اور کارہائے نمایاں دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئی تھی مگر شہزادہ کو اپنے سے اس کے عشق اور محبت کرنے کا کوئی علم نہ تھا اس لئے جب وہ شہزادی سکندر کے حضور میں پیش کی گئی

اور سکندر نے اپنی فوج کے ایک افسر کے ساتھ اس کی شادی کرنی چاہی تو اس وقت اس شہزادی نے اس افسر سے شادی کرنا نا منظور کر کے سکندر کو کہا کہ اے شہنشاہ! جس شخص کے ساتھ آپ میری شادی کرنا چاہتے ہیں وہ شخص رتبہ اور مرتبہ میں برابر نہیں تو پھر میں کس طرح ایک معمولی افسر کے ساتھ اپنی شادی کر سکتی ہوں ہاں البتہ اگر آپ اپنی فوج میں سے میرے ساتھ کسی شخص کی شادی کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ اپنے بیٹے شہزادہ اسکندروس کے ساتھ میری شادی کر دیں جو رتبہ اور مرتبہ میں میرے برابر ہے کیونکہ بادشاہوں کی بیٹیاں ہمیشہ بادشاہوں کے بیٹوں کے ساتھ ہی بیاہی جاتی ہیں اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو پھر مجھے آزاد کر کے میرے باپ کے پاس بھیج دیں سکندر اعظم نے شہزادی کذبان کی پہلی بات منظور کر کے شہزادہ اسکندروس کو بلا کر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اسی وقت اس کے ساتھ شادی کر دی جس کے بعد شہزادہ اسکندروس کی دو بیویاں ہو گئیں الحاصل بغاوت کی سزا میں شاہ قنطال کی ریاست کو ضبط شدہ قرار دے کر سکندر اعظم نے وہ ریاست شہزادہ اسکندروس کو اس کی خدمات کے صلہ میں بطور جاگیر عطا کر کے پھر ایران کی جانب مراجعت کی۔

### لقب گرزِ گاؤسر سے شہزادہ کو ملقب کیا جانا

سکندر اعظم قفقاز سے مظفر و منصور ہو کر جب ایران میں آیا تو اول اس نے ایران میں آ کر فتح قفقاز کی خوشی میں جشن فتح منانے کی تیاریاں شروع کیں اور اپنے قلمرو کی تمام رعایا کے رؤسا و امرا کو بھی اس جشن میں شامل ہونے کے لئے دعوت نامے لکھ کر روانہ کئے پھر تاریخ مقررہ پر جب تمام رؤسا اور اعیان دولت جمع ہو گئے تو پھر ایک عام دربار منعقد کر کے سکندر اعظم نے اپنی فوج کے تمام سپاہیوں اور افسروں کو ان کی خدمات کے لحاظ سے انعام و اکرام دے کر پھر شہزادہ اسکندروس کو عطیہ جاگیر کا بھی جو اس کو علاقہ قفقاز میں عطا کی گئی تھی اس کا

اعلان کیا اس کاروائی کے بعد پھر ہر ملک کی رعایا نے جب سکندر کے حضور میں شاہی نذرانے پیش کرنے شروع کئے تو اس وقت ملک ایران کی رعایا نے جس کو شہزادہ اسکندروس کے ساتھ اس کے بہادرانہ جنگی کارناموں کی وجہ سے خاص عقیدت و محبت پیدا ہو گئی تھی اس نے شہزادہ سے اظہار عقیدت اور اس کی عزت افزائی کے لئے شاہی نذرانہ کے علاوہ خاص اس کو ایک طلائی گرز جس کا سر گائے کی سر کی مشابہ تھا اور دوسرا خطاب گرز گاؤ سر جو ایرانی بہادروں میں سب سے اعلیٰ و معزز خطاب تصور کیا جاتا تھا دینا تجویز کیا پھر وہ گرز اور نذرانہ لے کے جب ایرانی رؤسا دربار سکندری میں حاضر ہوئے تو شاہی نذرانہ پیش کرنے کے بعد پھر انہوں نے وہ طلائی گرز جو شہزادہ کو دینا تجویز کیا تھا پیش کر کے سکندر سے درخواست کی کہ ہم یہ طلائی گرز اور دوسرا خطاب گرز گاؤ سر جو ہم لوگ رستم اور طوس اور گئیو جیسے بہادر پہلوانوں کو ان کے بہادرانہ کارناموں کے صلہ میں دیا کرتے ہیں اب تمام رعایا ایران کی طرف سے دینا چاہتے ہیں اگر قبول اقتدز ہے عز و شرف سکندر اعظم نے ایرانی رؤسا کے ہاتھ سے وہ گرز لے کر پھر شہزادہ اسکندروس کو اپنے ہاتھ سے وہ گرز پکڑا کر خطاب گرز گاؤ سر سے اس کو ملقب کر کے پھر اس اعزاز پر اس کو مبارک باد دے کر خوشی کا اظہار کیا جس کے بعد شہزادہ اسکندروس نے بھی وہ گرز اور خطاب قبول کر کے اول اپنے باپ کی نوازشات اور مہربانیوں اور پھر بعد میں رعایا ایران کے خلوص و عقیدت کا شکریہ ادا کیا اس دن سے پھر اس کا عام لقب شہزادہ گرز گاؤ سر یا شہزادہ گرز می ہو گیا۔

خطاب حاصل کرنے کے بعد شہزادہ اسکندروس ایران سے واپس اپنی جاگیر واقعہ قفقاز میں چلا گیا تھا وہاں جا کر وہ اپنی ریاست کے نظم و نسق کو درست کر کے اس کی غیر آباد اور ویران جگہوں کو آباد کرنے لگا تھا جب وہ تمام غیر آباد جگہیں آباد ہو گئیں تو پھر اس نے اس ریاست کے سابقہ نام کو تبدیل کر کے اس کا

جدید نام اپنے خطابی نام پر گرزستان رکھا اور پھر اسی جگہ مستقل سکونت اختیار کر کے مدت تک اس ریاست کے باشندوں پر حکومت کرتا رہا شہزادہ کے خطابی نام کو اس کے ذاتی نام کے بالمقابل اس زمانہ میں اس قدر عزت اور شہرت حاصل ہو گئی تھی کہ عام لوگوں نے اس کے ذاتی نام کو بالکل بولنا چھوڑ دیا تھا بلکہ وہ لوگ ایک طرح پر اس نام کو بالکل فراموش کر چکے تھے ذاتی نام صرف شعرا کی زبانوں پر یا مورخوں کی تصنیفوں اور یادداشتوں میں لکھا جاتا تھا عام لوگ شہزادہ کو اس کے خطابی نام گرز گاؤ سر یا شہزادہ گرزئی کے ناموں سے پکارتے تھے مگر عوام نے پھر آہستہ آہستہ خطابی نام کے اصل الفاظ کی صحیح صورت کو بگاڑ کر بولنا شروع کیا یعنی لفظ گرز گاؤ سر کے صحیح حروف زائے اور سینں کو مبدل باجیم کر کے شہزادہ گرجی گاؤ جبر کہنے لگے اور اس کے علاقہ گرزستان کو بھی گرجستان بولنے لگے گویا اس طرح سے یہ صحیح لفظ غلط العام ہو کر گرز گاؤ سر سے گرجی گاؤ جبر بن گیا اور جس کی مبدل صورتیں اس وقت بھی لفظ گوجر اور گاجار یا لفظ گرجی اور گوجر موجود ہیں الحاصل شہزادہ کے بعد شہزادہ کی اولاد نے بھی اس کی یاد دہانی کے طور پر اس لقب کو آبائی ورثہ سمجھ کر اختیار کر لیا تھا اور آج بھی اس کی اولاد لقب گوجر یا گرجی سے ملقب چلی آتی ہے۔

آمدم بر سر مطلب

شہزادہ کو مہم عرب کیلئے قفقاز سے

طلب کرنا اور سکندر کا وفات پانا

ایک عالمگیر مہم کے بعد جب سکندر اعظم کو کسی قدر فراغت حاصل ہوئی تو پھر اس نے اپنی سلطنت میں سیرو سیاحت کرنے کا ارادہ کیا اور اس ارادہ سے پھر وہ قرون سے کشتیوں میں بیٹھ کر خلیج فارس میں چلا گیا یہاں سے دریائے دجلہ و فرات کے ڈلتا کو بغور دیکھ کر پھر شط العرب سے ہوتا ہوا دجلہ میں مقام اوپس تک

آیا اور پھر وہاں سے شہر بابل کو چل دیا جب بابل کے قریب پہنچا تو اس کو معلوم ہوا کہ قریباً دنیا کے تمام اطراف و اکناف سے مختلف ممالک کے بادشاہوں کے سفیر مجھے مبارک باد دینے کے لئے آئے ہوئے ہیں اسلئے اس نے اس جگہ دارا کے سنہری تخت پر بیٹھ کر ایک دربار منعقد کیا اور اس تخت کے اوپر ایک طلائی درخت لگا ہوا تھا جس کے پتے زمرد کے اور پہل چراغ کے تھے سکندر کا ارادہ تھا کہ شہر بابل کو اپنا دارالامارت قرار دیکر اس شان و شوکت سے عیش و عشرت میں اپنی آئندہ زندگی بسر کرے جو مشرقی بادشاہوں کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی ہوتا ہم اس کے ارادے بڑے بڑے جلیل اور عظیم الشان تھے اس کی یہ بھی آرزو تھی کہ میرے جہاز جزیرہ نما عرب کے گرد گھوم آئیں تاکہ وہاں کے لیرے خانہ بدوش بدومی قبیلوں کو مطیع کیا جائے اس لئے اس نے اپنے بیٹے شہزادہ اسکندروس گرجی کو قفقاز سے طلب کر کے مہم عرب کے لئے جنگی تیاریوں کا حکم دیا تھا مگر اس کے کسی امیر البحر نے اس میکاٹا سے جو خلیج فارس پر واقع ہے آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ کیا اسی اثنا میں جبکہ سکندر اعظم جزیرہ نما عرب کی مہم پر ٹلا بیٹھا تھا کہ پیغام اجل آیا اور اس کے دل کے ارمان دل ہی میں رہے کہ اس دنیا ناپائدار سے چل دیا۔

اس جگہ ہم ناظرین تاریخ کی دلچسپی اور ان لوگوں کے ثبوت کے لئے جو کہ سکندر کی زندگی میں اس کے بیٹے کی بلوغت کے قائل نہیں ہیں گلدستہ شجاعت سے جو سکندر کے حالات میں ایک منظوم تاریخ لکھی گئی ہے اس میں ہم سکندر کے بیٹے شہزادہ اسکندروس گرجی کا وہ مرثیہ جو اس نے سکندر کی وفات پر کہا تھا من و عن بطور ثبوت کے درج کرتے ہیں تاکہ ان معترضین کو یہ ثابت ہو جاوے کہ سکندر کا بیٹا سکندر کی زندگی میں ہی بالغ اور حکومت کرنے کے قابل ہو گیا تھا مگر اس نے اس دنیا ناپائدار سے برگشتہ خاطر ہو کر یا اپنے باپ کے غدار جرنیلوں کی غداری اور بیوفائی سے تنگ آ کر خود بخود تخت حکومت سے دستبرداری اختیار کر لی



تھی بحوالہ گلدستہ شجاعت عرف سکندر نامہ اردو صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲ مصنفہ مولوی غلام حیدر صاحب۔

## شہزادہ گرجی کا نالہ کرنا

پس از مرگ اسکندرا سکندروس نہ کشور خدائی کا جو یاں ہوا وہ تھا گوشتا ہاں فیروز بخت نہ رکھتا تھا پر ملک فانی پہ رائے کیا نالہ جوں بلبلیں ارجمند بزرگان لشکر نے کی پیروی کریں باب گنج اس کے اوپر کشاد مگر اس کو جو عزم شاہی نہ تھا کہا اس نے مجلس سے اے اہل رائے کہ پینا ہے اب مئے کا مجھ پر حرام نہیں مجھ کو کام اس جہاں سے رہا ہوا خدمت خاکیوں سے میں دور بہ این سر سری ملک و ناپائیدار سکندر سے بڑھ کر نہیں میری جا نہ ہوں گا میں اس سے جہانگیر تر نہ کی اس جہاں نے جو اس سے وفا اسی سے نہیں مجھ کو شاہی پسند ہوا میں چو افتادگاں گوشہ گیر پیکر دلنشین ہے کہ پیش از ہلاک

رہا مدت العمر اندر فسوس نہ آشوب شاہی پہ جنباں ہوا نہ تھا کوئی غیر اس کے حقدار تخت نہ رکھا کبھی تخت پر اس نے پائے رہا جب تک زیست کا پائے بند کہ ہو اس سے تخت کیاں کونوی بجائے سکندر کریں اس کی یاد بدل غیر ایزد پناہی نہ تھا نہ ہو خب شاہی پہ تم راہنمائے کرونگا نہیں تخت پر میں قیام کہ جس کو نہیں استواری ذرا بہ ایزد پرستی ہوا پُر سرور کروں کس طرح پر قدم استوار گیا وہ یہاں سے تو میں کیا بجلا نہ میں اس سے با عقل و تدبیر تر تو کیا اپنی نسبت اس سے رجا کئے دیدہ تخت کیانی سے بند نہیں مجھ کو پروائے تاج و سریر کروں خب دنیا سے میں دلکو پاک

نہیں ہے مجھے خواہش تاج و تخت  
یہ ہے قصد یک گنج لاؤں بدست  
کروں دُور آلودگی ہائے خاک  
لیپٹوں سر اس سے جو ہے ناگوار  
رہوں طاعتِ حق میں شام و پگاہ  
در آوے مرا جبکہ وقتِ رحیل  
کہ جاؤں میں تاغم سے آسان گزر  
کرو مثلِ شہ مجھ کو زیرِ مفاک  
غرض اس نے کی کوہ میں اپنی جا  
رہا طاعتِ حق میں بستہ کمر  
گیا عیش دنیا سے وہ نا مراد  
یہ ڈر ہے کہ آؤ شبِ خوانِ سخت  
اسی جا پہ تنہا کروں میں نشست  
بہ اشک خود از گوہر جان پاک  
کروں حق پرستی کو میں اختیار  
قناعت کروں میں بہ بیخِ گیاه  
تو کہہ لوں فرشتہ کے اوپر سبیل  
کہ دشوار ہے مرگِ آسان خور  
کرو خاک کو میری ٹم زیرِ خاک  
کیا شغل گیتی سے دل کو رہا  
اسی میں ہوئی عمر اس کی بسر  
نہ لایا کبھی ملک و دولت کو یاد

### وصیت کرنا سکندر کا شہزادہ گرجی کا

گوجر مورخ وفات سکندر کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ بابل کے گرد و  
نواح کی دلدل والی زمین میں جہاز رانی کے کارخانے کے لئے کام کروا رہا تھا تو  
اس وقت زیادہ محنت کرنے کے باعث سکندر اعظم کو بخار چڑھ آیا اور شدت بخار  
کی وجہ سے جب اس کو اپنی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تب اس نے اپنے بیٹے  
شہزادہ اسکندروس گرجی کو مہرِ خاصکی انگوٹھی اپنی انگلی سے اتار کر دے دی اور ایک  
وصیت نامہ خاص اس کے نام اور دوسرا اپنی والدہ ماجدہ کے نام لکھ کر دونوں شہزادہ  
گرجی کے حوالے کئے اور پھر اس کو زبانی یہ وصیت کی کہ تم میری وفات کے بعد  
ملک یونان میں اپنی دادی کے پاس چلے جانا اور اس کو یہ وصیت نامہ دے کر پھر  
اس کے ساتھ مشورہ کر کے اپنے آباؤ اجداد کے تحت حکومت پر متمکن ہو کر اپنے  
ملک کا انتظام کرنا، لیکن یونانی مورخ اس واقعہ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ ابھی سکندر

اعظم کو طاقت گفتار کسی قدر باقی تھی کہ اس سے پوچھا گیا کہ سلطنت کی عنان کس کے ہاتھ میں دیئے جاتے ہو تو اس نے فقط اس قدر جواب دیا کہ جو سب سے بہادر ہے۔

غرض جب یہ خبر ہندوستان سے دریا نیل تک پہنچ گئی کہ سکندر اعظم جو اپنے آپ کو دیوتاؤں کی اولاد بتاتا تھا فوت ہو گیا ہے تو ۳۲۳ قبل از مسیح میں ہر جگہ اس کی وسیع سلطنت میں فساد برپا ہو گئے اور اس کے غدار جرنیلوں نے اس کے بیٹے اور خاندان کے ساتھ سخت بیوفائی اور غداری کر کے اس کی سلطنت کے مفتوحہ مقبوضات پر ہر جگہ قبضہ جمانا شروع کر دیا اور پھر تخت سلطنت کی خاطر آپس میں تمام جرنیل لڑنے لگے چنانچہ پروکاس نے جو سکندر کے زمانہ میں ببلن (بابل) میں گورنر تھا سب سے پہلی طبعی طور پر اس نے سلطنت کا دعویٰ کر دیا پھر اس کو پٹومیڈیا کے گورنر نے قتل کر کے اپنی حکومت کا دعویٰ کر دیا۔ اسی طرح پھر دوسرے گورنروں نے سازش کر کے اس کو حکومت سے برطرف کیا، اور ۳۱۶ قبل از مسیح بمقام موسامیں ڈمٹ رئیس کو تخت پر بٹھلانے کے لئے منتخب کیا گیا مگر ڈمٹ رئیس کے پاسوں مقدونیہ کے ایک اور بڑے جرنیل انٹی گونس نے تخت چھین لیا پھر انٹی گونس کو بھی سکندر کے ایک اور جرنیل سلیوکس نامی کے مطیع ہونا پڑا، سلیوکس نے ببلن (بابل) پر قبضہ کر کے ۳۱۳ قبل از مسیح میں خاندان سلیوسیڈی کی بنیاد ڈالی تھی لیکن اس وقت ان تند خانہ جنگیوں میں سلطنت ایران کی اصلی گری پر سیس (فارس) کو کچھ ایذا نہ پہنچی گویا یہ ایک طرف بھنور میں تھا اور جنگ کی لہر بڑے زور سے میڈیا، عراق، عجم، آذر بائجان، بلوینا (بابلستان) اور پارتھیا (خراسان) میں موجزن تھی۔

## شہزادہ کا یونان میں جانا اور تخت سے

### دستبرداری اختیار کر کے گوشہ نشین ہونا

الحاصل وفات سکندر کے بعد اسکی ایشیائی سلطنت سے مایوس ہو کر جب شہزادہ گرجی اس کی وصیت کے مطابق حصول سلطنت کے لئے ملک یونان میں گیا تو وہاں بھی اس نے اپنی حکومت کے خلاف مُفسد لوگوں کو فتنہ و فساد برپا کرتے ہوئے پایا اکثر یونانی ریاستیں بھی مرکزی حکومت مقدونیہ کی اطاعت کا جوا اتار کر علانیہ اس سے بغاوت اور سرکشی کا اظہار کر رہی تھیں ایسی خوفناک اور پُرخطر حالت میں شہزادہ اسکندروس گرجی نے اپنی دادی کے کہنے پر تخت یونان پر بیٹھ کر تاج شاہی اپنے سر پر رکھا اور عنان حکومت ہاتھ میں لے کر ملک کے نظم و نسق کو درست کرنا شروع کیا مگر اس کو سکندر کے ایک اور باغی جرنیل انٹی پاٹرنے ملک کے نظم و نسق کو درست کرنے کا موقع نہ دیا وہ ہمیشہ شہزادہ کی حکومت کے خلاف شورش برپا رکھتا تھا کیونکہ وفات سکندر کے بعد جو اس کی ایشیائی سلطنت میں شورشیں اور بغاوتیں برپا ہو گئی تھیں ان تمام شورشوں اور بغاوتوں کی خبریں انٹی پاٹرنے کو بھی مل گئی تھیں اس لئے وہ بے فکر ہو کر شہزادہ کی حکومت کے خلاف سازشی کاروائیاں کرتا رہتا تھا چنانچہ انٹی پاٹرنے اس بات کو خوب جانتا تھا کہ سکندر کے ساتھ ہی اس کے بادشاہی خاندان کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے اگرچہ سپہ سالار پردکاس نے سکندر کے ضعیف القوی بھائی اری دیوس اور اس کے بیٹے شہزادہ اسکندروس گرجی کی مشترکہ بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے مگر یہ اس کا محض ایک بہانہ اور حیلہ ہے بہت جلد یا کچھ دیر بعد ضرور پردکاس خود بادشاہ بن بیٹھنے گا پس اس خیال کو مد نظر رکھ کر سکندر اعظم کی سلطنت کے یورپی حصے کا انٹی پاٹرنے کو وارث بننا چاہتا تھا اور وہ یونان کو قابو میں رکھنا آگے سے بھی زیادہ ضروری سمجھتا تھا وہ شاہی خاندان کے واسطے نہیں بلکہ خود اپنی قوت مضبوط کرنے کے لئے چاہتا تھا غرض اس طائف

المملوکی سے شہزاد گرجی کی طبیعت ایسی متنفر ہو گئی کہ اس نے اپنی آبائی سلطنت سے بے نیاز ہو کر اور تاج شاہی سر سے اتار کر تخت حکومت سے دست برداری کا اعلان کر کے خلوت گزینی اختیار کر لی جس کے بعد انٹی پاٹر نے شہزادہ اسکندروس گرجی کو بمعہ اس کی دادی اور دونوں بیویوں کے کسی قریبی گاؤں میں سکونت اختیار کرنے کے لئے بھیج کر خود ان محلات پر قبضہ کر کے ان میں رہنے لگا۔

### شہزادہ کی اولاد اور اس کی تعداد

جب شہزادہ اسکندروس گرجی تخت و تاج چھوڑ کر تمام سیاسی معاملات سے اپنے تعلقات منقطع کر کے بادشاہت سے بے نیاز ہو کر گوشہ نشین ہو گیا تو اس کے بعد پھر اس نے کبھی دعویٰ سلطنت نہیں کیا وہ ہمیشہ ریاضت و عبادت میں مصروف ہو کر اپنی زندگی مذہبی معلومات اور علمی تحقیقات میں گزارنے لگا اور جب تک زندہ رہا اسی شغل میں مصروف رہ کر اپنی باقی زندگی گزارنے لگا کبھی اس نے کسی دوسرے شخص سے سوائے اپنی دو بیویوں کے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا اس عرصہ تنہائی اور خاموشی کے زمانہ میں شہزادہ گرجی کے گھر اس کی دونوں بیویوں کے بطن سے اس کے دس لڑکے پیدا ہوئے تھے چنانچہ اس کی قفقازی بیوی کدبان نامی کے بطن سے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں، اشکانیس، تریدیس، جازیمیس، کارلکیس اور دوسری تاتاری بیوی زونہ خانم کے بطن سے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ بیان کئے جاتے ہیں، سکائی تیس، ایگودیس، تومانیس، کداریس، کوشانیس، تاکتیس، شہزادہ اسکندروس گرجی خود اپنی اولاد کو آپ تعلیم دیا کرتا تھا کیونکہ وہ خود ایک جنگی پہلوان اور بہادر سپاہی رہ چکا تھا اس لئے وہ اپنے بیٹوں کو بھی فن حرب اور فن کشتی کی تعلیم دے کر اپنے جیسا بہادر سپاہی اور جنگی پہلوان بنانا چاہتا تھا چنانچہ سب سے پہلے اس نے اپنے بیٹوں کو گھوڑے کی سواری، نیزہ بازی، تلوار چلانا، نشانہ بازی، پٹے بازی، بوٹ کشتی وغیرہ فنون کی تعلیم دینا شروع کی جب وہ

ان تمام فنون حرب کے پورے ماہر گئے تو پھر اس نے خاص طور پر ان کو گرز زنی کی تعلیم دینی شروع کی جب وہ گرز زنی کے تمام ہنروں اور کرتبوں میں بھی پورے ماہر اور واقف ہو کر ہر کمال میں کمالیت حاصل کر کے کامل سپاہی اور بہادر پہلوان بن گئے تو پھر ان کو شہزادہ اسکندروس گرجی نے اپنی خاندانی تاریخ کا درس دینا شروع کیا اور اپنے دشمنوں کے تمام مظالم اور بے انصافیوں سے ان کو آگاہ کر کے یونانیوں کا پورا دشمن بنا دیا جس کے بعد وہ ہوش سنبھال کر جب سن بلوغ کو پہنچے تو یونانیوں کے خلاف سازشی کاروائیاں کر کے اپنی موروثی سلطنت کو واپس لینے کی کوششیں کرنے لگے جن میں انہوں نے اپنے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی کو بھی اپنی موروثی سلطنت واپس لینے کی ترغیب دی مگر شہزادہ نے اس طرف مطلق التفات نہ کیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اب میں تو تارک الدنیا ہو چکا ہوں اور سیاسی کاموں میں میں نے بالکل حصہ لینا چھوڑ دیا ہے اور اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اپنی آبائی سلطنت کو غاصب دشمنوں سے واپس لو یا نہ لو میں نے تم کو تمام فنون حرب کی تعلیم دے کر اپنی تاریخ سے واقف کر کے پورا سپاہی اور جنگی پہلوان بنا کر باقی تمام سیاسی معاملات اور دینی امور سے آگاہ کر کے حق پداری ادا کر دیا ہے اب آگے تمہارا کام ہے کہ دنیا میں بہادر اور نامور بن کر اپنے باپ دادا کے نام کو روشن کرو یا نہ کرو۔

شہزادہ گرجی کی دونوں بیویوں اور بیٹوں کا یونان کو چھوڑ کر

ترکستان میں جا کر قیام کرنا

شہزادگان گرجی بھی اپنے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی کی طرح بہت بہادر اور شاہزور تھے انہوں نے بھی فن گرز اندازی میں کمال حاصل کر کے حقیقی اور صحیح معنوں میں اپنے آپ کو لقب گرجی یا گرز گاؤ سر کا مستحق بنا لیا تھا اسی واسطے عام لوگ ان کو بھی شہزادگان گرجی کے نام نامی سے نامزد کرتے تھے انہوں

نے اپنی موروثی سلطنت کو غاصب دشمنوں سے واپس لینے کی اپنے باپ کو ترغیب دے کر اس بات کی از حد کوشش کی تھی کہ ان کا باپ گوشہ نشینی سے باہر آ کر دوبارہ سلطنت کا دعویٰ کرے لیکن ان کے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی نے مطلق اس طرف توجہ نہ کی آخر وہ سب شہزادے اپنے باپ سے نا اُمید ہو کر خود اس کام میں کوششیں کرنے لگے تھے اور ان کی تمام خفیہ کوششوں اور کاروائیوں کی خبریں ہوتے ہوتے بذریعہ جاسوسوں کے انٹی پاٹر کے بیٹے اکسینڈر کو بھی ملی جو اس وقت یونان کا حاکم اور تخت مقدونیہ پر متمکن ہو کر اس وقت حکومت کرتا تھا اس لئے اس نے شہزادگان گرجی کی گرفتاری کے احکام جاری کر کے حکم دے دیا تھا کہ شہزادگان گرجی جہاں ملیں فوراً ان کو گرفتار کر کے قتل کیا جائے شہزادگان گرجی کو بھی جب اپنی گرفتاری اور حکم اور قتل کا حال معلوم ہوا تو وہ سب بھائی مل کر اپنے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو کسینڈر کے حکم کی جو اس نے ان کی گرفتاری اور قتل کے متعلق جاری کر رکھا تھا خبر سنا کر اپنے بچاؤ کے واسطے اس سے مشورہ طلب کیا شہزادہ اسکندروس نے اپنے بیٹوں کو یہ مشورہ دیا کہ تم سب بھائی بمعہ اپنی دونوں ماؤں کے یونان کو چھوڑ کر وسط ایشیا میں چلے جاؤ اور وہاں اپنے نہال کی پناہ میں رہ کر اپنے اصل مطلوب کے لئے کوشش کرو اور اگر تم اسی جگہ یونان میں رہ کر کوشش کرو گے تو یہ ظالم کسینڈر تم سب کو پکڑوا کر مروا ڈالے گا اور تم اس کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑ سکو گے کیونکہ تمہارے پاس نہ کوئی فوج اور نہ اتنا سامان حرب ہے کہ تم اکیلے دس جوان کسینڈر کی زبردست فوجی طاقت کا مقابلہ کر سکو اس لئے میں تمہیں پھر یہی مشورہ دوں گا کہ تم یونان کو چھوڑ کر وسط ایشیا میں جا کر اپنے کام کو سرانجام دو کیونکہ وہاں کے لوگ خاندان سکندری کے بڑے خیر خواہ اور وفادار ہیں اور خاص کر ان کو میرے ساتھ بہت محبت و عقیدت ہے جب وہ سنیں گے کہ تم شہزادے اسکندروس گرجی کے

بیٹے ہو تو وہ تمہاری عزت و تکریم کر کے بڑے خلوص اور محبت سے پیش آئیں گے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ تمہیں اس کام میں جہاں تک ہو سکے گا مدد دینے میں بھی دریغ نہیں کریں گے اب اس جگہ رہ کر جان بوجھ کر تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو جہاں تک ہو سکے بہت جلدی سامان سفر تیار کر کے یہاں سے چلے جاؤ پھر بیٹوں نے کہا کہ آپ بھی یونان کو چھوڑ کر وسط ایشیاء میں ہمارے ساتھ چلیں، شہزادہ نے کہا کہ میں تو اب اپنی زندگی سے بیزار ہو چکا ہوں اور میرا ارادہ اسی خاک پاک وطن میں مدفون ہونے کا ہے مجھے صرف تمہاری جانوں کا فکر ہے کہ تمہاری جانیں ضائع ہونے سے میری نسل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اس لئے میں تمہیں یہ مشورہ دے رہا ہوں ورنہ میں تمہیں بھی یہاں سے کبھی نہ جانے دیتا الغرض شہزادگان گرجی نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق فوراً سامان سفر تیار کیا اور اپنی دونوں ماؤں کو ہمراہ لے کر ساتوں رات یونان سے کوچ کر کے وسط ایشیاء کی جانب روانہ ہو گئے جس کے بعد شہزادہ اسکندروس گرجی بھی اپنے اہل و عیال کی طرف سے مطمئن ہو کر اور اپنی جان سے ہاتھ دھو کر اکیلا یونان میں رہنے لگا اور اس کا تمام اہل و عیال دشمن کی زد سے بچ کر ترکستان میں جا کر مقیم ہو گیا۔

### شہزادہ گرجی کا قتل کیا جانا

جب کسینڈر کو شہزادگان گرجی کے اس طرح بچکر چلے جانے کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنی ناکامی اور ان کے کامیاب ہو جانے کا بہت افسوس کرنے لگا مگر اب اس کی کوئی پیش نہ جاتی تھی کہ شہزادگان گرجی کو گرفتار کرے اور ان کو سزا دے کر اپنے انتقامی جذبات کو ٹھنڈا کرے، کیونکہ شہزادگان گرجی سرحد یونان کو عبور کر کے وسط ایشیاء کی سرحد میں جا کر مقیم ہو چکے تھے کسینڈر نے بڑے بڑے تیز رو سپ سواروں کو شہزادوں کے تعاقب میں روانہ کیا تھا اور اس بات کی از حد کوشش کی تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ شہزادگان گرجی کو گرفتار کر لے آئیں یا ان کو وہیں



قتل کر دیں مگر وہ سوار کسی طرح بھی شہزادوں کو قابو کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اس لئے کسینڈر نے ادھر سے مایوس ہو کر اب اپنی حکومت کے وقار کو قائم رکھنے اور شہزادگان گرجی سے انتقام لینے کے لئے ان کے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی کو اپنے معاونین کے ذریعے خفیہ طور پر قتل کرانے کا ارادہ کر لیا اور اپنے ہوا خواہوں اور معاونین کو اس کام پر مقرر کر کے حکم دے دیا کہ وہ شہزادہ اسکندروس گرجی کو بحالت خواب سوتے ہوئے قتل کر دیں کیونکہ کسینڈر اس بات کو خوب جانتا تھا کہ گو شہزادہ اسکندروس گرجی تارک الدنیا ہو کر خلوت گزین ہو چکا ہے مگر وہ شاہی خاندان سکندر کا ایک بہادر اور دلیر شاہزادہ ہے اس میں سپاہیانہ اوصاف اور بہادرانہ جذبات ابھی تک باقی ہیں وہ اس طرح اپنے آپ کو قتل کرانے کے لئے آسانی سے ہمارے حوالے نہیں کرے گا بلکہ جہاں تک ہو سکے گا وہ ہمارا مقابلہ کر کے قتل ہو گا پھر جس سے ہمارے سیاسی وقار کو بہت نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، دوسری بات اس کے مد نظر یہ تھی کہ اگر شہزادہ کو گرفتار کر کے اور میدان میں لا کر قتل کیا گیا تو اس میں بھی بہت سے فتنوں اور فسادات کے اٹھنے کا اندیشہ ہے کیونکہ ابھی ملک یونان میں خاندان سکندری کے بہت لوگ اندرونی طور پر خیر خواہ اور ہوا خواہ موجود ہیں پھر ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ غضبناک ہو کر اور اس قتل کو ایک بہانہ اور آڑ بنا کر میری حکومت کے خلاف بغاوت اور شورش پھیلانے کی کوشش کریں پس ان حالات اور خدشات کو پیش نظر رکھ کر خفیہ طور پر کسینڈر نے شہزادہ کو قتل کرانے کا بندوبست کیا تھا ظالم اور بزدل کسینڈر نے آخر اپنے بزدل معاونین اور ہوا خواہوں کے ذریعے اس عابد اور بیگناہ شہزادہ اسکندروس گرجی کو بحالت خواب سوتے ہوئے قتل کروا دیا تھا لیکن اس ظالم کو بھی بہت جلدی اس ظلم اور خون ناحق کا بدلہ مل گیا تھا وہ بھی اس دنیا میں زیادہ دیر تک آرام اور چین سے تخت مقدونیہ پر بیٹھ کر حکومت نہ کر سکا۔ یعنی تھوڑی مدت کے بعد ۳۰۷ قبل از مسیح

میں انٹی گونس کے بیٹے ڈمٹ رئیس نے ظالم کسینڈر کو تخت مقدونیہ سے بے دخل کر کے بہت بُری طرح مروا ڈالا تھا پھر اسی زمانہ میں اسی طرح ۳۰۲ قبل از مسیح میں ڈمٹ رئیس پر سیلوکس اور بطلی موس اور لفووما جس نے مل کر حملہ کیا تھا اور انہوں نے ڈمٹ رئیس کو تخت مقدونیہ سے علیحدہ کر کے قید کر لیا تھا، غرض اسی طرح سکندر کے غدار جرنیل ایک دوسرے سے تخت مقدونیہ چھین کر یکے بعد دیگرے ملک یونان پر حکومت کرتے رہے تھے۔

## باب دوم

### فصل اوّل

#### گوجر سلطنتوں اور خاندانوں کی بنیاد

ملک یونان سے ہجرت کر کے جب شہزادگانِ گرجی وسط ایشیاء میں پہنچے تو اوّل انہوں نے باختر (بلخ) میں آ کر قیام کیا مگر اس وقت بلخ میں بھی یونانیوں کی ایک جدید حکومت قائم تھی جو کچھ عرصہ سے سیلو سیڈی اور مقدونوی حکومتوں سے علیحدہ مقام بلخ میں قائم ہوئی تھی اور جس کا خود مختار بادشاہ اس وقت ایک یونانی گورنر ڈایومیسٹریس نامی تھا جو تمام علاقہ بلخ پر اس وقت حکمران تھا ڈایومیسٹریس بھی ویسا ہی شہزادگانِ گرجی کا جانی دشمن تھا جیسا کہ مقدونیہ کا ظالم حاکم کسینڈر تھا اس لئے شہزادگانِ گرجی جب بلخ میں داخل ہونے لگے تھے تو اس وقت بلخ میں داخل ہونے کے پیشتر ہی انہوں نے یونانی لباس کو ترک کر کے تاتاری لباس کو زیب تن کر لیا تھا کہ مبادا کوئی یونانی سپاہی ہمیں شناخت کر کے شاہی خاندان کے گرجی شہزادے سمجھ کر ڈایومیسٹریس کے پاس پکڑ کر انعام کے لئے نہ لے جائے، ڈایومیسٹریس نے شہزادگانِ گرجی کے نہال کی ریاست کو بھی غصب کر لیا ہوا تھا وہ بھی اپنی آبائی ریاست سے بیدخل ہو کر نہایت بے سروسامانی کی حالت میں صحرا نوردی

کرتے پھرتے تھے غرض اس ملک میں بھی سوائے خدا کے شہزادگان گرجی کا کوئی ایسا یار و مددگار نہ تھا جو اس آڑے وقت میں ان کی دستگیری کر کے مدد کرتا آخر وہ خدا پر بھروسہ کر کے چھ ماہ تک دارالخلافہ بلخ میں رہ کر اپنے سیاسی اصول و خیالات کی خفیہ طور پر اشاعت کرتے رہے مگر اس قلیل عرصہ میں وہ کسی طرح بھی اہل بلخ کو اپنا ہم خیال نہ بنا سکے کیونکہ اہل بلخ پر یونانیوں کا سیاسی اثر بہت زیادہ تھا وہ یونانیوں کے جبر و تشدد اور ان کے جاسوسوں کی جاسوسی سے ہر وقت ڈرتے اور لرزتے رہتے تھے بلخ کی یونانی حکومت کے محکمہ جاسوسی کا انتظام ایسا زبردست تھا کہ بلخی باشندے ہر گز شہزادگان گرجی کے خیالات کو سننے اور قبول کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے اس لئے باشندگان بلخ سے ناامید ہو کر جب شہزادگان گرجی نے اس جگہ اپنی کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو پھر انہوں نے نواح بلخ کے پہاڑوں میں جانے اور وہاں کی قوموں میں اپنے سیاسی خیالات کی اشاعت کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔

## شہزادگان گرجی کا چرواہا قوموں سے مل کر پیشہ چرواہی

### اختیار کرنا

آخر شہر بلخ کو چھوڑ کر شہزادگان گرجی نواح بلخ کے پہاڑی علاقہ میں چلے گئے اور وہاں کی چرواہا قوموں سے روابط اور اتحاد پیدا کر کے ان میں اپنے سیاسی اصول و خیالات کی اشاعت کرنے لگے مگر اس اشاعت پر جب ان کا جمع شدہ سرمایہ بہت سا خرچ ہو گیا تو اس وقت ان کو اپنے دشمن یونانیوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے مزید ضرورت اور خرچ کی تنگی محسوس ہونے لگی لیکن ان کو مزید سرمایہ حاصل کرنے کا اس وقت کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تھا کیونکہ پہاڑی علاقہ میں سوائے پیشہ گلہ بانی اور چرواہی کے اور کوئی ایسا پیشہ یا ذریعہ نہیں تھا جس پیشہ یا ذریعہ کوئی حاجت مند انسان اپنی معاش یا سرمایہ حاصل کر سکے اس لئے بامر

مجبوری شہزادگان گرجی نے بھی اپنے بڑے بھائی اشکانیس گرجی کے مشورہ پر عمل کر کے اپنے باقی ماندہ سرمایہ سے مویشیوں کے چند گلے خرید کر کے پیشہ چرواہی کو اختیار کر لیا اور پہاڑ کی چرواہا قوموں کے ساتھ مل کر انہی پہاڑوں میں وہ بھی اپنے چوپاؤں کو چرانے لگے جس کے بعد وہ خود اپنی معاش اور مزید سرمایہ کی ضرورتوں سے بیفکر ہو کر پہاڑ کی چرواہا قوموں میں مدت تک اپنے دشمن یونانیوں کے خلاف پراپیگنڈا کرتے رہے۔

بلخ کی چرواہا قوموں میں ایک قوم پارنی نام بھی تھی جس کے ساتھ مل کر شہزادگان گرجی ہمیشہ اپنے چوپاؤں کو بلخ کے چراگاہوں میں چرایا کرتے تھے شہزادگان گرجی نے پارنی قوم کے سردار نسولن نامی اور اس کی قوم کو چند دنوں میں اپنی خوش اسلوبی سے ایسا گرویدہ دام الفت کر لیا تھا کہ پارنی قوم کا سردار شہزادگان گرجی کو بمعہ ان کے مال مویشیوں کے خاص اپنے باڑے میں بڑی عزت کے ساتھ لے گیا وہ سردار بہت شریف اور متمول تھا جس کے گھر میں سوائے ایک لڑکی کے اور کوئی زرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے اس نے شہزادگان گرجی کے بڑے بھائی شہزادہ اشکانیس گرجی کو ایک قبل اور لائق آدمی سمجھ کر اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دی جس کے بعد پھر اس نے اشکانیس گرجی کو بمعہ اس کے بھائیوں کے اپنے خاص گھر میں لا کر آباد کیا پھر سردار نسولن نے کچھ عرصہ بعد ایک دن اپنی قوم کے تمام معزز و مقتدر آدمیوں کو جمع کر کے ان کے روبرو اس نے اپنی بیٹی اور اپنے داماد اشکانیس گرجی کو اپنی کل جائداد اور مال مویشیوں کے گلوں کا وارث قرار دے کر اپنا جانشین مقرر کر کے اپنی قوم سے اس کی سرداری قبول کرنے کا عہد لیا پھر جس کے بعد پارنی قوم نے بھی اشکانیس گرجی کو اپنا سردار تسلیم کر کے اس کی سرداری پر مہر تصدیق ثبت کر دی آخر چند دن کے بعد جب سردار نسولن فوت ہو گیا تو پھر اس کی جگہ اشکانیس گرجی سردار قوم منتخب ہو کر

اپنے فرائض سرداری کو محسوس کرتے ہوئے پارنی قوم کی اصلاح کرنے لگا جس کے مشوروں سے پارنی قوم مستفیض ہو کر چند دنوں میں اپنی اصلاح و تنظیم کر کے ایک مہذب اور خود دار قوم کی طرح عزت گزارنے لگی ورنہ اس کے پیشتر بلخ کی یونانی حکومت پارنی قوم کو ایک وحشی اور حقیر قوم سمجھ کر اس کے ساتھ بہت ہتک آمیز سلوک کیا کرتی تھی بلخ کی یونانی حکومت کا طرز حکومت ان دنوں نہایت تشددانہ اور جابرانہ تھا اور اس کے بادشاہ ڈایو میٹریس نے اپنے نوکروں کو اہل بلخ کا مال لوٹنے اور ان کو بلخیوں پر جبر و تشدد کرنے کی عام اجازت دے رکھی تھی اس کے ظلم سے تنگ آ کر بلخ کے بہت سے لوگ اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جا کر آباد ہو گئے تھے چنانچہ جب اشکانیس گرجی نے بھی پارنی قوم کے لوگوں کی اصلاح کرنے کوشش کی تو بلخ کی یونانی حکومت اس کی اصلاحات کو بھی نگاہ چشم سے دیکھ کر پارنی قوم پر پہلے سے زیادہ ظلم و تشدد کرنے لگی جس سے تنگ آ کر آخر پارنی قوم بھی بلخ کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئی اور اشکانیس گرجی کے مشورے سے اس نے علاقہ پارتھیا (پارسان) میں جانے کا ارادہ کر لیا غرض بلخ کی یونانی حکومت کے طرز حکومت کو تمام اہل بلخ اور خصوصاً پارنی قوم کے لوگ بہت ناپسند کرتے تھے اس لئے پارنی قوم بھی مجبور ہو کر اشکانیس گرجی کی معیت میں بمعہ اس کے بھائیوں کے بلخ سے ہجرت کر کے یونانیوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے علاقہ پارتھیا (خراساں) میں چلی گئی۔

شہزادگان گرجی کا خراساں میں جا کر وہاں کی حکومت

حاصل کرنا

ان دنوں خراساں میں بھی یونانیوں کی حکومت تھی مگر یہ حکومت بلخ کے یونانیوں کی حکومت نہیں تھی بلکہ علاقہ خراساں یونانیوں کی مرکزی حکومت مقدونیا کا ماتحت صوبہ تھا جس پر مرکزی حکومت مقدونیا کی طرف سے ایک یونانی گورنر

بنام فیری کلس حکمران تھا فیری کلس کا جو رو تشدد ڈایو میٹریس سے بھی بڑھا ہوا تھا جیسے پارنی قوم ڈایو میٹریس کے ظلم سے نالاں رہتی تھی ویسے ہی اہل پارٹھیا (اہل خراساں) فیری کلس کے جبر و استبداد کے شاکے تھے فیری کلس بھی قدیم شاہان ایران کی طرح تمام اہل خراساں کو اپنا غلام سمجھتا تھا وہ اکثر طور پر خراسانی مجرموں کو زر خرید غلاموں کی طرح فروخت کر کے ان کے خریداروں سے روپیہ حاصل کرتا تھا جس کی وجہ سے تمام اہل خراساں اس کی طرز حکومت سے ناخوش تھے اور اس سے آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ایران کی قدیم تاریخوں میں لکھا ہے کہ سکندر اعظم کے پیشتر جب زمانہ ماضی میں علاقہ خراساں قدیم شاہان ایران کا ماتحت صوبہ ہوا کرتا تھا تو اس وقت قدیم شاہان ایران اپنے دیگر صوبوں سے اس صوبہ کے لوگوں کو غلامانہ حالت میں رکھ کر مخصوص طور پر ان سے غیر منصفانہ سلوک کیا کرتے تھے یعنی اس زمانہ میں صوبہ خراساں کے لوگوں سے جو چند آدمی امیر ہوا کرتے تھے وہ قدیم شاہان ایران کی اردل میں رہا کرتے تھے اور ان کے مطیع ہونے کے سوا وہ ہر طرح آزاد ہوتے تھے اور باقی تمام اہل خراساں شاہان ایران کے غلام تصور کئے جاتے تھے اور وہ ان غلاموں پر کمان کیا کرتے تھے لیکن خراسانی غلام ایسے تابعدار اور فرمانبردار ہوتے تھے کہ کبھی ان کو شاہان ایران کے خلاف بغاوت برپا کرنے اور اپنی آزادی حاصل کرنے کا خیال تک نہیں آتا تھا مگر علاقہ خراساں پر جب سکندر اعظم نے آکر قبضہ کیا تو اس نے تمام خراسانی غلاموں کو ایرانیوں کے ہتھیار و استبداد سے آزاد کرا کر ان کے ساتھ مساوانہ اور برادرانہ سلوک کرنے کے لئے ایک ایسا قانون جاری کر دیا تھا جس کے خوف سے ایران کے سابقہ شاہی خاندان کے لوگ اپنے خراسانی غلاموں کے ساتھ مساوانہ اور برادرانہ سلوک کرنے پر مجبور ہو گئے تھے لیکن جب سکندر اعظم فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کے رعوت پسند جرنیلوں نے بھی قدیم شاہان ایران کی

طرح اہل خراسان کے گلوں میں وہی طوق غلامی ڈال کر اور سکندر اعظم کے قانون کو منسوخ کر کے ان کو غلام بنا لیا تھا جس غلامی سے یونانی جرنیلوں کے انصاف پسند بادشاہ اسکندر اعظم نے اہل خراسان کو آزاد کرایا تھا۔

الحاصل جب شہزادگان گرجی بمعہ پارنی قوم کے علاقہ خراسان میں پہنچ کر وہاں کے سبزہ زار مرغزاروں میں ڈیرے لگا کر اپنے مویشیوں کو چرانے لگے تو اس وقت اہل خراسان کی انقلاب پسند جماعت کے بعض آدمیوں کو بھی کسی نہ کسی طرح اس بات کی خبر معلوم ہو گئی کہ سکندر اعظم کے پوتے مقدونیہ سے ہجرت کر کے خراسان میں چلے آئے ہیں اور چرواہوں کے لباس میں فلاں چرواہا قوم سے مل کر فلاں چراگاہ میں اپنے مویشی چراتے پھرتے ہیں تو ان کو یہ خبر سن کر بہت خوشی اس بات کی حاصل ہو گئی کہ خدا نے اب ہماری آزادی اور رہنمائی کے لئے سکندر اعظم کے پوتوں کو ہمارے ملک میں بھیج دیا ہے کیونکہ اہل خراسان مدت سے کسی ایسے لیڈر یا رہنما کی تلاش میں تھے جو ان کو ظالم اور سفاک فیری کلس کے پنجہ استبداد سے نجات دلا کر ان کے لئے امن اور آزادی کی زندگی بسر کرنے کا بندوبست کرے لیکن ان کو خود اپنی قوم میں کوئی ایسا لیڈر یا رہنما نہیں ملتا تھا جو ان کو فیری کلس کے پنجہ استبداد سے نجات دلا کر آزاد کراتا۔ اس لئے اہل خراسان کی انقلاب پسند جماعت میں سے چند اکابر ان قوم رات کو خفیہ طور پر شہزادگان گرجی کے ڈیرے پر پہنچ کر ان کو ملے اور فیری کلس کے جور استبداد کی داستان سنا کر ان سے درخواست کرنے لگے کہ آپ ہمارے بادشاہ اور داد گر بن کر ہم کو فیری کلس کے پنجہ اہنی سے آزاد کرا کر ہماری دادرسی کریں اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے جس قسم کی مالی و جانی مدد کی آپ کو ضرورت ہوگی وہ ہم سب اہل خراسان آپ کو دینے کے لئے تیار ہیں لیکن آپ ہم کو ان ظالم یونانیوں کے پنجہ استبداد سے جس قدر جلدی ممکن ہو رہائی دلا کر اپنے سایہ عاطفت میں لیں کیونکہ

ہم لوگ مدت سے ایرانیوں اور یونانیوں کے مظالم برداشت کر کے ان کی غلامی میں زندگی بسر کرتے آ رہے ہیں اور اب ہم سے یہ غلامی کی زندگی اور ذلت کی ماتحتی برداشت نہیں ہو سکتی ہم تمام اہل خراساں کو آپ کے پیشتر آپ کے دادا سکندر اعظم نے ایرانیوں کی غلامی سے آزاد کرا کر دنیا میں نیک نام حاصل کیا تھا اور اب آپ بھی ہم کو یونانیوں کی غلامی سے آزاد کرا کر دنیا میں نیک نام حاصل کریں اور ہم آج سے تمام اہل خراسان کی طرف سے آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے پھر آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ بعد از فتح اور آزادی ملک کے آپ ہمارے ملک کی اصلاح و انتظام کر کے اس میں عدل و انصاف کا طریق جاری کریں۔ غرض اہل خراسان کی اس درخواست کو شہزادگان گرجی نے بخوشی منظور کر کے ان سے یہ وعدہ کیا کہ ہم سے جہاں تک ہو سکا ہم تمہاری مدد کر کے تمہیں فیری کلس کے جو رو ظلم سے بچا کر تمہیں آزاد کرائیں گے اور پھر تمہارے ساتھ ہمیشہ اپنے بھائیوں کی طرح برادرانہ اور مساوانہ سلوک کیا کریں گے اور ہر طرح تمہارے ملک کی ترقی و بہبود کا بھی خیال رکھیں گے۔

جس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے شہزادگان گرجی گھر سے نکل کر مدت سے ہر جگہ کوشش کرتے پھرتے تھے اب قدرت نے اس مقصد کے حصول کے ذرائع ان کے لئے خود بخود پیدا کر دیئے اب انہوں نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنے مقصود یعنی حکومت کو حاصل کرنے کے لئے اور خراسان کو آزادی دلانے کے لئے جدو جہد شروع کر دی اور ہمہ تن اسی طرف متوجہ ہو کر یونانی حکومت کے خلاف ہر جگہ پروپیگنڈا کر کے عوام اہل خراسان کو بھی اپنا ہم خیال بنا کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرنے لگے اب عوام اہل خراسان بھی پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر شہزادگان گرجی اور انقلاب پسند جماعت کے ہموا ہو کر وطنی جہاد میں شامل ہونے پر آمادہ ہو گئے اور ہر روز خفیہ طور پر ہزار ہا کی تعداد میں شہزادگان



گر جی کے پاس آ کر یونانیوں کے خلاف جہاد کرنے اور اپنے وطن کو آزاد کرنے کے عہد و پیمان کرنے لگے اب شہزادگان گرجی نے بھی ان میں سے ایسے بہادر نوجوانوں اور رضا کاروں کو باقاعدہ طور پر بھرتی کرنا شروع کر دیا جو کہ خود اپنی خوشی سے اپنے وطن کے لئے جان دینے اور آزادی حاصل کرنے پر آمادہ تھے پھر ان نوجوانوں اور رضا کاروں کو فوجی اصول کے مطابق جنگی تعلیم دے کر جب شہزادگان گرجی نے یونانیوں کے خلاف ان کی ایک باقاعدہ اور تربیت یافتہ فوج تیار کر لی تو پھر وہ اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ جب کوئی بہانہ ہاتھ آئے تو یونانیوں کے خلاف اعلان جنگ کر کے ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا جائے اور ان کی حکومت کو تباہ و برباد کر کے اس کی جگہ اپنی حکومت قائم کر لی جائے۔ فیری کلس کو بھی شہزادگان گرجی کے ان بارادوں اور خفیہ کاروائیوں کی تمام اطلاعیں پہنچ گئی تھیں اس کے جاسوس ہر روز اس کو شہزادگان گرجی کی جنگی تیاریوں کی خبریں لا کر سنایا کرتے تھے لیکن وہ حکومت کے نشہ میں ایسا مخمور و مغرور ہو گیا تھا کہ مطلق اس طرف التفات نہیں کرتا تھا بلکہ ان خبروں کو غیر اہم سمجھ کر ان کی اہمیت کو کم کر دیا کرتا تھا اس کے جاسوس جب کبھی اس کو شہزادگان گرجی کی جنگی تیاریوں اور خفیہ کاروائیوں کی خبریں آ کر سناتے تھے تو وہ خبریں سن کر حکومت کی ترنگ میں آ کر کہتا تھا کہ مجھے ان گڈریوں کی خفیہ کاروائیوں اور جنگی تیاریوں سے کیا خوف ہو سکتا ہے جبکہ میری حکومت ہر طرح ہشیار اور مستحکم و مضبوط ہے میں جب ان گڈریوں کو چاہوں گا فوراً تباہ و برباد کر دوں گا لیکن میں ایک معمولی گڈریہ قوم کے چند شورہ پشت نوجوانوں کے شور و شر کو زیادہ اہمیت دے کر ان کی شہرت کو بڑھانا اور اپنی حکومت کے وقار سلطنت کو کم کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں ان کی تمام جنگی تیاریوں کو بچوں کا ایک کھیل سمجھتا ہوں بھلا یہ گڈریئے میرا اور میری حکومت کا کیا بگاڑ سکتے ہیں ایک دن فیری کلس کے جاسوسوں نے پھر اس کو آ کر کہا اے

حضور جن نوجوانوں کو آپ گذریہ قوم کے چند شورہ پشت نوجوان سمجھ رہے ہیں وہ اصل میں اسکندر اعظم کے پوتے اور شہزادہ اسکندروس گرجی کے بیٹے ہیں اور وہ مقدونیہ سے چل کر خراسان میں اس لئے آئے ہیں کہ آپ کی حکومت چھین کر اس قبضہ کریں اسی لئے وہ گذریوں کے لباس میں گذریہ قوم میں رہ کر آپ کی حکومت کے خلاف لوگوں کو ابھار رہے ہیں اور پارنی قوم اور اہل خراسان کی انقلاب پسند جماعت کے نوجوانوں کے سیاسی رہنما بن کر وہی ان کی سیاسی رہنمائی بھی کر رہے ہیں لیکن جاسوسوں کی ان سقہ اور معتبر خبروں کا فیری کلس کو ہرگز یقین نہیں آتا تھا کہ شہزادگان گرجی خراسان میں آ کر میری حکومت کے خلاف کوششیں کر رہے ہوں کیونکہ اس کا یہ خیال تھا کہ شاہی محلوں میں پرورش پانے والے اور ہر وقت ناز و نعم اور عیش و عشرت میں زندگی بسر کرنے والے خراسان کی جنگلی اور چرواہا قوموں میں رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتے اور نہ ایسے نازک مزاج شہزادے چرواہوں کے ساتھ رہ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں مویشی چرا سکتے ہیں آخر اس نے اپنے جاسوسوں کے کہنے پر ایک دن شہزادگان گرجی میں سے ان کے ایک بھائی شہزادہ تریدیس گرجی کو بلا کر اس کی سخت بے عزتی کی اور ڈرا دھمکا کر اس کو قتل کا خوف دلایا اور پھر نہایت بیدردی اور ذلت کے ساتھ اپنے دربار سے نکلوا کر جیل میں بھیج دیا چند روز کے بعد پھر اسی طرح اس شہزادے کی بے عزتی کر کے اس کو جیل سے باہر لا کر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اہل خراسان کو شہزادگان گرجی کے ساتھ بہت محبت پیدا ہو گئی تھی وہ ان کو ہمیشہ بہ نظر احترام دیکھا کرتے تھے اور بوجہ اسکندر اعظم کے پوتے ہونے کے ان کی بہت عزت و تکریم کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی ان کو اپنا لیڈر بھی تسلیم کر چکے تھے اس لئے جب فیری کلس نے شہزادہ تریدیس گرجی کی بے آبروئی کر کے اس کو بے عزتی کے ساتھ دربار سے نکال کر جیل میں بھیج دیا تو اہل خراسان اس کی اس بد سلوکی اور نامعقول روش سے برہم ہو کر اس پر لعنت

بھیجے لگے اور اس کی حکومت کے خلاف تمام ملک میں ایک ایسا جوش پھیل گیا کہ جس کا فرو کرنا فیری کلس اور اس کی حکومت کے لئے بہت مشکل ہو گیا اب اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر شہزادگان گرجی نے بھی اپنے دشمن یونانیوں کے خلاف اعلان جنگ کر کے تمام خراسانی اور پارنی قوموں کے احرار کو جمع کرے حکم دیدیا کہ فوراً یونانی چھاؤنیوں پر حملہ کر کے یونانی سپاہیوں سے جنگ شروع کر دیں تاکہ ان کو کسی طرح بھی سنبھلنے کا موقع نہ مل سکے ملک میں جب ہر طرف فتنہ و فساد شروع ہو گیا تو پھر یونانی مدبر بھی اس فتنہ کو مٹانے اور احرار کے جوش انتقام کو فرو کرنے کی کوششیں کرنے لگے اور ہزار ہا تدبیریں احرار کی جارحانہ یورشوں کو روکنے کے لئے کرتے تھے مگر ان کی کوئی تدبیر اس وقت کارگر نہ ہوتی تھی جو تجویز یا تدبیر بھی وہ کرتے تھے شہزادگان گرجی نے آگے سے اس کا تدارک کر لیا ہوتا تھا اس لئے یونانی مدبروں کی تمام تجویزیں اور تدبیریں جو وہ شہزادگان گرجی کے خلاف کرتے تھے وہ سب خاک میں مل جاتی تھیں اور ہر معاملے اور ہر میدان میں انکو شکست آتی تھی اسکے پہلے شہزادگان گرجی نے احرار کی تمام فوج کو دس حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک حصے کی رہنمائی کا کام اپنے اپنے ذمے لے لیا تھا اور پھر ان تمام حصوں کی کمان انہوں نے اپنے بڑے بھائی اشکانیس گرجی کو تفویض کر کے اس کو اپنا کمان افسر یا سپہ سالار بنا کر اس کی زیر قیادت یونانیوں سے جنگ کرنے کا بندوبست کر لیا تھا غرض جب اس تربیت سے تمام لشکر احرار کو شہزادگان گرجی نے مرتب کر لیا تو پھر وہ اشکانیس گرجی کی قیادت میں اپنے دشمن یونانیوں پر حملہ آور ہو کر جنگ کرنے لگے تھے جس میں یونانیوں کی شکست پر شکست اور احرار کو فتح پر فتح حاصل ہونے لگے تھی یونانیوں کے لئے احرار کی مدافعت کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا ہر جگہ ان کی فوجیں پسپا ہوتی جاتی تھیں جس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ملک میں ہر جگہ فتنہ و فساد اور جنگ و جدل جاری تھا یونانیوں سے کسی طرح بھی اس کا انسداد

نہیں ہو سکتا تھا وہ عجب مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے ان پر ایسا نازک وقت آ گیا تھا کہ کوئی جگہ ان کو ایسی نہیں ملتی تھی کہ جہاں چھپ کر وہ احرار سے اپنی جانیں بچائیں گویا ان کے مظالم کی وجہ سے یہ ان پر ایک قہر الہی نازل ہوا تھا جس کی کہ وہ سزا بھگت رہے تھے لیکن اس مخمور حکومت فیری کلس کو شہزادگان گرجی اور احرار کی زبردست طاقت کا اس وقت یقین آیا جبکہ شہزادگان گرجی اور احرار نے اس کے خاص قلعہ پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔

جب فیری کلس قتل ہوا تو اس کے قتل ہونے کے ساتھ ہی خراسان سے بھی یونانی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا جس کے بعد شہزادگان گرجی اور احرار نے مل کر ملک سے باقی ماندہ یونانیوں کو خارج کرنا شروع کر دیا جب یونانیوں سے تمام ملک صاف ہو گیا اور اخراج سے اہل خراسان کو فراغت حاصل ہوئی تو پھر پارسی قوم اور اہل خراسان نے مل کر اپنے ملک کی حکومت شہزادگان گرجی کو پیش کر کے ان سے درخواست کی کہ اب آپ اپنے میں سے جس کو چاہیں بادشاہ منتخب کر کے اس کی زیر نگرانی ہمارے ملک کا انتظام کریں تب شہزادگان گرجی نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخش کر اپنے بڑے بھائی اشکانیس گرجی کو متفقہ طور پر بادشاہ منتخب کر کے اس کو تخت حکومت پر متمکن کر دیا اور سب بھائی با اتفاق مل کر ملک خراسان پر حکمرانی کرنے لگے اگرچہ شہزادے غیر ملک اور غیر قوم کے تھے لیکن اپنی خوش انتظامی اور ہر دلعزیزی سے انہوں نے تمام لوگوں کو خوش کر لیا ہر وقت رعایا برابری کی آسائش و بہبودی میں سرگرم رہ کر سابقہ حکمرانوں کے احسان لوگوں کے دلوں سے محو کرنے لگے ویسے تو یہ شہزادے سب کے سب شجاع و بہادر اور اصول جہانداری و سیاسیات سے پورے ماہر اور واقف تھے لیکن ان سب میں سے زیادہ بہادر و مدبران کا بڑا بھائی اشکانیس گرجی تھا۔ جب ۲۵۰ قبل از مسیح تخت خراسان پر اشکانیس متمکن ہوا تو اس نے مظلوموں کی دلجوئی اور زبردستوں

کی قدر افزائی شروع کی امور مملکت اور آسودگی سپاہ رعایا میں دل و جان سے کوشش کرنے لگا پہلے پہل اس نے فیری کلس کی بد انتہا مسوں اور ابتریوں کا تدارک کیا پھر عدل و انصاف اور بذل و عطا سے رعایا کو سرفراز کر کے فیری کلس کی زیادتیوں کا پورا معاوضہ دے دیا اس کی احسان مندی اور جود بخشش نے خلق خدا کو آسودہ حال اور فارغ البال بنا دیا اس کی حکومت میں تمام تریب اور فقیر لوگ مرفعہ الحال ہو کر امن و آسائش کی زندگی بسر کرنے لگے تھے اندون ملک کے ربط و ضبط سے فارغ ہو کر پھر اشکانیس گرجی مضافات خراسان کی تہہ کا ارادہ کر کے اور بیشمار لشکر لے کر مضافات کی طرف روانہ ہوا اول اپنے شمالی حدود پر حملہ کر کے صوبہ ہیرا کافی (ماژندران و داغمان) کو فتح کیا اور پھر مشرق بس صوبہ آری (ہرات) اور جنوب میں دشت کارمانی اور مغرب میں مدی (ایراق عجم، آذر بایجان) وغیرہ صوبہ جات فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کر لے غرض اپنے دادا سکندر اعظم کی طرح اشکانیس گرجی بھی اعلیٰ درجہ کا مدبر و منتظم تھا اس نے اپنے حسن انتظام سے اپنی سلطنت کو مستحکم و مضبوط بنا کر پھر عمارات کی طرف توجہ کی اور جا بجا عالیشان عمارتیں اور پُر فضا مقامات بنوانے شروع کئے پرانے درالصدر کی جگہ ایک یہ فراخ اور وسیع شہر ہاگس نامی جس کو اب رے کہتے ہیں آباد کر کے

(۱) اشکانی گوجر خاندان کا دارالخلافہ کم از کم شروع میں رہاگس تھا جس کو اب رے کہتے ہیں اور جو ایران کے موجودہ دارالخلافہ کے نزدیک واقع تھا اب بھی بیشمار کھنڈرات یہ بتلاتے ہیں کہ کسی زمانہ میں وہاں ایک بہت بڑا شہر آباد ہوگا بعض مورخوں کی یہ رائے ہے کہ اشکانی گوجروں کا دارالخلافہ اس جگہ تھا۔ جہاں شہر دار میں واقع ہے۔ کھنڈرات اب تک وہاں موجود ہیں ان میں سے نہایت ہی پرانا اور سب سے مشہور ایک مربع شکل کا زیرین پستہ ہے اور ایک تفصیل کے کھنڈرات اب ان کو ظاہر کرتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں شاید یہاں کوئی قلعہ ہوگا ممکن ہے کہ اہل پارٹھیا پہلے یہاں آباد ہوئے ہوں اور یہاں کی آب و ہوا ان کو موافق نہ آئی ہو اور انہوں نے ہاگس میں اپنا دارالسلطنت مقرر کر لیا ہو۔

اپنا پایہ تخت قرار دیا پھر سرحد خراسان کے پار علاقہ خیوا کے قریب ایک اور شہر آباد کر کے اس کا نام اپنے نام پر اشک آباد رکھا اور ۲۵۰ قبل از مسیح خراسان میں گوجر سلطنت کی بنیاد رکھ کر گوجر نام کو روشن کرنے لگا۔

اشکانیس گرجی کی اولاد بھی اس کے بعد اسی کے نام پر انزکانی گوجر نامزد ہو کر دنیا میں مشہور ہوئی لیکن اب بعض مؤرخ اپنی غلط تحقیق کی وجہ سے اشکانیس گرجی اور اس کی اولاد کو پارنی اور پارہین (خراسانی) قوموں کی نسل و اولاد قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ تحقیق بالکل غلط ہے کیونکہ پارنی قوم ایک علیحدہ قوم ہے جو شہزادگان گرجی کے ہمراہ بلخ سے ہجرت کر کے خراسان میں آ کر آباد ہوئی تھی اور اسی طرف پارہین (خراسانی) ایک جدا قوم ہے جو اسی ملک خراسان کے رہنے والی ہے اور اشکانی قوم ان دونوں سے ایک علیحدہ قوم ہے جو اشکانیس گرجی کی اولاد ہے جس کا ان دونوں پارنی اور پارہین قوموں سے سوائے رشتہ ازدواج کے اور کسی قسم کا نسبی یا نسلی تعلق نہیں۔ اسی طرح محققین کا ایک اور گروہ ہے جو پارنی اور پارہین دونوں قوموں کو ایک ہی قوم اور نسل قرار دیتا ہے مگر ان کی تحقیق بھی غلط ہے کیونکہ تاریخ ایران قدیم کے مصنف مسٹر ڈبلیو جیمین سفیر امریکہ اپنی تاریخ ایران قدیم میں لکھتے ہیں کہ اشکانیس گرجی کے تحت نشین ہونے کے بعد جو مورخ پارنی قوم کو بھی اہل پارہیا (اہل خراسان) کے نام سے موسوم کرتے رہے ہیں وہ غلطی پر تھے کیونکہ یہ قوم کسی طرح بھی اس نام کی مستحق نہیں جس کو مورخوں نے اہل پارہیا کے نام سے موسوم کیا ہے۔

آمد برسر مطلب

**تسخیر گرجستان کیلئے شہزادہ جارجیس گرجی کا سپہ سالار ہو کر جانا**

اشکانیس گرجی جب اندرونی معاملات کو اپنی منشاء کے مطابق سرانجام دے چکا تو پھر اس کو اپنے باپ دادا کے باقی ماندہ کھوئے ہوئے ملکوں کی بازیافت

کا خیال دامنگیر ہوا تو اس نے اول اپنے آبائی مقبوضہ گرجستان کو یونانیوں سے واپس لینے کا ارادہ کیا اور اس کو فتح کرنے کے لئے فوراً اس نے ایک جنگی مہم کی تیاریاں شروع کر دیں پارنی اور پارتھین (خراسان) قوموں سے ایک لاکھ جوان بھرتی کر کے فوراً ان کو اس مہم کے لئے جنگی تعلیم دینا شروع کی جب وہ نوجوان جنگی تعلیم و تربیت حاصل کر کے اس کام سے فارغ ہو چکے تو پھر اشکانیس گرجی نے اپنے بھائیوں میں سے ایک بھائی شہزادہ جارجیس گرجی کو منصب سپہ سالاری پر سرفراز کر کے اس کو بیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ فوج دے کر تسخیر گرجستان کے لئے روانہ کیا۔

یونانیوں کی مرکزی حکومت مقدونیا کی طرف سے اس زمانہ میں صوبہ گرجستان پر ایک یونانی گورنر بنام فیلوبوں حکمران تھا جب شہزادہ جارجیس گرجی اپنا جہاز لشکر لے کر تبریز کے راستے گزر کر علاقہ گرجستان پر حملہ آور ہوا تو ادھر سے فیلوبوں حاکم گرجستان بھی اپنی فوج لیکر شہزادہ جارجیس گرجی کے مقابلہ کے لئے آیا اور بقام اردو باد فریقین میں سخت جنگ برپا ہوا لیکن فیلوبوں شکست اٹھا کر بھاگ گیا اور شہزادہ جارجیس گرجی نے اردو باد کو تاخت و تاراج کر کے ویران کر دیا۔ اس معرکہ آرائی میں بہت سا مال غنیمت شہزادہ جارجیس گرجی کے ہاتھ لگا جس کو فاتح سپہ سالار نے خراسان روانہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر وہ آگے بڑھا اور شہر پریوں کو فتح کر کے قبضہ اقتدار میں لے آیا پھر الزبتھ پول کی طرف اُس نے رُخ کیا جہاں یونانیوں نے بہت سخت مدافعت کی مگر یونانیوں کے قبضہ میں یہ شہر بھی زیادہ دیر تک نہ رہ سکا آخر اس پر بھی شہزادہ جارجیس گرجی نے بہت جلدی قبضہ کر کے یونانیوں کو اس کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا جس کے بعد یونانی اندرون ملک میں پسپا ہو کر شہزادہ جارجیس سے لڑنے لگے۔ اس وقت فیلوبوں کے پاس اتنی فوج موجود نہیں تھی جو شہزادہ جارجیس گرجی کی جہاز فوج کا بہت مدت تک

مقابلہ کر سکتی اس لئے وہ بمعہ اپنی فوج کے شکست پر شکست اٹھا کر ہر جگہ پسپا ہوتا گیا فیلوبوں نے سیوکس کے پوتے کو جس کی ماتحت صوبہ گرجستان تھا اس کو شہر سلوشیا (مدائن) میں جو اس کا بایہ تخت تھا کمک کے لئے خط لکھا کہ وہ بہت جلدی اس کے لئے گرجستان میں گمک روانہ کرے لیکن سیوکس کے پوتے نے جو اس وقت حکومت مقدونیا کی طرف سے تمام ایشیائی ممالک کا وائسرائے تھا فیلوبوں کو کمک روانہ کرنے میں بہت دیر کی اس لئے فیلوبوں بغیر کسی بیرونی امداد کے اپنی قلیل فوج کو ساتھ لے کر خود اکیلا ایک ماہ تک شہزادہ جارجیس کے جرار لشکر کی مدافعت کرتا رہا۔ آخر جب اس کو کمک پہنچنے کی کوئی امید نہ رہی تو پھر وہ تمام سرحدی قلعے خالی کر کے اندرون ملک میں پسپا ہو کر مدافعت کرنے لگا اور شہزادہ جارجیس گرجی ان تمام خالی شدہ قلعوں پر اپنا قبضہ کر کے پھر اندرون ملک کی طرف جارحانہ اقدام شروع کیا۔ بڑی سرعت سے تعاقب کر کے فیلوبوں کو بمعہ اس کی فوج کے اندرون ملک میں جا کر محصور کر لیا اور پھر ہر چہار اطراف سے حملہ کر کے تہ تیغ کرنا شروع کیا چند لمحہ تک بڑی شدت سے یہ جنگ جاری رہا۔ آخر شہزادہ جارجیس گرجی نے یونانی فوج کے قلب میں پہنچ کر فیلوبوں کو قتل کر کے پھر اس کا سر نیزہ پر بلند کر کے اس کی فوج کو دکھایا جس کے دیکھنے سے یونانی فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور تمام یونانی سپاہیوں نے جنگ سے عاجز آ کر اس وقت شہزادہ جارجیس گرجی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی چال دیکھ کر فیلوبوں کا بیٹا ایسون نامی جو محاصرہ کے باہر کچھ تھوڑی فوج لے کر لڑ رہا تھا وہ اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ گرجستان سے بھاگ کر ارمینیا میں چلا گیا جس کے بعد پھر تمام علاقہ گرجستان پر شہزادہ جارجیس گرجی نے قبضہ کر لیا، صوبہ گرجستان کے چھن جانے سے ایک دفعہ یونانیوں کو نہایت رنج اور افسوس ہوا اور آئندہ ان کو اپنی حکومت کے زوال کا یقین ہو گیا کیونکہ اس کے پیشتر یونانیوں کے



چند صوبے شہزادگان گرجی آگے بھی چھین چکے تھے جس کی وجہ سے اب ان کو کامل یقین تھا کہ شہزادگان گرجی اب آئندہ بھی ہم سے اپنی آبائی مقبوضات واپس لینے کی ضرورت کو شش کریں گے غرض فتح گرجستان کے بعد بڑے شان و شوکت سے شہزادہ گرجیس نے جشن فتح منا کر اپنی فوج کے بہادر سپاہیوں اور افسروں کو بہت سا انعام و اکرام دے کر خوش کیا پھر اپنے بھائی شاہ اشکانیس گرجی کے پاس بہت سا مال غنیمت اور جنگی قیدی خراسان میں روانہ کئے جس کے صلہ میں شاہ اشکانیس گرجی نے بھی شہزادہ جارجیس گرجی کو اس فتح کا پیغام مبارک باد بھیج کر ہمیشہ کے لئے اس صوبے کا مستقل گورنر متعین کر کے اس کو صوبے کا انتظام سپرد کر دیا جس کے بعد پھر اس کی اولاد بھی اس صوبے پر قابض رہ کر بہت مدت تک حکومت کرتی رہی۔

شہزادہ جارجیس گرجی نے اس ملک کے پرانے شاہی خاندان کی ایک شہزادی سے اپنی شادی کر کے ہمیشہ کے لئے اس ملک میں سکونت اختیار کر لی تھی اور اسی ملک میں اس شہزادی کے بطن سے اس کی اولاد پیدا ہوئی جس کا قومی نام ان دونوں باپ بیٹا کے ناموں کی طرف منسوب ہو کر گرجی اور جارجی مشہور ہوا یعنی اس کے بعد اس کی اولاد اس کے نام اور اس کے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی کے خطاب شجاعت سے منسوب ہو کر دنیا میں گرجی اور جارجی دونوں ناموں سے موسوم ہوئی جس کی وجہ سے یہ علاقہ بھی ان دونوں باپ بیٹا کے ناموں کی طرف منسوب ہو کر گرجستان اور جارجیا کے ناموں سے دنیا میں مشہور ہوا بلکہ آج بھی عام لوگ اس کی اولاد کو گرجی و جارجی اور اس علاقے کو گرجستان اور جارجیا کے ناموں سے موسوم کرتے چلے آتے ہیں۔

آدم برسر مطلب

## ترکستان کو فتح کرنے کے لئے اب شہزادہ

### سکائی نیس گرجی کا سپہ سالار ہو کر جانا

ممالک ترکستان اور اقوام تاتار کو تسخیر کرنے کے لئے شاہ اشکانیس گرجی نے اب تیسری مہم کی تیاریاں شروع کیں اور اس مہم کو تیار کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ شہزادگان گرجی نے نہال کی ریاست بلخ کو یونانی حکومت سے چھین کر تاتار کے یوں جی قبیلہ کو دیدی ہوئی تھی اور شہزادگان گرجی کی والدہ جو اسی قوم تاتار سے تھی وہ ان کو ہمیشہ اپنے میکے کی ریاست یوں جی تاتار سے آزاد کرا کے اور واپس لینے کی ترغیب دیا کرتی تھی دوسری وجہ اس مہم کو تیار کرنے کی یہ تھی کہ پارنی قوم جو شہزادگان گرجی کی حلیف اور مددگار قوم تھی وہ بلخ کی یونانی حکومت سے انتقام لینا چاہتی تھی کیونکہ بلخ کی یونانی حکومت نے اس قوم کو تنگ کر کے پھر اس کو اس کے آبائی وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا جس کی وجہ سے یہ قوم بلخ چھوڑ کر خراسان میں چلی آئی تھی پس ان تمام واقعات کو مد نظر رکھ کر اب شاہ اشکانیس گرجی نے تیسری مہم کے لئے جنگی تیاریاں شروع کیں اور اس مہم کے لئے پھر اس نے صوبہ گرجستان سے بھی کافی فوج طلب کی پھر وہ جب اس مہم کی تیاریاں مکمل کر چکا تو پھر اس نے اپنے بھائیوں سے اس دفعہ چار بھائیوں کو جن کے نام یہ ہیں سکائی نیس، تو مانیس، کوشانیس، تاکتانیس کو منتخب کر کے اس مہم کے ساتھ جانے کے لئے تیار کیا اور مختلف عہدوں پر ان کو مامور کر کے پھر ساٹھ ہزار سوار چالیس ہزار پیادہ فوج دے کر ترکستان کو روانہ کیا یعنی ان چاروں میں سے سکائی نیس گرجی کو تمام فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے باقی تین بھائیوں کو اس کے نائبان سپہ سالار قرار دے کر پھر ان کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ شہزادہ سکائی نیس گرجی کی زیر قیادت ترکستان کو فتح کرنے کے لئے بھیجا، جب یہ فوج شہزادگان گرجی کی زیر کمان سرحد خراسان کو عبور کر کے بلخ کی یونانی حکومت کے علاقہ خیوا

پر حملہ آور ہوئی تو ادھر سے بلخ کی یونانی حکومت کی فوجیں بھی اس حملہ کے دفعیہ کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گئیں دونوں طرف کی فوجوں کا مقابلہ علاقہ خیوا میں ہونے لگا چند دن تک طرفین میں بہت سخت جنگ جاری رہی آخر بلخی یونانی فوجیں بہت بُری طرح شکست فاش اٹھا کر بلخ کی طرف پسا ہو گئیں اور شہزادگان گرجی نے تمام علاقہ خیوا پر قبضہ کر کے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔

بلخی یونانیوں نے اس جنگ میں بہت نقصان اٹھایا تھا جس کی تلافی پھر وہ ہرگز نہ کر سکے تھے یہ وہی یونانی تھے جنہوں نے کہ فارس کے یونانیوں سے بلخ میں اپنی ایک علیحدہ خود مختار حکومت قائم کر رکھی تھی انہی یونانیوں نے پارنی قوم اور شہزادگان گرجی کو بلخ چھوڑنے پر مجبور کیا تھا اور اب پارنی قوم اور شہزادگان گرجی نے طاقت پا کر حملہ کر دیا لیکن بلخی یونانی ان کے مقابلے میں بہت کمزور ثابت ہوئی جس کمزوری کی وجہ سے وہ اپنی ریاست کے مغربی شمالی علاقوں سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو کر علاقہ بلخ میں محدود ہو گئے پھر جن کے بعد ان علاقوں پر شہزادگان گرجی نے مستقل قبضہ کر کے ترکستان کے لئے اپنی آمد و رفت کے راستے کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا فتح خیوا کے بعد پھر شہزادگان گرجی خطہ ماورالنہر پر حملہ آور ہوئے وہاں کا حاکم بھی بہت سی فوج لے کر ان کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں آیا کچھ دیر تو طرفین کی فوجیں حملہ آور ہو کر ایک دوسرے سے لڑتی رہیں مگر پھر طرفین کے افسران فوج خود میدان جنگ میں نکل کر اکیلے آپس میں خود جنگ کرنے لگے اول شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اپنے مقابلہ کے لئے حاکم ماورالنہر کو طلب کیا ماورالنہر کا حاکم بڑا شہزور اور دیوہیکل پہلوان تھا وہ بھی زرہ بکتر پہن کر اور ایک ہاتھ میں ایک بڑا بہاری گرز لے کر شہزادہ سکائی نیس گرجی بھی شیر ببر کی طرح گرجتا ہوا آیا اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی پہلے دونوں پہلوان تلواریں ہاتھ میں لے کر تلواروں سے دل کھول کر لڑتے رہے پھر جب ان کی تلواریں

ٹوٹ گئیں تو پھر انہوں نے گرز ہاتھ میں لے کر لڑنا شروع کر دیا دیر تک دونوں بہادر گرزوں کے کرتب دکھاتے اور ان سے جنگ کرتے رہے آخر شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اپنا گرز گاؤ سر اٹھا کر دشمن کے گرز پر اس طرح مارا کہ دشمن کا گرز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا پھر جب وہ زمین سے اپنا گرز اٹھانے لگا تو پھر اوپر سے شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اس کے سر پر ایک ایسا گرز رکھ کر مارا کہ دشمن کا کام اسی ایک گرز سے تمام ہو گیا بس حاکم ماورالنہر کا مرنا تھا کہ اس کی فوج کے چھلکے چھوٹ گئے اور وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ گئی مگر شہزادگان گرجی نے تعاقب کر کے اس کی تمام فوج کو قید کر لیا ماورالنہر پر قبضہ کرنے کے بعد پھر شہزادگان گرجی نے بخارا پر یورش کی اہل بخارا نے بغیر کسی مزاحمت کے اطاعت قبول کر کے وقاداری کا عہد کیا اب کیا تھا تمام وسط ایشیا میں شہزادگان گرجی کی بے مثال گرز زنی اور شمشیر زنی کا چرچا پھیل گیا تمام حاکم اور والیاں ملک سہاک ہو کر دب گئے اور منچلے شہزادے سمرقند اور زرافشان کو فتح کرتے ہوئے قوقند میں پہنچ گئے قوقند میں پہنچ کر شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اپنی فوج کو تین حصوں میں منقسم کر کے ایک حصہ فوج کو شہزادہ تو مانیس گرجی کی زیر قیادت علاقہ رنگیر یا اور منگولیا کی طرف روانہ کیا اور دوسرے حصہ کو شہزادہ تانکتیس گرجی کی زیر سرکردگی وادی دریائے سیحون کے قبائل کو تسخیر کرنے کے لئے بھیجا تیسرے حصہ کو خود اپنے زیر کمان رکھ کر پھر مشرقی ترکستان کی طرف بڑھا کاشغرا کسوریا رقند اور ختن کو فتح کرتا ہوا شہر سوچو کے قریب جا پہنچا جہاں بلخی یونانیوں کا حلیف اور دوست قبیلہ یوں چلی آباد تھا اسی طرح دوسری طرف شہزادہ تو مانیس گرجی نے کوہ تھیان شان سے گزر کر علاقہ رنگیر یا کو فتح کر لیا اور وہ تمام قبائل رنگیری کو مطیع و منقاد کر کے پھر علاقہ منگولیا پر حملہ آور ہوا لیکن حاکم منگولیا لڑائی پر آمادہ ہو کر اس کے بالمقابل آگیا اور کئی ایک لڑائیوں کے بعد آخر حاکم منگولیا کو بھی شہزادگان

گرجی کی شجاعت پر ایمان لانا پڑا اب کیا تھا کہ شہزادہ تو ماننیس بھی تمام روکا وٹیس پہلے ہی دور کر چکا تھا اب وہ بھی تمام منگول قبیلوں کی گردنوں میں اطاعت کا جوا ڈالتا ہوا چین اور منگولیا کے سرحدی شہر میم چن تک نکل گیا ادھر شہزادہ تاکتیس گرجی نے بھی اپنی خداداد اور قابلیت اور شجاعت کے جوہر دکھا کر وادی دریائے سیون کی تمام جنگجو اور سرکش قبیلوں کو یکے بعد دیگرے مطیع و منقاد کر کے تمام وادی پر قبضہ کر لیا پھر آئندہ ان قبیلوں کی شرارت اور سرکشی کو مد نظر رکھتے ہوئے وہاں ایک چھاؤنی قائم کر کے ایک جدید شہر بھی تعمیر کرایا جس کا نام اس نے اپنے نام پر تاکتند رکھا جو بعد میں بگڑ کر تاسقند اور تاشقند کے ناموں سے مشہور ہوا اس عظیم الشان کامیابی کے بعد پھر شہزادگان گرجی نے جمع ہو کر وسط ایشیا میں ایک جشن فتح منا کر اپنی فوج کے تمام بہادر سپاہیوں کو بہت سا انعام و اکرام دیکر خوش و خرم کیا اور پھر انہوں نے اپنے بھائی اشکانیس گرجی کو بھی اس عظیم الشان فتح کی خوشخبری بھیج کر اس کے پاس بھی بہت سا مال غنیمت خراسان میں روانہ کیا جس کے جواب میں شاہ اشکانیس گرجی نے بھی ان کو ان کی فتح کا پیغام مبارک باد بھیج کر پھر ان کی خدمات کے صلہ میں جو انہوں نے وسط ایشیا میں سرانجام دی تھیں شہزادہ سکائی نیس گرجی کو مشرقی ترکستان اور شہزادہ تاکتیس گرجی کو مغربی ترکستان کا مستقل وائسرائے قرار دے کر ان ممالک کا انتظام ہمیشہ کے لئے ان کے سپرد کر دیا باقی کو شائیس اور تو ماننیس گرجی کو سکائی نیس گرجی کا مددگار المہام اور وزیر مقرر کر کے پھر دوسرے تاکتیس گرجی کے لئے خراسان سے دو اور بھائیوں کو انہی عہدوں پر مامور کر کے اس کے پاس بھیج دیا۔

ان بڑی مہمات سے فارغ ہو کر اب شہزادگان گرجی انتظام حکومت کے درپے ہوئے۔ مفسدوں اور خیرہ سروں کی خاطر خواہ سرکوبی کر کے ہر جگہ امن و امان قائم کر دیا یونانیوں کے تمام مظالم کا تدارک بطریق احسن کر کے فسق و فجور کو دور

کیا رعایا کو عدل و انصاف سے سرفراز کر کے رعیت پروری اور داد گستری کو اپنا شیوہ بنا کر ملک اور سلطنت کی بہبودی اور ترقی میں کوشش کرنے لگے ان کو تعمیرات کا شوق میراث میں چلا آتا تھا اس لئے انہوں نے مشرقی و مغربی ترکستان میں کئی ایک شہر اور عمارتیں تعمیر کر اکر اپنی یادگاریں قائم کیں چنانچہ وادی دریائے سیحون میں شہزادہ تکتیس گرجی نے ایک شہر تعمیر کرا کر اس کا نام اپنے نام پر تکتند رکھا تھا جس کا نام بعد میں بگڑ کر تاسقند اور تاشقند مشہور ہو گیا، الحاصل شہزادگان گرجی نے یوح جی تاتار سے اپنے نہال کی ریاست بھی آزاد کرا کر انکے حوالے کی جسکی وجہ سے یوں جی تاتار شہزادگان گرجی کے دشمن ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔

### مشرقی ترکستان میں بغاوت اور شہزادگان گرجی کا اسکوفرو کرنا

اہل تاتار شہزادگان گرجی کو اپنے بھانجے اور انکی والدہ کو اپنی قومی اور وطنی بہن خیال کیا کرتے تھے اس لئے عہد سرحد تاتار میں فوج لے کر داخل ہوئے تو عام تاتاری قبیلوں نے کسی قسم کی ان کی مزاحمت نہ کی بلکہ ان کا خیر مقدم کر کے بڑی شان سے ان کو اندرون ملک میں لے گئے لیکن بعض ان قبیلوں نے جو بلخی یونانیوں کے حلیف اور دوست تھے انہوں نے کئی ایک جگہ پر گرجی شہزادوں کا مقابلہ کیا کیونکہ مشرقی ترکستان کے بعض باشندوں پر بلخی یونانیوں کے رسوخ کا اثر اس وقت بھی کچھ نہ کچھ باقی تھا جس اثر کی وجہ سے بعض قبیلوں نے ان کی مزاحمت کی مگر گرجی شہزادے ہر جگہ مظفر و منصور ہو کر اور ان قبیلوں کو مغلوب و مطیع کرتے ہوئے شہر سوچو کے قریب جہاں بلخی یونانیوں کا حلیف قبیلہ یوں جی حکمران تھا وہاں پہنچ گئے۔

### قبیلہ یوچی کا اطاعت سے انکار

تاتار کے یوچی کے بلخی یونانیوں سے نہایت گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور بلخی یونانیوں کی طرف سے اس قبیلہ کو اخلاقی امداد کے علاوہ ہر قسم کی جانی و مالی

مدد بھی وقت پر پہنچا کرتی تھی اس لئے جب شہزادہ سکائی نیئس گرجی نے یوچی ٹانچو یعنی سردار کوجسکا نام یانتا چن تھا اطاعت قبول کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے اس کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہو کر بہت سی فوج لے کر میدان جنگ میں نکل آیا اب شہزادہ سکائی نیئس گرجی کو بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ بھی اس کو بزور شمشیر مغلوب کر کے مطیع کرے اس لئے اب اس نے بھی اپنے بھائی شہزادہ کوشا نیئس گرجی کو سات ہزار فوج دے کر یوچی ٹانچو سردار کی سرکوبی کے لئے میدان جنگ میں بھیجا غرض شہزادہ کوشا نیئس گرجی نے میدان جنگ میں پہنچ کر یوچیوں سے جنگ شروع کیا اور دس روز تک جنگ ہوتا رہا جس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ یوچی تاتار کے ٹانچو یعنی سردار یانتا چن نے راہ فرار اختیار کر لی اور بمعہ اپنی فوج کے وہ تبت بزرگ کی طرف بھاگ گیا اور شہزادہ کوشا نیئس گرجی نے اس کے بعد اس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا، شہزادگان گرجی کی فوج سے یوچیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن یوچی سب بیقاعدہ اور ناتجربہ کار سپاہی تھے اور شہزادگان گرجی کی فوج اس زمانہ کے لحاظ سے ہر طرح پوری قواعد و ان تہذیب یافتہ تھی اس لئے شہزادگان گرجی کی فوج نے ہر جگہ نہایت آسانی سے یوچیوں کو مغلوب کر کے شکست فاش دے دی الغرض پھر شہزادہ سکائی نیئس گرجی نے شہزادہ کوشا نیئس گرجی کو حکم دیا کہ مشرقی ترکستان سے تمام یونانی عنصر کو خارج کر کے کشمیر اور افغانستان کی طرف نکال دیا جائے تاکہ یہ ملک ہمیشہ کے لئے ان کے وجود سے پاک ہو جائے شہزادہ کوشا نیئس گرجی نے فوراً اس کے حکم کے مطابق پھر تمام یونانیوں اور ان کے دوستوں کو مشرقی ترکستان سے خارج کر کے کشمیر اور افغانستان کی طرف نکال دیا۔

### قبیلہ ہن کی بغاوت

تاتار کا ایک اور قبیلہ ہن نامی تھا اس قبیلہ کے لوگوں نے بھی شہزادگان

گرجی کی اطاعت سے انحراف کر کے اپنے ٹانچو سردار پاسا نامی کی زیر قیادت بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا اس قبیلہ کی تادیب کے لئے اب شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اپنے دوسرے بھائی شہزادہ تو مانیس گرجی کو پانچ ہزار فوج دے کر علاقہ ہنسیاں کی جانب روانہ کیا شہزادہ تو مانیس گرجی نے علاقہ ہنسیاں میں پہنچ کر ہر چار طرف سے قبیلہ ہن پر یورش کر کے اس کا قافیہ اس طرح تنگ کیا کہ ایک جگہ تو تمام قبیلہ محصور ہو گیا آخر معمولی لڑائی کے بعد اور محاصرہ کی تکلیفوں سے تنگ آ کر ہن قبیلہ کے لوگوں نے بھی شہزادہ تو مانیس گرجی کے آگے ہتھیار ڈال کر اس کی اطاعت قبول کر لی جس کے بعد اس قبیلہ کے ٹانچو سردار پاسا نامی نے بھی نہایت عاجزی سے معافی طلب کر کے آئندہ وفادار رہنے اور اخراج دینے کا وعدہ کیا۔

### قبیلہ یامین کی سرکشی

اسی طرح قوم بنی اسرائیل سے قبیلہ یامین کے سردار یو آش نامی نے سرکشی اختیار کر کے اخراج دینے سے انکار کر دیا تھا اس قبیلہ کی گوشمالی کے لئے اب خود شہزادہ سکائی نیس گرجی تین ہزار فوج لے کر علاقہ انھسی میں پہنچا جہاں قبیلہ یامین کے لوگ اور ان کا سردار یو آش سکونت پذیر تھا دو دن تک شہزادہ سکائی نیس گرجی کی فوج سے یامینیوں کا مقابلہ ہوتا رہا جس میں قبیلہ یامین کے بہت سے آدمی قتل اور گرفتار ہوئے آخر جنگ سے عاجز آ کر یامینوں نے بھی اطاعت قبول کر کے شہزادہ سکائی نیس گرجی کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور ان کے سردار آیوش نامی نے وفادار رہنے اور آئندہ خراج ادا کرنے کا اقرار کر لیا۔

قبیلہ یامین کے لوگ حضرت یعقوب کے سب سے چھوٹے بیٹے اور حضرت یوسف کے حقیقی بھائی بن یامین کی اولاد تھی ۵۹۷ قبل از مسیح کلدانیوں کے ظالم بادشاہ بنو کدنزر (بخت نصر) نے جب یروشلم کو تباہ و برباد کیا تھا تو اس وقت وہ ظالم قوم بنی اسرائیل کے دس ہزار آدمیوں کو اسیر کر کے شہر بابل میں لے آیا تھا تو اس



وقت انہی اسیروں میں قبیلہ یامین کے لوگ بھی اسیر کر کے بابل میں لائے گئے تھے لیکن بابل میں لا کر بھی بنو کد نزر (بخت نصر) نے ان پر ویسے ہی جو رو ظالم جاری رکھا جس ظلم سے تنگ آ کر یہ لوگ شہر بابل سے بھاگ کر مشرقی ترکستان میں چلے آئے اور قصبہ انہسی میں ایک قلعہ بنا م یامین تعمیر کر کے اس میں آباد ہو گئے پھر جس کے بعد آہستہ آہستہ سیاسی اقتدار حاصل کر کے اہل تاتار پر حکومت کرنے لگے۔

## شہزادگان گرجی کی پہلی حکمت عملی اور ان کی شادیاں

ان محاربات سے فارغ ہو کر اب شہزادگان گرجی نے تاتاری اور دیگر اقوام کے سرکش اور مفسد قبیلوں کو اپنا ہمدرد اور مددگار بنانے کے لئے اپنے دادا سکندر اعظم کی حکمت عملی اختیار کی یعنی ان سرکش قبیلوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ تعلقات ازدواج قائم کر کے اپنی سلطنت کو انہوں نے مستحکم و مضبوط بنانا شروع کر دیا چنانچہ سب سے پہلے شہزادہ سکائی نیس گرجی نے یوچی ٹانچور سردار یانتا چن کو معافی دیکر اس کو اپنے وطن میں واپس آنے کی اجازت دے دی جب وہ تبت سے اپنے وطن میں واپس آیا تو پھر اس کو مسند ریاست پر متمکن کر کے اس کی ضبط شدہ ریاست اس کے حوالے کر دی جس کے بعد پھر اس کی بیٹی مانچی خانم سے خود شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اپنی شادی کر کے یوچی ٹانچو کو اپنا ہمدرد اور مددگار بنا لیا پھر جب تک یہ ٹانچوزندہ رہا شہزادگان گرجی کی خیر خواہی اور ہمدردی کا دم بھرتا رہا اس ٹانچو کے گھر میں سوائے ایک بیٹی کے جس کی شادی وہ شہزادہ سکائی نیس گرجی سے کر چکا تھا اور کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے جب وہ فوت ہوا تو شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اس کی گدی پر اس کے بھائی برتا چن کو متمکن کر کے اس کی ریاست کا وارث اس کو قرار دیا۔

## شہزادہ کوشانیس گرجی کی شادی

اب برتا چن کو اپنا ہمدرد اور مددگار بنائے رکھنے کے لئے شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اپنے بھائی کوشانیس گرجی کی شادی اس کی بیٹی پاتو خانم سے کرا دی اس طرح اب یہ بھی شہزادگان گرجی کے دوستوں اور ہمدردوں کی سلک میں منسلک ہو گیا مگر برتا چن کے گھر میں بھی سوائے اس اکلوتی بیٹی کے اور کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے برتا چن نے تمام یوچی تاتار کو جمع کر کے ان کے روبرو اپنی زندگی میں اپنی بیٹی پاتو خانم اور اپنے داماد شہزادہ کوشانیس گرجی کو اپنی کل جائیداد اور ریاست کا وارث قرار دیا جس کو پھر اس کی قوم اور شہزادہ سکائی نیس گرجی نے بھی منظور کر کے مہر تصدیق ثبت کر دی پھر ٹانچور برتا چن جب فوت ہوا تو شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اس کی وصیت کے مطابق مسند ریاست پر اس کی بیٹی پاتو خانم کو مسند نشین کرنے کی ریاست کا انتظام اس کے خاوند یعنی اپنے بھائی شہزادہ کوشانیس گرجی کے سپرد کر کے اس کو اس ریاست کا منتظم مقرر کیا غرض جب پاتو خانم فوت ہوئی تو اس کے بطن سے جو شہزادہ کوشانیس گرجی کی اولاد پیدا ہوئی تھی وہ اس ریاست کی وارث قرار پائی اور ہمیشہ تک وہی اس کی مالک و مختار کل بنی رہی شہزادہ کوشانیس کے بعد اس کی اولاد اسی کے نام کی طرف منسوب ہو کر کوشن یا کوشان گوجر کہلانے لگی تھی۔

## سکائی نیس گرجی کی دوسری شادی

اب قبیلہ یامین کو دوست بنانے کے لئے شہزادہ سکائی نیس گرجی نے اپنی دوسری شادی اس قبیلہ کے سردار یوآش کی بیٹی سمیرا نامی سے کر کے اس قبیلہ کو بھی اپنا مددگار اور معاون بنالیا ان دونوں عورتوں کے بطن سے جو شہزادہ سکائی نیس گرجی کی اولاد پیدا ہوئی تھی وہ اسی کے نام کی طرف منسوب ہو کر اس کے بعد ساکا گوجر کے نام سے دنیا میں مشہور ہوئی لیکن اس نام کے علاوہ شہزادہ سکائی

نہیں گرجی کی اولاد اس کی دونوں بیویوں کے نام اور قومیت کی طرف بھی منسوب کی جاتی تھی یعنی جو اولاد مانچی خانم کے بطن سے پیدا ہوئی تھی وہ اس کے نام پر مانچو گوجر کے نام سے موسوم کی جاتی تھی اور جو اولاد قبیلہ یامین کی شہزادی سمیرا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی وہ سمیرا کی قومیت کی طرف منسوب کر کے یامین گوجر کے نام سے بلائی جاتی تھی لیکن یہ مزید نام و خطاب صرف اپنے گھر میں بطور امتیاز کے بولے جاتے تھے یعنی ایک ماں کے بیٹے دوسری ماں کے بیٹوں کو امتیاز کے طور پر آپس میں ان ناموں اور خطابوں سے پکارتے تھے ورنہ شہزادہ سکائی نہیں گرجی کی تمام اولاد کا اصل قومی خطاب اور نام سکا اور سا کا گوجر تھا جس نام اور خطاب سے یہ خود اپنے گرجی قبیلہ اور عام لوگوں میں مشہور تھی۔

### شہزادہ تو مانچیس گرجی کی شادی

تاتار کاہن قبیلہ بھی بڑا مفسد اور سرکش قبیلہ تھا اب اس کو بھی اپنا ہمدرد اور غمخوار بنانے کے لئے شہزادہ سکائی نہیں گرجی نے اس کے مانچو پاسا نامی کی بیٹی بورتائی خانم سے اپنے دوسرے بھائی شہزادہ تو مانچیس گرجی کی شادی کرا کر اس قبیلہ کو بھی اپنا دوست اور خیر خواہ بنا لیا تھا پھر اس ہن شہزادی بورتائی خانم کے بطن سے جو شہزادہ تو مانچیس گرجی کی اولاد پیدا ہوئی تھی وہ اسی کے نام پر نامزد ہو کر تو مانچو گوجر کہلاتی تھی شہزادہ تو مانچیس گرجی کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا جس کا نام میتی نہیں گرجی تھا اور جو اس ہن شہزادی کے بطن سے پیدا ہوا تھا وہ بڑا بہادر اور نامور لڑکا تھا وہ ہمیشہ اپنا لشکر جرار اپنے ہمراہ لے کر فغفوران چین پر یورش کر کے جنگ میں ان کو عاجز کر دیا کرتا تھا تاریخ چین و تاتار میں ملتی نہیں گرجی کے بڑے بڑے جنگی کارناموں اور معرکہ آرائیوں کا ذکر مذکور ہے چنانچہ ملیتی نہیں گرجی نے ایک دفعہ چار لاکھ سوار لے کر فغفور لو پانگ پر جس کو کاوٹی بھی کہتے تھے۔ یورش کر دی اور اس وقت اگر ایک قلعہ پاس نہ ہوتا تو فغفور پانگ بیدست و پا ہو کر

ملیتی نہیں گرجی کے پنجہ آہنی میں پھنس چکا تھا مگر اس قلعے نے گرفتار ہونے سے اس کو بچا لیا لیکن شہزادہ ملیتی نہیں گرجی نے پھر اس قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا اور سات روز تک محاصرہ کئے رکھا آخر کار جب فغفور چین کو اپنی رہائی کی کوئی صورت دکھائی نہ دی تو پھر اس نے نہایت ذلیل شرائط پر صلح کر کے اپنے آپ کو ملیتی نہیں کے محاصرہ سے خلاص کر لیا اور ساتھ ہی اس کو اپنی ایک جگر پارہ بیٹی بھی ملیتی نہیں گرجی کے حوالے کرنا پڑی تھی۔

### شہزادہ تانکتیس گرجی کی شادی

اسی طرح مغربی ترکستان میں شہزادہ تانکتیس گرجی نے اس حکمت عملی پر عمل پیرائے ہو کر ایک ترکی قبیلہ جس کا نام لوکاری تھا اور جو بڑا شورش پسند اور فتنہ پرواز تھا اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہے اپنی شادی کر کے شہزادہ تانکتیس گرجی نے بھی اس کو اپنا خیر خواہ اور ہمدرد بنالیا تھا پھر اس ترکی خاتون کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی تھی وہ اسی کے نام کی طرف سے منسوب کر کے تاک اور تاس گوجر کے نام سے پکاری جاتی تھی اور آج بھی وہ اسی نام سے موسوم چلی آتی ہے الغرض اسی طرح باقی چار گرجی شہزادوں نے بھی اس حکمت عملی پر عمل کر کے اپنی شادیاں ترکی و تاتاری و ایرانی و نسرانی اور قفقازی قبیلوں کی عورتوں سے کیں لیکن ہم ان کی شادیوں کا حال بخوف طوالت ترک کرنے کے اب انکی دوسری حکمت عملی کا حال تحریر کرتے ہیں۔

### شہزادگان گرجی کی دوسری حکمت عملی

شادیوں کے علاوہ شہزادگان گرجی نے اپنی سلطنت کو مستحکم و مضبوط بنانے کے لئے اب دوسری حکمت عملی یہ اختیار کی کہ وہ جس ملک یا علاقے میں حکمران تھے اسی ملک کو اپنا وطن قرار دے کر پھر اسی ملک کی قوم اور باشندوں کی قومیت و تہذیب اختیار کر کے ان قوموں اور باشندوں کو انہوں نے اپنا دوست اور مددگار

بنالیا تھا مثلاً اگر وہ ترکستان میں حکمران تھے تو وہاں ترکی و تاتاری قومیت اختیار کر لی اور اگر وہ خراسان یا ایران میں حکمران تھے تو وہاں خراسانی و ایرانی قومیت اختیار کر کے انہی قوموں میں مل جل گئے لیکن انہوں نے غیر قومیتیں اور غیر تہذیبیں اختیار کرنے کے باوجود اپنے آبائی خطاب گرجی کو اپنے اصل ناموں کے ساتھ بطور امتیاز کے پیوست رکھا اس خطاب کو کسی حالت اور کسی صورت میں بھی ترک نہیں کیا بلکہ بطور طغرائے امتیاز کے اس خطاب کو اپنے اصل ناموں کے ساتھ غیر قوموں میں مشتہر کرتے رہے پھر اسی طرح ان کی اولاد بھی ان کے بعد جس ملک یا علاقے میں جا کر آباد ہوئی اس نے بھی باوجود اختلاط غیر اقوام کے اپنے قومی لقب گرجی یا گوجر کو نہیں چھوڑا وہ بھی اپنے اصل نام کے ساتھ اس لقب کو بطور امتیاز کے برابر مشتہر کرتی رہی لیکن آج وہ اس لقب کو مشتہر کرنے سے شرماتی ہے۔

آدم برسر مطلب

شاہ اشکانیس گرجی کا اپنے بھائیوں کو بڑے بڑے مناصب

و مدارج دے کر اپنے فرائض کے بوجھ کو ہلکا کرنا

سلطنت گرجا کی حدود اب سرحد سلونیا (مدائن) سے لے کر سرحد چین تک پہنچ گئی تھیں اس لئے شاہ اشکانیس گرجی نے اس وسیع سلطنت کے انصرام و انتظام کے لئے اپنے تمام بھائیوں کو مختلف عہدوں پر مامور کر کے اس سلطنت کے ہر ایک اقطاع میں ان کو بھیج دیا اور نظم و نسق سپرد کر کے ان میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ مختار جزو کل بنا دیا چنانچہ تکتیس گرجی کو مغربی ترکستان کا اور سکائی نیس گرجی کو مشرقی ترکستان کا وائسرائے مقرر کیا اور جازجیس گرجی کو علاقہ گرجستان کی اور تو انیس گرجی کو علاقہ مغلستان (منگولیا) اور علاقہ ہنسیاں کی گورنری تفویض کی اور کوشانیس گرجی کو اس کے سسرال یوچی تاتار کی ریاست کا ناظم مقرر کیا اسی طرح دوسرے بھائیوں میں سے کسی کو عہدہ گورنری اور کسی کو منصب وزارت

اور کسی کو مدارالہامی کا رتبہ دے کر اپنے فرائض کے بھاری بوجھ کو ہلکا کر لیا غرض اپنے بھائیوں کو شاہ اشکانیس گرجی نے بڑے بڑے مناصب و مداراج عطا کر کے ان کی دلجوئی اور عزت افزائی کی اور سب بھائی با اتفاق مل کر مدت تک حکومت کرتے رہے لیکن یہ نقشہ شاہ اشکانیس گرجی کے بعد بالکل بدل گیا اور تمام بھائی اپنی اپنی جگہ آزاد و خود مختار ہو کر اس کے بعد مرکزی حکومت کی قیادت کو برائے نام تسلیم کرنے لگے تھے۔

### شاہ اشکانیس گرجی کا اپنے بھائیوں اور اولاد

#### کو مرنے سے پہلے ایک وصیت کرنا

ایشیا کے ایک بڑے حصے پر یونانی حکومتیں ابھی تک مسلط تھیں مثلاً بلخ کی یونانی حکومت ابھی تک افغانستان اور ہندوستان کے ایک وسیع حصے پر قابض تھی اور دوسری طرف سلویشیا کی یونانی حکومت کا عراق عرب اور ملک شام پر قبضہ تھا اور تیسری طرف یونانیوں کی مرکزی حکومت مقدونیا ملک یونان پر مسلط تھی اس کے لئے شاہ اشکانیس گرجی نے ان تمام ممالک سے یونانیوں کو نکالنے کے لئے اب جو چوتھی مہم کی جنگی تیاریاں شروع کیں لیکن ابھی یہ ان تیاریوں میں ہی مصروف تھا کہ بہت سخت بیمار ہو گیا اور اس کو بیماری کی وجہ سے اپنی زندگی کی مطلق کوئی امید نہ رہی اس لئے اس نے بلاد ترکستان و گرجستان اور ایران سے اپنے تمام بھائیوں کو فوراً طلب کیا پھر وہ جب تمام دارالخلافہ خراسان میں آ کر اس کے پاس جمع ہوئے تو پھر اس نے اپنی تمام اولاد اور بھائیوں کو وصیت کی کہ اب میں تو اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو چکا ہوں لیکن ہمارے موروثی دشمن یونانی ممالک افغانستان و ہندوستان اور عراق عرب و ملک شام اور یونان میں ابھی تک موجود ہیں اور وہ ان ممالک پر مسلط ہو کر بڑے مزے سے حکومت کر رہے ہیں اور اب یہ آپ کا کام ہے کہ میرے بعد انکو ان ممالک سے نکالنے کی کوشش کریں کیونکہ

میں بوجہ بیماری اب ان کو نکالنے سے قاصر ہوں اور میری طاقت مجھے جواب دے چکی ہے اس لئے اب میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد اب آپ اپنے موروثی دشمنوں کو نکال کر اپنے باقی ماندہ آبائی مقبوضات کو واپس لینے کی کوشش کرتے رہیں اور جب تک باقی ماندہ مقبوضات واپس نہ لے لیں تب تک آپ بھی اپنی اولادوں کو جب مرنے لگیں تو میری طرح وصیت کرتے جائیں کہ وہ بھی اسی کوشش کو جاری رکھیں تا وقتیکہ وہ اپنے جد امجد شہزادہ اسکندروس گرجی کا انتقام لے کر ان ظالم یونانیوں سے اپنے آبائی مقبوضات واپس نہ لے لیں تب تک وہ بھی اپنی اولادوں کو پشت بہ پشت یہی وصیت کرتی چلی جائیں، یاد رکھو کہ میری اس وصیت کو ہرگز فراموش نہ کرنا جہاں تک ہو سکے اپنے آبائی مقبوضات کو واپس لینے کی جدوجہد کرتے رہنا عرض شاہ اشکانیس گرجی کی اس وصیت کو اس کے تمام بھائیوں اور اولاد نے بطیب خاطر قبول کر کے اس کے بعد اس پر عمل درآمد کرنے کا وعدہ کیا اس وصیت کے چند روز بعد آخر اشکانیس گرجی فوت ہو گیا اور اس کی مسند خلافت پر اس کا بڑا بیٹا شاہ اشکانیس گرجی متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا شاہ اشکانیس گرجی نے اپنے باپ شاہ اشکانیس گرجی کے بعد اس کی وصیت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس کی تیار شدہ مہم کو ساتھ لے کر فوراً اس نے سلوشیا پر چڑھائی کر دی تھی اور چند دنوں بعد سلوشیا کو فتح کر کے پھر وہ شہر بابل پر حملہ آور ہوا تھا اور وہاں بھی یونانیوں کو شکست فاش دے کر شہر بابل پر قابض ہو گیا تھا ادھر سے فارغ ہو کر پھر وہ ملک شام کی طرف بڑھا اور اس ملک کو بھی فتح کر کے وہاں سے تمام یونانیوں کو نکال دیا اس طرح گویا اس نے اپنے باپ کی وصیت کو پورا کر کے اس کی آخری مہم کو سرانجام دے کر اس کی روح کو خوش کیا تھا۔

متعدد گوجر سلطنتوں کا قیام

جارا خاندان کی عظیم الشان سلطنت ۲۲۵ قبل از مسیح میں چارھتوں میں

منقسم ہو گئی تھی تاکتیس گرجی کی اولاد نے اس کے بعد مرکزی حکومت خراسان سے اپنی حکومت کا الحاق توڑ کر مغربی ترکستان میں ایک آزاد خود مختار جدید حکومت قائم کر لی تھی اسی طرح سکائی نیس گرجی کے بعد پھر اس کی اولاد نے بھی مرکزی حکومت سے علیحدہ ہو کر اپنی ایک جدید حکومت مشرقی ترکستان میں قائم کر کے اس بنیاد کی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا پھر ان کی دیکھا دیکھی تو ما نیس گرجی کی اولاد نے بھی مرکزی حکومت سے الحاق توڑ کر علاقہ منگولیا اور ہنیاں میں اپنی ایک آزاد خود مختار حکومت قائم کی تھی اب گر جارا خاندان کی وسط ایشیا میں گویا چار بڑی بڑی زبردست سلطنتیں قائم ہو گئیں تھیں جو اپنی اپنی جگہ بالکل آزاد خود مختار تھیں ان کے علاوہ اور بھی گر جارا خاندان کی کئی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اور ریاستیں وسط ایشیا میں موجود تھیں جن میں سے بعض کا الحاق مرکزی حکومت خراسان سے تھا اور بعض ان میں مشوقی یا مغربی ترکستان کی گر جارا حکومتوں کے ماتحت تھیں مگر گر جارا کی ان تمام حکومتوں نے شاہ اشکانیس گرجی کی آخری وصیت کو ہمیشہ مد نظر رکھا اور اپنی باقی ماندہ آبائی مقبوضات سے یونانیوں کو نکالنے کے لئے ہمیشہ افغانستان اور ہندوستان پر حملہ آور ہوتی رہیں اور آخر یونانیوں کو ان ممالک سے نکال کر ان پر قابض ہو گئیں گو ان حکومتوں میں سیاسی انقطاع واقعہ ہو گیا تھا لیکن اس انقطاع اور علیحدگی کے باوجود بھی ان میں قومی و نسلی اتحاد برابر موجود تھا وقت پر وہ غیر دشمن کے مقابلے میں سب متحدہ متفق ہو جاتی تھیں غرض گر جارا خاندان کے تمام افراد اور ان کی حکومتوں اور ریاستوں میں قومی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور جب کبھی کسی ایک کو ان میں سے کسی غیر گوجر دشمن کے ساتھ مقابلہ آن پڑتا تھا تو اس کی اعانت و امداد کے لئے تمام گر جارا حکومتیں متحد ہو کر غیر گوجر دشمن کا مقابلہ کیا کرتی تھیں چنانچہ جب گر جارا کی مرکزی حکومت خراسان پر رومیوں نے حملہ کیا تو اس وقت تمام گر جارا حکومتیں متحد



ہو کر مرکزی حکومت کو بچانے کے لئے رومیوں کے خلاف صف آرا ہو گئیں اور اشکانی گوجروں کے دوش بدوش ان کی حکومت کو بچانے کے لئے رومی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتی رہیں۔

## گوجر خانوادے اور حضرت اسحاق کی دعا کا اثر

اسی ضمن میں اب اس بات کا تحریر کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت اسحاق کی اس دعا کا اثر جو آپ نے حضرت عیص کے حق میں کثرت اولاد کے متعلق کی تھی کیا ہوا حضرت اسحاق کے بعد حضرت عیص اتنے کثیر اولاد ہو گئے تھے کہ آپ کو اپنی اولاد کے لئے کنعان کا علاقہ محدود اور بہت تنگ نظر آ رہا تھا، اس لئے بمعہ اپنی اولاد کے آپ کنعان کو چھوڑ کر روم کے وسیع ملک میں جا کر آباد ہو گئے تھے مگر روم میں آئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ یہ ملک بھی آپ کی اولاد سے بھر پور ہو گیا کیونکہ آپ کی اولاد کی تعداد بہت تھوڑی مدت میں لاکھوں اور کروڑوں افراد تک پہنچ گئی تھی اور بنو عیص اور ان کے مویشیوں کے لئے اس ملک میں بھی اتنی کافی گنجائش نہیں رہی تھی کہ جہاں وہ کھلے طور پر آرام سے اپنے مویشی چرا سکیں اس لئے آپ کی اولاد میں سے ہزار ہا افراد وسیع چراگاہوں کی تلاش میں ملک روم سے ہجرت کر کے ملک یونان میں بھی جا کر آباد ہو گئے تھے اور دونوں ممالک پر قبضہ کر کے پھر ان کے قدیم باشندوں پر حکومت کرنے لگے تھے الحاصل آپ کی اولاد میں سے صرف ایک شخص شہزادہ اسکندروس گرجی کے گھر میں دس بیٹے پیدا ہوئے تھے اور وہ دس کے دس اتنے کثیر اولاد ہوئے کہ ایک صدی کے بعد ان کی اولادوں نے ایک بڑے بھاری قبیلہ کی صورت اختیار کر لی تھی جس کے افراد کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی تھی اس قبیلے کا نام گرجا گرجی رکھا گیا تھا اور شروع میں یہ قبیلہ دس خاندانوں میں منقسم تھا جس کے بعد پھر ان خاندانوں میں سے ایک خانوادے پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے آبائی خطاب کے ساتھ اور بھی

کئی امتیازی خطاب شامل کر کے نئے خاندانوں اور خانوادوں کی بنیاد رکھی تھی یعنی ان دس گرجی شہزادوں کی اولادوں نے اول ان کے ناموں پر دس گرجی خاندان قائم کر کے پھر ان خاندانوں کے امتیازی خطابوں کو آبائی خطاب کے ساتھ شامل کر لیا تھا جیسا کہ ہم اس کے پیشتر بھی تحریر کر چکے ہیں کہ شہزادہ سکائی نیس گرجی کی اولاد نے اپنے خاندان کا امتیازی خطاب اس کے نام پر سا کا گوجر رکھا تھا اور کداریس گرجی کی اولاد نے اس کے نام پر اپنے خاندان کا امتیازی خطاب کدار گوجر تجویز کر لیا تھا اور تو مانیس گرجی کی اولاد اس کے نام پر تو مانو گوجر کہلاتی تھی اسی طرح کوشانیس اور تکتیس اور دیگر گرجی شہزادوں کی اولادوں نے ان کے ناموں پر یا اور کسی وجہ سے اپنے اپنے خاندانوں کے لئے جدید امتیازی خطاب تجویز کر کے آبائی خطاب کے ساتھ شامل کر لئے تھے لیکن وہ سب خاندان اور خانوادے اجتماعی طور پر اپنی نسل و قومیت آبائی خطاب سے ہی ظاہر کیا کرتے تھے ہاں البتہ اگر کوئی ان کے خاندان یا خانوادے کا امتیازی خطاب بھی دریافت کرنا چاہتا تھا تو اس وقت پھر وہ اپنے خاندان کا امتیازی خطاب یا گوت کا نام بھی اس کو بتا دیتے تھے جیسا کہ آج بھی ہندوستان کے گوجروں میں دستور چلا آتا ہے۔

### گوجر خانوادوں کی نبرد آزمائیاں اور کشور کشائیاں

گوجر قوم میں ایسے ایسے بہادر اور نامور بادشاہ و سپہ سالار پیدا ہوئے ہیں کہ جنہوں نے میدان کارزار میں اپنی شجاعت کے جوہر دیکھا کر بڑے بڑے جابر شہنشاہوں اور بادشاہوں کو عاجز کر کے ان کو اپنی اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اور وہ بہادر اپنے جد امجد شہنشاہ سکندر اعظم کی دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کے لئے ہندوستان اور خاص کر ملک چین پر ہمیشہ پے در پے یورشیں کرتے رہتے تھے کیونکہ سکندر اعظم اپنی زندگی میں ملک چین کو فتح نہ کر سکا تھا اور اس کی یہ دلی آرزو تھی کہ میں ملک چین کو فتح کر کے اپنی ایشیائی فتوحات کو مکمل کر لوں لیکن موت

نے اس کو مہلت نہ دی کہ وہ اپنی اس دلی آرزو کو پورا کر سکے اس لئے اس کی اولاد میں سے بہادر گوجروں نے اس کی دلی آرزو کو پورا کرنے کے لئے اگر پدر نتواند پسر تمام کند کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ملک چین پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ گوجروں کے تمام خانوادوں میں سے سکندر کی اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے سب سے پہلے تو ماگوجروں نے کوششیں شروع کی تھیں چنانچہ تو مانیس گرجی کا پوتا اور میتی نیس گرجی کا بیٹا لو جائیس گرجی ہمیشہ فغفوران چین پر یورشیں کر کے ان کو تنگ و لاچار کیا کرتا تھا اور ان یورشوں کی وجہ سے فغفوران چین کو مجبور ہو کر آخر لو جائیس گرجی کی تمام شرائط تسلیم کرنی پڑتی تھیں چنانچہ ایک دفعہ ۱۶۱ قبل از مسیح میں لو جائیس گرجی نے فغفوران نامی کو جو اس وقت تخت چین پر متمکن تھا اس کو خط لکھا کہ میں تمہارے خاندان کے ساتھ تعلقات ازدواج قائم کرنا چاہتا ہوں اس لئے تم اپنی فلاں نام کی فلاں بیٹی کو جو تمہاری سب بیٹیوں میں سے زیادہ حسین ہے اس کو میرے پاس شادی کے لئے بھیج دو ورنہ اگر تم نے اس کے بھیجنے سے انکار کیا تو میں تمہارے ملک پر فوراً چڑھائی کر کے اس ماہ جبین کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا جب یہ خط فغفوران نامی کو ملا تو اس نے مجبور ہو کر اپنی اس جگر پارہ بیٹی کو لو جائیس گرجی کے پاس شادی کے لئے بھیجا دیا۔

ہمیشہ فغفوران چین صد ہا قیمتی تحائف اور شاہی محل کی پروردہ نازنین اور ماہ جبین شہزادیاں گوجر حرم سراؤں میں بھیج کر گوجر بادشاہوں کو خوش رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور اصل میں وہ تحفے بطور باج یا خراج کے آتے تھے کیونکہ جب کبھی ان تحائف کے بھیجنے میں فغفوران چین کی طرف سے دیر ہو جاتی تو گوجر بادشاہ ان کے ملک پر جھٹ حملہ کر دیتے تھے اس لئے فغفوران چین مجبور ہو کر ہمیشہ بیش قیمت تحفے گوجر بادشاہوں کو بھیج کر ان کو راضی رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے لیکن باوجود اس ہتک آبرو کے گوارا کرنے اور گوجر حملہ آوروں کی

گودوں میں اپنے عزیزوں کو سلانے کے پھر بھی فغفوران چین کو کبھی آرام نہیں ملتا تھا اور گوجروں کی یورستیں برابر ان کے ملک پر جاری رہتی تھیں کیونکہ گوجر حملہ آوروں کی اصل غرض ان سے تحفہ تحائف یا خراج وصول کرنے کی نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کی اصل غرض اپنے جد امجد کی دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کے لئے ملک چین پر مستقل قبضہ کرنے کی ہوتی تھی اسی غرض کو مد نظر رکھ کر اپنی اپنی حکومت کے زمانہ میں تمام گوجر خانوادوں نے اپنے اپنے وقت میں ملک چین پر حملے کر کے اس کو فتح کرنے کی کوشش کی آخر ۱۶۵۱ء میں مانچو خانوادے کے گوجروں نے تمام ملک چین کو فتح کر کے اس کے پایہ تخت پیچیں پر قبضہ کر لیا اور تین سو سال تک بڑے شان و شوکت سے اس ملک پر حکومت کر کے اپنے جد امجد کی دیرینہ آرزو کو پورا کر کے دکھایا الغرض گوجر حکمران خانوادوں نے اپنے اپنے زمانہ حکومت میں ایشیائی ممالک کے علاوہ افریقہ اور یورپین ممالک میں بھی فتوحات کے پھریرے اڑا کر ان میں بھی اپنی حکومت کے علم نصب کیے اور اسی طرح تمام عالم پر اپنی سیاست و حکومت کا سکہ بٹھا کر مدت مدید تک حکومت کرتے رہے اور جس طرف گئے فتح اور کامرانی نے ان کے قدم چوم کر ملک ان کے حوالے کئے چنانچہ یورپ میں علاقہ ہنگری آج بھی ان کی مٹی ہوئی عظمت کی گواہی دے رہا ہے اور ادھر ہندوستان میں بھی گجرات کا ٹھیا واڑ اور گجرات پنجاب گوجرانوالہ، گوجرخان، اور

(۱) علاقہ ہنگری کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہن اور گرجا دونوں قوموں نے مل کر اس علاقے کو فتح کر کے آباد کیا تھا اور پھر جب اس کا جدید نام تجویز کیا جانے لگا تو دونوں قوموں نے مساوانہ طریق کو مد نظر رکھ کر دونوں ناموں کو ملا کر اس کا جدید نام ہن گرجی رکھا تھا جو بعد میں بگڑ کر ہنگری کے نام سے موسوم ہو گیا گوجروں نے جب اس علاقے کو فتح کیا تھا تو اس وقت ہن قوم کے لوگ بھی جو بطور سپاہیوں کے گوجروں کے ہمراہ گئے تھے اور اس کے فتح کرنے میں ان کے ساتھ شامل تھے اس لئے گوجروں نے ہن قوم کے نام کو بھی رواداری کے طور پر اپنے نام کے ساتھ شامل کر کے اس علاقے کا جدید نام ہن گرجی رکھا جو بعد میں بگڑ کر ہنگری بن گیا۔

گوجر گڑھ ان کی قدیم عظمت کو ظاہر کر رہے ہیں، ان کے علاوہ اور دیگر ملکوں میں بھی گوجروں کی قدیم عظمت کے نشان موجود ملتے ہیں الحاصل تمام گوجر خانوادوں کے اگر مفصل تاریخی حالات علیحدہ علیحدہ لکھے جائیں تو ان کے لئے ایک ایسی ضخیم کتاب کی ضرورت ہے جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہو مگر ہماری اس کتاب میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم تمام گوجر خانوادوں کے تاریخی حالات اس میں لکھ کر ناظرین تاریخ کو ان سے بخوبی واقف کرا سکیں اس لئے آئندہ ہم اختصار کو مد نظر رکھ کر چند انہی خانوادوں کے حالات لکھیں گے جن خانوادوں کا کچھ تعلق ہندوستان کے گوجر خانوادوں سے ہے یا جنہوں نے ہندوستان کو فتح کر کے اس پر حکومت کی اور اپنی اولادوں کو بطور یادگار کے یہاں چھوڑا اور وہ خانوادے یہ ہیں اول شکانی گوجر جس کو انگریزی مورخ پارٹھیس کے نام سے موسوم کرتے ہیں دوسرا جارجی گوجر تیسرا کوشن یا کوشان گوجر جس کو انگریزی مورخوں نے سیتھین کے نام سے نامزد کیا ہے چوتھا ساکا گوجر پانچواں تاک یا تاس گوجر، گوجروں کے زوال حکومت کے بعد پھر ہن قوم نے بھی ہندوستان کو فتح کر کے اس میں اپنی حکومت قائم کی تھی اور اس قوم کے ہزاروں آدمی اس ملک میں مستقل سکونت اختیار کر کے آباد ہو گئے تھے مگر ہن قوم کے لوگ اور ہن قوم گوجر النسل نہیں تھی بلکہ وہ قوم اور اس کے تمام افراد تاتاری النسل تھے اس لئے ہم اس قوم کے تاریخی حالات مکمل طور پر اس تاریخ میں درج نہیں کریں گے کیونکہ یہ تاریخ صرف قوم گوجر کی تاریخ ہے اس میں سوائے گوجروں کے دوسری قوموں کے تاریخی حالات اسی قدر ضمنی طور پر تحریر ہوں گے جس قدر کہ ان حالات کا گوجر تاریخ سے تعلق ہے ورنہ ان کے لکھنے کی اس میں کوئی ضرورت نہیں اور اب ہم گوجر خانوادوں میں سے اول اشکانی گوجروں کا حال تحریر کرتے ہیں پھر بعد میں دوسرے خانوادوں کے حالات لکھیں گے۔

## فصل دوم

## اشکانی گوجر

اشکانی خانوادے کا مورث اعلیٰ شاہ اشکانیس گرجی بن شہزادہ اسکندروس گرجی تھا جس کے نام پر اس خانوادے کا امتیازی خطاب اشکانی گوجر مشہور ہوا اسی اشکانیس گرجی نے ۲۵۰ قبل از مسیح میں اول خراسان میں اشکانی گوجر سلطنت کی بنیاد رکھ کر شہر رے کو اپنا دار الحکومت قرار دیا تھا جس کے بعد پھر اس کا بڑا بیٹا اشکانیس گرجی اس کی مسند حکومت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا تھا اشکانیس گرجی نے بھی اپنے عہد حکومت میں عراق اور شام کو فتح کر کے اشکانی سلطنت میں شامل کیا پھر اس کے مابعد جو اشکانی بادشاہ تخت اشکانی پر متمکن ہوتے رہے انہوں نے بھی اس سلطنت کو وسیع کرنے کے لئے بہت سے ممالک کو فتح کر کے اس میں شامل کیا تھا یہاں تک کہ سندھ اور پنجاب کو بھی انہوں نے فتح کر کے اس میں شامل کر لیا اس وقت اشکانی گوجروں کے ہندی مقبوضات کا دار الخلافہ شہر ٹیکسلا تھا جس کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔ اشکانی خانوادے کے تمام افراد سپاہی ہوا کرتے تھے اور وہ سب کے سب فنون جنگ اور سپاہیانہ کرتبوں میں ایسے ماہر ہوتے تھے کہ ناواقف دشمن ان کی جنگی چالوں کی وجہ سے ہمیشہ شکست کھا جایا کرتا تھا ان کی جنگی چالوں اور سپاہیانہ کرتبوں کا حال تاریخ ایران کے مورخوں نے اس طرح تحریر کیا ہے کہ اشکانی گوجر بڑے عمدہ سوار ہوتے تھے اور ان کی تمام سپاہ یا چھاونیوں میں صرف رسالے ہی رسالے ہوا کرتے تھے اور ان میں ہر ایک سوار زرہ بکتر زیب تن کر کے گھوڑوں کی نیگی پیٹھ پر سوار ہوا کرتا تھا ان کی لڑائی کا طریقہ عجیب ہوتا تھا پہلے وہ دشمن پر بڑی تندہی سے حملہ کیا کرتے تھے پھر اس کی

صفوں میں کھس کر نیزے اور تیر چلایا کرتے تھے جس کے بعد پھر اچانک ایسے لوٹتے تھے کہ گویا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھبرا کر بھاگ گئے ہیں لیکن جب ان کے گھوڑے میدان میں بھاگتے ہوئے جاتے تھے تو اس وقت بھی وہ لوٹ لوٹ کر اپنے دشمن پر تیر چلاتے جاتے تھے اگرچہ دشمن ان کی اس حرکت سے یہ سمجھتا تھا کہ وہ بھاگ گئے ہیں اور اپنی کوتاہ اندیشی سے جب ان کے پیچھے جاتا تو وہ یکا یک لوٹ کر پھر ان کی صفوں میں سخت ابتری ڈال دیتے تھے اور انجام کار اس کو عموماً شکست دے دیتے تھے۔

اشکانی گوجروں نے بھی بہت سے سکے جاری کئے تھے جن میں سے بے شمار سکے اب تک شمالی ایران میں پائے جاتے ہیں یہ سکے ان مورخوں کو بہت مفید ثابت ہوئے ہیں جنہوں نے کہ ہزار ہا سال کے بعد اشکانی خاندان کی غیر پیوستہ تاریخ کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ماندہ اور منتشر خاکوں کے درمیان جو اس طاقتور اشکانی نسل کے زمانہ کا حال بتلانے کے لئے باقی رہ گئی ہیں جس نے کہ چار سو برس سے زیادہ ایک آہنی عصا اور ایسے زور کے ساتھ حکومت کی کہ بارہا دفعہ روم کے زرہ پوش اور بہادر گروہ کو مار مار کر پیچھے ہٹا دیا اب ہم کو اس کی دو بڑی بڑی شکلیں اور چند باتیں یا واقعات ایسے نظر آتے ہیں کہ جب تک دنیا قائم ہے وہ بھی قائم رہیں گے۔

اشکانی گوجروں کے ان تمام بہادروں میں سب سے زیادہ مشہور مہتریدس اعظم تھا وہ اشکانی فتوحات کو مشرق میں دریائے سندھ تک اور مغرب میں دریا کے کناروں تک لے گیا تھا جن کے ذریعہ اب پہلی دفعہ اشکانی گوجروں اور اہل روم میں ملاقات ہوئی تھی اور اس زمانہ کی دو بڑی طاقتوں کے درمیان صلح نامہ تحریر ہوا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد بہت جلد رومی سپہ سالار دی میٹریس سوم نامی کو معہ اس کی کل فوج کے مہتریدس گرجی کی اطاعت کرنے کے لئے مجبور کیا گیا اور

اطاعت نہ قبول کرنے کی وجہ سے اس کی تمام عمر قید خانہ میں ہی ختم ہو گئی مہتریدس گرجی کے عہد حکومت میں ملک ارمیڈیا بھی مطیع ہو گیا تھا مہتریدس گرجی کے سکتے اب بھی بے شمار ملتے ہیں ان سکوں پر جو اس کی تصویر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی داڑھی بھری ہوئی تھی اور اس کے نقش موٹے لیکن موزوں تھے مہتریدس گرجی کے جانشین بالکل علیحدہ قسم کے شخص تھے جب یگرئیس شاہ ارمیڈیا باغی ہو گیا اور اس نے اشکانی گوجروں کے چند مغربی صوبے چھین لئے تو اس وقت جلد ہی فرے اوس گرجی نے تخت اشکانی پر رونق افروز ہو کر اہل روم کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور دونوں نے مل کر یگرئیس شاہ ارمیڈیا کو شکست دی، فرے اوس گرجی کو اس کے دو بیٹوں نے قتل کر ڈالا تھا جس کے بعد پھر تخت اشکانی پر اور ڈوس گرجی (ازردان) متمکن ہوا لیکن خرنشے سے بچنے کے لئے یہ اتفاق کیا گیا کہ اس کا بھائی مہتریدس ثانی میڈیا میں خود مختار بادشاہ کے طور پر حکومت کرے مگر اس کے تھوڑے عرصہ بعد پھر بھائیوں میں خانہ جنگی برپا ہو گئی آخر کار مہتریدس گرجی گرفتار ہو کر اپنے بھائی اور ڈوس گرجی کے روبرو قتل کر دیا گیا۔

اب ۵۴ قبل از مسیح تھا کہ روم میں کچھ عرصہ کے لئے خانہ جنگیاں بند ہو گئیں اور کریس نے جو سیرز اور پامپی کے ساتھ سلطنت جمہوری کی حکومت میں حصہ لیا تھا ایشیا کی رومی فوجوں کا چارج لے لیا اس زمانہ میں اہل روم کو ہمیشہ ایک نہ ایک جنگ درپیش رہتا تھا اور وہ ان قوموں کی لوٹ سے جن کو وہ پایہ متواتر زنجیر کو لیتے تھے ان کی دولت سے مالا مال ہو رہے تھے اس لئے کریس اشکانی گوجروں پر بھی حملہ کرنے کے لئے بہانہ ہی ڈھونڈھتا تھا اس کو پامپی کی علاقہ ارمیڈیا میں آسان فتوحات کی وجہ سے یہ خیال آیا کہ میں بھی اشکانی سلطنت کی حدود پر قبضہ کرنے کے لئے جلدی پہنچوں وہ ایک بہادر شخص تھا تاہم ساٹھ ہزار چیدہ آدمی اپنے ساتھ لے گیا لیکن دشمن کی طرف سے اس کی نفرت اور زر کی حرص



نے اس کو ایک خوفناک انجام میں ڈال دیا۔

اور ڈوس گرجی (ازدوان) کا سپہ سالار سر نیس گرجی تھا یہ شخص سلطنت کا رکن اعظم تھا اور بڑا لائق اور فائق شخص تھا اس نے ڈوس گرجی کو تخت پر بٹھانے میں بہت قابل قدر خدمت کی تھی چھ جون کو جسے ٹھیک ایک ہزار نو سو ساٹھ سال گزرے ہیں اہل روم اور اشکانی گوجروں کے درمیان چیری کے میدان میں دریائے فرات کے منبع کے قریب لڑائی ہوئی تھی سر نیس گرجی نے اپنی فوج کو پہاڑوں کی اوٹ میں چھپا دیا تھا اور پہلے صرف اپنا مسلح رسالہ دشمن کے مقابلہ پر لے گیا تھا ادھر اس کے دشمن پلبیس کریس پسر کو یس کو اس کی کچھ خبر نہیں تھی کہ سر نیس گرجی کی فوج کس قدر ہے اس نے رومن رسالہ لے کر فوراً اس پر حملہ کر دیا اشکانی گوجر یہی اپنی معمولی حکمت جنگ کے مطابق ایسے بھاگے کہ گویا رومیوں سے ڈر کر بھاگ گئے ہیں جب روم والے ان کے پیچھے جم غفیر سے کافی فاصلہ پر نکل آئے تو پھر اشکانی گوجر بھی فوراً صف آرا ہو گئے اور انہوں نے رومیوں کو گھیر کر پاش پاش کر دیا اس کامیابی کے بعد تمام اشکانی فوجیں روم کی پیادہ فوجوں کے گرد پھیل گئیں اور ان کو انہوں نے اپنی برچھیوں اور تیروں سے مار ڈالا اور اس لڑائی میں اشکانی گوجروں کا بہت خفیف نقصان ہوا۔

گرمی و پیاس اور گرد و غبار نے روم والوں کی شکست کو مکمل کر دیا تھا جب سورج ڈوب گیا تو وہ بالکل بے بس ہو گئے لیکن اشکانی گوجر اپنی عادت کے مطابق دوسرے دن پھر لڑنے کے لئے واپس چلے گئے رات کے اندھیرے میں تمام اہل روم بھاگ گئے اور اپنے زخمیوں کو میدان جنگ میں وہیں چھوڑ گئے مگر روم کی باقی ماندہ فوج کی گھبراہٹ اس قدر تھی کہ دوسرے روز کریس رومی نے سر نیس گرجی کی تجویز کو بڑی خوشی سے منظور کر لیا دوسرے دن جب پھر روم کا جرنیل اشکانی سپہ سالار کے ساتھ مشورہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں وارد ہوا

تو اس نے جلدی ہی معلوم کر لیا کہ اب میری قضا آگئی ہے تھوڑے سے بہانہ پر صلح کا نفرس منتشر ہوگئی اور پھر دونوں طرف کی فوجیں آپس میں لڑنے لگیں جس میں کریس کو فوراً قتل کر دیا گیا اور اس کا سر کاٹ کر اور ڈوس گرجی کے پاس بھیج دیا گیا اور ڈوس گرجی نے اس کے منہ میں اشرفیاں بھروا کر تمسخر سے کہا کہ لے جو تیرے دل کی تمنا اور آرزو تھی اور جس کے لئے تو اپنے وطن سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہوا تھا وہ اب پوری ہوگئی کریس رومی کی اس بڑی فوج میں سے جس کو وہ ایشیا میں لے آیا تھا بیس ہزار آدمی بھی زندہ بچے تھے اور جو کچھ تھوڑے زندہ بچ رہے تھے ان میں سے دس ہزار اسیر ہو گئے تھے جن کو اور ڈوس گرجی نے مار گیا نا میں لے جا کر آباد کیا تھا، سر نیس گرجی اس بڑی فتح کا ہیرو تھا اور جس نے اپنے ملک اور قوم کی قابل تعریف خدمات کی تھیں اس کو یہ انعام ملا کہ اور ڈوس گرجی نے مشرقی بادشاہوں کے مطابق یہ گوارا نہ کیا کہ اس کی قوم میں ایسا صاحب طاقت شخص زندہ رہے اس لئے اس نے اس کو قتل کروا ڈالا لیکن اور ڈوس گرجی کو بھی اس کے گناہوں کا بڑے خوفناک طریقہ سے کفارہ ملا کیونکہ ایک طویل سلطنت کے بعد جس نے کہ اشکانی طاقت کو سمت الہاں پر پہنچا دیا تھا وہ اسی برس کی عمر میں اپنے بیٹے فرانس ثانی کے ہاتھ سے مقتول ہوا اشکانی بادشاہوں میں سب سے پہلے اور ڈوس گرجی نے ہی شہنشاہ کا لقب اختیار کیا تھا فرانس گرجی ثانی نے سلطنت کے شمال سے تیفون میں اپنا دارالخلافہ بدل لیا تھا اور یہ شہر سیلیوشیا (مدائن) کے قرب و جوار میں واقع تھا اور چھ سو برس سے زیادہ یعنی مسلمانوں کے زمانہ تک دارالسلطنت رہا شہر ہنزانے بھی شاہان اشکانی کے زمانہ میں شہرت حاصل کی اور وہاں انہوں نے ایک عظیم الشان محل تیار کروایا تھا فرانس گرجی اگرچہ گناہوں میں ڈوبا ہوا تھا مگر وہ اپنے فوجی کاروبار میں خوب کامیاب ہوا اس نے اپنے باپ کو قتل کرنے کے علاوہ اپنے تمام خویش و اقارب کو مروا ڈالا تاکہ

اس کا تخت تمام اندرونی خطرات سے محفوظ رہے مگر فرانس گرجی لیاقت سے بالکل بے بہرہ نہیں تھا یہ مشہور کہاوت ہے کہ بیرحمی اور بزدلی اکٹھی رہتی ہیں ہمیشہ سچ نہیں ہوتی اور درحقیقت مشرقی بادشاہوں پر یہ کہاوت عائد نہیں ہو سکتی اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ گورنمنٹ کی خاص شکل جو ایشیائی ریاستوں میں موجود ہے وہ فرمانرواؤں کو دور اندیش بنا دیتی ہے اس لئے وہ زود فیصلہ اور بے رحمی کو عمل میں لانے پر مجبور ہو جاتے ہیں کیونکہ مشرقی بادشاہ تنہا اور بے رفیق زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کے چاروں طرف ان کے اپنے ہی گھرانے کے لوگ طاقت حاصل کرنے کی سازشیں کرتے ہیں مغرب میں بھی کسی قدر یہی رواج تھا کہ جب لوگ وقتاً فوقتاً بادشاہوں کو اپنا بہت سا اختیار چھوڑنے اور لوگوں کو سلطنت میں حصہ لینے پر مجبور کرتے تھے، فرانس گرجی کو اہل روم کے ساتھ ایک اور جنگ درپیش تھا اور ڈوس گرجی کی وفات سے پہلے اس شہنشاہ نے اپنے ساتھ اپنے بیٹے پیکوریمس گرجی کو ملا لیا تھا، پیکوریمس گرجی ایک بہادر اور مدبر شخص تھا وہ ملک شام کو فتح کر کے وہاں اور پبلستان میں بڑے نرمی سے سلطنت کرتا رہا لیکن پیکوریمس کو آخر کار شکست ہوئی اور اس کو ایک رومی مشیر ونٹی ونیس نے مار ڈالا اور جو علاقے اس نے بحیرہ شام کے ساحل پر تسخیر کئے تھے وہ اشکانی گوجروں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ونٹی ونیس رومی کی فتح نے ۳۳ قبل از مسیح مارک انٹونی کو اشکانی گوجروں کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ اور دلیر کر دیا، جن کو اہل روم کریس کی چکنا چور کرنے والی شکست کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کر سکتے تھے اور جب تک اشکانی گوجراں سے رہے اس وقت تک وہ رومن عقابوں کو وسط ایشیا میں بڑھنے سے روکنے کے لئے ناقابل گزر سد بنے رہے انٹونی نے کریس کی نسبت کہیں زیادہ تیاریاں کی تھیں اور اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس دفعہ اشکانی گوجروں کو ضرور مطیع کر لوں گا اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی اور اس میں چالیس ہزار آدمیوں کا ایک رسالہ تھا اور یہ

رسالہ اشکانی گوجروں کے زبردست سواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی تھا اس کے لشکر میں بہت سا ساز و سامان اور محاصرہ کرنے کی اتواب بھی تھیں اور انتونی خود ایک لاثانی فوجی اوصاف والا سپہ سالار تھا اس نے اشکانی گوجروں کو یہ کہہ کر دھوکہ دیا کہ میرے ارادے صلح جو ہیں لیکن جب رومی فوج نزدیک آ پہنچی تو فرانس گرجی کو معلوم ہوا کہ اشکانی گوجروں کو ایسے خوفناک حملہ کا مقابلہ کرنا ہے جو آج تک کبھی ان کے سامنے نہیں آیا تھا ایسی خطرناک حالت میں اس بڑے خوف کا مقابلہ کرنے کے لئے فرانس گرجی جلدی میں صرف چالیس ہزار آدمیوں کا ایک رسالہ جمع کر سکا لیکن یہ رسالہ تقاضائے وقت کے لئے کافی تھا اس نے فوراً دشمن پر حملے کرنے شروع کر دیئے اور ساڑھے ساٹھ ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا اس وقت انتونی فراسپا کے محاصرہ میں مشغول تھا اس کو مجبوراً محاصرہ چھوڑ دینا پڑا لیکن اشکانی گوجروں کا تعاقب ایسا پر زور تھا کہ روم کا سپہ سالار اپنے تین ہزار جوانوں کے نقصان کے بعد بڑی مشکل سے ارمینیا کی سرحد پر پہنچا یہ مصیبت فیصلہ کن ثابت ہوئی کیونکہ اس کے بعد ایک سو سال تک رومیوں نے اشکانی گوجروں پر حملہ کرنے کی بالکل دلیری نہ کی اور جب کبھی ان کی فوجوں نے ایران کے قلب میں داخل ہونے کی کوششیں کیں بھی تو ان کی کوششیں ہمیشہ رائیگاں جاتی رہیں رومی اور توہر ایک جگہ کامیاب ہوتے تھے مگر ان کی سرحدیں ایران کی سرحدوں کو عبور کر کے وسط ایشیا میں کبھی نہ جاسکیں صفحائے تاریخ میں یہ درج کرنا کوئی چھوٹی سی بات نہیں کہ زمانہ قدیم کی تمام قوموں میں سے صرف وہ قوم جس نے کہ وسط ایشیا میں رومیوں کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا وہ سرزمین ایران و توران کی گوجر قوم ہی تھی۔

ان واقعات کے بعد فرانس گرجی کو اس کے بھائی تریدیس گرجی نے سازش کر کے تخت سے اتار دیا اور وہ ایران سے بھاگ کر توران میں چلا گیا وہاں

جا کر اس نے تاتاریوں کی ایک بڑی فوج جمع کی اور اس فوج کو ایران میں لا کر اپنے غاصب بھائی سے تخت چھین لیا اسی طرح پھر اس کا بھائی تردیس گرجی بھی وہاں سے بھاگ کر روم کے دارالامان میں چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے بھی روم والوں سے مدد مانگی اور اس نے وعدہ کیا کہ میں تم کو اس استعانت کے عوض میں بہت کچھ دوں گا اہل روم بھی اشکانی گوجروں کے ان خوفناک رسالوں اور ان عقاب چشم جرنیلوں کے ساتھ جنگ کرنے کے بھوکے تھے جنہوں نے کریس اور انٹونی کے تمام بہادروں کو نیست و نابود کر دیا تھا اس وقت تک اہل روم کے ساتھ لڑائیاں کرنے میں اشکانی گوجروں کو ایک فائدہ ضرور ہوا تھا وہ یہ کہ ان کو اس مہیب دشمن کی وجہ سے اپنی فوجوں کی دلیری اور اندرونی امن قائم و محفوظ رکھنا پڑا، دونوں سلطنتوں میں امن کا طویل زمانہ اشکانی سلطنت کے حق میں نہایت مصیبت ناک ثابت ہوا کیونکہ اس زمانہ میں بہت سے نفاق اور خانہ جنگیاں اشکانی گوجروں میں ہوتی رہیں، بادشاہوں پر بادشاہ اٹھتے رہے اور گرتے رہے دار الخلافہ میں بھائی بھائیوں کا خون کرتے رہے اور اس خاندان کی سیاسی طاقت جو کسی زمانہ میں بڑے عروج و اقتدار پر تھی وہ نہایت مایوسی اور کوتاہ اندیشی سے ضائع کر دی گئی اس زمانہ میں کئی بہادر شہنشاہ اشکانی گوجروں میں پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ایک جو سب سے زیادہ مشہور تھا اس کا نام دلوجیسس گرجی تھا یہ شخص اپنی نرم مزاجی اور اپنے کنبہ والوں کے ساتھ اپنے الطاف کی وجہ سے مشہور تھا اس نے ۶۳ء میں روم کے ساتھ جنگ کی تھی اور جس کا نتیجہ اشکانی گوجروں کے حق میں بہت مفید رہا تھا یعنی اس کے بعد روم کے بڑے شہنشاہ و سپہین اور دلوجیسس گرجی نے آپس میں ایسی قابل عزت دوستی پیدا کی جو ان مصیبت خیز وقتوں میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی تھی۔

سے نصف صدی بعد روم کے مشہور جرنیل اور شہنشاہ تراجن نے

اشکانی گوجروں کے مغربی علاقوں پر حملہ کیا اور اگرچہ اس وقت اشکانی سلطنت بہت جلدی جلدی زوال پذیر ہوتی جاتی تھی پھر اس نے بہت سخت مقابلہ کیا جس کی وجہ سے رومیوں کو اس لڑائی میں کسی قسم کی نصرت حاصل نہ ہو سکی اور رومی جرنیل یہ یقین کر کے واپس چلا گیا کہ مشرق میں روم کی سرحد دریائے فرات سے آگے کبھی نہیں بڑھ سکتی دلو جسیس ثانی کی سلطنت دو وجہ سے مشہور ہے کہ چھیا نوے برس کی عمر میں وہ مرا اور دوسرا یہ کہ اس نے تقریباً کہتر برس بڑے شان و شوکت سے حکومت کی دلو جسیس سوم کے عہد میں اشکانی گوجروں کے مغربی علاقوں پر روم کے بادشاہ کیس نے حملہ کیا دلو جسیس گرجی کو ایک بڑی لڑائی میں شکست ہوئی اور کیس بڑھتا بڑھتا بیلن کے صوبہ تک پہنچ گیا جس کا دارالخلافہ سیلوشیا تھا ایک باروق شہر تھا اور بڑا متمول اور تجارتی مقام تھا اور اس کی آبادی چار لاکھ سے زیادہ تھی شاہ کیس نے اس شہر کو آگ لگا کر اس کی ہستی کو مٹا دیا اور اس کے تمام باشندوں کو بھی قتل کر ڈالا سیلوشیا کی تباہی ایک ناقابل معافی کام تھا اور یہ ایک بڑا بھاری گناہ تصور کیا جاتا ہے۔

اشکانی خاندان روم کے ساتھ اپنی اخیر جنگ کے نتائج سے کبھی بحال نہ ہوا اور نہ خود روم ہی زیادہ طاقت ور ہوا کیونکہ وہ خاندان جس نے اشکانی سلطنت کی عظمت کی بنیاد ڈالی تھی اس کی کامیابی کی وجہ سے ضعیف ہو گیا تھا۔

اس لئے اب یہ سلطنت اس کی کمزوری کی وجہ سے جو عیاشی، رشوت ستانی، سازش اور خانہ جنگیوں سے پیدا ہوئی تھی ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی اشکانی گرجی کی اولاد میں سے آخری شخص جو تخت اشکانی پر جلوہ افروز ہوا ارتینیس گرجی تھا اس نے اپنے بھائی سے ۲۱۳ء میں عصائے سلطنت چھین لیا وہ ایسا زور آور شخص تھا کہ اگر وہ پہلے تخت نشین ہوتا تو وہ اشکانی خاندان کی ہستی کو چند صدیوں تک بڑھا دیتا۔

۲۱۶ء میں روم کے ساتھ پھر جنگ شروع ہوئی اور ارتینیس گرجی نے اپنے

چند حریفوں کو اور سلطنت کے بڑے حصہ کو اپنی قلمرو میں شامل کر کے اپنی زور آزمائی کی، روم کے شہنشاہ مکرئیس نے شاہ ارتینیس گرجی کے ہاتھ سے دو فاش شکستیں کھائیں اور پانچ کروڑ دینار دے کر اسکے ساتھ صلح کر لی۔ غرض جس بہادر نے روم کے شہنشاہ سے یہ رقم وصول کی تھی وہ بھی اپنے خاندان کا آخری شخص تھا۔

## اشکانی سلطنت کو زوال

اشکانی سلطنت کے زوال سے پیشتر چھ صدیاں گزر چکی تھیں کہ جس وقت سکندر اعظم نے ایران کی قدیم کیانی سلطنت کو تباہ برباد کر کے اس کی جگہ ایک جدید سکندری سلطنت کی بنیاد ایران میں قائم کی تھی جو سکندر کے مرنے کے بعد چند سال تک قائم رہی اور پھر اس کے بعد سکندر کے غدار یونانی جرنیلوں نے ۳۱۲ قبل از مسیح میں سیلوسیڈی سلطنت کی بنیاد ڈالی یہ سلطنت دو سو سال تک ملک ایران میں بڑے شان سے قائم رہی آخر اس کو بھی زوال آ گیا جس کے بعد پھر سکندر اعظم کے بیٹے شہزادہ اسکندروس گرجی کی اولاد میں شاہ اشکانیس گرجی نے اشکانی سلطنت کی بنیاد رکھ کر ملک ایران پر حکومت کرنی شروع کی اور اشکانیس گرجی کے بعد پھر اس کی اولاد بھی تخت ایران پر قابض رہ کر ملک ایران پر چار سو سال تک حکومت کرتی رہی آخر اس کو بھی زوال آنا شروع ہوا جس کے زوال کا پہلا باعث یہ تھا کہ اشکانی بادشاہوں نے کیانی نسل کے گورنر صوبہ فارس میں مقرر کرنے شروع کر دیئے تھے جو ان کی حکومت کے زوال کا اصل باعث ہوئے آخری اشکانی بادشاہ ارتینیس گرجی کے عہد حکومت میں صوبہ فارس کا گورنر ارد شیر بن بابک تھا جو ساسان کی نسل سے تھا یہ ساسان کیانی نسل کا ایک شہزادہ تھا اور ساسان کے ورثا صوبہ فارس کے لگاتار گورنر ہوتے چلے آتے تھے گویا صوبہ فارس اردشیر کی موروثی سلطنت تھی جس پر کہ وہ قابض ہونا چاہتا تھا۔

اہل فارس جن کی سابقہ تاریخ ایسی شاندار اور پر شوکت تھی کہ وہ ہر وقت

آزادی حاصل کرنے کے خواہشمند رہتے تھے اور وہ یونانی حکومت کے کمزور ہونے کے وقت بھی ضرور سر اٹھاتے لیکن معاًسی وقت شہزادگان گرجی اچانک نمودار ہو گئے تھے جنہوں نے کہ غدار یونانیوں پر غلبہ حاصل کر کے ملک ایران پر قبضہ کر لیا اور جن کی کامیابی کی وجہ سے اہل فارس بدستور دبے رہے اور موقعہ کا انتظار کرتے رہے بہت سے سال گزر جانے کے بعد ایک اور سبب بھی پیدا ہو گیا تھا جس نے کہ اہل فارس کی نفرت کو اشکانی گوجروں کے خلاف اور بھی بڑھا دیا تھا اور وہ سبب یہ تھا کہ اشکانی گوجر پہلے شروع میں زرتشت مذہب کے پیرو ہو گئے تھے اور ان کے ایک بادشاہ دلو جسیس گرجی اول نے آتش پرستی کے بڑے بڑے بزرگوں کی تحریروں اور احکام کو بڑی احتیاط سے جمع کرنے کا حکم دیا تھا لیکن بعد میں اشکانی گوجروں نے زرتشتی مذہب کے عقیدہ کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کر لی تھی اور ان نئے بتوں کی پوجا بڑے شوق سے کرنے لگے تھے جس کی وجہ سے اہل فارس کو ان سے دلی نفرت پیدا ہو گئی کیونکہ اہل فارس اس نئے مذہب اور نئے بتوں کو طبعی طور پر برا سمجھتے تھے اور غالباً یہ بھی ایک سبب تھا جس کی وجہ سے اہل فارس کو تعصب پیدا ہو گیا اور وہ باغی ہو گئے ارتینیس گرجی کے عہد حکومت میں ارد شیر جو بڑا العزم آدمی تھا اس نے زیادہ انتظار نہ کر کے اشکانی حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا اور کرمان کو فتح کر کے اپنی ریاست میں شامل کر لیا جس کے بعد پھر وہ میڈیا پر حملہ آور ہوا، شاہ ارتینیس گرجی ارد شیر کی یہ دلیری اور بے باکی دیکھ کر بہت غصہ میں آیا اور اپنا جہاز لشکر جمع کر کے فوراً ارد شیر کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا مگر اس وقت اس کا اقبال یاور نہ تھا اور یہ وہ شخص تھا جس نے کہ رومیوں کی زبردست فوج کو نیچا دکھا کر کئی دفعہ شکستیں دی تھیں لیکن اب ارد شیر کے مقابلے میں دو شکستیں کھا کر پسپا ہو گیا تھا آخر تیسری دفعہ پھر ارتینیس گرجی نے بہت بڑی فوج جمع کر کے مقام ارمزہ پر ارد شیر کا بہت سخت مقابلہ کیا ۲۸ مئی



۲۲۷ء کے دن فریقین جان توڑ کر لڑتے رہے مگر ارتینیس گرجی عین لڑائی کے وقت جنگ میں لڑتا ہوا مارا گیا جس پر اشکانی فوج کے پاؤں بھی اکھڑ گئے اور فارسی غالب آگئے اور اردشیر فارس، کرمان میڈیا اور خراسان وغیرہ فتح کر کے تمام ایران کا واحد مالک بن گیا۔

اس لڑائی میں ارتینیس گرجی کے چاروں بیٹے بھی شامل تھے جو اپنی بہادری اور اولوالعزمی کے جوہر دکھا کر دشمنوں کو حیران کر رہے تھے لیکن بد قسمتی سے لرتے ہوئے دوان میں سے قید ہو گئے جن کو اردشیر نے قتل کروا کر اطمینان کا سانس لیا اور باقی دو شہزادے جن میں سے ایک کا نام کنکنیس گرجی اور دوسرے کا نام کو ملینیس گرجی تھا وہ دونوں بھائی ایران سے بھاگ کر ملک ہند میں چلے گئے اور وہیں جا کر شہر لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر کے مقیم ہو گئے جن کے بعد پھر اشکانی گوجروں کا سیاسی اقتدار ہمیشہ کے لئے ملک ایران سے ختم ہو گیا۔

اشکانی گوجر بادشاہوں کی مدت حکومت اور ان کے فارسی نام

یہ ہیں

تو تاریخ گوجراں کے ناظرین کی ایزادنی معلومات کے لئے ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اس جگہ ان گیارہ اشکانی گوجر بادشاہوں کے فارسی نام اور ان کی مدت بھی لکھ دی جائے کہ انہوں نے تخت ایران پر متمسکن ہو کر کتنی حکومت کی چنانچہ مورخان عجم مثل حمزہ اصغہانی ابراہام فخر الدین رازی نے حدائق الانوار اور جامعہ العلوم اور تاریخ شاہان عجم وغیرہ میں اشکانی گوجر بادشاہوں کے فارسی نام اور ان کا زمانہ

(۱) تاریخ شمشیر خانی جو ہمایوں بادشاہ ہند کے عہد میں لکھی گئی ہے اس تاریخ میں قلمی تحریر کیا گیا ہے کہ شاہ ارتینیس گرجی کے چار بیٹے تھے اور وہ چاروں اس جنگ میں شریک تھے جن میں سے دو کو اردشیر نے قید کر کے پھر قتل کروا دیا اور باقی دو ایران سے بھاگ کر ملک ہند میں چلے اور وہیں جا کر آباد ہو گئے۔

حکومت تحریر کیا ہے۔ (۱) اشک بن دار (اکسندرالس) جس نے دس سال حکومت کی (۲) اشک بن اشک اس کی باون ۵۲ سال بادشاہی رہی (۳) شاہ پور بن اشک یہ چوبیس سال تک تخت حکومت پر متمکن رہا (۴) پھر اس کا بیٹا کوزر بن شاہ پور نے پچاس سال حکومت کی (۵) اس کا بھتیجا دشمن بن دشمن بن شاہ پور جس نے اکیس سال تک حکومت کی (۶) اس کا بیٹا گودزر بن دشمن اس کی بادشاہی انیس سال تک رہی (۷) اس کا بھائی برسہ بن دشمن یہ تیس سال تک تخت پر متمکن ہو کر حکومت کرتا رہا (۸) پھر اس کا چچا ہر فر بن بلاش تخت پر متمکن ہوا جس نے سترہ سال حکومت کی (۹) اس کے بعد پھر اس کا بیٹا فیروز سریر آرائے تخت ہوا جو بارہ سال تک حکومت کرتا رہا (۱۰) پھر اس کے بعد اس کا بیٹا خسرو نامی تخت نشین ہوا جس نے چوبیس سال بادشاہی کی (۱۱) اس کے بعد پھر شاہ اردوان بن بلاس بن فیروز تخت پر متمکن ہوا جو پچپن سال حکومت کرنے کے بعد اردشیر سے لڑتا ہوا میدان جنگ میں قتل کیا گیا۔

## بالا گوجر

اب ہم گوجروں کے اشکانی خاندان کے ہندی مقبوضات اور اس خاندان کی ایک شاخ کا حال لکھتے ہیں جس شاخ کو عام گوجر لوگ بالا گوجر کے نام سے موسوم کرتے تھے اور جس کا مورث اعلیٰ کنکلیس گرجی کا بیٹا بالبیس گرجی تھا جس کے نام پر یہ شاخ منسوب ہوئی تھی لیکن پیشتر اس کے کہ ہم اس شاخ کا مفصل حال لکھنا شروع کریں پہلے ہم اشکانی گوجروں کے ملک ہند پر قابض ہونے کی تاریخ لکھتے ہیں۔

اول ۱۳۰ء قبل از مسیح میں اشکانی گوجروں نے شہر یدیس گرجی کی سرکردگی میں ملک ہند پر حملہ کر کے علاقہ جات سندھ و پنجاب اور جزیرہ سوا شتر وغیرہ پر قبضہ کیا تھا اور بہت مدت تک ان علاقہ جات پر قابض رہ کر حکومت کرتے رہے لیکن ۹۵ء قبل از مسیح میں ان کا یہ قبضہ جاتا رہا کیونکہ اس وقت یہ اہل روم کے

ساتھ برسر پیکار تھے جس وجہ سے اس طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے اس لئے ان کے ہندی مقبوضات ان کے ہاتھ سے نکل کر ساکا گوجروں کے قبضہ میں چلے گئے اس وقت جو اشکانی خاندان کے افراد ملک ہند میں پیچھے رہ گئے تھے یا جنہوں نے خود اس ملک میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہوئی تھی ان سب نے اگنی کند کے موقع پر انہل دیو کے ہمراہ کوہ آبو پر جا کر ہندو مذہب قبول کر کے اپنا جدید نام چلوک یا سولنکھی گوجر رکھ لیا تھا جس وجہ سے وہ اصل مذہب اور خاندان سے نکل کر ہمیشہ کے لئے اپنے اشکانی بھائیوں سے علیحدہ ہو گئے اور ان کی علیحدگی کے مفصل حالات انشاء اللہ اسی حصہ تاریخ میں آگے چل کر لکھے جائیں گے الغرض اشکانی گوجروں کے ہندی مقبوضات پر ان کے بعد پھر ساکا گوجروں نے قبضہ کر لیا تھا اور کچھ مدت ساکا گوجر بھی ان علاقہ جات پر قابض رہ کر حکومت کرتے رہے پھر ساکا گوجروں پر کوشاں گوجروں نے آ کر حملہ کیا جس میں ساکا گوجروں کو شکست ہوئی اور کوشاں گوجران تمام علاقہ جات پر قابض ہو کر حکومت کرنے لگے غرض اسی طرح ان علاقہ جات پر یکے بعد دیگرے کبھی ساکا کبھی کوشاں اور کبھی تاک گوجر قابض ہو کر حکومت کرتے رہے آخر جب اشکانی گوجروں کو رومی جنگوں سے فرصت ملی اور وہ رومیوں کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو پھر انہوں نے دوبارہ اپنے ہندی مقبوضات کی طرف اپنی توجہ کو منعطف کیا اور پھر از سر نو ۱۹۶ء میں ان تمام علاقہ جات کو جن پر کہ ساکا اور کوشاں اور تاک گوجر قابض تھے ان سب کو فتح کر کے اپنے قلم رو میں دوبارہ شامل کر دیا۔ آدم برسر مطلب۔

اشکانی گوجروں کے بادشاہ ارتینیس گرجی کو جب ساسانی قوم کے سردار اردشیر بن بابک نے میدان جنگ میں قتل کر کے ۲۲۷ء میں اشکانی گوجروں کو شکست فاش دے کر ان کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے ایران سے خاتمہ کر دیا تھا تو اس وقت اشکانی گوجروں کے بادشاہ ارتینیس گرجی کے دو بیٹے بنام کنکلیس گرجی اور کولکلیس گرجی ایران سے بھاگ کر ملک ہند میں چلے آئے اور شہر لاہور میں

آ کر مقیم ہو گئے کیونکہ اس وقت ابھی ان کی ہندی رعایا پورے طور پر وفادار تھی اس لئے انہوں نے آتے ہی اول اپنی منتشر طاقت کو جمع کرنا شروع کیا اور پھر شہر لاہور کو اپنا دار الخلافہ قرار دے کر از سر نو اپنی حکومت کو مستحکم و مضبوط کر کے ملک ہند پر حکومت کرنے لگے شاہ ارتینیس گرجی کے وقت اشکانی گوجروں کے ہندی مقبوضات کی حدود سندھ اور پنجاب سے لے کر دریائے زربد تک وسیع تھیں لیکن شاہ ارتینیس گرجی کے بعد یہ وسعت بہت کم رہ گئی تھی جس کو اب اس کے بیٹوں نے پھر از سر نو وسیع کرنا شروع کیا آخر اشکانی حکومت کے زوال اور شکست کی خبریں جب ملک ایران سے ملک ہند میں پہنچیں تو ملک ہند کے راجے مہاراجے بھی دلیر ہو کر اشکانی حکومت کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور اکثر جگہ اشکانی حکومت کے خلاف علانیہ بغاوت کا علم بلند کر دیا جن میں پرمار گوجروں کا رئیس خاص طور پر نمایاں دشمن تھا جو ہر جگہ اشکانی حکومت کے خلاف باغیوں کو اکساتا پھرتا تھا یہ پرمار گوجر ساکا گوجروں کی ایک شاخ تھے انہوں نے بھی سولکھی گوجروں کی طرح اہل دیو کے ساتھ کوہ آبو پر جا کر ہندو مذہب اختیار کر کے اپنا جدید خطاب پرمار گوجر رکھ لیا تھا۔

کنکلیس گرجی نے جب دیکھا کہ ملک میں تمام جگہ بغاوت پھیلنے والی ہے تو فوراً اس نے باغی سرغنوں کی سرکوبی کے لئے جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور جب تمام تیاریاں مکمل ہو چکیں تو پھر اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو ملبیس گرجی کو عنان حکومت تفویض کر کے لاہور میں چھوڑا اور خود فوجی کمان ہاتھ میں لے کر باغی راجاؤں کی سرکوبی کے لئے ایک جرار لشکر اپنے ہمراہ لے کر علاقہ سندھ کو روانہ ہوا، اول اس نے ملتان میں پہنچ کر یہاں کے راجہ کو اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا پھر علاقہ سندھ میں داخل ہوا اور یہاں کے تمام باغی راجاؤں کو بھی یکے بعد دیگرے مطیع و منقاد کر کے اس علاقے کو سہ بارہ قبضہ اقتدار میں لایا جس کے

بعد پھر وہ علاقہ سوداشر میں پہنچ کر اول پرمار گوجروں کے رئیس پر لشکر کشی کر کے اس کو شکست فاش دے کر وہاں سے بھگا دیا اور پھر اس کی ریاست کو ضبط کر کے ہمیشہ کے لئے اس کو اس ریاست سے بے دخل کر دیا اور اس علاقے میں مستقل چھاؤنی ڈال کر وہاں ایک نیا شہر تعمیر کرانا شروع کیا جب وہ شہر تعمیر ہو کر تیار ہو گیا تو اس کا نام اس نے برنگر رکھا پھر اس شہر میں مستقل سکونت اختیار کر کے اس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور لاہور سے دارالحکومت تبدیل کر کے وہاں لے گیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو ملکیس گرجی کو بدستور پنجاب کا گورنر مقرر کر کے لاہور میں چھوڑ گیا جس کے بعد پھر وہ دیگر راجاؤں کو آہستہ آہستہ مطیع و منقاد کر کے اپنی حدود سلطنت کو وسیع کرنے لگا کنکیس گرجی فن حرب میں یکتائے زمانہ تھا اور نہ صرف فن حرب میں بلکہ علم و ادب میں بھی اس کا خاصہ حصہ تھا اس کے عہد حکومت میں رعایا بہت خوشحال تھی جب یہ فوت ہوا تو اس کے بعد مسند حکومت پر اس کا بڑا بیٹا بابیس گرجی متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا بابیس گرجی کو بھی اپنے باپ کنکیس گرجی کی طرح فتوحات کا بہت شوق رہتا تھا اس نے بھی بہت سے جدید علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے تھے فتوحات کے علاوہ اس کو نئی عمارتیں بنوانے کا بھی بہت شوق تھا چنانچہ اس نے برنگر کو غیر محفوظ سمجھ کر ایک جدید شہر کی بنیاد ڈالی تھی اور اس شہر کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر خوبصورت بنوانا شروع کیا تھا جب وہ عظیم الشان شہر بن کر تیار ہوا تو پھر اس نے اس شہر کو اپنے نام سے منسوب کر کے اس کا نام بلہمی پور رکھا اور اس کو اپنا دار الخلافہ قرار دے کر اس میں رہنے لگا پھر اس کے بعد بھی وہ شہر اس کے جانشینوں کا دارالحکومت بنا رہا بابیس گرجی بہت کثیر الاولاد تھا اس کی سولہ عدد بیویاں تھیں جن کے لطن سے چوبیس بیٹے اور دس بیٹیاں پیدا ہوئیں اور اس کے بیٹے بھی سب کے سب کثیر الاولاد ہوئے اور اس تمام اولاد نے ایک جدید خاندان کی بنیاد ڈال کر اپنے جدید خاندان کا

امتیازی خطاب اس کے نام پر منسوب کر کے بالا گوجر رکھا اور آج تک وہ خاندان اسی بالا خطاب سے موسوم چلا آتا ہے بلجینیس گرجی نے جب اس دنیا سے انتقال کیا تو اس کے بعد تخت حکومت پر اس کا سب سے بڑا بیٹا مہید نیس گرجی بیٹھ کر حکومت کرنے لگا وہ بہت نیک اور رعایا پرور بادشاہ تھا آخر جب وہ فوت ہوا تو پھر اسکے بعد تخت سلطنت پر اس کا بیٹا سوو نیس گرجی حکومت کرنے لگا۔ سوو نیس گرجی کا عہد حکومت بھی بہت بابرکت اور ترقی یافتہ تھا اور وہ حکومت کے تمام شعبوں کی دیکھ بھال کر کے اپنے انتظام کو ہمیشہ درست رکھا کرتا تھا اس نے بھی کئی جدید علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا آخر وہ بھی بالا گوجروں کے نام کو دنیا میں روشن کر کے اس جہان فانی سے کوچ کر گیا جس کے بعد پھر اس کا بیٹا دیکجینیس گرجی عرف دچے سین سر پر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا دیکجینیس گرجی کو بھی جدید عمارتیں بنوانے کا بہت شوق تھا چنانچہ جزیرہ سوراشر میں اس نے بھی ایک نیا شہر تعمیر و آباد کر کے اس کا نام اپنے نام پر منسوب کر کے وجے پور یا وجے نگری رکھا تھا اس شہر کے علاوہ اس نے ایک اور شہر بھی تعمیر و آباد کر کے اس کا نام دوراٹ گڈھ رکھا تھا جس کو بعد میں سہور کے نام سے شہرت حاصل ہوئی دیکجینیس گرجی نے کاروبار حکومت کے لئے اپنے بالا خاندان کے نام پر ایک جدید سمت بھی جاری کیا تھا اور اس سمت کا نام بلبھی سمت تھا۔ بلبھی سمت ۳۷۹ء بکری مطابق ۳۱۹ء عیسوی میں جاری ہوا تھا۔ غرض اس کے عہد حکومت میں بالا گوجروں کا ستارہ دن بدن ترقی عروج پر تھا اور شہر بلبھی پور کی ترقی و آبادی میں بھی اس نے بہت کوشش کی بلکہ وہی اس شہر کی جدید عمارتوں میں اضافہ کرنے کا باعث ہوا آخر جب دیکجینیس گرجی فوت ہوا تو پھر اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا پدماویہ گرجی تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ پدماویہ گرجی کے عہد حکومت میں گچتا قوم کے ہندوؤں نے برہمنی مذہب کو اشاعت دینے کے لئے اپنے راجہ

کی سرکردگی میں بالا گوجروں پر حملہ کر دیا اور ہر بالا گوجر بھی اپنے مذہب اور قوم کی حفاظت کے لئے مسلح ہو کر شاہ پدماوتیس عرف شاہ پدماویہ گرجی کی زیر قیادت میدان جنگ میں نکل آئے اور بڑی ہمت اور جوانمردی سے گپتا بہادروں کا مقابلہ کرنے لگے آخر بالا گوجروں نے کئی دن تک اس جارحانہ حملہ کی مدافعت کر کے گپتا ہندوؤں کو اپنے علاقہ سے بھگا کر حفاظت مذہب کا حق ادا کیا۔

گر جا راقوم میں گوجروں کا صرف یہی ایک خاندان تھا جس نے کہ اس وقت متعصب اور ظالم ہندوؤں کی خوانخوار تلواروں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے ان سے اپنی قوم اور مذہب کو بچایا تھا۔ ورنہ اس سے پیشتر کئی دیگر علاقوں میں گوجروں کے بعض کمزور اور غریب خاندانوں کو ان مذہبی دیوانوں نے جبراً برہمنی مذہب میں داخل کر کے ان کو چھری اور دیش اور شور درنوں میں داخل کر لیا تھا اس وقت گوجروں کا یہی ایک بہادر خاندان تھا جس نے کہ بلہی پور کی تباہی کے وقت تک برہمنی مذہب کو ہرگز قبول نہیں کیا ہاں البتہ بلہی پور کی تباہی کے بعد جب اس خاندان کا خاندانی شیرازہ بھی منتشر ہو چکا تو پھر اس خاندان کے لوگوں نے بھی بہت عرصہ کے بعد جا کر برہمنی مذہب قبول کر لیا۔ شاہ پدماویہ گرجی نے جب اس دنیا ناپائدار سے رحلت کی تو پھر اس کے بعد تخت خلافت پر اس کا بڑا بیٹا سیوادیہ گرجی متمکن ہوا۔ سیوادیہ گرجی کے عہد حکومت میں بھی گپتا ہندوؤں نے اشاعت مذہب کی خاطر اپنی تمام جمعیت کے ساتھ بالا گوجروں پر زبردست حملہ کر کے ان کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کی لیکن اس دفعہ بھی اس بہادر خاندان کے گوجروں نے پورے طور پر مقابلہ کر کے گپتا ہندوؤں کو شکست فاش دے کر اپنے مذہب اور قوم کی ہر طرح حفاظت کی۔

سیوادیہ بہت نیک اور بہادر بادشاہ تھا اور بہادر ہونے کے ساتھ ہی حلیم الطبع اور عظیم دل بھی تھا اس کے عدل و انصاف کے خوف سے تمام چور اور ڈاکو و

بدمعاش لوگ ہمیشہ لرزہ برانداز رہتے تھے وہ عدل و انصاف میں کسی دوست اور اغیار کا مطلق لحاظ نہیں کیا کرتا تھا اس کے ارکان دولت بھی ہمیشہ اس سے ڈرتے رہتے تھے عدل و انصاف کے علاوہ اس کو فتوحات ملک کا بھی بہت شوق رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے وہ تمام علاقے جو اس کے بزرگوں سے گیتا راجاؤں نے چھین لئے ہوئے تھے دوبارہ وہ تمام فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے وہ گیتا راجاؤں سے کبھی مغلوب نہیں ہوتا تھا لیکن ان پر جارحانہ حملے کر کے ان کی طاقت کو کمزور کرتا رہتا تھا جن کی وجہ سے گیتا سلطنت بہت کمزور ہو گئی تھی آخر جب سیوا دیتے نے اس دنیا سے انتقال کیا تو اسکے بعد پھر اس کا بیٹا ہردیتے گرجی سند حکومت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔

شاہ ہردیتے گرجی بھی اپنے باپ کی طرح عدل و انصاف میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا وہ بھی بڑا عادل اور منصف مزاج بادشاہ تھا اس کے عہد حکومت میں گیتا راجاؤں نے پھر طاقت حاصل کر کے سہ بارہ حملہ کیا لیکن اس دفعہ بھی ان کو شکست ہوئی آخر جب شاہ ہردیتے گرجی بھی اپنی طبعی موت سے مر گیا تو اس کے بعد اسکا بڑا بیٹا سوریہ دیتے مسند خلافت پر متمکن ہو کر ملک کا انتظام کرنے لگا سوریہ دیتے بڑا جنگجو بہادر بادشاہ تھا اس نے تخت پر بیٹھتے ہی گیتا راجاؤں سے اپنے آباؤ اجداد کا انتقام لینے کے لئے ایک لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار فوج جمع کر کے گیتا راجاؤں پر حملہ کر دیا اور جارحانہ اقدام کرتا ہوا گیتا کے خاص دارالحکومت تک جا پہنچا۔ معمولی لڑائی کے بعد آخر گیتا راجہ کو شکست فاش دے کر اس کے تمام علاقہ پر قابض ہو گیا اب گیتا قوم کا راجہ بھی مجبور ہو کر آخر شاہ سوریہ دیتے کے پاؤں پر آگرا اور اپنی ایک حسین لڑکی سوریہ دیتے کے نکاح میں دے کر صلح کا خواہاں ہوا ادھر سے مطمئن ہو کر سوریہ دیتے نے پھر غزنی پر جا کر حملہ کیا اور ان دنوں غزنی پر ساسانیوں کا قبضہ تھا آخر ساسانیوں کو بھی اس نے شکست دے کر غزنی سے نکال



دیا اور اپنا ایک نائب السلطنت غزنی میں مقرر کر کے واپس ہندوستان ہوا اس فتح  
عظیم کے بعد ہندوستان واپس آ کر تمام ملک میں عدل و انصاف کے دروازے  
کھول کر مظلوموں کی داد خواہی کرنے لگا اور اپنے باپ سے بڑھ کر ربط و ضبط ملک  
میں ممتاز ہوا آخر جب اس کی زندگی کے دن پورے ہوئے تو اس کے مرنے کے  
بعد پھر اس کا بیٹا بنام سوم دت سریر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا سوم دت  
بھی اپنے باپ کی طرح بڑا عالی ہمت اور بہادر بادشاہ تھا اس نے بھی بہت سے  
جدید علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت کو اور وسیع کیا تھا چنانچہ اس نے ترکستان و  
ایران کے کئی علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے تھے اس کی فتوحات  
سے ڈر کر ایران کے بادشاہ بہرام گورخر نے جو خاندان ساسان سے تھا اپنی ایک  
پیاری بیٹی بنام ماہ بانو جو حسن جمال میں بہت شہرہ آفاق تھی سوم دت کے نکاح  
میں دیکر اس نے اپنی دوستی کا اظہار کیا فارس کی اس شہزادی کے لطن سے سوم دت  
کے گھر جوڑ کا پید ہوا اس کا نام اس نے سلاوت رکھا تھا جو سوم دت کے بعد  
وارث تخت ہو کر بلہی پور کی تباہی کا باعث ہوا الغرض سوم دت بھی بہت اعلیٰ درجہ کا  
مدبر اور منتظم بادشاہ تھا اس نے اپنے حسن انتظام سے سلطنت کو مستحکم و مضبوط بنا  
کر پھر تمام ملک میں جا بجا عالیشان عمارتیں اور پر فضا مکانات بنوانے شروع کئے  
جن کی وجہ سے تمام ملک نمونہ فردوس نظر آنے لگا اور شہر بلہی پور فرخندہ بنیاد کی  
خوشنما اور عالیشان عمارتیں اس وقت رشک ارم بنی ہوئی تھیں سوم دت کے عہد  
حکومت میں بالا گوجروں کی قومی عزت اور دولت کو وہ عروج حاصل ہوا تھا جو اس  
کے پیشتر کبھی ان کو حاصل نہیں ہوا تھا بلکہ اس وقت ان کی قومی سلطنت ترقی اور  
عروج کے انتہائی زینہ تک پہنچ گئی تھی آخر جب اس عظیم الشان سلطنت کو سوم دت  
چھوڑ کر فوت ہو گیا تو پھر اس کے بعد اس کا نالائق بیٹا سلاوت تخت سلطنت پر بیٹھ  
کر حکومت کرنے لگا۔ سلاوت گرجی نے انتظام ملکی میں پہلے تو خوب طرح کوشش

کرنی شروع کی لیکن جونہی ربط و ضبط ملک سے تھوڑی سی اس کو فراغت ملی یک لخت اس نے عیش پرستی کا وطیرہ اختیار کر لیا پھر کیا تھا کہ ہر وقت نشہ شراب میں مخمور عیش و عشرت اور لہو لعب میں مصروف رہنے لگا رات دن ساز و سرور اور چنگ و رباب کی محفل آراستہ رکھتا تھا شراب و کباب اور ناچ و رنگ کی چاٹ نے پرلے درجہ کا سفاک اور بے باک اسے بنا دیا تھا فسق و فجور اور شراب خوری کو اس نے ایسا فروغ دیا تھا کہ شراب کچھوانے کے لئے جا بجا انگور وغیرہ کے باغ لگوا دیئے تھے مہ جبینوں کے تعیش اور عیش پسندی نے دنیا و مافیہا سے اسے بالکل غافل بنا دیا تھا اور تمام کاروبار سلطنت کو وزیر کے سپرد کر کے خود ان کاموں سے بالکل سبکدوش ہو گیا وہ بادشاہ کیا تھا نقش بردیوار تھا اراکین دولت جو چاہئے تھے کرتے تھے اس کی جانب سے ان کو کسی قسم کی روک ٹوک نہیں تھی وہ ہر وقت عیش و عشرت میں مصروف رہتا تھا خدا نے اسے عقل سلیم بھی وہ عطا کی تھی کہ نیک و بد کی تمیز بھی نہیں کر سکتا تھا حماقت اور لطونت میں ممتاز کام کاج سے متنفر ہر وقت بدنی آرائش و زیبائش میں لگا رہتا تھا اس کی اس غفلت اور عیش پسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے دشمن حکومتوں نے اس کی مملکت پر حملے کرنے اور علاقے چھیننے شروع کر دیئے سب سے اول ہن قوم نے اپنے سردار تورمان کی سرکردگی میں سلطنت بالا پر حملہ کر کے اس کے شمالی مغربی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا جس کے بعد پھر وہ قوم اور آگے بڑھ کر غزنی پر حملہ آور ہوئی جہاں پر بالا گوجروں نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کر کے اس قوم کی مدافعت کی مگر وہ تمام مدافعانہ کاروائیاں بالکل بے سود ثابت ہوئیں کیونکہ غافل سلاوت اس بہادر فوج کو سامان جنگ اور خوراک نہ پہنچا سکا تھا اس کو اس وقت بھی اپنی عیش پرستی کی پڑی ہوئی تھی۔ اور اس کی محارب فوج بغیر خوراک کے بھوکی مر رہی تھی اس لئے وہ تمام فوج غزنی کو خالی کر کے سرحد ہندوستان پر پسپا ہو کر چلی آئی جس کے بعد تمام علاقہ غزنی پر ہن قوم نے قبضہ

کر لیا لیکن اس پر بھی اس غافل اور عیش پسند بادشاہ کو کچھ ہوش نہ آیا اور وہ بدستور اپنی عیش و عشرت میں مصروف رہا اس لئے اس کے تمام اراکین بھی اس کے خلاف ہو کر سازشیں کرنے لگے۔

سلاوت گرجی کے تمام ارکان سلطنت بھی غدار تھے بہت موقوں پر غداری کر کے سلاوت کو انہوں نے نقصان پہنچانے کی کوشش کی چنانچہ جب ہن قوم کا بادشاہ تورمان نامی سرحد ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس وقت بھی سلاوت کے تمام امرا اور وزراء نے مخفی طور پر مخالف بادشاہ کو مبارک باد کے پیغام بھیج کر اس کو بلہی پور پر حملہ کرنے اور قبضہ کرنے کی دعوت دی مگر اس وقت تورمان گپتا خاندان کی تباہی کے درپے لگا ہوا تھا جس لئے وہ اس طرف متوجہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اس کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا مہیر گل اس کی مسند پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا تو پھر سلاوت کے غدار وزیروں نے سلطنت بالا کے خلاف مہیر گل سے ساز باز کر کے اس کو بھی بلہی پور پر حملہ کرنے کی دعوت دی جس کو مہیر گل نے قبول کر کے بلہی پور کی تباہی کے لئے فوراً جنگی تیاریاں شروع کر دیں، سلاوت کو ان سازشوں کی مطلق کوئی خبر نہ تھی کہ میرے امرا اور وزراء میرے خلاف کیا کیا کاروائیاں کر رہے ہیں اس لئے اس نے کسی قسم کی فوجی تیاری نہ کی، مہیر گل بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا اس نے سلاوت کے غدار وزیروں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنا وحشی اور غارتگر لشکر لے کر ۵۸۰ ہجری مطابق ۵۲۳ء عیسوی میں مملکت بالا گوجروں پر حملہ کر دیا، راستے میں بہت سے مقامات کو فتح کرتا، واجب بلہی پور کے نزدیک پہنچا تو اس وقت سلاوت کو بھی اس حملہ کی خبر ہوئی تب وہ بھی اپنی عیش و عشرت کی محفل کو چھوڑ کر مدافعت کی تیاریاں کرنے لگا لیکن اس وقت کیا بن سکتا تھا جبکہ دشمن اس کے ملک میں گھس کر اور علاقہ کو فتح کر کے اس کے سر پر پہنچ چکا تھا، سلاوت نے پھر بھی کچھ نہ کچھ فوج ادھر ادھر سے جمع کر لی جس کو وہ

مہیر گل کے مقابلے کے لئے میدان جنگ میں لے کر نکل آیا آخر معمولی لڑائی کے بعد شکست اٹھا کر میدان جنگ میں قتل ہوا جس کے بعد پھر فاتح بادشاہ کے وحشی لشکر نے شہر بلہی پور میں داخل ہو کر باشندگان شہر کو بڑی بے رحمی اور بیدردی سے قتل کرنا شروع کیا اور تمام شہر کو تباہ و برباد کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی الغرض ایک آن کی آن میں اس خوبصورت شہر کی تمام عظیم الشان عمارتوں کو اس وحشی اور غارتگر قوم نے مسمار اور برباد کر کے کھنڈرات کی صورت میں تبدیل کر دیا جس کے بعد بالا گوجروں کی عظیم الشان سلطنت کا بلہی پور سے خاتمہ ہو گیا، جنرل ٹاڈ صاحب اپنی تاریخ ریاستان میں لکھتے ہیں کہ جب بلہی پور تباہ و برباد ہو گیا تو اس وقت گوجروں کے تیس ہزار خاندان وہاں کی بودوباش ترک مگر کے ایک سو ہندوؤں کے مہنتوں اور پوجاریوں کی سرگروہی میں علاقہ مارواڑ اور دیگر مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے نقل مقام کر کے جن علاقوں میں جا کر آباد ہوئے تھے وہاں انہوں نے اپنی نئی ریاستیں قائم کرنی شروع کر دیں گوجروں کے ان جلاوطن شدہ خاندانوں میں چلوک یا سولنکھی اور چوڑا خاندان خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنہوں نے کہ بلہی پور کی تباہی کے بعد گجرات کا ٹھیا داڑ، سندھ، مالوہ، دکن اور بنگال میں جا کر بڑی بڑی سلطنتیں قائم کر کے گوجروں کی سیاسی حالت کو از سر نو بحال کیا اور جن کا حال ہم انشاء اللہ اسی حصہ تاریخ میں آگے چل کر کسی موقع پر لکھیں گے غرض جب ان تمام خاندانوں نے مہنتوں اور پوجاریوں کی سرگروہی میں مورد و لیس یعنی علاقہ مارواڑ میں نقل مقام کیا تو وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی جائے سکونت کو ساندیری کے نام سے موسوم کیا اور ایک دوسری جگہ کو بلہی پور کے نام سے نامزد کیا یعنی وہ مقام جہاں سے وہ خارج الوطن کئے گئے تھے اس مقام کی یاد میں اس جگہ کو موسوم کیا۔

آمد برسر مطلب

بلہی پور میں ایک سورج کنڈ پرستش گاہ خاص و عام تھا روایات مظہر ہیں کہ سلاوت کی طلبی پر اس سورج کنڈ سے ایک سات سر کا گھوڑا سُپتا شو نامی برآمد ہوتا تھا جو سورج کا رتھ کھینچ کر میدان جنگ میں لے جایا کرتا تھا اس کنڈ سے نکلے ہوئے گھوڑے کی مدد بڑی زبردست سمجھی جاتی تھی مگر ایک نامعقول وزیر نے غنیم سے مخبری کر کے اس کے تمام راز کو فاش کر دیا، اس نے غنیم کو بتایا کہ اگر تم اس متبرک کنڈ کو خون وغیرہ ناپاک چیزوں سے گندہ کر دو گے تو فتح تمہارے ہاتھ رہے گی اور تمہارے مخالف فریق کا زور آپ سے آپ ٹوٹ جائیگا غنیم نے اس کے مشورہ پر عمل درآمد کر کے اس متبرک کنڈ میں ہر قسم کی غلاظت ڈالو کہ اس کو ناپاک کر دیا پھر جس وقت راجہ سلاوت اپنی حسب عادت سُپتا شو گھوڑے کی مدد طلب کرنے لگا اس وقت اس کو سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہ آیا تھا وہ اس وقت ہاتھ جوڑ کر اور چلا چلا کر درخواست کرتا تھا کہ سُپتا شو گھوڑے دشمن میرے سر پر آپہنچا ہے اور میں آپ سے مدد کا خواستگار ہوں لیکن وہاں سے صدائے برخواستہ کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا اور وہ ساری کرامت جس پر سلاوت کا بھروسہ تھا مٹی میں مل گیا تھا اس قدر ترقی مدد کے نہ ملنے سے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بالا گوجروں کی وہ عظیم الشان سلطنت دنیا سے کالعدم ہو گئی۔

بلہی پور کی تباہی نے سارے خاندان شاہی کا خاتمہ بالآخر کر دیا تھا اور شہر میں ہر طرف سناٹا ہی سناٹا تھا اس وقت یا تو وہ جگہ لوٹ مار سے بچ رہی تھی جہاں کہ سلاوت کی رانیاں اس کے ساتھ چتا پرستی ہوئی تھیں اور یا صرف ایک رانی جس کا نام پُشاوتی تھا اور جو گوجروں کے پرمار خاندان کے راجہ چندراوت نامی کی بیٹی تھی وہ بچی رہی تھی وہ رانی اس وقت بہ منت اولاد چڑھاوے یا پوجا پاٹ کی غرض سے امبکا دیوی کے مندر میں گئی ہوئی تھی اس کو اس سانحہ قیامت خیز کی خبر اس وقت پہنچی کہ وہ واپسی کے وقت راستے میں آ رہی تھی، رانی پشاوتی ان دنوں

حاملہ بھی تھی بلہی پور کی تباہی شوہر کی وفات اور اہل خاندان کی نیستی کا واقعہ جگر خراش سن کر اس کا دل پاش پاش ہو گیا تھا اور وہ سب امیدیں ایک سرے سے نیست و نابود ہو گئی تھیں جن کے لئے وہ امبرکا دیوی کے مندر میں گئی ہوئی تھی اس کے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ جب بلہی پور نہیں جب بخشندہ تخت و تاج نہیں جب گھربار تباہ اور حکومت پر غیروں کا عمل و دخل ہو چکا ہے اور میرا اس دنیا میں کوئی یار و مددگار اور پرسان حال نہیں رہا تو پھر میں ایسی حالت میں زندہ رہ کر کیا کروں گی غرض وہ اسی حالت میں راجہ سلاوت کی امانت اور زندہ جاوید یادگار کو اپنے بطن میں چھپائے ہوئے ملیا کی ایک غار میں جا چھپی اور اسی جگہ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو دیکھ کر وہ اپنے دل کو تسلی دینے لگی اور اس لڑکے کا نام اس نے کیشواوت رکھ کر ایک برہمنی کے سپرد کر دیا۔

پشاوتی کا اصل نام کملاوتی تھا جس کو بعض لوگ پُشپ بنسی کنول سمجھ کر پشاوتی کہتے تھے خوش قسمتی سے اس وقت برنگرا میں اس کے ہمراہ ایک برہمنی بھی اس کی ہمدرد اور شریک حال تھی جس وقت اس کا اس اندھیری غار اور سنسان پہاڑوں میں دل گھبراتا تھا تو وہ اس وقت وہی ہمزاز اور وفادار برہمنی اس کے دل بیقرار کو تسلی و تشفی دے کر اس کی تسکین قلب کرتی تھی آخر اپنے جگر کے ٹکڑے کو دیکھ دیکھ کر جب اس کے ذریعہ سے پشاوتی کا کچھ غم غلط ہوا تو پھر اس نے اس وفادار برہمنی کو ایک دن وہ اپنا نور نظر اور پیارا فرزند سونپ کر یہ وصیت کی کہ اے میری ہمدرد اور وفادار بہن اب میں یہ اپنا پیارا بیٹا تیرے سپرد کر کے تمہیں یہ وصیت کرتی ہوں کہ جب میں چتا میں بیٹھ کر سستی ہو جاؤں تو میرے اس فرزند کو تم برہمنوں کے علوم کی تعلیم دلانا اور جب یہ بڑا ہو تو پھر اس کی شادی کسی گوجر سردار کی بیٹی سے کر دینا اتنی وصیت کرنے کے بعد پشاوتی پھر چتا جلا کر اس میں بیٹھ گئی اور راجہ سلاوت کا نام چپتی ہوئی آسمان سے باتیں کرنے والے شعلوں میں

ہستی کھیلتی اور جلتی ہوئی اپنے مرحوم شوہر سے جا ملی، برنگرا کی برہمنی کا نام لکھناوتی تھا اور وہ ایک مندر کے مہنت کی بیٹی تھی اس نے رانی پُشپاوتی کے لخت جگر کو اپنے کلیجے کے ٹکڑے سے زیادہ محبت کے ساتھ پالنا شروع کیا اور بڑے پیار سے وہ اس کو گوبا کے نام سے پکارنے لگی گوبا کے معنی ہیں پیدا شدہ غار گوبا میں بچپن سے ہی شوخی اور چستی بھری ہوئی تھی وہ اپنی لڑکپن کی شرارتوں سے ہمیشہ اپنی پرورش کنندہ لکھناوتی کا ناک میں دم کیا کرتا تھا اور کسی کی کچھ نہیں مانتا تھا وہ اپنی ہی کرتا تھا اس کی رگ رگ میں گوجر خون کی تاثیر پیوست تھی اور ہر وقت گوجر بہادروں کی صحبت اور صید و شکار کے شغل میں مشغول رہتا تھا جب وہ گیارہ برس کا ہوا تو اس نے اور بھی ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کئے اور دو باہیاں بن بیٹھا نہ کسی کا دباؤ اور نہ کسی کی دیک سے ڈرتا تھا بوائے آزادی اس کے دماغ میں بسی ہوئی تھی اور جوش موروثی اس کی نس نس میں موجزن تھا چنانچہ اسی سلسلے میں جو روایات و حکایات ہماری نظر سے گزری ہیں ہم وہی من و عن نذر ناظرین کرتے ہیں فرق ہو گا تو صرف ترتیب الفاظ اور ربط عبارت کا ہوگا، کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایدر کی قوم کا وحشی سردار منڈلیک نامی بھیل تھا گویا کو صغریٰ میں زیادہ اسی کے قومی افراد سے ربط و ضبط رہتا تھا، چنانچہ مصداق *لِلصَّحْبَةِ تَأَثَّرُ* اس میں بمقابلہ اوصاف قوم برہمن کے بہیلوں کے ہی زیادہ عادات و خواص اثر پذیر ہو گئے چونکہ دن رات کی نشست برخاست اور ہر وقت کی صحبت بہیلوں سے رہتی تھی لہذا بہیلوں کو بھی گوبا سے خاص محبت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ اس کے اوصاف و خصائل اور آثار ترقی و اقبال اور افزونی جلال دیکھ کر سب بہیلوں نے شہر ایدر میں معہ کوہ و صحرا اس کے حوالے کر کے خود بار فکر سے سبکدوشی حاصل کر لی، ابوالفضل کا یہی بیان ہے اور کبشیر بھی یہی نغمہ کرتے ہیں کہ جب بھیل قوم اپنا فرمانروا تجویز کرنے لگی تو سوائے

گوہا کے کوئی دوسرا شخص اس کو لائق مسند نظر نہ آیا، اس لئے انہوں نے بغیر کسی لیت و لعل کے اسی وقت گوہا کو اپنا تاجدار تسلیم کر لیا اور بھیلوں میں سے ایک شخص نے اپنی انگلی چھید کر اس کے خون سے گوہا کا راج تلک کیا اسی وقت کے مجوزہ لوگ افسران ریاست صحرائی قرار پائے اور یوں ایک یتیم کے شاہی خون کی عزت و منزلت ہونے لگی اس رویداد تاجداری کا انجام گویا کے محسن کشی کا محرک ہوا یعنی روایت ہے کہ اس نے اپنے پرورش کنندہ اور دستگیر کو راہی ملک بقا کیا مگر اس کی وجہ کیا تھی اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، گوہا کے زمانے میں اس کا خاندان اسی کے نام سے موسوم ہوا مگر اس کی اولاد گھلوٹ عرف بھلوٹ کہلانے لگی۔

### بھلوٹ گوجر

مذکور الصدر راجہ مستمی کیشو دت عرف راجہ گوہا گھلوٹ یا بھلوٹ گوجروں کا مورث اعلیٰ مانا جاتا ہے اس کا اصل نام کیشو دت تھا مگر حکومت حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنا جدید نام گربادیتہ تجویز کر لیا تھا، بلبھی پور کی تباہی کے بعد یہی ایک شخص بالا گوجروں کے شاہی خاندان سے باقی رہ گیا تھا جس نے کہ اپنی لیاقت و قابلیت سے بھیل قوم کی سرداری حاصل کر کے مقام ایدر میں گوجر سلطنت کی بنیاد آ کر ڈالی تھی اور شہر ایدر کو اپنا دار الحکومت قرار دیکر تمام گرد و نواحی علاقوں پر حکومت کرنے لگا تھا اس کی قائم شدہ حکومت کا سلسلہ اس کے بعد بھی اس کی اولاد میں سات پشت تک قائم رہا آخر سات پشت کے بعد بھلوٹ گوجر کے آخری راجہ بنام ناگ دت کو قوم بھیل نے قتل کر کے شہر ایدر پر قبضہ کر لیا جس کے بعد بھلوٹ گوجروں کی حکومت کا شہر ایدر سے خاتمہ ہو گیا راجہ گوہا سے تاراجہ ناگ دت تک بھلوٹ خاندان سے جن راجاؤں نے صحرائے بہانڈیر اور شہر ایدر پر حکومت کی ان کے نام بمعہ مختصر حالات حسب ذیل ہیں۔ اول راجہ کیشو دت یا گربادیتہ عرف راجہ گوہا جس کے نام پر بھلوٹ خاندان موسوم ہوا، اس نے شہر ایدر میں بھلوٹ



سلطنت کی بنیاد قائم کی تھی اس راجہ کی تعلیم و تربیت جیسا کہ پیچھے لکھا گیا ہے برہمنوں کے گھر ہوئی تھی اس لئے وہ ہندو مذہب کا پیروکار ہو گیا تھا ورنہ اس سے پیشتر بالا گوجروں میں سے کبھی کسی شخص نے ہندو مذہب قبول نہیں کیا تھا الغرض جب اس دنیا سے راجہ گوہا نے انتقال کیا تو اس کے بعد پھر اس کی مسند حکومت پر اس کا بیٹا ستمی ناگ دیتے متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا ناگ دیتے کے عہد میں لقب گھلوٹ یا بھلوٹ نے بہت شہرت حاصل کی بالا خاندان کے بہت سے گوجروں نے اپنے لئے اس لقب کو طغرائے امتیاز سمجھ کر اختیار کرنا شروع کر دیا، ناگ دیتے بہت کثیر الاولاد تھا، جب وہ فوت ہوا تو اس کے بعد تختِ خلافت پر اس کا بڑا بیٹا بھاگ دیتے بیٹھ کر اپنی ریاست کا نظم و نسق درست کرنے لگا، بھاگ دیتے کو صید و شکار کا بہت شوق رہتا تھا علاوہ اس کے وہ شادیاں بھی بہت کرتا تھا اس نے اپنی پہلی شادی مہیر گل کی پڑوتی سے کی تھی جب وہ مر گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا دی دیتے نامی سریر آرائے تخت ہوا دیو دیتے بڑا عادل اور ہر دل عزیز راجہ تھا اس کے عہد میں رعایا بہت خوشحال اور فارغ البال ہو گئی تھی اور وہ جو دو سخا کی وجہ سے بہت مشہور ہو گیا تھا اور ہر ایک علوم کے علماء کی بہت قدر و منزلت کیا کرتا تھا آخر جب اس نے اس دنیا ناپائندار سے رحلت کی تو اس کے بعد پھر مسند خلافت پر اس کا بڑا بیٹا جس کا نام آسا دیتے تھا متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا آسا دیتے کے عہد میں کئی عمارتیں تعمیر ہوئیں چنانچہ میواڑ میں جو بھلوٹ گوجروں کی تخت گاہیں آسا پور اور اہار کے نام سے مشہور تھیں وہ سب اسی نے آباد کیں وہ بڑا منتظم اور امور جہانداری سے پورا واقف اور عادل راجہ تھا جب وہ فوت ہوا تو مسند ریاست پر اس کا بیٹا کھل پھوج متمکن ہو کر ریاست کا انتظام کرنے لگا کھل پھوج بڑا عابد اور نیک راجہ تھا اور ہر وقت خدا کی بھگتی میں ہی مصروف رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کی ریاست میں بد امنی کے آثار نہیں ہونے لگے پڑے تھے آخر وہ اس بد امنی کی وجہ سے تخت

سلطنت سے دست بردار ہو کر جنگل میں چلا گیا اور تارک الدنیا ہو کر فقیرانہ زندگی بسر کرتا رہا اس کے بعد مسند خلافت پر پھر اس کا بڑا بیٹا گروپیتہ نام بیٹھ کر حکومت کرنے لگا لیکن اس کی حکومت کو بھی استحکام حاصل نہ ہوا کیونکہ اس کی تمام ریاست میں اس وقت بد امنی پھیل گئی تھی اور اس بد امنی کی حالت میں شکار کھیلتا ہوا وہ ایک بھیل کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔

پرانے زمانہ کی باتوں کا حال معلوم کرنا آسان نہیں چنانچہ بہلوٹ خاندان کے بارے میں صرف اتنی ہی معلومات ہی بہم پہنچتی ہیں کہ اس خاندان کی حکومت کو ہستانی اضلاع میں سات پشت تک قائم رہی یہ زمانہ وہ تھا جبکہ بھیل قوم کے دماغ میں بوئے خود سری سما گئی تھی اور اُسے مثل سابقہ یہ منظور نہ ہوا کہ کوئی غیر قوم کا شخص اس کی بخشی ہوئی حکومت پر فرمانروائی کر کے بھیل قوم کا سر نیچا رکھے آخر اس خیال آزادی نے اس قوم کے دل پر تسلط کیا اور اس نے بہلوٹ گوجروں سے ساتویں راجہ گروپیتہ کو عین شکار گاہ میں جا گھیرا اور تلواروں پر رکھ کر اس کو قتل کر کے ایدر کی حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں کر لی اور اس نازک موقع پر بھی خاندان گوبا کے ساتھ اس لکھنناوتی برہمنی کی اولاد نے اس خاندان سے رفاقت کی جس طرح کی پشاوتی کو پناہ دینے کے بعد راجہ گوبا کی پرورش و پرداخت سے خاندان بالا کو از سر نو قائم و آباد کیا تھا اسی طرح اب اس کی اولاد نے بھی کیا جس وقت کہ راجہ گروپیتہ قتل ہوا اس وقت اس کے بیٹے سیل عرف باپا کی عمر صرف تین سال تھی جسے قاتلوں نے قلعہ بھانڈیر میں لے جا کر محفوظ رکھا وہاں قوم یادو کے ایک بھیل نے اس کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت کا بار اپنے سر پہ لیا اور اس کے تحفظ کی غرض سے اس کو پارا سر کے جنگل میں لے جا کر بودو باش اختیار کی وہ جنگل نہایت دشوار گزار تھا اور شاید ہی اس طرف کسی بھولے بھٹکے کا گزر ہو جاتا ہو ورنہ اس طرف کبھی کوئی انسان نہیں آتا تھا جو مقام باپا کی بودو باش کے

لئے منتخب کیا گیا تھا اُسے قدرتی طور پر تین طرف سے پہاڑی شاخوں نے آپس میں ملا کر محفوظ کر رکھا تھا اور اُسے تری یکت کہتے تھے اسی کو ہی سلسلے کے دامن میں ناگیندر کے نام کا ایک بڑا قصبہ بھی آباد تھا جس میں برہمن اور عبادت و ریاضت کرنے والے اشخاص رہتے تھے اس لئے ہر خاص و عام کو اس قصبہ سے دلچسپی تھی اسی مقام پر باپا نے اپنے بچپن کا زمانہ بسر کرنا شروع کیا اور وہاں کی بلند پہاڑیوں کی سیر بال کے باغات کی گلگشت اور شوالوں کی چہل پہل دوڑ دھوپ کھیل کود سے جی بہلا کر غریب الوطنی اور بیکسی کے دن کاٹ دیئے، باپا بچے کو کہتے ہیں اور باپا کو سیلا دھیش یعنی فرمانروائے کوہستان کا خطاب بھی حاصل تھا، باپا کی صغریٰ کے حالات میں عجیب و غریب روایتیں سننے میں آتی ہیں جو بجنہ ویسی ہیں جیسے بہادران قوم اور بائیان فرقہ بھلوٹ کے ذکر میں عموماً سنی جاتی ہیں چنانچہ باپا کی نسبت بھی مشہور ہے کہ وہ ہر روز بلا ناغہ لیکلنک کے نادئے کی خدمت کیا کرتا تھا یہ طریقہ عبادت سورج بنسیوں میں بھی افضل مانا گیا ہے اور اب وہ اسی کو ذریعہ پہلو اور وسیلہ نجات سمجھتے ہیں شاہی خاندانوں کے چوپاؤں کی کیل کلیل راس بلاس کا نقشہ بہت سے قصوں میں کھینچا ہوا دیکھا گیا ہے چنانچہ باپا کے ذکر میں بھی اس کی ایک نظیر پیش نظر ہوگی جھولا ہنڈ ولا جھولنے کا موسم تھا اس موسم میں چھوٹے بڑے سب کو اس موہی کیفیت سے دلچسپی رہتی ہے چنانچہ اسی موسم خوشگوار اور فصل بہار میں ایک دفعہ سو لکھی سردار کی راجکماری باغ میں سیر کو گئی تھی اور سب سہیلیاں و ہجولیاں اس کے ساتھ تھیں جب وہ باغ میں پہنچیں تو سب کے دل میں یہ اُمنگ اُٹھی کہ آؤ جھولا جھولیں اور ملہاریں گائیں مگر وہاں دیکھا تو جھولا ندارو، رسی ڈھونڈی تو وہ بھی نہ بہم پہونچی آخر وہ ہاتھ ملنے لگیں کہ مفت رنگ میں بھنگ ہو گیا اور دل کی دل میں رہ گئی، اتفاق سے باپا بھی وہیں موجود تھا۔ چیتوں کی صاحبزادیوں نے اس سے کہا کہ ہمارا سارا مزہ کر کرا ہوا

جاتا ہے ہم تمہارا کیا یاد کریں گی بھلا کہیں سے ہمیں رسی لا دو باپا نے کہا کہ رسی لانا کچھ مشکل نہیں ابھی لیجئے، مگر رسی لانا جھولا ڈالنا پھر جھولنا یہ سب کیوں کیجئے میں ایک کھیل بناؤں جو جھولے سے ہزار درجہ اچھا ہوگا جب باپا نے سب کی رضا مندی پائی تو کہا کہ آؤ ہم سب مل مل کے شادی کا کھیل کھیلیں نا چیں کو دیں گائیں اور بجائیں اس سے بڑھ کر اور کون سی دلچسپی کا کھیل ہوگا؟ سب کم عمر لڑکیوں نے یہ تجویز پسند کی اور کھیل شروع ہوا باپا اور سوسو <sup>لنکھی</sup> راجکماری کا گہنہ بندہ بن گیا اس کے بعد اس کی تمام بھیل سہیلیوں نے باپا کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک بڑے درخت کے گرد سات مرتبہ بہانور پھیری کی کھیل تو ہو گیا مگر باپا کو اپنی جان بچانے کے لئے وہاں سے بھاگنا پڑا اور وہ راہ فرار اس کے لئے جادہ ترقی و عروج اقبال ہوئی اور ساری راجپوتوں کی لڑکیاں اس کے دامن سے بندھ گئیں، اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد جب سوسو <sup>لنکھی</sup> راجکماری کے لئے پیغام شادی آیا اور پروہت نے جس وقت خاندان فریقین کی تحقیق وغیرہ کی تو اس وقت اس کو یہ خبر لگی کہ باغ میں کیا معرکہ گزر چکا ہے اس نے صاف کہہ دیا کہ لڑکی کد خدا ہے کنواری نہیں یہ واقعہ جب لوگوں نے سنا تو تمام لوگ حیرت میں رہ گئے حالانکہ باپا نے اپنے ہمراہی چرواہوں پر ایسا رعب جما رکھا تھا کہ کسی کو مجال نہ تھی جو راز زبان پر لائے مگر کیوں یہاں تو معاملہ چھ سو لڑکیوں کے سامنے نہ ہوا تھا چھپتا تو چھپتا آخر پردہ فاش ہو گیا۔

باپا نے رازداری کے لئے جس قسم کا طریقہ اختراع کیا تھا اس کا عملدرآمد اب بھی باقی ہے باپا اخفائے راز کی قسم دلانے کو ایک غار کھدواتا اور ایک الٹری میں لے کر با آواز بلند کہتا تھا کہ ہاں قسم کھاؤ میری اچھی اور بُری بات کسی پر ظاہر نہ ہونے دو گے اور ہمیشہ میرے اطاعت گزار اور فرمانبردار رہو گے اور جو دوسرے سے سنو گے وہ مجھ سے بے تکلف کہہ دیا کرو گے اس کا چھپانا تم پر حرام

ہوگا، اگر کسی کی قسم میں فرق ہوگا تو تم سب مجرم ہو گے تم ہی مجرم نہیں بلکہ تمہارے باپ دادا کے ثواب میں بھی کمی ہوگی، اور اس الکڑی کی طرح (الکڑی غار میں پھینک کر) دھوبی کے کنوئیں میں ڈوب جائیں گے چنانچہ اس اخفائے راز کے لئے بھی اس نے اسی طریقہ سے انتظام کیا اور سب نے ایک ایک کر کے یہی قسم کھائی سو لکھی فرمانروائے نے جب باپا کی اس حرکت کا حال سنا تو انگاروں پر لوٹا مگر جاسوسوں کی مخبری سے باپا نے وہاں سے بھاگ کر پہاڑ کے ایک گوشہ میں پناہ لی یہ وہ مقام تھا جس نے اس کی نسل آئندہ کی بھی بعد میں حفاظت کی عالم رو پوشی میں باپا کی رفاقت میں صرف دو بھیل تھے ایک دارالریاست حال کی گھائی کے مقام روندری کا خوش باش تھا اور صحرائے مغربی کے مقام اور گنا پورا کا باشندہ تھا، دونوں بالیو دردیوا کہلاتے تھے اور ان کے نام وہ ہیں جو بارہا تاریخ باپا میں حسب موقع دیکھے سنے جاتے ہیں دیوار فنیق خاص تھا اور بالیو وہ شخص تھا جس نے کہ تخت موری پر جلوہ افروزی کے وقت اپنی انگلی کے خون سے باپا کو راج تک کرنے کا فخر حاصل کیا تھا۔

### آدم برسر مطلب

باپا کی فراری کے اسباب واقعی قدرتی تھے مگر ان کے بارے میں خیال گوناگون ظاہر کئے گئے ہیں کب شیر لوگ اس معاملہ میں بہت مبالغہ کرتے اور اس کو الہام غیبی کی ایک رمز قرار دے کر کچھ اور ہی بیان کرتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں اعلیٰ خاندانوں کی نسبت ہمیشہ سے مذہبی پیرایہ میں مبالغہ ہوتا چلا آیا ہے، الحاصل باپا اپنے بعد کے سوتا جداروں کا مورث اعلیٰ تھا اس سے لوگ ایسے ڈرتے تھے جیسے کسی بادشاہ سے اس کی دیوتاؤں کی طرح عزت ہوتی تھی اور وہ روایات کے رو سے زندہ جاوید یعنی جرنجیو تھا، باپا نے کیونکر اس قدر عروج حاصل کیا اس کا بیان ضروری ہے کیونکہ اس کے متعلق جو روایت مشہور ہے اس پر علاقہ میواڑ

میں کوئی شخص شک نہیں کر سکتا اور اگر شک کرے تو کافر گردانا جاتا ہے جن دنوں باپا کو نکیندر کی گھاٹی میں مقدس گائیں چرانے کی خدمت سپرد تھی اس پر ایک پیاری گائے کا دودھ پورا کر پینے کی تہمت لگی، مالک گائے کے دل سے اس کا اعتبار اٹھ گیا اور وہ چوری پکڑنے کی تاک میں رہنے لگا پہلے تو باپا کو اس کا فعل بہت بُرا معلوم ہوا مگر جب اس نے دیکھا کہ واقعی شک کی جگہ ہے جیسی گائیں میرے حوالے ہیں اور شام کو میری دلپسند گائے قطرہ بھر بھی دودھ نہیں دیتی اور تھن سوکھے رہتے ہیں اور آخر اس کا ذمہ دار میرے سوا دوسرا نہیں تو اس خیال کو مد نظر رکھ کر اس نے اظہار ناراضگی دل ہی میں رکھا اور ہر وقت تاک میں رہنے لگا کہ دیکھوں کہ دودھ کو کیا ہوتا ہے باپا نے خوب تاک لگائی تو آخر مجید گھلا اور گائے چرتے چرتے ایک گھاٹی میں چلی گئی اور وہاں سے اس کے تھنوں سے دودھ آپ سے آپ ٹپکنے لگا باپا کو بہت حیرت ہوئی کہ یہ معاملہ کیا ہے، جھاڑی میں گنوں کے درخت کے نیچے ایک سادھو کو دیکھا جو معبود حقیقی کے عشق میں محو ہے اس سادھو نے باپا کی آواز سنی تو اٹھ کھڑا ہوا اس صورتحال سے باپا کی طرف سے سارا ہی شک جاتا رہا اور لوگوں کو بھی اعتقاد ہو گیا کہ باپا کی پیاری گائے کا دودھ ضائع نہیں ہوتا بلکہ ایشور کو چڑھتا ہے۔

کسی کو وہ چشم شناسی و نظر معرفت بنی حاصل نہیں جو اگلے زمانہ میں اولیاء اکرام اور رشیوں و مینوں کو حاصل تھی چنانچہ انہیں اہل کشف و کرامات و افضل الکائنات میں سے ایک مہاتما یہ بارت رکبیشتر تھا جس پر باپا کی گائے دودھ چڑھا آیا کرتی تھی جس وقت باپا نے اس رکبیشتر کی زیارت کی تو جھٹ اس کے قدموں پر سر جھکا دیا اور اپنی تمام بیتی اس کو کہہ سنائی اور دعا لے کر وہاں سے گھر چلا آیا، باپا کو اس مقدس صورت سے خاص انس پیدا ہو گیا تھا، وہ ولی اعتقاد کے ساتھ روز زیارت کرتا اور پاؤں دھوتا دودھ لے جاتا اور دیوتاؤں کو چڑھانے والے پھول اس پر چڑھاتا، رکبیشتر نے باپا کو وعظ و نصائح سے بہت کچھ اخلاقی تعلیم سے ماہر کیا اور

رشیو کی عقیدت اسکے دل پر نقش کر دی ہوتے ہوتے رکبیشتر نے اس کا یگوپویت کر کے دست خاص سے جینو پہنایا جس کو وہاں کی زبان میں تین پروازنا رکھتے ہیں اب باپا اس کا مرید ہو گیا اور رکبیشتر اس کا مرشد کامل بن گیا چنانچہ گرو نے اسے اپنا چیلنا بنا کر دیوان الکلینک کا خطاب دے دیا اور لیکنک جی کی چشم رحمت سے اس کو باسنی دیوی یعنی سری لیکنک جی کی بیوی کی زیارت نصیب ہوئی، دیوی جی نے باپا کو بشو کرمان بنائے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ اور خونریز سے خونریز ہتھیاروں سے مسلح کر دیا بھالا، تیرکمان، ترکش، ڈہال، تلوار، سب اپنے دست اقدس سے دیوی جی نے باپا کے زیب تن کئے، اس عطیہ جنگی کے عوض میں باپا سے عقیدت مندی و خالق پرستی کی قسم لی گئی، اسطور پر جب وہ خدا کی عقیدت سے بہرہ یاب اور عبادت و مجاہدہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا تو ہاریت رکبیشتر نے ارادہ کیا کہ اپنے چیلے باپا کو اس کی قسمت پر چھوڑ کر برمہ لوک میں معبود حقیقی کے درشنوں سے جنم پہل کر دیں، اس نے باپا سے اس ارادہ کا اظہار کیا اور حکم دیا کہ کل صبح سویرے اس متبرک مقام پر موجود ہو جائے اتفاق سے باپا کی آنکھ ذرا دیر سے کھلی اور وہ وقت مقررہ پر نہ پہنچ سکا اور جب بیدار ہوا تو بھاگا ہوا گیا وہاں پہنچ کر دیکھا تو رکبیشتر وہاں سے چل چکے تھے اور ان کا بوان (تخت) اپسرائیں (فرشتے) اڑائے لئے جاتی تھیں، رکبیشتر کی نظر پڑی تو بوان ٹھہرا لیا اور جوش محبت ظاہر کر کے فرمایا کہ ذرا اونچے ہو جاؤ کہ میں تمہارے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر دعا دوں، رکبیشتر کا اتنا کہنا ہی تھا کہ باپا کا قدمیں ہاتھ بلند ہو گیا، مگر بوان تک رسائی نہ ہوئی اس لئے رکبیشتر نے فرمایا کہ اچھا اپنا منہ کھولو، باپا نے جب منہ کھولا تو اس کے منہ کھولتے ہی رکبیشتر نے اپنے منہ کی رال اس کے منہ میں ٹپکا دی، باپا کو غیر کے منہ کی رال سے گہن معلوم ہوئی اس لئے اس نے منہ بنا لیا، جس سے وہ لعاب پاؤں میں گر پڑا، باپا کی اس نفرت نے اس کو زندہ جاگنے سے محروم رکھا مگر جو لعاب منہ سے پاؤں پر گر پڑا تھا اس کی برکت اور بریہ ہوئی کہ وہ میدان جنگ میں ہمیشہ ثابت قدم رہا، اور دیوی جی کے

عطیہ آلات جنگ کی وجہ سے جب کسی غنیم سے سامنا ہوا تو یہی غالب رہا، رکبیشتر کا بوان تو اسی وقت اوج ہو پر نظر سے غائب ہو گیا یہاں باپا نے اتنی ہی برکت کو غنیمت سمجھا جو اسے ہتھیاروں اور دعاؤں سے حاصل ہوئی تھی اور یہی برکت عظمیٰ و تائید غیبی تھی جو آخر کار اس کے آڑے وقت پر کام آئی۔

باپا ایام طفولیت میں اپنی ماں کے منہ سے یہ سن چکا تھا کہ وہ چتوڑ کے موری خاندان کے تحت و تاج کا وارث ہوگا لہذا اب اس نے گائیں چرانا چھوڑ دیں اور چند خاص الخاص رفیقوں کو ساتھ لے کر گوشہ عافیت و قناعت سے باہر نکل کھڑا ہوا اور اس وقت اس کی زندگی میں اس کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ اس کو کارزار میدانوں کی صورت دیکھنا نصیب ہوئی مگر باپا کے نزدیک بہوانی کے عطیات ضرورت سے کم تھے بدیں خیال وہ تاہر مگر انام کے جنگل میں ایک اور ریاضت کیش جوگی کا قدم بوس ہوا جس کو گورکھ ناتھ کے نام سے شہرت حاصل تھی گورکھ ناتھ نے اسے ایک دہاری تلوار عطا کی اس تلوار میں یہ وصف کہ جہاں منتر پڑھا اور تو اور پہاڑ کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی تھی یہی تلوار تھی جس نے کہ اس کے اقبال کو دوپہر کا آفتاب بنایا اور جس کی بدولت اسے چتوڑ کی حکومت حاصل ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ چتوڑ میں قدیم تاجداران مالوہ میں سے خاندان موری کا پرمار راجہ برسر حکومت تھا اور اس کے رعب و وداب کی سارے ہندوستان میں دھوم تھی اس کے دار الحکومت کا ٹھیک مقام معلوم نہیں مگر عظیم الشان قلعوں اور پانی کے چشموں اور شاہی عمارتوں کی وجہ سے اس قوم کا نام اب تک اس کی عظمت و شان کا گواہ ہے۔ جس وقت باپا نے خروج کیا تو سلسلہ خاندان موری کی وجہ سے لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر اس کی بہت عزت کی فوج میں ایک عہدہ افسری اسے حاصل ہوا اور منصب و مراتب کے موافق ایک جاگیر بھی اسے ہاتھ آئی بہت سے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ خاندان موری کا فرمانروا نہایت صاحب قوت و اختیار تھا اس کے انتظام جاگیرات کی خوبیاں فرو زمانہ تھیں دربار میں امیر



ہی امیر نظر آتے تھے جن کو مراتب اور جاگیریں ملی ہوئی تھیں مگر فرمانروائے عہد میں نقص تھا تو صرف یہ تھا کہ وہ امیروں کو زیادہ منہ لگاتا تھا اور کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ عماسیدین اس سے دل ہی دل میں ناراض رہتے تھے، ادھر جب باپا کی بھی دربار میں رسائی ہوئی تو وہ بھی فرمانروائے کی ناک کا بال بن کر اس کی مزاج میں دخیل ہو گیا اس رسوخ سے امرا کو اور بھی چھین پیدا ہوئی جس کا شگوفہ اس وقت کھلا جبکہ ایک زبردست اور شاہزور غنیم نے ریاست پر چڑھائی کر دی اور ہر تو غنیم سر پر آپہنچا اور ادھر سب سرداروں اور امیروں نے ہتھیار ڈال دیئے اور جاگیریں چھوڑ کر کانوں پر ہاتھ رکھنے لگے کہ ہم کو لڑنے مرنے کی طاقت نہیں ہمیں کیا غرض پڑی ہے کہ ہم دودھ کی مکھی بھی بنیں اور جانیں بھی گنوائیں، باپا راجہ کا بڑا پیارا دلدار اور سگا سہودرہ ہے اس کے ہوتے ہمارے منہ کہاں کہ ہم میدان جنگ میں جائیں وہ آج ایسے وقت کہاں ہے اس کی کیوں یاد نہیں ہوئی؟

باپا بھی یہ صورت حال دیکھ رہا تھا اس نے کسی کو کہنے سننے کا موقع نہ دیا اور خود ایک فوج جرار لے کر دشمن کے مقابلے میں جا کھڑا ہوگا، جب ان سرداروں نے باپا کو یوں سر بکف و خنجر بدست دیکھا تو وہ بھی شرما شرمی باپا سے آملے جن کی جاگیریں قرتی و ضبطی میں آچکی تھیں جب معرکہ گرم ہوا تو باپا کی فوج نے جان توڑ مقابلہ کیا جس کی شجاعت سے دشمن نے ایسے جوتے ڈھیلے کئے کہ اس کو بھاگتے ہوئے کوئی راہ نہ ملی غنیم کے روبرو ہونے پر باپا مصلحت ذاتی سے چتوڑ کو واپس نہ آیا بلکہ وہاں سے سیدھا اپنے قدیم مولد دسکن کی طرف چل دیا وہاں پہنچتے ہی اس نے وہاں کے راجہ کو تخت حکومت سے اتار کر فرقہ چاڈڑا کے ایک سردار کو مالک تاج و تخت بنا دیا اور پھر وہاں سے لوٹ کر ناراض سرداروں کو ہمراہ لئے ہوئے دربار میں آیا۔ مشہور ہے کہ اس موقع پر باپا نے صرف فتح ہی حاصل نہیں کی بلکہ غنیم کی لڑائی مار کر اس کی بخشش بھی کی۔ چتوڑ کے امیر اپنے فرمانروائے عہد سے ناراض ہو کر

چل کھڑے ہوئے اور اس کو دھمکی دے گئے (دیدہ خواہد شد و فہمید خواہد شد) فرمانروائے چتوڑ نے ان پر روغن تاز ملنا چاہا اور اپنے گرو اور دادا بھائی کو بھیجا کہ وہ ان کو خوش کر کے لے آئیں مگر ان امیروں کی رگ سیدھی نہ ہوئی ان کا دو ٹوک جواب یہ تھا کہ حق نمک کا پاس صرف سال بھر تک رہے گا اس کے درمیان میں کچھ نہ بولیں گے مگر ہاں اس کے بعد جس کی لاٹھی اس کی بھینس جس کی تیغ اس کی دیگ ہر کہ شمشیر زندہ سکتہ بنامش خوانند کی کہاوت آپ سے آپ صادق ہو جائے گی ابھی زبانی جمع خرچ سے کیا مطلب عروس ملک درکنار گیر و چست، کہ بوسہ برلت شمشیر آبدار زنا۔

باپا کے اخلاق اور روش نے ان سب لوگوں کو گرویدہ بنا لیا او ان سب کے دل ان کے ہاتھ میں آگئے وہ سب اس کی عزت و منزلت کرنے لگے اطاعت و فرمانبرداری کے لئے سب نے سر عبودیت جھکا دیا، باپا نے بھی تخت و تاج کے لالچ میں حقوق و فاداری بالائے طاق رکھ دیئے اور جب مہم سے واپس آیا تو تمام سرداروں کی جماعت پر حملہ کر کے چتوڑ کو اپنے تخت و تصرف میں کر لیا اس فتح کے لئے کتب تواریخ میں جو الفاظ درج ہیں وہ ان الفاظ کے ہم معنی و مترادف ہیں کہ باپا نے قوم موری کو زیر کر کے تخت چتوڑ حاصل کیا اور خود مالک و قابض سرزمین ہو گیا جب تخت چتوڑ کے طرف سے دلجمعی حاصل ہوئی اور اقبال لازوال ہو گیا تو باپا نے خاصان دربار و سرداران مملکت کے مشورے سے شاہی خطاب ایک تو ہندو سورج رکھا اور دوسرا راج گرو یعنی ہادی و مرشد تیسرا چکوار فرمانروائے شش جہت باپا بہت کثیر الاولاد تھا اس کی اولاد میں سے بہت سے افراد اپنے بزرگوں کے قدیم مسکن یعنی مقام سوارشتر میں جا بسے تھے جہاں اکبر اعظم کے زمانہ تک ان کی بڑی قدر و منزلت ہوتی رہی آئین اکبری میں تحریر ہے کہ سورت میں پچاس ہزار بہلوٹ گوجراں اس زمانہ میں سکونت پذیر تھے باپا کے پانچ بیٹوں نے علاقہ مارداڑ کی راہ لی اور وہاں سے کہیہ کی مالک قدیم قوم گوہیل کو گوہیل دال میں خارج البلد کیا، باپا

جب سن رسیدہ ہوا تو اس وقت وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ تارک الوطن ہو کر لہجہ کی طرف چل کھڑا ہوا اس سفر میں اس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ خراسان پر حملہ کیا فتح یابی کے بعد وہاں ہی سکونت اختیار کی اور وہاں کے باشندگان اصل کی لڑکیوں کیساتھ نئی نئی شادیاں کیں جن سے کثیر التعداد اولاد عالم وجود میں آئی ٹاڈ صاحب اپنی تاریخ ریاستان میں لکھتے ہیں کہ باپا مسلمانوں کے خلیفہ ولید کا ہم عصر تھا اور اس نے اخیر عمر میں جا کر مذہب اسلام قبول کر لیا تھا باپا نے پورے سو برس کی عمر پائی تھی سردار دیوار کے کتب خانہ میں ایک قدیم تاریخ میں درج ہے کہ جب باپا شاہان مغرب یعنی قندھار، غزنی، توران اور ایران کو فتح کر چکا تو پھر وہ میرد پر بت کے دامن میں زندہ قبر میں سما گیا جہاں جہاں اس نے فتوحات حاصل کیں وہاں وہاں کے فرمانرواؤں کی شہزادیوں کو اپنے ملک ازدواج میں لایا جن سے ایک سو تیس لڑکے پیدا ہوئے جن کو نوشیرا پٹھان کا لقب حاصل ہوا اور ان لڑکوں نے اپنی اپنی ماؤں کے ناموں پر اپنے اپنے فرقے قائم کئے جو اب تک مشہور و معروف چلے آتے ہیں باپا کی ہندو اولاد کا شمار بھی انہی میں تھا جس کو انگی اپاسی یعنی سورج منسی کہتے ہیں۔

کتب تاریخ میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ باپا کی لاش کے وقت اس کی مختلف الاقوام رعایا میں خوب جھگڑے بکھیڑے ہوئے ہندو چاہتے تھے کہ ان کو واہ کریں اور اقوام غیر کہتی تھیں کہ نہیں جنازہ دفن ہو مگر جب لاش پر سے کفن کی چادر اٹھائی گئی تو سر سے پاؤں تک پھولوں ہی کا انبار نظر آیا اور وہ پھول آخر کا ایک باغ میں بودیے گئے۔ بہلوٹ گوجروں کے چوبیس فرقے ہیں جن میں سے اکثروں کا مورث اعلیٰ باپا ہے فتح چتوڑ کے تھوڑے ہی دن بعد یعنی ۱۴ء میں باپا سوار شتر میں پہنچا اور جزیرہ بندر دیو کے فرمانروا سپول کی شہزادی کے ساتھ شادی کی اور بعد انہی شادی اپنی رانی کے ساتھ وہاں کی دیال ماتا کی ایک صورت بھی چتوڑ میں لے گئی وہ دیاں ماتا اس قوم کی دیوی تھی اور وہ لوگ بڑی عقیدت سے

اس دیوی کو پوجتے تھے، اس دیوی کا مندر جو باپا نے تعمیر کیا وہ اب تک چتوڑ کی چوٹی پر موجود ہے اس مندر کے علاوہ بہت سی عمارتیں بھی اس وقت تک موجود ہیں جو باپا نے اپنی بقائے نام اور یادگار کے لئے تعمیر کی تھیں۔

بندر دیوی کی شہزادی کے لطن سے اپراجیت کی ولادت ہوئی اور چتوڑ کی پیدائش کے سبب سے وہی وارث تاج و تخت قرار دیا گیا باپا کا ایک اور بیٹا اپراجیت سے بڑا آسل نامی تھا اس کی ماں راجہ کابہ کی بیٹی تھی وہ راجہ کالی باد کی ریاست کا فرمانروا تھا اور وہ ریاست دوار کا کے متصل واقع تھی، اپراجیت کے وارث سلطنت مقرر ہونے سے آسل کو حقوق ریاست سے جب مایوسی ہوئی تو اسے سوراشر پر قبضہ کر لیا جہاں ان سے آسل بہلوٹ کی ایک ذات عالم وجود میں آئی آسل بہلوٹ کی اولاد اتنی بڑھی کہ اکبر کے زمانہ میں اس ذات کے پچاس ہزار مسلح اور جزا سپاہی بہم ہو سکتے تھے بعض مورخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ باپا کا ایک اور بیٹا گہل نامی تھا جس کے نام پر اس کی اولاد گہلوٹ کہلائی واللہ اعلم بالصواب۔

اپراجیت کے حالات میں اگر کوئی قابل ذکر بات ہے تو یہ ہے کہ اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام کال بھوج اور دوسرے کا نام نند کمار تھا اپراجیت کی وفات کے بعد تخت حکومت کال بھوج کو حاصل ہوا ناگ ہرد کی گھائی میں جو کتبہ دستیاب ہوا ہے اس میں کال بھوج کی بہادری کا نہایت تعریفی الفاظ میں ذکر ہے اس کے بھائی نند کمار نے دیو گڈھ واقع دکھن کے راجہ بھیم سین ڈور پر چڑھائی کی تھی چنانچہ بھیم سین معرکہ جنگ میں قتل ہوا اور نند کمار نے حکومت پر اپنا قبضہ جما لیا کال بھوج نے جب وفات پائی تو اس کے بعد اس کا بیٹا شیل نام سریر آرائے تخت حکومت کرنے لگا۔ آخر جب وہ فوت ہوا تو مسند حکومت پر پھر اس کا بیٹا بھوج ثانی

(۱) حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری اپنی تالیف موسومہ کارنامہ راجپوتان میں بحوالہ کتاب لیکنگ مہاتم سے تحریر فرماتے ہیں کہ باپا کا سب سے بڑا بیٹا گہل تھا جس کے نام پر اس کی اولاد اور قوم گہلوٹ موسوم ہوئی اور باپا کے بعد وہی راول گہل وارث تاج و تخت ہوا۔

متمکن ہوا جب اس نے انتقال کیا تو اس کے بعد پھر تخت خلافت پر اس کا بیٹا بہر تری بیٹ متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا آخر جب اپنے وقت پر وہ بھی فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا ادھ سنگھ سریر آرائے تخت ہوا جب وہ بھی اپنی زندگی کے دن پورے کر کے مر گیا تو اس کے بعد پھر مسند خلافت پر اس کا بیٹا سہمبلک مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا آخر کچھ مدت کے بعد جب وہ بھی فوت ہو گیا تو مسند خلافت پر اس کا بیٹا کہمان بیٹھ گیا تاریخ میواڑ رواں کہمان کے نام پر فخر کرتی ہے، نویں صدی کے آغاز میں جبکہ مسلمانوں نے چتوڑ پر چڑھائی حاصل کی تھی اس وقت اسی کی حکومت کا دور دورہ تھا تاریخ کہمان راس نامی میں اس کا کبیشتر رقمطراز ہے کہ فرمانروائے میواڑ نے اپنے قرمزی رنگ کے شاہی جھنڈے کو دشمنوں کے دست و برد سے بچا لیا اور اسلامی غنیم کو خراج دینا اپنی تحقیر سمجھ کر ایک نخبہ تک اس کو نہ دیا یہی نہیں بلکہ اس بہادری سے حملہ کیا کہ حملہ آور نوک دم بھاگ کھڑے ہوئے اور شکست دے کر پھر ان کا اچھی طرح تعاقب کر کے اسلامی سپہ سالار کو گرفتار کر لیا کتبوں سے اس بات کی کمال تصدیق ہوتی ہے کہ کہمان نے چوبیس خونخوار لڑائیاں لڑی تھیں جن کی وجہ سے اس کا نام قیصر کے نام کی طرح مشہور ہو کر اس کے خاندان کے لئے اعزاز و شرف کا باعث ہوا اور دوے پور میں اگر کوئی شخص ملزم قرار دیا جائے یا کسی کو چیمینک بھی آجائے تو اؤک فوراً بول اٹھیں گے کہ کہمان تمہاری سہاپتا کرے کہمان نے برہمنوں کی ہایت سے پہلے اپنی گدی اپنے چھوٹے بیٹے جو گراج کو دے دی تھی لیکن بعد میں پھر اس نے مسند حکومت پر خود ہی قدم جمائے اور اپنے مشیروں اور برہمنوں کو سزائے موت دی اسے برہمنوں کے نام سے ایسی چڑ ہو گئی اور اس قوم سے ایسا خار کھانے لگا کہ ریاست میں ان کا نام و نشان باقی نہ رکھا کہمان کو اس کے بیٹے منگل نے قتل کر دیا تھا لیکن اس کا مقصد بھی اس قتل سے نہیں ہوا کیونکہ ارکان ریاست نے اس جرم کی پاداش میں حدود

ریاست سے اس کو نکال دیا تھا خارج البلد ہونے کے بعد پھر منگل نے شمالی ریگستان کا راستہ لیا اور وہاں جا کر ایک جدید حکومت قائم کی اور اس کی بہلوٹ نسل پھیلانے کا وہی باعث ہوا۔

گہمان کے قتل ہونے کے بعد عنان حکومت اس کے بڑے بیٹے الٹ عرف بھٹو کے ہاتھ میں آئی، الٹ عرف بھٹو کے اور اس کے جانشینوں کے عہد فرمانروائی میں چتوڑ کے دائرہ حکومت کو بہت وسعت حاصل ہوئی باجگذار ریاستوں کی تعداد نے اونے دریا ماہی سے لے کر کوہ آہو تک ترقی کی اور تمام جنگلی قوموں کے راجاؤں نے ان کے آگے سر اطاعت و فرمانروائی خیم کیا اور وہاں بڑے بڑے قلعے بنوائے گئے تھے جن میں سے دہورن گڈھ اور اجر گڈھ کے قلعے یادگار زمانہ اوج اور محافظ ریاست میں الٹ عرف بھٹو نے مالوہ اور گجرات میں اپنے تیراں لڑکوں کے لئے خود مختار ریاستیں قائم کی تھیں اور اس کے وہ سب لڑکے بھٹورا بہلوٹ کے لقب سے ملقب ہوئے تھے اور ان کی گیارہ ریاستیں تھیں جن کے نام یہ ہیں کانگر، چمپانیر، چرتیا، بہوج پور، لونارا، نمبہ پوتا، سودارا، جوگہر، ایت پور، گنگا، بہودا ان گیارہ ریاستوں کے علاوہ دو ریاستیں اور بھی تھیں جن کے نام ہم کو معلوم نہیں ہو سکے۔

### تبدیلی خطابات

ناظرین تاریخ کی معلومات کے لئے اس خاندان کے حسب و نسب اور عروج و اقبال کے متعلق چونکہ ہم کافی حالات کہہ چکے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ پھر اس خاندان کے ان قومی خطابات اور امتیازی القابات کا مجمل طور پر پھر ذکر لکھ دیا جائے جن میں کہ شاہ کنکھیس کے عہد میں اور اس کے بعد مقامات سکونت و حکومت کی وجہ سے تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

جب شاہ کنکھیس گرجی غریب الوطنی کی حالت میں ایران سے بھاگ کر

ملک ہند میں چلا آیا تو اول اس نے شہر لاہور کو آکر اپنا دار الحکومت قرار دیا، اس کے بعد پھر وہ شہر لاہور سے نقل مقام کر کے علاقہ سوراشر میں چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے ایک جدید شہر پرنگرانا نامی تعمیر و آباد کر کے اس کو اپنا دار الخلافہ قرار دے کر حکومت کرنی شروع کی وہ سرزمین جو کبھی وارث پانڈوں کے قدموں سے منور رہی تھی اب اس میں اشکانی خاندان کے گوجروں نے عروج پانا شروع کیا تھا اور اس تمام علاقے میں اشکانی نسل کے گوجر آباد ہونے شروع ہو گئے تھے چنانچہ اسی نسل کے ایک راجہ جنیس گرجی عرف و بے سنس نے اپنے نام کی یادگار میں ایک جدید شہر و بے پور یا وارث گڈھ کے نام سے تعمیر و آباد کیا تھا گو اس کا نام اس شہر کے بانیوں میں مشہور نہ ہوا مگر وہ بالا یا بلہی خاندان کے تاجدار ضرور کہلائے اور ان کا سمت بھی ۳۷۵ بکری میں جاری ہوا تھا جو بلہی سمت کے نام سے موسوم کیا تھا گویا اس طرح بھی وہ بلہی خاندان بالک رئیس کہلائے اور چار سو سال تک علاقہ سوراشر میں نسل بعد نسل ان کا یہی خطاب قائم رہا۔

مستند تواریخ اور کتبہ جات اس امر کے اچھی طرح شاہد ہیں کہ ان کی ایک دوسری سلطنت بھی غزنی کے نام سے معروف تھی جہاں سے ہن قوم کے حملہ آوروں نے بالا گوجروں کے آخری راجہ سلاوت کو نکال دیا تھا اور پھر بلہی پور پر حملہ آور ہو کر اس قوم نے راجہ سلاوت کو قتل کر دیا تھا عزل سلطنت کے بعد پھر اس خاندان سے راجہ سلاوت کے بیٹے کیشو ادت یا گرا دیتہ عرف راجہ گوہانے جب ہوش سمبھالا تو پھر اس نے مقام ایدر میں جا کر اپنی حکومت قائم کی، اس زمانہ میں اشکانی گوجروں کے سلسلہ حسب و نسب سے جو خاندان سورج بنسی کہلاتا تھا پھر وہ گرہ لوٹ یا بہلوٹ کے نام سے موسوم کیا جانے لگا آخر متواتر شکستوں کے بعد پھر وہ خاندان ایدر سے نقل مقام کر کے جب آہار میں جا کر سکونت پذیر ہو گیا تو پھر اس خاندان کا قومی لقب بہلوٹ آہار یہ مشہور ہوا جو بارہویں صدی عیسوی تک قائم رہا۔ لیکن اس کے بعد پھر ایک ایسا زمانہ آیا جبکہ اس خاندان سے ایک بھائی

رہو پ نامی نے اس سلطنت کا جو فوجی طاقت اور قوت بازو سے موری خاندان کے فرمانروا سے حاصل کی گئی تھی اس کا دعویٰ چھوڑ کر صرف آہاریہ کہلانے لگی اور وہ حکومت اس کی بفضل خدا اس وقت تک قائم ہے دوسری طرف اس کے چھوٹے بھائی مہوپ نامی نے سسوریا میں جا کر اپنی ریاست و حکومت کا سکہ بٹھایا تھا۔ اس کی اولاد نے آہاریہ اور بہلوٹ دونوں قومی خطابوں کو خیر باد کہہ کر سسوڈیہ کہلانا شروع کیا الحاصل جنگی فتوحات اور نقل مقام کی وجہ سے اس خاندان کے بزرگان سلف میں سے کسی خاص شہرت نے ان کے ناموں اور قومی خطابوں میں نمایاں تبدیلیاں واقع کر دیں۔

اس خاندان کے فرمانروا ایک زمانہ تک لقب سین سے ملقب رہے پھر وہ دت یا آوت (آفتاب کے خطاب سے مخاطب ہوئے) پہلے پہل اس خاندان کے لوگوں کے خطاب کی تبدیلی کا وہ زمانہ تھا جبکہ ان کے قدم حکومت علاقہ سوراشر سے اکھڑے تھے اس زمانہ سے ان کا سورج بنسی خطاب جاتا رہا اور وہ گرہ لوٹ یا بہلوٹ کے لقب سے مشہور روزگار ہوئے آخر بہلوٹ کا لقب بھی ایک ناگہانی واقعہ سے تبدیل ہو گیا، اور بسبب سکونت آہار یعنی گہائی موسومہ آرواقعہ اودے پور سے یہ خاندان آہاریہ کے نام سے موسوم ہو گیا جب آہاریہ خطاب بھی انقلاب حکومت اور نقل مقام کی وجہ سے تبدیل ہو گیا تو پھر میواڑ کے بہلوٹ خاندان نے سسوڈیہ کے نام سے شہرت پائی سسوڈیہ خطاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رانائے چتوڑ نے روبرار ہونے کی حالت میں ایک شہر عظیم آباد کیا تھا اور وہیں بڑی مشکل سے ایک سسوی یعنی خرگوش کو مار پایا تھا چونکہ اس مقام پر خرگوش کی جراثیت حیرتناک خیال کی جاتی تھی لہذا زمین کی تاثیر سمجھ کر رانائے اس جنگل کو شہر غذا بنا دیا اور اپنے واقعہ کی یادگار میں اس جگہ کا نام سسودار رکھا اس مقام سسودار یعنی مغربی کوہستان میں اس خاندان کے جب اچھی طرح قدم نہ جم سکے تو آخر چتوڑ کو چھوڑ کر پھر سے اودے پور کی طرف رخ کرنا پڑا، اس زمانہ میں وہ خاندان رانادت کے لقب سے ملقب تھا چونکہ اس خاندان کو معرکہ کھائے جنگ سے کسی وقت فرصت نہیں ملی تھی اس



لئے اس خاندان کی تعداد افراد میں ترقی نہ ہو سکی ورنہ رانا دت کا خطاب لقب سوڈیہ کا قائم مقام نہ بن سکتا مگر اشکانی گوجروں کی بہلوٹ شاخ کو ابھی تک سوڈیہ کا خطاب حاصل ہے۔

سوڈیہ فی الحال عام قوم کا خطاب ہے مگر یہ ایک بہلوٹ خاندان کا نام ہے اور بہلوٹ گوجروہ ہیں جن کو تمام چھتری قوموں میں اب بھی خاص اور کامل امتیاز حاصل ہے الغرض بہلوٹ گوجروں کی ہوتے ہوتے چوبیس شاخیں ہو گئی تھیں جن میں سے اب یہی چند موجود ہیں اور ان چوبیس شاخوں کے نام یہ ہیں۔ آہاریہ، منگلیہ، سوڈیہ، پتپرا، کیلم، گہور، دھورینہ، گودہ، مگراسہ، بھیملہ، رام کوٹک، کوٹچ، سراہ، ادہر، اوسیبہ، ہرروپ، نادوریہ، نادہوت، اوجاکرا، کچرا، دوسود، تیبہوار، پابا، پوردت۔

### نسب نامہ خاندان بہلوٹ

سکندر اعظم، اسکندارس عرف اسکندروس گرجی، اشکانیس، اشلاتیس، شہریدیس، فرے اوتس، اورڈوس، فرانس ثانی، اپیکوریس، ڈیماسیس، پالونیس، دلوجیس، ارتینیس، کنکلیس، بالیس، مہیدنس، سوڈنیس، ویکنیس عرف وچے سین، پدوماوتیس عرف پدمادیتہ، سیوادیتہ، ہردیتہ، سوریہ دیتہ، سوم دت، سلاوت، کیشوات یا گراہادیتا عرف راجہ گوہار، ناگ دیتہ، بہاگ دیتہ، دی دیتہ، آسادیتہ، کہل پہوج، گروپتہ، باپاراول، راول گہل، کالبہوج، شیل، بہوج ثانی، بہرتری ہیٹ، ادہ سنگہ، سمہابک، گہمان، آلت عرف بھٹو، نریاہن، شکتی کمار۔

### فصل سوم

### جارجی گوجر

گوجروں کے جارجی خاندانوں کا مورث اعلیٰ جارجیس گرجی تھا اور جارجیس شہزادہ اسکندروس گرجی کا دوسرا بیٹا تھا اس کی اولاد کا امتیازی خطاب اس کے نام اور اس کے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی کے خطاب شجاعت کی طرف

سے منسوب کیا جاتا تھا یعنی اس کی اولاد کے اصل نام اور اپنے دادا کے خطاب شجاعت سے منسوب ہو کر جارگی اور گرجی کہلاتی تھی اور آج تک وہ انہی دونوں ناموں سے موسوم چلی آتی ہے اور جس علاقے میں وہ آباد ہے وہ علاقہ بھی جارجیا اور گرجستان دونوں ناموں سے موسوم ہے۔ علاقہ گرجستان یا جارجیا شہزادگان گرجی کا آبائی مقبوضہ تھا جو ان کے دادا اسکندر اعظم نے ان کے باپ شہزادہ اسکندروس گرجی کو بطور جاگیر کے عطا کیا ہوا تھا سب سے پہلے شہزادہ اسکندروس گرجی نے اس علاقے کو اپنے خطاب شجاعت سے منسوب کر کے اس کا نام گرجستان رکھا لیکن جب اسکے بعد اس کے بیٹے جارجیس گرجی نے پھر از سر نو اس علاقے کو دوبارہ فتح کر کے یونانیوں سے واپس لیا تو پھر اس کا نام جارجیس گرجی کے نام پر جارجیا بھی موسوم ہو گیا۔ سکندر کے غدار یونانی جرنیلوں نے سکندر کے بعد اس کے بیٹے شہزادہ اسکندروس گرجی سے علاقہ گرجستان چھین کر اپنی حکومت میں شامل کر لیا ہوا تھا اور یونانی حکومت کی طرف سے اس علاقے پر ایک یونانی جرنیل فیلوبون نامی حکمران تھا جب شہزادگان گرجی نے سیاسی طاقت حاصل کر کے خراسان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس وقت ان کو علاقہ گرجستان جو کہ پہلے ان کا آبائی وطن اور محروسہ مقبوضہ تھا یونانیوں سے واپس لینے کا خیال پیدا ہوا تب شاہ اشکانیس گرجی نے جو کہ گوجروں کی مرکزی حکومت خراسان کا بادشاہ تھا اس نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ جارجیس گرجی کو بیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ فوج دے کر گرجستان کو فتح کرنے کے لئے بھیجا، جب شہزادہ جارجیس گرجی بمعہ فوج کے گرجستان میں پہنچا تو اول اس نے سرحدی چھاؤنیوں کو فتح کر کے وہاں سے یونانی فوجوں کو نکالا اور ان کا تعاقب کرتا ہوا اندرون ملک کی طرف بڑھا اندرون ملک میں پہنچ کر ہر جگہ یونانی فوجوں کو شکست پر شکست دے کر ہلاک کرنے لگا آخر یونانی جرنیل فیلوبون کو میدان جنگ میں قتل کر کے تمام

علاقہ گرجستان پر قابض ہو گیا جس کے بعد فیلوبون کی بقیہ اسیف فوج کو اس کا بیٹا ایون نامی اپنے ہمراہ لے کر ارمیڈیا میں بھاگ گیا جب اس فتح عظیم کی خوشخبری شہزادہ جارجیس گرجی نے اپنی بھائی شاہ اشکانیس گرجی کو خراسان میں روانہ کی تو اس کے بھائی نے اس علاقے کا مستقل وائسرائے اسی کو مقرر کر کے اس ملک کا نظم و نسق اس کے سپرد کر دیا وائسرائے ہونے کے بعد شہزادہ جارجیس گرجی نے اس علاقہ کے نظم و نسق کو اچھی طرح درست کر کے وہاں اپنی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنا شروع کیا غرض شہزادہ جارجیس گرجی شجاع اور بہادر ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کا منتظم اور مدبر تھا آخر جب وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر کے فوت ہو گیا تو مسند حکومت پر اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا لیوجیسس گرجی متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا۔

لیوجیسس گرجی کاہل اور عیش پسند ہونے کے علاوہ ناقص العقول تھا اس سے اس ملک کا انتظام اچھی طرح نہ ہو سکا اس لئے تمام ملک میں بد امنی کے آثار نمودار ہو گئے اور دشمنوں نے ہر طرف سے علاقہ گرجستان پر حملے کرنے شروع کر دیئے اول یونانی جرنیل کے بیٹے ایون نامی نے حملہ کر کے اس ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیا یونانی جرنیل کا بیٹا ایون جب گرجستان سے بھاگ کر ملک ارمیڈیا میں جا کر پناہ گزین ہو گیا تھا تو اس وقت سے وہ گرجی حکومت کے خلاف جنگی تیاریاں اور سازشیں کرنے میں مصروف تھا لیکن وہ جارجیس گرجی کی زندگی میں اس کی حکومت کے خلاف اپنی کسی سازش اور ریشہ دوانی میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکا البتہ جب جارجیس گرجی فوت ہو گیا تو پھر ایون نے ادھر ادھر سے بہت سی فوج جمع کر کے گرجستان پر حملہ کر دیا اور معمولی لڑائی کے بعد لیوجیسس گرجی کو شکست دے کر چند روز کے لئے علاقہ گرجستان پر قابض ہو گیا اس چند روزہ حکومت میں ایون نے اس ملک کے باشندوں پر انتقام لینے کی خاطر طرح طرح کے ظلم و ستم

کرنے شروع کر دیئے تھے جن مظالم کی وجہ سے تمام اہل گرجستان بہت جلد اس کی حکومت سے متنفر ہو کر اس کے خلاف ہو گئے۔

گوجروں کی مرکزی حکومت نے جس کا بادشاہ اس وقت اشکاتیس بن اشکاتیس گرجی تھا اس نے گرجستان کو ایسوں کے پنجہ ظلم سے آزاد کرانے کے لئے اس دفعہ جارجیس کے چھوٹے بیٹے فرنوازیس گرجی کو مقرر کیا اور ایک لاکھ جرار فوج دے کر اس کو ایسوں کے مقابلہ کے لئے گرجستان میں بھیجا فرنوازیس گرجی نے گرجستان میں پہنچ کر اپنے باپ جارجیس گرجی کی طرح اول سرحدی چھاؤنیوں کو فتح کر کے اندرون ملک میں جارحانہ اقدام شروع کیا یونانی فوج اس حملہ کی ہرگز مدافعت نہ کر سکی اور شکست پر شکست اٹھا کر ہر جگہ پسپا ہونے لگی آخر فرنوازیس گرجی نے ایک پہاڑی علاقہ میں پہنچ کر وہاں تمام یونانی فوج کو محصور کر کے گرفتار کر لیا اور ایسوں کو جو اسی فوج کے ساتھ گرفتار ہو چکا تھا اسی وقت اسکی فوج کے سامنے قتل کر دیا گیا جس کے بعد گرجستان سے یونانیوں کی سیاسی طاقت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا، فرنوازیس گرجی نے جب اس فتح کی خوشخبری مرکزی حکومت کو ارسال کی تو مرکزی حکومت نے اس کے بھائی لیونسیس گرجی کو عہدہ وائیسرائی سے علیحدہ کر کے ہمیشہ کے لئے اس کو موقوف کر دیا اور اس کی جگہ فرنوازیس گرجی کو عنان حکومت تفویض کر کے پھر اس ملک کا مستقل وائسرائے مقرر کیا اس نے وائسرائے ہو کر اپنے حسن تدبیر سے مہام سلطنت کو خوب اچھی طرح سرانجام دیا اور اپنے باپ اور بھائی سے بڑھ کر ربط و ضبط ملک میں ممتاز ہوا کچھ مدت کے بعد آخر وہ خود مختار بادشاہ بن گیا تھا اور مرکزی حکومت کی سیادت کو برائے نام تسلیم کرنے لگا تھا۔ فرنوازیس گرجی کو مرکزی حکومت کی طرف ایک شرط ضرور مانی پڑتی تھی وہ یہ کہ بوقت جنگ وہ مرکزی حکومت کو مدد بہم پہنچایا کرے اور خود اس کے دشمن سے لڑ کر اپنی عقیدت اور وفاداری کا ثبوت دیا کرے آخر اپنی حکومت کو مستحکم

کر کے جب فرنواز یس گرجی فوت ہو گیا تو پھر مرکزی حکومت نے اس کے بعد اس کی مسند خلافت پر اس کے بڑے بیٹے سامبائیس گرجی کو مسند نشین کر کے عنان حکومت تفویض کی سامبائیس گرجی بھی اپنے باپ کی طرح فنون حرب سے پورا ماہر اور میدان جنگ کا بہادر شہسوار بادشاہ تھا شجاعت میں بینظیر ہونے کے علاوہ وہ علم دوست اور سیاسی مدبر بھی تھا اس کے دربار میں سیاست کے بڑے بڑے ماہر و مدبر اور دیگر علوم کے بڑے بڑے اکابر علماء فضلہ ہر وقت موجود رہتے تھے اور وہ ایسے لوگوں کی بہت قدر و منزلت کیا کرتا تھا اپنے باپ کے بعد رعایا کی ترقی و بہبود کے لئے اس نے بھی ملک میں بہت سی نئی اصلاحات جاری کی تھیں جن سے رعایا اور سلطنت دونوں کو بہت فائدہ حاصل ہوا تھا سامبائیس گرجی ہمیشہ اپنی حکومت کے تمام شعبوں کی خود بھی ہر وقت دیکھ بھال کیا کرتا تھا اس کے عہد میں ہندوستان کے شمال و مغربی علاقوں پر یونانیوں کا قبضہ تھا ہندوستان میں یونانی حکومت کے دو بڑے بڑے زبردست مرکز اس وقت صوبہ جات سندھ و پنجاب تھے ان صوبہ جات کے علاوہ اور بھی متعدد صوبے ہندوستان میں یونانیوں کی زیر فرمان تھے۔ جب مرکزی حکومت یعنی اشکانی گوجروں کے بادشاہ اشلا تیس گرجی نے ہندوستان سے یونانیوں کو خارج کرنے کے لئے جنگی تیاریاں شروع کیں تو اس قومی جنگ میں شامل ہونے کے لئے اس وقت اس نے سامبائیس گرجی کو بھی دعوت دی تھی سامبائیس گرجی نے اس دعوت کو قبول کر کے اس کی امداد کے لئے فوراً اپنی فوجوں کو جمع کرنا شروع کیا جب تمام فوجیں جمع ہو گئیں تو پھر اس نے اپنی مسند پر اپنے بیٹے کو متمکن کر کے انتظام ملک کے لئے اپنے پیچھے چھوڑا اور خود بمعہ فوج کے قومی جنگ میں شامل ہونے کے لئے خراسان میں چلا گیا اس وقت مرکز خراسان میں اشکانی حکومت کے دیگر صوبوں سے اور بھی بہت سی فوجیں آرہی تھیں اور جب وہ تمام فوجیں مرکز میں آکر جمع ہو گئیں تو پھر شاہ اشلا تیس گرجی نے ان تمام فوجوں

کی کمان سامبائیس گرجی کو تفویض کر کے اس کو ان کا سپہ سالار بنا کر ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے بھیج دیا، سامبائیس گرجی وہ لشکر لے کر جب سرحد ہندوستان پر پہنچا تو اس کا مقابلہ اول علاقہ سندھ میں یونانیوں سے ہوا یونانی فوجیں بھی مدافعت کے لئے تیار تھیں اس لئے انہوں نے گوجر حملہ آوروں کی نہایت سختی سے مدافعت کرنی شروع کی بہت سی خونریز لڑائی کے بعد آخر یونانی فوجیں علاقہ سندھ کو چھوڑ کر پنجاب کی جانب پسپا ہو گئیں جس کے بعد علاقہ سندھ پر گوجروں نے قبضہ کر کے پھر یونانیوں کا تعاقب کرنا شروع کیا اور جارحانہ اقدام کرتے ہوئے علاقہ پنجاب میں بھی پہنچ گئے فریقین میں اس جگہ بھی بہت سخت معرکے ہوئے جن میں یونانیوں کا بہت نقصان ہوا اور گوجروں نے ہزار ہا یونانیوں کو قتل و گرفتار کر کے آخر پنجاب پر بھی قبضہ کر لیا اس جنگ میں جو یونانی قتل یا گرفتاری سے بچے تھے وہ سب پنجاب سے بھاگ کر کوہ کشمون (کوہ کافرستان یا کوہ نورستان) میں جا کر پناہ گزین ہو گئے جن کے بعد سامبائیس گرجی نے دونوں صوبہ جات سندھ و پنجاب پر قبضہ کر کے حکومت کرنی شروع کی۔

ان تمام معرکوں میں جس قدر یونانی گوجروں کے ہاتھ گرفتار ہو کے آئے تھے ان سب کو سامبائیس گرجی نے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ سب ہندوستان چھوڑ کر کوہ کشمون (کوہ کافرستان) میں جا کر اپنے فرار شدہ بھائیوں کے پاس جا کر آباد ہو جائیں الغرض اس کامرانی و کامیابی کے بعد صوبہ جات سندھ و پنجاب کے نظم و نسق کو درست کر کے سامبائیس گرجی نے پھر اپنی سلطنت کی حدود کو آہستہ آہستہ وسیع کرنا شروع کیا اور بہت تھوڑی سی مدت میں تمام علاقہ جات سوار شتر (کاٹھیاواڑ) اور مالوہ کو فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کر لیا سامبائیس گرجی مدت مدید تک ہندوستان میں قیام پذیر رہ کر مہام ملکی سرانجام دیتا رہا اس نے اس ملک

(۱) سلسلہ کوہستان پامیر کے وہ پہاڑ جو زمانہ سابق میں کوہ کشمون کے نام سے موسوم تھے۔

اب انہیں کوہ کافرستان یا نورستان کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

میں آکر ایک ہندو راجہ کی بیٹی سے اپنی شادی بھی کر لی تھی اور اس رانی کے بطن سے اس کی بہت اولاد بھی اس ملک میں پیدا ہوئی جو سامبائیس گرجی کے نام پر منسوب ہو کر سمہ گوجر کے لقب سے ملقب ہوئی اثنائے قیام میں اس نے علاقہ سندھ میں ایک جدید شہر بھی اپنے نام پر تعمیر و آباد کر کے اس کا نام سام نگر رکھا تھا جو بعد میں مینا گڈھ کے نام سے موسوم ہو گیا، الحاصل جب سامبائیس گرجی کو ہندوستان میں رہتے ہوئے بہت سی مدت گزر گئی اور اس نے ہندوستان میں گوجر حکومت کو مستحکم و مضبوط بنیادوں پر قائم کر لیا تو پھر مرکزی حکومت نے سامبائیس گرجی کو فوراً خراساں میں طلب کر کے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ فوراً گرجستان میں پہنچ کر اپنی آبائی ریاست کو سنبھال کر اس کا انتظام درست کرے اس کی آبائی ریاست کا انتظام اس کے گرجستانی بیٹے سے اچھی طرح نہ ہو سکا تھا اس لئے سامبائیس گرجی کو با امر مجبوری ہندوستان سے جانا پڑا اور ہندوستان سے جاتے وقت وہ اپنی ہندی بیوی بچوں اور برادری یعنی خارجی خاندان کے ان تمام افراد کو جو گرجستان سے اس کے ہمراہ ہندوستان میں آئے تھے ان سب کو سام نگر میں چھوڑ کر خود اکیلا گرجستان چلا گیا جس کے بعد اس کی ہندی بیوی کی اولاد اور اس کی برادری کے تمام افراد اسی شہر سام نگر میں ہمیشہ کے لئے مستقل سکونت اختیار کر کے آباد ہو گئے۔

سامبائیس گرجی جب گرجستان میں پہنچا تو اس نے اپنے ملک کے تمام انتظامات کو بگڑا ہوا پا کر اسی وقت اپنے گرجستانی بیٹے کو مسند حکومت سے اتار کر خود مسند پر متمکن ہو گیا اور عنان حکومت ہاتھ میں لے کر ملک کے نظم و نسق کو درست کرنے لگا جب تمام انتظامات درست ہو گئے تو پھر اس نے بدستور اپنے ملک پر حکومت کرنی شروع کر دی لیکن ابھی اس کو گرجستان میں آئے ہوئے دو ہی سال کا عرصہ گذرا تھا کہ بیمار ہو کر فوت ہو گیا جس کے بعد پھر کسی جارحی

گر جستانی بادشاہ نے مدت مدید تک ہندوستان کی طرف اپنی توجہ کو منعطف نہیں کیا البتہ سامبائیس گرجی کے بعد اسکی ساتویں پشت میں اس کی اولاد سے جار جی گوجروں میں پھر ایک بہادر اور کشور کشا بادشاہ داخلینگ نامی پیدا ہوا جس نے ہندوستان کے مغربی و شمالی صوبے فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کر لئے تھے داخلینگ گرجی بڑا باہمت اور اولوالعزم بادشاہ تھا اس کو نئی عمارتیں بنوانے اور غیر ملکوں کو فتح کرنے کا بہت شوق رہتا تھا چنانچہ اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اول ایران کے تاجدار خسرو سے اتحاد قائم کر کے ۳۵۰ء میں ہندوستان پر حملہ کر دیا تھا اور اس کے مغربی و شمالی صوبوں کو فتح کر کے ان پر قابض ہو گیا تھا مگر دیگر ملکوں کی فتوحات میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے اس کا یہ قبضہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا آخر وہ ہندوستان کو چھوڑ کر جب اپنے وطن مالوف گرجستان میں چلا گیا تو اس کے بعد پھر ساکا اور کوشاں گوجروں نے یکے بعد دیگرے وسط ایشیا سے آکر ہندوستان کے ان صوبوں پر قبضہ کر کے اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔

داخلینگ گرجی نے ارمینیا کو بھی فتح کیا تھا اور ارمینیا کے بادشاہ کو گرفتار کر کے وہ اپنے دارالخلافہ میں لے آیا تھا، ایران کے بادشاہ خسرو سے ہمیشہ اس نے اتحاد قائم رکھا جس اتحاد کی وجہ سے وہ ہمیشہ دور دور کے ملکوں کو فتح کرتا رہتا تھا اس کے عہد سے پیشتر گرجستان بھی مدت سے اشکانی حکومت کی سیادت کا جوا اتار کر مکمل آزاد و خود مختار ہو چکا تھا موجودہ شہر طفلیس جو اس وقت گرجستان کا دارالخلافہ اور تجارتی مرکز ہے اس کو بھی داخلینگ گرجی نے ہی تعمیر کرا کر آباد کیا تھا جو اب گرجستان کی تاریخ کے عظیم ترین ابطال میں سے شمار ہوتا ہے، مسیحی مذہب بھی گرجستان میں داخلینگ گرجی کے عہد حکومت میں ہی داخل ہوا تھا جس کو اہل گرجستان نے کثرت سے اختیار کر کے اس کا خیر مقدم اس طرح کیا کہ مرہٹ کا گرجا جو سب سے پہلے مسیحی گرجا کی بنیادوں پر قائم ہے ۳۶۴ء میں تعمیر کر کے



مسیحی مذہب کے شان کو گرجستان میں قائم کر دیا اور اب تک وہ گرجا جارہی گوجروں کے شوق و مذہب و شوق تعمیرات کی شہادت دے رہا ہے جارہی گوجروں نے پھر ۱۳۶۹ء میں تیسری دفعہ داخوتینگ گرجی کے سرکردگی میں ہندوستان پر حملہ کیا تھا داخوتینگ گرجی داخوتینگ گرجی کی چوتھی پشت میں پیدا ہوا تھا، اس دفعہ جارہی گوجروں کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت ان کے ہم قوم مقیم ہندوستان کے گوجروں نے دی تھی کیونکہ اس وقت ان پر ہن قوم کے ظالم حاکم ظلم کر رہے تھے جن کی حکومت گیتا حکومت کے بعد ہندوستان میں قائم ہو گئی تھی، ہن قوم جو گوجروں کی قدیم دشمن تھی جب اس قوم کی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی تو اس قوم کے ظالم و جابر حاکم گیتا قوم کے راجاؤں سے بھی بڑھ کر گوجروں پر جو رو تشدد کرنے لگے اس لئے ہندوستانی گوجروں نے ان کے جو رو ظلم سے تنگ آ کر اپنے سابقہ ہم وطن اور ہم قوم جارہی گوجر بھائیوں کو مجبور ہو کر اپنی مدد کے لئے طلب کیا کیونکہ ان میں خود اس وقت ایسا افتراق و انتشار تھا کہ ان کی تمام قوم خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئی تھی اور ان کے لیڈران قوم سے اپنی قوم کی کسی طرح تنظیم نہیں ہو سکتی تھی آخر اس خانہ جنگی اور انتشار کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر قوموں نے ان کو اپنا محکوم و غلام بنا کر طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے شروع کر دیئے تھے اس لئے اب ان کو غیر قوموں کی غلامی سے آزاد کرانے اور مظالم سے نجات دلانے کے لئے انکے بیرونی جارہی گوجر بھائیوں نے داخوتینگ گرجی کی زیر قیادت ہندوستان پر حملہ کر دیا لیکن اس دفعہ جارہی گوجروں کا یہ حملہ قبضہ ہند کی خاطر نہیں تھا بلکہ اس دفعہ یہ حملہ اپنے مظلوم ہندوستانی گوجر بھائیوں کو ہن قوم کے ظلم و ستم سے نجات دلانے اور ان کو اس قوم کی غلامی سے آزاد کرانے کی خاطر کیا گیا تھا اسی لئے داخوتینگ گرجی ہن قوم کے ظالم و جابر حاکموں کو سزا دینے اور ان کے پنجہ ظلم سے اپنے مقیم ہندوستانی گوجر بھائیوں کو نجات دلانے اور آزاد کرانے کے

بعد واپس گرجستان چلا گیا تھا۔

ہندوستان کے مقیم جارجی گوجروں نے جن کو اہل ہند جارجی گوجر کے نام سے موسوم کرتے تھے انہوں نے آزاد ہونے کے بعد داخوتینگ گرجی کی مدد سے مقام کچھ بھوج میں اپنی ایک آزاد و مختار حکومت قائم کر لی اور اس جدید حکومت کے استحکام اور نظم و نسق کے درست کرنے میں خود داخوتینگ گرجی بھی کچھ مدت ہندوستان میں مقیم رہ کر ان کو مدد دیتا رہا، آخر جب ان کی حکومت کو پورا استحکام حاصل ہو گیا تو پھر وہ بھی واپس گرجستان چلا گیا مگر اس دفعہ بھی بہت سے نووارد جارجی گوجر جو داخوتینگ گرجی کے ہمراہ گرجستان سے آئے تھے ہندوستان کے سرسبز اور زرخیز ملک کو دیکھ کر اس میں رہ پڑے اور اپنے پیش آمدہ گوجر بھائیوں میں جو مدت مدید سے ان سے پہلے آ کر ہندوستان میں آباد تھے ان کے پاس ہی وہ بعد آمدہ بھی سکونت اختیار کر کے آباد ہو گئے۔

### سمتہ گوجر

مندرجہ بالا سطور میں اس کے پیشتر جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ جارجی گوجروں کو اہل ہند بجائے جارجی کے جارجی کے نام سے موسوم کرتے تھے اور ان کی حکومت پہلے بسام نگر عرف مناگرہ میں تھی اور وہ ہمیشہ آپس میں فساد کرتے رہتے تھے جس فساد اور خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر غیر قوموں نے ان کو ان کی ریاست و حکومت سے بے دخل کر کے ان سب کو اپنا غلام و محکوم بنا لیا تھا اور آخر ان کو جب اپنی غلامی و محکومی کا احساس ہوا تو پھر انہوں نے ۱۲۶۹ء میں اپنے بیرونی گوجر بھائیوں سے مدد حاصل کر کے غیر قوموں کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی پھر داخوتینگ گرجی کی مدد سے مقام کچھ بھوج میں اپنی ایک آزاد اور خود مختار جدید حکومت بھی قائم کر لی تھی اب اس کے آگے ہم یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ جارجی گوجروں نے کچھ بھوج میں اپنی حکومت قائم کر کے اور

کیا کچھ کیا۔

کچھ بھوج میں جدید حکومت کی بنیاد ڈال کر جاریجا خاندان کے تمام افراد نے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور وہ اپنی حکومت کو معراج ترقی پر پہنچانے کے لئے ہمیشہ ہر قسم کی کوششیں کرتے رہتے تھے آخر جب وہاں ان کی حکومت کو پورا استحکام حاصل ہو گیا تو پھر انہوں نے اپنے گرد و نواح کے علاقوں کو بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور دولت کچھ بھوج کے ستارہ اقبال کو یہاں تک عروج پر پہنچایا کہ تمام گرد و نواح کے علاقوں میں انہی کی حکومت کا ڈنکا بجنے لگا جاریجا گوجروں نے اپنی حکومت میں اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے بھی بہت سی نئی اصلاحات جاری کی تھیں جن سے ان کی رعایا کو بہت فائدہ حاصل ہوا تھا اس کے ساتھ ہی پھر جاریجا خاندان کے افراد میں بھی بہت اضافہ ہو گیا تھا ہر سال میں جاریجا نسل کے افراد کی تعداد کیا بلحاظ آبادی اور کیا بلحاظ پیدائش ترقی کرتی جاتی تھی جس ترقی و پیدائش کی وجہ سے اس ایک خاندان کی اور آگے کئی نئی شاخیں بن گئیں تھیں جو مختلف ناموں سے نامزد ہو کر تمام ملک میں پھیل گئی تھیں چنانچہ ان شاخوں میں سے ایک شاخ سام یا ستمہ گوجر کے نام سے بھی موسوم تھی جو سامبائیس گرجی کی نسل و اولاد ہونے کا دعویٰ کرتی تھی اس شاخ کے تمام افراد لفظ سام یا ستمہ کو اپنے مورث اعلیٰ سامبائیس گرجی پر اطلاق کرتے تھے تاکہ عام لوگوں کو اس کی عظمت یاد دلاتے رہیں اسی شاخ میں سے ایک بہادر سردار انر نامی نے ۱۳۳۲ء ہجری مطابق ۱۳۳۲ء میں کچھ بھوج سے اٹھ کر مقام تہری میں جو نواح ٹھٹھ میں واقع تھی وہاں جا کر اپنی علیحدہ جدید حکومت قائم کر لی تھی جس کی بنائے اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

تہری اور اس کے نواح میں ان دنوں قوم سومرہ کی حکومت تھی اور اس قوم میں سے ایک شخص جزانام امور سلطنت کا متکفل تھا اور وہ صفات پسندیدہ سے بھی

متصف تھا اس کے عدل و انصاف سے رعایا بہت خوش تھی آخر جب جزا فوت ہو گیا تو اس کے بعد ایک شخص ار میل نامی اس کی مسند حکومت پر متمکن ہوا، یہ شخص بڑا ظالم طبیعت اور مردم آزاد تھا خلاق اس کے ظلم سے برا فروختہ ہو کر اس کے عزل و قتل کے درپے ہو گئی تھی اتفاق سے ان دنوں فرقہ ستمہ کے کچھ آدمی بھی کچھ بھوج سے تہری میں پہلے آئے ہوئے تھے جو حوالی شہر میں اقامت رکھتے تھے اور اہل سندھ سے انہوں نے دوستی پیدا کر لی تھی اور ان میں ایک شخص انر نام تھا کہ جس کی پیشانی سے آثارِ رشد ظاہر ہوتے تھے شاہ ار میل کے اعیان ملک نے انر اور اس کے ساتھیوں سے ساز و باز کر کے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا آخر اعیان ملک خفیہ رات کے وقت ایک جماعت کثیر کو ساتھ لے کر بادشاہ ار میل کے گھر میں گھس گئے اور اس کو قتل کر کے اس کے سر کو باہر لا کر شہر کے دروازہ پر لٹکا دیا پھر جس کے بعد اس جماعت نے ستمہ گوجروں میں سے انر کو تخت پر بٹھا کر عنان حکومت سپرد کی، جب انر با اتفاق امر احاکم مستقل ہوا تو خلق کثیر اس کے گرد جمع ہوئی اور وہ اس جماعت کثیر کو ساتھ لے کر پھر تسخیر سیوستان کا عادم ہوا یہاں سلاطین ترک کی طرف سے ایک شخص ملک رتن عامل تھا انر نے حوالی سیوستان میں آن کر میدان مقابلہ و مقاتلہ آراستہ کیا ادھر ملک رتن بھی اپنا لشکر آراستہ کر کے قلعہ سے نکل کر جنگ گاہ میں آیا جب جنگ مشتعل ہوئی تو اول دفعہ جام انر کو ملک میں شکست ہوئی دوسری دفعہ پھر اپنے بھائیوں کی مدد لے کر میدان جنگ میں آیا اس وقت ملک رتن گھوڑا دوڑاتا تھا کہ وہ اس پر سے گر پڑا، تب جام انر نے آگے بڑھ کر فوراً اس کا سر کاٹ لیا اور قلعہ سیوستان پر متصرف و قابض ہو گیا ملک فیروز علی و علی شاہ ترک کہ جو نواحی بکر میں تھے انہوں نے ایک مکتوب اس کے پاس بھیجا کہ یہ دلیری تم کو سزاوار نہ تھی اب لشکر بادشاہی سے لڑنے کی استعداد پیدا کر کے میدان استقامت میں مردانگی دکھاؤ اس مکتوب کا اثر جام انر پر

یہ ہوا کہ وہ سیوسیتان کو چھوڑ کر تہری میں چلا گیا اور انہی دنوں میں مریض ہو کر چل بسا۔

انر نے بجائے لقب سمہ یا سام کے اپنا جدید لقب جام اختیار کیا تھا اور سمہ گوجروں میں یہ پہلا شخص تھا جو لقب جام سے ملقب ہوا اس کے بعد اس کے خاندان کے تمام حکمرانوں اور بادشاہوں کا پھر یہی لقب طغرائے امتیاز ہو گیا جام انر کی مدت حکومت تین سال چھ مہینے تھی، بعض مورخ لکھتے ہیں کہ جام انر نے سیوسیتان فتح کر کے جب مراجعت کی تو ایک رات جب وہ مجلس عیش میں شراب پی رہا تھا اس اثناء میں خبر آئی کہ باغیوں کی ایک جماعت کثیر آگئی ہے اس نے اپنے وکیل گاہر بن تماچی کو باغیوں کے دفع کرنے کے لئے بھیجا وہ یلغار کر کے پہنچا اور مقابلہ و مقاتلہ شروع کیا مگر اس وقت گاہر بن تماچی نشہ شراب میں مست تھا اس لئے وہ گرفتار ہوا دشمنوں نے اسے مقید کیا لیکن جام انر اپنے عیش و عشرت میں بدستور مشغول رہا اس نے اپنے وکیل کے قید ہونے کی کچھ پرواہ نہیں کی جس سے گاہر بن تماچی کے سینہ میں کینہ پیدا ہوا اور اس کینہ کو اس نے مخفی رکھا اور بہ لطائف الحیل دشمنوں کی قید سے اپنے تئیں چھڑایا اور جام انر سے روگردان ہو کر قلعہ بکر میں آیا، علی شاہ ترک سے ملاقات کی جس نے ملک فیروز شاہ سے اتفاق کر کے لشکر جمع کیا اور جام انر کو قلعہ بہرام پور میں قتل کر ڈالا، قتل انر کے بعد سمہ گوجروں میں سے مسمی جونہ نے تخت نشین ہو کر خطاب جام کا اختیار کیا جس کے بعد پھر اس نے تمام سندھ کی تسخیر کا خیال کر کے اپنے سب برادروں اور خویشوں کو رعایتیں دے کر اعلیٰ مناصب و مدارج پر سرفراز کیا اور ان کو قریات و قصبات بکر کی غارت و قتل کے لئے بھیجا دو تین دفعہ سمہ اور بکر کے آدمیوں میں بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں ترکوں میں مقادمت کی طاقت نہیں تھی اس لئے وہ قلعہ بکر کو چھوڑ کر مقام اچھ میں چلے گئے جب جام جونہ نے ان کی فراری کا حال سنا تو وہ بکر کو روانہ ہوا

اور چند سال با استقلال اس نے تمام سندھ پر حکومت کی آخر سلطان علاؤ الدین نے اپنے بھائی انغ خان کو نواح ملتان میں روانہ کیا انغ خان نے تاج کا فوری اور تاتاری خان کو جام کے دفعہ کرنے کے لئے سندھ کو بھیجا سلطان علاؤ الدین کے لشکر نے بکر میں پہنچ کر اول قلعہ بکر پر تصرف کیا اور پھر جام جو نہ کو جو اس وقت مرض خناق سے مریض تھا قتل کر کے عازم سیوستان ہوا، اعیان مملکت نے اتفاق کر کے پھر جام تماچی بن انز کو موروثی سلطنت کے تخت پر بٹھایا سلطان علاؤ الدین نے پھر یورش کر دی اور بعد از جنگ وہ جام تماچی بن انز کو بھی گرفتار کر کے مع اہل و عیال کے اس کو دہلی لے گیا ان دنوں سمہ خاندان کے تمام آدمی تہری میں اوقات بسر کرتے تھے اس لئے جام کے عمال تمام ملکی معاملات کا انتظام کرتے تھے ملک تماچی کے بعد ایک مدت کے اس کا بیٹا ملک خیر الدین جو کہ چھوٹی عمر میں باپ کے ساتھ دہلی گیا تھا باپ کے مرنے کے بعد سندھ میں آیا چونکہ جام خیر الدین قید و بند کی محنت اٹھا چکا تھا اس لئے جب اس کو محمد شاہ نے دہلی بلایا تو وہ پھر ہرگز نہ گیا جب سلطان محمد شاہ بن تغلق شاہ نواح ٹھٹھ میں فوت ہو گیا تو اس کی وصیت کے موافق سلطان فیروز شاہ تغلق اس کا جانشین ہوا اور جب وہ ٹھٹھ سے عازم دہلی ہوا تو اس کے پیچھے جام خیر الدین اس کا تعاقب کرتا ہوا چند منزل تک گیا آخر حوال میں کے مقامات سیہون سے ہے واپس پھرا لیکن سلطان فیروز شاہ کے دل میں برابر اس کا خدشہ لگا رہا جام خیر الدین نے سلطان فیروز شاہ کے کوچ کرنے کے بعد پھر بساط عدل و احسان آ کر مہیو کیا اور عامہ رعایا کی ترفیہ میں ہر طرح کمال اہتمام کیا، جام خیر الدین کے واقع میں ایک نادر واقع یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک دن وہ خاص و خدم کو ساتھ لئے سیر و تماشے کو جاتا تھا کہ ناگاہ اس کو ایک گڑھے میں ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آئیں گھوڑا دوڑا کر وہاں گیا اور ان بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھتا رہا پھر ملازموں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ ہڈیاں

مجھ سے کیا کہہ رہی ہیں وہ سب سر نیچا کر کے خاموش ہو رہے تو جام نے فرمایا کہ چند مظلوم داد خواہوں کی یہ مدد چاہتی ہیں پھر اس نے امورات کے حال کی تحقیقات کرنی چاہی وہ سر زمین ایک بوڑھے زمیندار سے تعلق رکھتی تھی پھر اس کو بلا کر ان ہڈیوں کا حال اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ سات سال کا عرصہ گزرا ہے کہ گجرات سے ایک کاروان یہاں آیا تھا فلاں جماعت نے اسے مار ڈالا اور ان کا تمام مال لوٹ کر لے گئی تھی، اور اب تک اس جماعت کے اکثر لوگوں کے پاس وہ مال موجود ہے جب جام کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے تمام اموال کے جمع کرنے کا حکم دیا، اور پھر وہ مال جمع کر کے اپنے آدمیوں کے ہاتھ والی گجرات کے پاس بھیجا کہ وہ اس کو مقتولوں کے وارثوں میں تقسیم کر دے اس کے بعد پھر اس نے قاتلوں کی جماعت سے مقتولوں کا قصاص لیا اس واقعہ کے چند سال بعد پھر جام خیر الدین نے اس دار فانی کو وداع کر کے دار جاودانی میں آرام کیا۔

خیر الدین کے مرنے کے بعد پھر اعیان دولت و امرانے اس کے بیٹے جام بابینہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا اسی اثنا میں سلطان فیروز شاہ ممالک ہندوستان اور گجرات سے خاطر جمع کر کے ولایت سندھ کی تسخیر کا عزم ہوا جام بابینہ نے اس کے مقابل میدان محاربہ آراستہ کیا سلطان فیروز شاہ تین مہینے یہاں کی حوالی میں ٹھہرا رہا پانی کی طغیانی اور ہوا کی مخالفت اور مچھروں کی کثرت نے اس کو بہت تنگ کیا آخر مجبور ہو کر اول برسات میں پٹن گجرات کی طرف چلا گیا برسات کے بعد پھر دوبارہ آیا اور بہت سا لشکر ساتھ لاکر جام بانبیہ سے سخت لڑائیاں لڑا آخر کو جام بانبیہ اس کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اور ولایت سندھ تمام و کمال سلطان فیروز شاہ کے قبضہ میں آگئی پھر جام کو سلطنت دہلی اپنے ہمراہ لے گیا جام جب ایک مدت تک سلطان کی ملازمت میں رہا اور خدمات پسندیدہ بجالایا تو پھر اس پر سلطان نے شاہانہ عنایت کر کے خلعت دیا اور اس کے ساتھ ہی سلطان نے سندھ کی

حکومت بھی اس کو عنایت کی جب وہ سندھ میں واپس آیا تو پندرہ سال تک بالا  
 استقلال واپس آ کر اس نے حکومت کی آخر کو پھر اس نے بھی دنیائے ناپائدار سے  
 سفر آخر اختیار کیا، جام بانہیہ کے فوت ہونے کے بعد پھر اس کا بیٹا جام تماچی ثانی  
 اورنگ امارات پر بیٹھ کر مشاغل حکومت میں مشغول ہوا، شروع میں مہام ملکی کو  
 خوب توجہ اور تدبیر سے سرانجام دیتا رہا پھر وہ عیش و سرور میں اوقات بسر کرنے لگا  
 امورات ملکی اور مہام سلطنت کے پرواخت سے ایسا غافل ہو گیا کہ بھولے سے  
 کبھی نام بھی نہ لیتا تھا گویا اس کی سلطنت کا دائرہ اس کی مجلس رقص و سرور کی چار  
 دیوار میں محیط تھا اس لئے تمام ملک میں بد امنی اور بغاوت کے آثار نمودار ہو گئے  
 سرکشوں نے جادہ اعتدال سے منحرف ہو کر لوٹ مار شروع کر دی تیراں سال  
 سلطنت کر کے آخر جام تماچی ثانی وبا میں مر گیا۔

تماچی ثانی کے بعد جام صلاح الدین سریر آرائے تخت ہوا اس نے اول  
 سرحد کو جو سرکش لوگوں کے تورد سے درہم برہم ہو رہی تھی اس کا انتظام کر کے  
 سرکشوں کی گوشالی کی، اس تنبیہ و تاکید کے بعد پھر کچھ کی جانب متوجہ ہوا اور کچھ  
 کے آدمیوں سے سخت لڑائیاں لڑا، ان پر فتح یاب ہو کر پھر واپس آیا اور رعیت و سپاہ  
 کی مہمات میں جس طرح چاہیے تھا مشغول ہوا، گیارہ سال چند مہینے کی حکومت  
 کر کے آخر عالم جاودانی کو چلا گیا۔

صلاح الدین کے بعد پھر باتفاق اعیان سلطنت جام نظام الدین تخت  
 خلافت پر بیٹھا اس نے اپنے چچاؤں کو جو بمقتضائے مصلحت ملکی قید میں تھے ان کو  
 رہا کیا وہ چچا ملک سکندر و کرن و بہاؤ الدین اور امر تھے ان میں سے ہر ایک کو ایک  
 ناحیہ میں بھیج دیا گیا پھر امور ملکی کو بعض اہلکاروں کے سپرد کر کے شب و روز عیش و  
 عشرت میں مشغول رہنے لگا اور خود معاملات ملکی سے باخبر نہ ہوا آخر اس کے سب  
 چچا جمعیت کر کے بالا تفاق شہر میں آئے اور جام کے گرفتار کرنے کے درپے



ہو گئے جام نظام الدین کو جب اپنے چچاؤں کی شرارت سے آگاہی ہوئی تو وہ بعض لشکریوں کی صواب دید سے آدھی رات کو شہر سے نکلا اور گجرات کی جانب عزیمت کی صبح کو جب جام کی فراری کی اطلاع لوگوں کو ہوئی تو انہوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا اس اثناء میں جب اعیان شہر نے نزاع و برہم خوردگی مشاہدہ کی تو جھٹ انہوں نے جام علی شیر کو جو ایک گوشہ میں چھپا ہوا تھا پیدا کر کے اس کو اجماع و اتفاق سے تخت امارت پر بٹھا دیا اور جام نظام الدین کو اثناء راہ میں سفر آخرت پیش آیا اس کے چچا غائب و خاسر ہو کر واپس صحرا میں چلے گئے۔

جام علی شیر جب تخت پر بیٹھا تو ابواب سلامت و احسان کو اس نے روئے خلاق پر کھولا، وہ بڑا شجاع اور دانا بادشاہ تھا امور جہانداری پر متوجہ ہو کر ولایت سندھ کا جیسا ربط و ضبط کرنا چاہیے تھا وہ کیا اس کے عہد سلطنت میں خلق بہت امن و امان میں رہی رعیت کے اوقات اچھی فراغت میں کئے جب ایک مدت اس طرح گذری تو جام علی شیر بھی عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور وہ اکثر اوقات چاندنی راتوں میں سیر کیا کرتا تھا جام تماچی کے بیٹے سکندر و کرن اور فتح علی خان جو صحرا میں سرگردان پھرتے تھے جب ان کو جام علی شیر کے عیش اڑانے کا حال معلوم ہوا تو وہ رات کو چل کر اور دن کو چھپ کر شہر کے نزدیک آئے اور شہر کے آدمیوں کی ایک جماعت کو انہوں نے اپنے ساتھ متفق کیا جام علی شیر ہمیشہ سیر و سیاحت سے آدھی رات کو مراجعت کیا کرتا تھا ایک دن جمعرات کو جب وہ کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کو گیا تو اس وقت دشمن لوگ ننگی تلواریں لے کر اس پر پل پڑے اور اس کے محافظ آدمیوں کی جماعت جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھی ہر چند اس جماعت نے دشمنوں کی مدافعت میں کوشش کی مگر کچھ فائدہ مرتب نہ ہوا آخر جام علی شیر نے درجہ شہادت پایا جس کے بعد پھر دشمن اس کے گھر میں گھس گئے

جب بہت شور و غوغا ہوا تو جام علی شیر کے ہوا خواہ بھی خبر پا کر جمع ہو گئے مگر انہوں نے دیکھا کہ کام ہاتھ سے جا چکا ہے اس لئے سب نے ناچار ہو کر اطاعت اختیار کر لی جام علی شیر نے سات سال سلطنت کی۔

علی شیر کے بعد سب بھائیوں نے اتفاق کر کے اب کرن کو مسند پر بٹھایا جایا وہ اعیان و اشراف شہر سے بہت ناخوش تھا اس لئے اوائل جلوس میں اس نے یہ چاہا کہ ان سب اعیان و اشراف کو اپنے بس میں لا کر بعض کو محبوس اور بعض کو مقتول کروں، اسی روز یا دوسرے روز پھر اس نے مجلس سلطنت آراستہ کی اور دربار عام دے کر خاص و عام کو طلب کیا ان کے ساتھ اس نے استمالت کی باتیں کیں اور ماندہ طعام لائے جب وہ فراغ طعام کے بعد اٹھا اور طہارت خانہ کو روانہ ہوا تو اس وقت ایک جماعت نے جو آدمیوں کی ترغیب و تحریص سے حاضر ہوئی تھی طہارت خانہ کے دروازہ پر جا کر کرن کو وہیں پارہ پارہ کر دیا اور اس کے اس قتل کئے جانے کا سبب اس کا بھتیجا فتح خان بن سکندر تھا اس لئے اس قتل کے بعد لشکریوں اور رعیت نے بالاتفاق مسند سلطنت پر اس کو بٹھایا۔ فتح خان نے تخت سلطنت پر بیٹھ کر قواعد ایالت و قوانین امارت کو استحکام دے کر امور جہانداری میں کمال ہوشیاری دکھائی اسی کے عہد میں امیر تیمور کا پوتا مرزا پیر محمد خاں حوالی ملتان میں پہنچ کر ملتان اور اچھ پر قابض ہو گیا جب امیر تیمور ہندوستان سے چلا گیا اور ہندوستان میں طوائف الملکو کی شروع ہوئی تو قدیمی سلاطین سندھ کے ہاتھ میں ملک سندھ بدستور رہا غرض فتح خان شجاعت و سخاوت سے موصوف اور فتوت و مروی میں مشہور تھا اس نے پندرہ سال چند ماہ حکومت کی آخر وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر کے فوت ہو گیا جب وہ بستر علالت پر پڑا ہوا تھا تو اس وقت وہ اپنے اوضاع و چہرہ سے موت کے آثار دیکھتا تھا اس لئے اس نے اپنے مرنے سے تین روز پہلے اپنے چھوٹے بھائی جام تغلق کو مسند خلافت پر بٹھایا اور حکومت و

امارت کی بھاگ اس کے ہاتھ میں دے کر جام تغلق کے لقب سے اس کو ملقب کیا جام تغلق نے سریر سلطنت پر جلوس کر کے اپنے بھائیوں کو سیوستان اور قلعہ بکر کی حکومت عنایت فرمائی، اکثر اوقات وہ سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا جب حوالی بکر میں بلوچوں نے فتنہ و فساد شروع کیا تو جام تغلق وہاں پہنچا اور ان کی تنبیہ و تادیب کے بعد پھر مراجعت کی اور ان کے ہر پرگنہ میں ایک ایک تھانہ مقرر کیا آخر اٹھائیس سال حکومت کر کے اپنی طبعی موت سے مر گیا تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ اس نے سلاطین گجرات سے مصادقت اور آشنائی پیدا کی، جام تغلق کے بعد مسند خلافت پر اس کا بیٹا جام سکندر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا مگر وہ ابھی خرو سال تھا سیوستان اور محال کے حکام نے اس کی اطاعت نہ کی اور آپس میں مخالفت کی جس کی وجہ سے جام سکندر نے ٹھٹھہ سے نکل کر بکر کا قصد کیا قصبہ نصیر پور تک پہنچا تھا کہ ناگاہ ایک شخص مبارک نام نے جو کہ جام تغلق کی زندگی میں منصب پر وہ دری کارکھتا تھا ٹھٹھہ میں خروج کیا، اور اپنا خطاب جام مبارک رکھ کر سریر حکومت پر بیٹھ گیا مگر لوگوں نے اس کے ساتھ ہرگز اتفاق نہیں کیا اس لئے اس کی حکومت تین روز سے زیادہ نہ چلی آخر اس کو اعیان ٹھٹھہ نے دفع کر کے پھر سکندر کو آدمی بھیج کر بلایا جب سکندر کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے حکام بکر سے صلح کر کے ٹھٹھہ کو مراجعت کی ڈیڑھ سال سلطنت کر کے پھر اس دنیا ناپائدار سے چل بسا، جام سکندر کے بعد ستمہ گوجروں میں سے پھر چار حکمران یکے بعد دیگرے تخت ستمہ پر متمکن ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ جام سخر، جام نظام الدین ثانی، اور جام فیروز جس پر کہ ۹۱۶ ہجری مطابق ۱۵۱۱ء میں شاہ بیگ ارغون نے حملہ کیا جس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر جام فیروز گجرات میں بھاگ گیا، اور وہیں جا کر فوت ہو گیا جس کے بعد شاہ بیگ ارغون نے تخت ستمہ پر قبضہ کر کے ستمہ گوجروں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور خاندان ارغون کی حکومت کا دور دورہ شروع ہوا۔

سمتہ گوجروں نے قوم سومرا کو ۵۲ھ ہجری بمطابق ۱۳۵۱ء میں خارج کر کے اپنی حکومت قائم کی تھی جب سمتہ گوجروں کی حکومت کو زوال آیا تو پھر ان کا قائم مقام ۹۲ھ مطابق ۱۵۲۱ء خاندان ارغوان ہوا، سمتہ گوجروں کی تاریخ سلطنت کوئی پہلے کوئی پیچھے بتاتا ہے جیسا کہ مصنف لدرنامہ ۳۴ھ ہجری مطابق ۱۳۳۲ھ سے آغاز سلطنت بتاتا ہے جس سے ۱۹۳ برس قیام سلطنت ہوتا ہے تاریخ طاہری آغاز سلطنت ۸۲۳ھ ہجری مطابق ۱۳۳۹ء بتلاتی ہے اور قیام ۸۲ برس سے زیادہ نہیں بتلاتی اسی طرح تحفۃ الکرام ۵۲ھ سے آغاز بتلاتا ہے جس سے قیام ۱۷۵ سال معلوم ہوتا ہے تاریخ طاہری میں ظاہر غلطی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ سندھ پر سلطان فیروز شاہ نے ۶۲ھ ہجری مطابق ۱۳۶۱ء میں حملہ کیا ہے اس کا مقابلہ جام باہینہ نے کیا جو سمتہ گوجروں میں تھا قوم سومرا میں سے نہیں تھا اور یہ تاریخ ہم کو شمس سراج کے بیان سے معلوم ہوئی جس کا باپ پانچ ہزار کشتیوں کا افسر تھا جو اس مہم میں کام کرتی تھیں جام کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ سلطان دہلی کے مقابلے میں لڑنے کے لئے چالیس ہزار پیادے اور بیس ہزار سوار لایا تھا اور ڈھائی برس تک سلطان دہلی کو جھلائے رکھا دس برس پہلے کی تاریخوں سے جو اسی زمانہ کی تصنیف ہیں ان میں لکھا ہے کہ جب محمد تغلق نے حملہ کیا تو اس وقت ٹھٹھہ میں جو حاکم حکومت کرتا تھا وہ قوم سومرا سے تھا اور وہ سمتہ گوجروں میں سے نہیں تھا پس تحفۃ الکرام کا ۵۲ھ لکھنا صحیح ہے کہ اس میں سمتہ گوجروں کو تخت نصیب ہوا، یہ سنہ مطابق سلطان فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی سے ہے کیونکہ وہ سندھ میں تخت نشین ہوا تھا، سب تاریخوں کے مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ گوجروں کے سمتہ خاندان کا زوال ۹۲ھ مطابق ۱۵۲۱ء میں ہوا۔

## فصل چہارم

## سا کا گوجر

گوجروں کے سا کا خاندان کا مورث اعلیٰ سکا نیئیس گرجی تھا اور اسکا نیئیس گرجی شہزادہ اسکندروس گرجی کا تیسرا بیٹا تھا اس کی اولاد کا امتیازی خطاب اس کے نام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس لئے اس کی اولاد کو سا کا گوجر کے نام سے موسوم کرتے تھے اس خطاب کے علاوہ اس کی اولاد کو مانچو ادریا میں خطابوں سے بھی مخاطب کیا جاتا تھا جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سکا نیئیس گرجی کی دو بیویاں تھیں ان میں سے ایک کا نام مانچی خانم تھا جو تاتاری قوم سے تھی اس بیوی کے بطن سے سکا نیئیس گرجی کی جو اولاد پیدا ہوئی وہ مانچو گوجر کے خطاب سے بھی مخاطب کی جاتی تھی دوسری بیوی کا نام سمیرا تھا جو قوم بنی اسرائیل کے خاندان یامین سے تھی اور خاندان یامین کے لوگ حضرت بن یامین بن یعقوب کی اولاد تھے جن کا حال ہم اس کے پیشتر اسی باب کے فصل اول میں تحریر کر چکے ہیں، غرض سمیرا کے بطن سے سکا نیئیس گرجی کی جو اولاد پیدا ہوئی وہ سمیرا کی قومیت کی طرف منسوب کی جاتی تھی گویا اس لحاظ سے اس کی دوسری بیوی کی اولاد کو سا کا گوجر کے علاوہ یامین گوجر کے خطاب سے بھی مخاطب کیا جاتا تھا مگر یہ دونوں خطاب صرف اپنے گھر میں استعمال ہوتے تھے یعنی ایک ماں کے بیٹے دوسری ماں کے بیٹوں کو امتیاز کے طور پر ان خطابوں سے مخاطب کرتے تھے ورنہ عام برادری اور قوم میں سکا نیئیس گرجی کی اولاد کا قومی امتیازی خطاب سا کا گوجر تھا جس سے وہ مخاطب کی جاتی تھی الحاصل گوجروں کے سا کا خاندان کے پھر آگے دو خانوادے ہو گئے تھے جن میں ایک خانوادہ یامین گوجر کے نام سے موسوم تھا جس

نے ہندوستان کو فتح کر کے اس میں سکونت اختیار کی اور جس کا حال کہ اب ہم لکھنے لگے ہیں۔

ساکا (یا مین) گوجروں کے مورث اعلیٰ شہزادہ سکائینیس گرجی کو اس کے بھائی شاہ اشکانیس گرجی نے جو کہ گوجروں کی مرکزی حکومت خراسان کا بادشاہ تھا اس نے اس کو ایک بڑی فوج کی کمان دے کر اور اس کا سپہ سالار بنا کر ترکستان کو فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا، سکائینیس گرجی نے جب تمام ترکستان کو فتح کر لیا تو پھر اس کے بھائی نے مشرقی ترکستان کا مستقل وائسرائے اس کو مقرر کر کے اس علاقے کی عنان حکومت بھی تفویض کی عنان حکومت ہاتھ میں لے کر سکائینیس گرجی نے بڑی دانشمندی سے امورات ملکی گوسرا انجام دیا اول اس نے ملک کے نظم و نسق کو درست کیا پھر سابقہ حکمرانوں کے ظلم و ستم کی بیخ کنی کر کے عدلی و انصاف اور رعیت پروری دو گستری میں مشغول ہو کر خستہ حال رعایا کی دلجوئی کرنے لگا، اس نے کشمیر اور افغانستان کو بھی فتح کرنے کے لئے جنگی تیاریاں شروع کی تھیں لیکن موت نے اس کو کچھ کرنے نہ دیا اس لئے وہ ان تیاریوں کو نامکمل چھوڑ کر فوت ہو گیا، شہزادہ سکائی نیس گرجی شجاع ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کا مدبر اور منتظم حکمران تھا اس کی مدت حکومت بیس سال تھی جس میں وہ بڑی آن بان سے ترکستان پر حکومت کرتا رہا، اس کے گیارہ بیٹے تھے جن میں سے اس کا سب سے بڑا بیٹا سوا کنیس گرجی اس کے بعد مندر حکومت پر متمکن ہوا۔

سوا کنیس گرجی کے تحت نشین ہونے کے چند دن بعد قندھار کے ہندو راجہ نے جو کہ گوجروں کی مرکزی حکومت یعنی اشکانی گوجروں کی اطاعت کا جوا اتار کر بلخ کی یونانی حکومت کے زیر سیادت آچکا تھا اس نے یونانیوں کے ایما سے ایک بڑا بھاری لشکر لے کر مشرقی ترکستان کی سرحد پر حملہ کر دیا ادھر سے سوا کنیس

گر جی بھی اس راجہ کے دفعیہ کے لئے جرار لشکر لیکر سرحد پر پہنچا، پانچ دن تک طرفین میں بڑے زور سے جنگ ہوتا رہا آخر ہندو راجہ کو شکست فاش دیکر سونفا کننہیس گرجی نے بھگا دیا جس کے بعد پھر اس نے جارحانہ حملے کرنے شروع کر دیئے اور سرحد افغانستان میں داخل ہو کر اور ہندو راجہ کو شکست پر شکست دے کر شہر کابل پر قابض ہو گیا اب ہندو راجہ نے ساکا گوجروں کو کابل سے نکالنے کے لئے یونانیوں سے مدد لے کر ۲۰۴ قبل از مسیح میں کابل پر حملہ کیا اور اس دفعہ اس کی فوج کا سپہ سالار اس کا بیٹا تھا لیکن اس حملے سے اس دفعہ سونفا کننہیس گرجی بھی غافل نہ تھا اس نے بھی اس کے دفاع کے تمام انتظامات پہلے سے کر رکھے تھے چنانچہ دیگر دفاعی انتظامات کے علاوہ اس نے اپنے تاتاری صوبوں کی جنگجو قوموں مثلاً، جیٹ، ہُن، کارلگ، یوچی، قرادت اور یامین وغیرہ سے ہزار ہا نوجوان بھرتی کر کے اپنی فوج میں مزید اضافہ کر لیا تھا اس لئے جب ہندو فوج نے کابل پر حملہ کیا تو اس نے بڑی آسانی سے اس کی مدافعت کر کے اس کو پسپا کیا، پھر جارحانہ حملہ کر کے ہندو فوج میں ایسی ابتری ڈالی کہ تمام ہندو فوج حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلی ساکا فوجوں نے تعاقب کر کے ہزار ہا ہندوؤں کو تہ تیغ کیا اور ہزار ہا کو گرفتار کر کے ساکا بہادروں کی جوانمردی اور بہادری کا رعب ان کے دل میں بٹھایا جس رعب کی وجہ سے پھر کبھی ہندو بہادر کسی میدان جنگ میں ساکا گوجروں کے بالمقابل جم کر نہ لڑ سکے اس لڑائی میں ہندو راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا تھا جس کا صدمہ ہندو راجہ کو بہت ہوا سونفا کننہیس گرجی نے ہندو راجہ کے آئندہ جارحانہ حملوں کے سدباب کی خاطر اب اس کی حکومت کو تباہ و برباد کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا جس کے بعد پھر ایک جرار لشکر لے کر خود جارحانہ اقدام کرتا ہوا قندھار پر حملہ آور ہوا، ادھر ہندو راجہ قندھار کو غیر محفوظ پا کر بمعہ اپنی فوج کے ہرات میں بھاگ گیا اور وہاں ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ میں داخل ہو کر اپنی حفاظت کے مکمل انتظامات کر کے بیٹھ گیا، سونفا کننہیس گرجی

بھی قندھار پر مکمل قبضہ کر کے پھر ہندو راجہ کے تعاقب میں ہرات کی جانب روانہ ہوا، ہرات میں پہنچ کر اس قلعے کا جس میں ہندو راجہ محفوظ تھا محاصرہ کر لیا ہندو راجہ نے بھی اب اپنی جان اور سلطنت کو بچانے کی خاطر آخری دم تک مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا جس کے بعد پھر وہ ایک ماہ تک برابر اس قلعے میں بیٹھ کر ساکا فوجوں کا مقابلہ کرتا رہا، آخر محاصرہ کی تکالیف اور خود اپنی فوج کی بغاوت سے تنگ آ کر وہ اس قلعہ سے بھی بھاگنے پر آمادہ ہو گیا، کیونکہ اس قلعہ میں خوراک کے ذخائر جو اس نے جمع کئے تھے وہ ختم ہو گئے اور باہر سے بھی قلعہ والوں کو کسی قسم کی مدد نہیں پہنچ سکتی تھی، راجہ کی فوج بھوک سے تنگ آ کر اور اس کے خلاف ہو کر اس کو قتل کرنا چاہتی تھی اس لئے ہندو راجہ کو جب اپنی فوج کے طور بدلتے ہوئے نظر آئے تو وہ رات کو قلعہ سے باہر نکل کر بمعہ اپنے اہل و عیال کے بھاگنے لگا لیکن اس وقت ساکا لشکر کے سپاہی بھی جاگ رہے تھے انہوں نے بھاگتے ہوئے راجہ کو بمعہ اس کے اہل و عیال گرفتار کر کے سوائے ایک نوجوان لڑکی کے بغیر کسی حکم اور دریافت کے سب کو قتل کر دیا صبح کو جب وہ نوجوان لڑکی سوناکسنیس گرجی کے حضور پیش کی گئی تو اس کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ ہندو راجہ کی بیٹی ہے اور اس کا باپ آج رات کو اپنے اہل و عیال سمیت قتل کیا جا چکا ہے۔ اور اس کی تمام فوج باغی ہو گئی ہے اور بغیر خوراک کے قلعہ میں بھوکی مر رہی ہے یہ سب حالات معلوم کر کے سوناکسنیس گرجی کو ہندو راجہ کے قتل کئے جانے کا بہت افسوس ہوا جس کے بعد پھر اس نے ہندو راجہ کی نعش کو اس کی محصور فوج کے سامنے لانے کا حکم دیا جب وہ نعش وہاں لائی گئی تو اس کی محصور فوج کے سامنے سوناکسنیس گرجی نے یہ اعلان کیا کہ اے محصورین اگر تم ہتھیار ڈال کر ہماری اطاعت قبول کر کے قلعہ ہمارے حوالے کر دو گے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تم کو معافی دے کر زندہ چھوڑ دیں گے ورنہ بعد از فتح سب کو قتل کر دیں گے، اس اعلان کا محصور فوج پر یہ اثر ہوا کہ تمام متخاصمین و محصورین نے



ہتھیار ڈال کر ساکا فوجوں کے لئے قلعہ کے دروازے کھول دیئے اور سوفا کسنیس گرجی کی اطاعت قبول کر کے قلعہ اس کے حوالے کر دیا اب سوفا کسنیس گرجی نے بھی اپنے وعدہ کے مطابق تمام متحاربین و متخاصمین کو عام معافی دے کر زندہ چھوڑ دیا اور پھر اس قلعہ میں داخل ہو کر اول ہندو راجہ کی اس نوجوان بیٹی سے اپنی شادی کر کے اسی قلعہ میں جشن فتح منایا جس کے بعد پھر اپنے بڑے بیٹے جارجیس گرجی کو افغانستان کا گورنر کر کے ترکستان کو مراجعت کی ترکستان میں واپس آ کر سوفا کسنیس گرجی پھر اصلاح ملک کی طرف متوجہ ہوا اور رعایا کو عدل و انصاف سے خوش کر کے بڑے امن و آرام سے حکومت کرنے لگا، ملک اور سلطنت کے نظم و نسق کو درست رکھنے کے لئے پرانے انتظام میں کئی قسم کی نئی اصلاحیں اور تبدیلیاں اس نے کیں اسی ضمن میں وہ اپنے پرانے دارالحکومت کو ختن سے تبدیل کر کے کاشغر میں لے آیا اور وہاں اپنے لئے نئی عمارتیں تعمیر کرا کر ان میں رہنے لگا کاشغر میں سکونت اختیار کرنے کے بعد پھر اس کی ہندو بیوی جو قندھار کے ہندو راجہ کی بیٹی تھی اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو وہ سوفا کسنیس گرجی کا ولی عہد بنانا چاہتی تھی، لیکن سوفا کسنیس اس بات کو نہیں مانتا تھا کیونکہ وہ اس کے پیشتر اپنی پہلی بیوی کے بڑے بیٹے رجانیس گرجی کو اپنا ولی عہد مقرر کر چکا تھا اس لئے اب اس کی ہندو بیوی کے دل میں اس انکار کی وجہ سے کینہ پیدا ہو گیا جس کے ساتھ ہی اب وہ اپنے بھائی اور باپ کے انتقام لینے پر بھی آمادہ ہو گئی اور اس کو ہلاک کرنے کی تدبیریں سوچنے لگی آخر اس نے ایک دن موقع پا کر سوفا کسنیس گرجی کو زہر دے دیا جس کے اثر سے وہ بہت جلد فوت ہو گیا اس کے بعد مسند خلافت پر پھر اس کا بڑا بیٹا جارجیس گرجی متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا، رجانیس گرجی نے اپنی سوتیلی ماں کو قتل خاوند کے جرم میں جلا وطنی کی سزا دے کر علاقہ منگولیا میں بھیج دیا اور وہاں دونوں ماں بیٹا کو لے جا کر قید رکھا۔

رجانیس گرجی جب سر پر آرائے تخت ہوا تو بلخ کی یونانی حکومت جو ہمیشہ گرجا سلطنتوں کے خلاف سازشیں کرتی رہتی تھی اب اس نے رجانیس گرجی کے خلاف بھی سازشیں کرنی شروع کر دیں اس لئے اب رجانیس گرجی نے بھی اس کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سدباب کرنے کے لئے اس کی بیخ کنی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے تیس ہزار سوار اور پچاس ہزار پیدل سپاہی لے کر سرحد بلخ پر حملہ آور ہوا ادھر سے بلخ کا یونانی بادشاہ بھی اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا اور کئی ایک خونریز لڑائیاں اس کے ساتھ ہوئیں مگر میدان آخر رجانیس گرجی کے ہی ہاتھ رہا، اس معرکہ میں صوبہ بلخ پر سخت تظاول برپا رہا، اور بہت سا مال غنیمت رجانیس گرجی کے ہاتھ لگا مگر بلخ کے یونانی بادشاہ نے آخری دم تک ہمت نہ ہاری اور معرکوں پر معرکے برپا کرتا رہا، یہاں تک کہ رجانیس گرجی تمام صوبہ بلخ کو تہ بالا کرتا ہوا خاص اس کے دار الحکومت شہر بلخ تک پہنچ گیا آخر بلخ کے یونانی بادشاہ نے جنگ سے تنگ آ کر صلح کا پیغام بھیجا گرجی بھی مخالف کے پے در پے حملوں سے عاجز آ گیا تھا وہ بھی مصلحت وقت خیال کر کے راضی ہو گیا اور معمولی خراج مقرر کر کے صلح منظور کر لی اور ملک پھر اسی کے حوالے کر دیا مظفر و منصور ہونے کے بعد رجانیس گرجی پھر بیٹا مال و دولت لے کر کاشغر کو مراجعت پذیر ہوا۔

کاشغر میں واپس پہنچ کر رجانیس گرجی نے اپنی کامیابیوں کی خوشی میں پھر ایک جشن عظیم منعقد کیا اور اسی تقریب پر اس نے الطاف خسروانہ سے مال غنیمت کا تیسرا حصہ رعایا کاشغر میں تقسیم کر کے تمام ملک کو مالا مال کر دیا اطراف و کناف کاشغر کے تمام حکمرانوں کو مطیع فرمان بنا کر اب وہ اپنے باپ دادا کے نام کو روشن کرنے کی آرزو میں تسخیر ہند کی تیاریوں میں مصروف ہوا، دو لاکھ سوار تین لاکھ پیادے پچیس ہزار براق و براق سے آراستہ کوتل گھوڑے دس ہزار مرصع و زر

کارپالکیاں اور بے شمار اسباب و آلات فراہم کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا چونکہ سکندر اعظم کے نقش قدم پر چلنے کی غرض سے اس نے اپنی مہم کی سکیم وسیع پیمانہ پر تیار کر رکھی تھی اس لئے انتظام ترکستان و افغانستان کے لئے اپنے سالے کو جس پر کہ اس کو بڑا اعتبار تھا، نائب السلطنت بنا کر اپنے پیچھے یہاں چھوڑ گیا، اس کے پیشتر شہزادگان گرجی کی شمشیر زنی و گرز زنی نے گوجروں کی عظمت و شان کا سہہ تمام ممالک کے لوگوں کے دلوں پر جما رکھا تھا اس لئے اب رجانیس گرجی کو زیادہ تکلیف نہ برداشت کرنی پڑی اور وہ ملک محروسہ کی طرح بلا روک ٹوک پنجاب میں داخل ہو گیا ان دنوں پنجاب پر بھی ایک یونانی حاکم حکومت کرتا تھا جس کا دار الحکومت ساکلاہ (سلنگری یا سیالکوٹ) تھا رجانیس گرجی نے اس شہر کو فتح کر کے وہاں کے یونانی حاکم کو اطاعت نہ قبول کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا اور چند ہی دنوں میں سارے پنجاب پر قابض ہو کر پھر علاقہ سندھ میں داخل ہو گیا، سندھ کو فتح کر کے پھر یہاں سے مارستہل (ماروارڈ) پر حملہ آور ہوا لیکن خلاف توقع اس ملک کا راجہ بے شمار فوج ہمراہ لے کر مقابلہ پر جم گیا، اور سخت خونریزی لڑائی شروع ہوئی راجہ کے وزیر نے اس موقع پر خوب داد شجاعت دی! اور غم کے دانت کھٹے کر دیئے لیکن آخر کار وہ بہادر وزیر گرفتار ہو گیا، اس کی گرفتاری کے ساتھ ہی راجہ کی کمر بھی ٹوٹ گئی اور حوصلہ پست ہو گیا، اب راجہ صلح کا خواستگار ہوا رجانیس گرجی نے بھی معمولی اخراج مقرر کر کے صلح منظور کر لی اور ملک اسی کے حوالے کر دیا یہاں سے فراغت پا کر پھر سری کرشن کی دوار کا (گجرات کا ٹھیا واڑ) کا رخ کیا لیکن یہاں کا راجہ بھی خلاف توقع رجانیس گرجی کے مقابلہ کے لئے باہر نکلا آخر بہت سے حرب و ضرب اور پیکار دکارزار کے بعد منہہ کی کھا کر اسکو بھی راہ ہزیمت اختیار کرنی پڑی اور علاقہ دوار کا پرسا کا گوجروں کا قبضہ ہو گیا

(۱) آریں عہد میں گجرات کا ٹھیا واڑ کو سری کرشن کی دوار کا کہتے تھے لیکن بعد میں اس کا نام سورٹھہ یا سوارشتر ہو گیا۔ پھر اس کے بعد گجرات کا ٹھیا واڑ ہوا۔

جہاں سے بے انتہا مال و دولت اور خزانے و دافائن ساکا گوجروں کے ہاتھ آئے اس کے بعد پھر رجانیس گرجی دوار کا کے مفتوحہ علاقہ کو اپنے سگے بھائی سُر استس گرجی کے دست تصرف میں دے کر خود مالوہ کی طرف چلا گیا اور اس کے بھائی سُر استس گرجی نے اس ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر پھر اس کو آباد کرنا شروع کیا کئی قصبے اور شہر آباد کر کے سُر استس گرجی نے پھر اس علاقے کا جدید نام اپنے نام پر سُر استس رکھا جو بعد میں بگڑ کر سوراشتر کے نام سے موسوم ہو گیا، سری کرشن کی دوار کا سے فارغ ہو کر پھر رجانیس گرجی مالوہ پر حملہ آور ہوا راجہ مالوہ بھی پیشرفوج لے کر مقابلہ پر آیا اور بیس دن تک طرفین میں معرکہ کارزار گرم رہا، آخر راجہ مالوہ بھی شکست اٹھا کر بھاگ گیا مگر ساکا گوجروں نے تعاقب کر کے اس کو گرفتار کر لیا اس کے بعد رجانیس گرجی پھر اس کے دار الحکومت شہر اجین میں بڑی شان سے داخل ہوا اور محلات شاہی پر قبضہ کر کے راجہ کی بیٹی سو بھاگ سندی سے اپنی شادی کی مالوہ کے دارالصدر شہر اجین کو اپنا فوجی مستقر قرار دے کر پھر متہر کی طرف بڑھا، متہر اور ہستنا پور کو فتح کر کے پھر واپس مالوہ میں لوٹ آیا، چھڑہ تک مالوہ میں مستقل قیام کر کے پھر ملک دکن کی طرف متوجہ ہوا دکن میں متعدد شہر میسور تک فتح کر کے پھر اڑیسہ کی طرف عنان عزیمت معطوف کی اڑیسہ بنگال دیہار کے علاقہ جات کو تسخیر کرنے کے بعد پھر قنوج پر حملہ آور ہوا قنوج کا راجہ خوفزدہ ہو کر معہ تحفہ و تحائف استقبال کے لئے آیا، غرض رجانیس گرجی کا ستارہ اقبال شمس النہار عروج پر تھا جدھر زرخ کرتا تھا فتح و نصرت پیشقدمی کے لئے آگے آتی تھی راجہ قنوج کو حلقہ بگوش بنانے کے بعد پھر وہ مالوہ میں واپس آیا اور دو سال تک مستقل قیام کر کے شہر اجین میں مقیم رہا آخر غنیمت کا بیشمار مال و دولت ساتھ لے کر پھر اپنے وطن مالوف ترکستان کو مراجعت پذیر ہوا۔ رجانیس گرجی فتوحات سے فارغ ہو کر پھر آبادی ملک اور آسائش رعایا کی طرف متوجہ ہوا

کئی ایک گاؤں اور قصبے آباد کئے مناوڑ، معابد، مہمان سرا اور شفاخانے بنا کر عوام کے لئے آرام و آرائش بہم پہنچایا، آبادی ملک اور ترقی فروعات کے لئے بھی اس نے بیش قیمت تجاویز نکالیں جن کا اثر آج تک ممالک ترکستان و افغانستان اور ہندوستان کو فائدہ پہنچا رہا ہے چنانچہ افغانستان میں ایک خشک جنگل کو آباد کر کے اس جنگل کا نام اس نے اپنے نام پر وادئے رجائی رکھا جو آج تک اسی نام سے موسوم چلی آتی ہے اسی طرح اقامت ہند کے دنوں میں کئی ایک شہر اور قصبے مالوہ اور متہر میں تعمیر و آباد کر کے اس نے اپنی یادگاریں قائم کیں ساکا بادشاہوں میں سب سے پہلے اس نے شہنشاہ کا خطاب اختیار کیا تھا اس کی متعدد بیویاں تھیں جن کے بطن سے اس کی کثیر اولاد پیدا ہوئی اس کی جو بیوی راجہ مالوہ کی بیٹی تھی اس کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ رجانیس گرجی کا ولی عہد قرار پایا اور جن دنوں وہ مالوی عورت سو بھاگ سندری حاملہ تھی اس نے خواب دیکھا کہ اس کے گھر ایک سفید ہاتھی پیدا ہوا ہے صبح ہوئی تو دربار کے تعبیر دانوں اور جوتھیوں کے پاس خواب بیان کر کے تعبیر پوچھی تو سب نے کہا کہ کا شانہ اقبال میں ایک سعادت مند لڑکا پیدا ہوگا جس کی عظمت راجوں مہاراجوں شاہوں بادشاہوں میں ایسی ہوگی جیسے جلمنوروں میں ہاتھی کی اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ جب یہ لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام رجانیس رکھا جائے۔ ۱۵۰ قبل از مسیح میں جب اشکانی گوجروں پر رومیوں نے پہلی دفعہ جارحانہ حملہ کیا تو اشکانی گوجروں نے ان کے دفعیہ کے لئے ساکا گوجروں سے بھی اس قوی جنگ میں شامل ہونے کی درخواست کی ساکا گوجروں نے بڑی خوشی سے ان کی اس درخواست کو قبول کیا اور قومی عزت کو بچانے کیلئے تیار ہو گئے اور ایک لاکھ جرار لشکر جو ترکی و تاتاری اور ہندی سپاہیوں پر مشتمل تھا رجانیس گرجی کی زیر قیادت لے کر خراسان کو روانہ ہوئے اسی طرح گوجروں کے دیگر خانوادے بھی اپنے اپنے لشکر لے کر قومی عزت اور اپنے مرکز کو بچانے

کے لئے خراساں میں پہنچے جب گوجروں کے تمام لشکر جمع ہو گئے تو پھر انہوں نے رومی سرحد کی جانب مل کر کوچ کیا اور عین محاذ پر پہنچ کر چار لاکھ رومی سپاہ سے نبرد آزما ہوئے دو ماہ تک طرفین میں معرکہ کارزار گرم رہا جس میں گوجروں کے دس ہزار اور رومیوں کے تیس ہزار آدمی کام آئے، اخیر میں رومی شکست اٹھا کر بھاگ نکلے اور میدان جنگ گوجروں کے ہاتھ رہا، اس معرکہ میں خود راجنیس گرجی کو بھی بہت زخم آئے تھے جن زخموں کی وجہ سے جب وہ وطن میں واپس آیا تو آتے ہی فوت ہو گیا جس کے بعد پھر مسند خلافت پر پھر اس کا بڑا بیٹا کجینیس گرجی متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا شاہ کجینیس (گج) کے عہد حکومت میں ہر طرف مفتوحہ ممالک میں فتنہ و فساد اندرونی بغاوتیں شروع ہو گئی تھیں ان فتنوں اور بغاوتوں کے پھوٹنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ سلطنت سا کا بہت وسیع ہو چکی تھی جس کا انتظام اکیلے شاہ کجینیس سے نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ سلطنت سا کا ان دنوں ترکستان و افغانستان اور ہندوستان کے ممالک پر مشتمل تھی ایک طرف اس کی حدود سلطنت مشرقی ترکستان اور دوسری طرف ملک دکن واقعہ ہندوستان تک وسیع تھیں لیکن اس بڑی سلطنت کا انتظام کرنے کے لئے شاہ کجینیس کے دربار میں خود سوائے اس کے اور کوئی ایسا سیاسی مدبر اور قابل مشیر کار موجود نہ تھا جو اس کو مدد دے کر اس کے فرائض ملکی کو ہلکا کرنا، غرض اس کے دربار میں قابل اور لائق مشیر کاروں کی بہت کمی تھی اور جو موجود تھے وہ معمولی عقل کے آدمی تھے جن کو سیاسی گتھیاں سلجھانا نہیں آتا تھا، اس لئے شاہ کجینیس خود اپنے ہی دماغ سے کام لیا کرتا تھا جس کی وجہ سے اکثر طور پر اس کی حکمت عملیوں میں غلطیاں واقع ہو جاتی تھیں اور ان غلطیوں کی وجہ سے اس کی سلطنت میں بد امنی کے آثار نمودار ہو گئے تھے ہندوستان کے بھی بعض راجوں نے سرکشی اختیار کر کے خراج دینا بند کر دیا تھا گرد و نواح کی آزاد دشمن حکومتیں اس کی سلطنت کو ہضم کرنے کے لئے تیار ہو گئیں اور

ہر وقت لپچائی ہوئی نظروں سے اس کی وسیع سلطنت کو دیکھنے لگیں سب سے پہلے قوم بنی اسرائیل کے قبیلہ یامین نے تو ماگوجروں کے ایما سے شاہ جنجیس کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اس قبیلہ کے باغیوں کو تو ماگوجروں کا بادشاہ کوئین جنگ کے خفیہ راز بہم پہنچا رہا تھا اس کی مدد سے قبیلہ یامین کے باغیوں نے کئی ایک مقامات پر قبضہ کر لیا جس کے بعد پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے آخر ساگوجروں کے دار الحکومت شہر کا شہر پر ہجوم کر کے یامینیوں نے شاہ جنجیس کو اس کے چھوڑنے پر مجبور کیا آخر شاہ جنجیس ان کی شورش سے تنگ آ کر ترکستان کو چھوڑ کر زابلستان (بلوچستان) میں چلا گیا جس کے بعد پھر یامینیوں نے تو ماگوجروں کی مدد سے تمام مشرقی ترکستان پر قبضہ کر کے ان کی زیر سیادت حکومت کرنی شروع کی اسی طرح صوبہ بلخ کی یونانی حکومت نے بھی ساگوجروں کے حلقہ اطاعت سے باہر ہو کر شاہ جنجیس کو خراج دینا بند کر دیا، بلخنی یونانی حکومت کی بغاوت میں اشکانی گوجروں کا ہاتھ تھا، اور وہ یونانی باغیوں کو پوشیدہ طور پر اس لئے مدد دے رہے تھے کہ ریاست پر اپنی حکم برداری قائم کر کے پھر اس کا الحاق خراسان سے کر لیں اس لئے شاہ جنجیس نے بلخنی یونانیوں کی سرکوبی کے لئے پورا انتظام کر کے اب بلخ پر چڑھائی کر دی، معمولی لڑائی کے بعد بلخ پر قبضہ کر کے پھر یونانی رئیس کو گرفتار کر لیا اور اس کی بغاوت کی پاداش میں جلا وطنی کی سزا دے کر پھر اسی جگہ اس کے بیٹے نیندر رئیس کو مسند خلافت پر متمکن کر کے اس سے ایک جدید عہد نامہ لکھایا جس کے بعد پھر بقایا خراج وصول کر کے شاہ جنجیس مراجعت پذیر ہوا اور وہ نیا یونانی رئیس ساگوجروں کا ہمیشہ وفادار دوست رہ کر سالانہ خراج برابر ادا کرتا رہا، شاہ جنجیس کی اس کامیابی سے اشکانی گوجروں کی تمام آرزوؤں اور امیدوں پر پانی پھر گیا، اب انہوں نے ساگوجروں کے خلاف ظاہر ایشہ دو انیاں اور سازشیں کرنی شروع کر دیں بلکہ ساگوجروں کو مٹانے یا کمزور کرنے

کے لئے جنگی تیاریوں میں لگ پڑے ان کے خطرناک ارادوں کی جب شاہ نجھیس کو بھی خبر ہوئی تو اس نے بھی اپنے تمام مشیروں اور وزیروں کو جمع کر کے ان سے اس بارہ میں مشورہ کیا اس کے تمام وزیروں نے اس کو یہ رائے دی کہ بغیر قلعہ کے حفاظت ممکن نہیں اس لئے آپ پہلے ترکستان اور زابلستان (بلوچستان) کے درمیان ایک مضبوط قلعہ تیار کروائیں اور اس میں اپنے موجودہ دارالخلافہ کو تبدیل کر لیں پھر اپنی سرحدوں پر فوجی استحکامات تعمیر کرا کر ان میں فوجیں بٹھادیں اس طرح ہمارا کوئی دشمن ہماری سرحد میں داخل نہ ہو سکے گا، اور اگر داخل ہو بھی جائے تو اس صورت میں پھر ہم اپنے قلعے میں محفوظ ہو کر اس سے لڑ سکیں گے شاہ نجھیس نے اپنے وزراء کے مفید مشورہ پر عمل کر کے فوراً ترکستان اور زابلستان کے درمیان ایک مضبوط قلعہ اور شہر تعمیر کرانا شروع کر دیا، جب وہ قلعہ اور شہر دونوں بن کر تیار ہوئے تو شاہ نجھیس نے ان دونوں کا نام اپنے نام پر منسوب کر کے ان کا تاریخی نام گجنی (غزنی) رکھا جن دنوں قلعہ غزنی بن رہا تھا اور ابھی اس کے بننے میں کچھ کسر باقی تھی کہ کسی مخبر نے شاہ نجھیس کو آ کر یہ خبر دی کہ رومی پت خراسان پت ہے گئے پا کھر پائے چنتا تیرے چت لگی سنیے رنج پت رائے: یعنی اے رجانجیس کے بیٹے ہوشیار ہو کہ تیرے مقابلہ کے لئے روم اور خراسان کے بادشاہ سوار ہاتھی پا کھر اور پیدل لئے، ہوئے آگئے ہیں یہ خبر سنتے ہی شاہ نجھیس نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم میں مصروف ہو گیا، جب تمام تیاریاں مکمل کر چکا تو پھر وہ بھی اپنا جرار لشکر لے کر سرحد خراسان کو روانہ ہوا یہ پہلا موقع تھا کہ گوجروں کے دو خانوادوں کی ایک دوسرے کا ملک چھیننے کے لئے آپس میں لڑائی ہونے لگی تھی ورنہ اس کے پیشتر گوجر غیر قوموں کے ملک چھیننے کے لئے غیروں سے لڑا کرتے تھے گوجروں کے قومی نفاق و انتشار کی ابتدا اس لڑائی سے ہوتی ہے اشکانی گوجروں نے اس دفعہ اپنے پرانے دشمنوں رومیوں



سے بھی اتحاد کر کے ساکا گوجروں کے خلاف ان سے بھی مدد لینے کی کوشش کی رومیوں نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر گوجروں کے آپس کے نفاق و انتشار کو بڑھانے اور اشکانی گوجروں کی مدد کرنے کے لئے بہت سی رومی فوج سرحد خراسان پر بھیج دی۔ جب طبل جنگ بجا اور دونوں طرف کی فوجیں صف بستہ ہو کر لڑنے لگیں تو اس وقت شاہ خراسان کے پیٹ میں ایسا سخت درد اٹھا کہ وہ بیچارہ اسی درد کی وجہ سے فوراً اسی وقت فوت ہو گیا، جب اس کے حلیف رومی سپہ سالار کو اس حادثہ کی خبر ملی تو اس کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا

مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

کارے کہ خدا کرد کسے راچہ مجال

کیونکہ اس وقت طرفین کے پر جوش بہادروں کے دل بھر رہے تھے اور وہ کسی نتیجہ اور فیصلہ کے بغیر واپس جانا نہیں چاہتے تھے اس لئے وہ سب آگے بڑھ کر لڑنے لگے اس وقت میدان جنگ میں ہر طرف ہاتھیوں کی زنجیروں کی آواز کانوں میں گونج رہی تھی گھوڑوں کے ٹاپوں نے آسمان کو گرد و غبار سے چھپا دیا تھا زرہ پوش پر آفتاب کی روشنی میں آنکھ نہ ٹھہر سکتی تھی، ہاتھیوں کے ساون بھادوں کی گھٹا کا نظارہ پیش تھا، جب چار کوس کا فاصلہ رہ گیا تو شاہ جنیس نے صدقہ و خیرات کرنا شروع کیا اور چوگنی کو پیٹھ دے کر اس سرعت سے وہادہ کیا کہ مخالفوں کے گھوڑے چیخ اٹھے تلواریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں اور زرہ بکتر پر کوند ہے کا عالم تھا مرد میدان میں شیر کی طرح گرج رہے تھے گرزیں خون میں ڈوبی ہوئی تھیں نیزوں پر سر تھے اور سر پر تیر گردن تلوار پر تھی اور تلوار گردنوں پر جو ہتھیار تھا وہ کاری جو وار تھا وہ جانکا جنگ آزماؤں نے خوب دل کھول کر داد شجاعت دی جو تھا وہ بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارتا تھا آخر رومیوں اور خراسانیوں کو شکست ہوئی اور میدان ساکا گوجروں کے ہاتھ رہا اس جنگ میں ساکا گوجروں کی فوج

کے سترہ ہزار سپاہی قتل ہوئے رومی اور خراسانی فوجوں کے پچیس ہزار آدمی کھیرے لکری کی طرح کٹ گئے اور ان کو بھاگ کر جان بچانا بھی مشکل ہو گئی تمام ہاتھی گھوڑے بھی چھوٹ گئے، تخت شاہی نے جانے کی جرات نہ ہو سکی ادھر ساکا گوجر کوس فتح بجاتے ہوئے اپنے دارالخلافہ غزنی کو بڑی شان کے ساتھ واپس ہوئے خراسان سے واپس آ کر موسم بہار میں شاہ گنجیس نے ۱۱۲۲ء قبل از مسیح میں اپریل کی پندرہ تاریخ کو اپنے نئے دارالخلافہ غزنی میں تخت سلطنت پر قدم رکھا پھر فتح کی خوشی میں جشن فتح منا کر اپنی فوج کے تمام بہادر افسروں اور سپاہیوں کو انعام و اکرام دے کر خوش کیا، ادھر سے فارغ ہو کر پھر کشمیر کے راجہ کمندروپ کیبل کو حاضری دربار کا فرمان بھیجا لیکن اس نے جواب دیا کہ میں بغیر لڑے پھڑے نہیں آسکتا اگر طاقت ہے تو میرے ساتھ جنگ کر کے مجھے مطیع کرو، شاہ گنجیس نے یہ جواب سنتے ہی فوراً اپنا جزا لشکر ہمراہ لے کر کشمیر پر چڑھائی کر دی ادھر سے راجہ کمندروپ کیبل بھی اپنی کشمیری فوج لے کر میدان میں آ گیا۔ جب طرفین میں جنگ شروع ہوا تو دونوں طرف سے مردانگی جو انمردی اور بہادری کے جوہر ظاہر ہونے لگے انجام کار کشمیریوں کو شکست ہوئی اور فتح یاب گوجر کشمیر میں داخل ہو کر ان کے دارالخلافہ پر قابض ہو گئے آخر کمندروپ کیبل نے مجبور ہو کر اپنی نوجوان بیٹی کا ناطہ شاہ گنجیس گرجی کو دے کر اس کی اطاعت قبول کر لی جس کے بعد شاہ گنجیس بہت سا مال غنیمت اور راجہ کی بیٹی کو ساتھ لے کر غزنی کو مراجعت پذیر ہوا۔

غزنی میں آ کر کچھ مدت کے بعد راجہ کشمیر کی بیٹی کے بطن سے شاہ گنجیس گرجی کا لیک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے سالبیس (سالباہن) رکھا اس کی کشمیری بیوی ہمیشہ اس سے اپنے حقیقی بیٹے سالبیس کو اس کا ولی عہد بنانے کی درخواست کیا کرتی تھی، مگر شاہ گنجیس اس کی درخواست کو منظور نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ

اس کے پیشتر اپنے قومی دستور کے مطابق اپنے بڑے بیٹے کو تلخیص کو جو کہ ایک ترکی بیوی کے لطن سے تھا اس کو اپنا ولی عہد مقرر کر چکا تھا اس لئے شاہ بجنیس کو یہ بیوی ہمیشہ اس سے ناراض رہتی تھی اور گھر میں فساد برپا دکھا کرتی تھی جس سے شاہ بجنیس بھی بہت تنگ آچکا تھا لیکن اس بیوی کو گھر سے نکالنے کے لئے اس کو ایسا کوئی بہانہ نظر نہیں آتا تھا جس سے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

سالبنیس (سالباہن) ابھی گیارہ مہینے کا تھا کہ سلطنت ساکا کے سرحدی علاقے پر خراسانیوں (اشکانیوں) نے پھر حملہ کر دیا اور وہاں کے ساکا حاکم کو اس علاقے سے نکال کر تمام علاقہ پر قابض ہو گئے شاہ بجنیس نے بھی اس حملے کی خبر پا کر مدافعت کی تیاریاں کیں لیکن قبل اس کے کہ وہ اشکانیوں سے جنگ شروع کرے پہلے ان سے جنگ کا آخری نتیجہ معلوم کرنے کے لئے استخارہ کرنا چاہا اور اسکے لئے عبادت خانہ میں داخل ہو کر تین دن تک دعا کرتا رہا آخر استخارہ کے ذریعے اس کو یہ معلوم ہوا کہ شہر غزنی اب تمہارے قبضے میں نہیں رہے گا اور تمہاری اولاد تمہارے بعد ہندو مذہب قبول کر کے پھر شہر غزنی پر قبضہ کرے گی اور اس کے بعد پھر وہ مسلمان ہو جائے گی، بیرونی جنگ کے پیشتر شاہ بجنیس کو اپنے خانگی تنازعات مٹانے کے لئے بہت اچھا موقع ہاتھ آ گیا تھا اب اس نے اپنی کشمیری بیوی کو جو کہ ہندو مذہب کی پیرو اور دیوی دیوتاؤں کی بہت معتقد تھی اور جس کو اپنے بیٹے کے ولی عہد بنانے کا ہر وقت خیال رہتا تھا اس کو اس خیال سے باز رکھنے اور اپنے سے علیحدہ کرنے کے لئے شاہ بجنیس کو بہت عمدہ تجویز سوچھی یعنی تین دن کے بعد جب وہ عبادت خانہ سے استخارہ کر کے باہر آیا تو اس نے آتے ہی اپنی بیوی کو یہ کہا کہ آج مجھے عبادت خانہ میں سانگیاں دیوی نے درشن دے کر یہ حکم دیا ہے کہ سالبنیس اور اس کی والدہ دونوں غزنی سے کوچ کر کے مشرقی ہندوستان میں چلے جائیں اور وہاں جا کر سائیس اپنے نام پر ایک شہر تعمیر کرا کر

آباد کرے اور وہیں اس کے گھر پندرہ فرزند ہوں گے جن کے آگے پھر اس کی بہت اولاد پیدا ہوگی اس کے علاوہ خود میرے متعلق بھی دیوی جی نے پیشن گوئی کی ہے کہ میں بھی حفاظت غزنی میں اپنی جان دے کر بیکنٹھ میں افضل جگہ حاصل کروں گا، غرض شاہ گنجیس کی کشمیری بیوی نے دیوی جی کا یہ نوشتہ تقدیر سن کر سفر ہند پر آمادگی ظاہر کی اور اپنے ننھے بیٹے سالبیس کو ہمراہ لے کر ملک ہند کو چلی گئی جس کے بعد شاہ گنجیس نے اپنے خانگی تنازعات سے خلاصی پا کر خدا کا شکر یہ ادا کیا۔

### آمد برسر مطلب

جس وقت شاہ گنجیس اپنی کشمیری بیوی اور اس کے بیٹے کو جو الابھی کے درشنوں کے لئے دواع کر رہا تھا تو اس وقت خراسانی لشکر بھی غزنی سے پانچ کوس کے فاصلے پر آ کر خیمہ زن ہو گیا، اب شاہ گنجیس نے بھی اپنی بیوی بچے کو ہندوستان بھیج کر قلعہ غزنی کی حفاظت اپنے چچا مہدیوس کے سپرد کی اور خود میدان جنگ میں صف آراء ہو کر دشمنوں سے لڑنے لگا، اشکانی گوجروں کی فوجی جمیعت جو اس وقت وہ میدان میں لائے تھے ایک لاکھ تھی جو پانچ حصوں میں منقسم تھی اور ساکا گوجروں کی تمام فوجیں اس وقت شمالی ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں، اس لئے صرف ان کی تیس ہزار فوج اس وقت غزنی میں موجود تھی جس کو وہ تین حصوں میں منقسم کر کے دشمن کی ایک لاکھ جمیعت سے لڑنے لگے تھے آخر بہت سے کشت و خون کے بعد دونوں بادشاہ میدان جنگ میں قتل ہوئے جس کے بعد خراسانی فوج کی کمان شاہ خراسان کے بیٹے دلوجیس نے اپنے ہاتھ میں لے کر فوراً شہر غزنی پر حملہ کر دیا ادھر سے شاہ گنجیس کے چچا مہدیوس نے بھی خوب طرح اس کی مدافعت کر کے شہر غزنی کی حفاظت کی اور اپنے حملہ آور دشمن دلوجیس کو شکست فاش دے کر بھگا دیا، اس جنگ میں اشکانی گوجروں کے سولہ ہزار اور ساکا گوجروں کے پندرہ ہزار آدمی کام آئے تھے آخر مہدیوس نے

فتح یاب ہو کر تمام ملک کو دشمنوں سے صاف کر کے پھر شاہ گنجیس کے بڑے بیٹے کو تکمیس کو مند حکومت پر متمکن کر کے اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

شاہ گنجیس کے گیارہ بیٹے تھے جن میں سے کو تکمیس سب سے بڑا بیٹا تھا جس کو شاہ گنجیس نے اپنی زندگی میں ہی اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اس لئے جب وہ قتل ہوا تو اس کے بعد اس کے چچا مہدیوس نے کو تکمیس کو تخت غزنی پر متمکن کر کے بمعہ دیگر امراء کے اس کی اطاعت قبول کرنے کا عہد کیا کو تکمیس بڑا عادل اور منصب مزاج بادشاہ تھا اس نے عدل و انصاف اور بذل و عطا سے رعایا کو سرفراز کرنا شروع کیا اس کی احسان مندی اور جود و بخشش نے خلق خدا کو آسودہ حال اور فارغ البال بنا دیا تھا اس کے عہد حکومت میں کوئی ایسا جنگ یا تاریخی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا جو قابل تحریر ہو البتہ یہ کثیر الاولاد مشہور تھا جب کو تکمیس فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا دامنیوس نامی تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔

رامنیوس پہلے تو بڑا عادل اور منصف مزاج رہا لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد رذیلوں کی صحبت نے یکبارگی اس کا مزاج بدل دیا، دانشمندوں اور عقلمندوں سے نفرت اوباشوں اور بدمعاشوں سے الفت کرنے لگا جنہوں نے اُسے اپنے سے بڑھ کر بدمعاش، ظالم اور سفاک بنا دیا حکمرانی سے مستغنی ہو کر عیش و عشرت میں مصروف ہوا دربار میں مجلس رقص و سرور اور شراب ناب کا دور چلنے لگا آخر حکومت ملک سے بالکل بیخبر ہو گیا یہاں تک کہ تمام ملک میں ابتری پھیل گئی امراء و وزراء نے ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا رامنیوس کی اس غفلت اور عیاشی نے دشمن حکومتوں کو بھی سلطنت ساکا پر پھر حملہ کرنے کا موقع دے دیا، چنانچہ خراسانی (اشکانی) گوجروں نے پھر ۳۵۰ قبل از مسیح میں ساکا سلطنت کے صوبہ بلخ پر حملہ کر دیا اور وہاں کے یونانی حاکم ہرمیکس نامی کو جو کہ ساکا گوجروں کی زیر سیادت رہ

کر صوبہ بلخ پر حکومت کرتا تھا اشکانی گوجروں نے شکست فاش دے کر وہاں سے اس کو نکال دیا جس کے بعد پھر علاقہ بلخ سے ہمیشہ کے لئے یونانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور تمام یونانی لوگ بمعہ اپنے حاکم ہرمیکس کے علاقہ بلخ سے بھاگ کر کوہ کشمون (کافرستان) میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔

بلخ کے چھن جانے کا رامنیوس کو بالکل کوئی غم نہ ہوا بلکہ وہ بدستور عیش و عشرت میں مصروف رہا، آخر اشکانی گوجروں نے جب غزنی پر حملہ کیا تو پھر وہ اپنی عیش و عشرت کی محفل کو چھوڑ کر ٹیکسلا میں چلا گیا، اشکانی گوجروں نے وہاں بھی اس کا تعاقب کیا، آخر ٹیکسلا سے بھی بھاگ کر ملک ہند کے علاقہ دکن میں چلا گیا اور اپنے چچا سالبیس (سالباہن) کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا جس کے بعد علاقہ جات افغانستان اور زابلستان (بلوچستان) سے گوجروں کے ساکا خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، سلطنت چھن جانے کے بعد شاہ رامنیوس بمعہ اپنے اہل و عیال کے ملک ہند میں مستقل سکونت اختیار کر کے آباد ہو گیا اور اسی ملک میں اس کی موت واقع ہوئی اس کی اولاد کی حالت اور حکومت اس کے بعد آٹھ پشت تک غیر مطمئن اور پراگندہ رہی جس کی پراگندی کا مفصل حال آئندہ اسی فصل کے اخیر میں لکھا جائے گا۔

آدم برسر مطلب۔

### سالباہن

اب شاہ گنجنیس کی کشمیری بیوی اور اس کے بیٹے سالبیس (سالباہن) کا حال سنئے کہ جب گنجنیس نے اپنی کشمیری بیوی اور اس کے بیٹے کو بہانہ سے گھر سے نکال دیا تو وہ دونوں ماں بیٹا غزنی سے چل کر اول پنجاب آئے پھر پنجاب سے تمام تیرتھوں کے درشن کرتے ہوئے ملک دکن میں پہنچے وہاں شاہ گنجنیس کی کشمیری بیوی کو سلوچن برہم ملا جو اس کا حقیقی چچا تھا سلوچن برہمن راجہ کشمیر مسمی

کمد روپ کیبل کا حقیقی بھائی تھا اس کو بچپن سے ہی مذہبی علوم حاصل کرنے کا شوق ہو گیا اس لئے وہ تمام ملکی و سیاسی امور سے علیحدہ ہو کر علمی و مذہبی تحقیقات میں مصروف رہتا تھا آخر حصول علم کے شوق میں وہ گھر کو چھوڑ کر کسی برہمن کے ہمراہ کشمیر سے ملک دکھن میں چلا گیا تھا وہاں جا کر بڑے بڑے دو ان پنڈتوں سے مذہبی تعلیم حاصل کر کے خود ایک بڑا فاضل پنڈت بن گیا تھا جس کے بعد وہ دریائے گوداوری کے کنارے ٹھن نگر میں سکونت اختیار کر کے مذہبی رسوم انجام دینے لگا تھا اور ہمیشہ کے لئے وہیں مقیم ہو گیا تھا وہاں کے ہندو لوگ اسے نسلی برہمن تصور کرتے تھے اس لئے وہ سلوچن برہمن کے نام سے وہاں مشہور تھا حقیقت میں وہ چھتری نسل تھا، القصد سلوچن اپنی بھتیجی یعنی والدہ سالباہن کو بڑی عزت کے ساتھ اپنے گھر میں لے گیا والدہ سالباہن نے گھر جا کر اپنے چچا کو اپنی تمام سرگذشت سنانی شروع کی جس کو سن کر وہ بہت متاثر ہوا آخر اس نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں تم میرے پاس رہو میں ہر طرح تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں اور مجھے بھی تم اپنا حقیقی باپ سمجھو کیونکہ باپ اور چچا میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہوتا جیسی تم میرے بھائی کی بیٹی ہو ویسی ہی میری بھی ہو غرض رانی بجنیس نے اپنے چچا سلوچن کو اپنا ہمدرد و غمخوار پا کر اس کے پاس رہنا منظور کر لیا۔

گو سلوچن بہت غریب تھا لیکن وہ اپنی بھتیجی اور نواسے کی مدد اور خدمت کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہیں کرتا تھا، ہمیشہ وہ اپنی حقیقی لڑکی کی طرح اس کو جانتا تھا اور ہر وقت اس کو تسلی و تشفی دے کر اس کے رنج و غم کو دور کرنے کی سعی کرتا رہتا تھا مگر رانی بجنیس کی قسمت میں ابھی اور بھی مصیبتیں لکھی تھیں جن کو وہ کسی طرح دور نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ جب ایک سال آرام و اطمینان سے گذرا تو دوسرے سال ایک اور نئی مصیبت آگئی یعنی سلوچن کے مذہبی عقیدہ کی وجہ سے حکومت وقت نے جبراً ٹھن نگر سے اس کو نکال دیا، سلوچن عقد گاہوں کا قائل تھا

جب اس نے بیوہ کے نکاح ثانی کی تحریک شروع کی تو قدامت پسند طبقے کے لوگ اس کے اور اس کی تحریک کے بہت مخالف ہو گئے، کیونکہ یہ رسم اس وقت عام لوگوں میں بہت معیوب خیال کی جاتی تھی حتیٰ کہ راج دربار کی طرف سے بھی سلوچن کی مخالفت کی جانے لگی اور ہر چند حکومت کی طرف سے اس تحریک کی تبلیغ سے اس کو روکا گیا لیکن وہ اس سے ہرگز نہ رک سکا کیونکہ سلوچن ایک جائز امر کو جاری کرنے سے عوام الناس کے طعن و تشنیع اور حکومت وقت کی سختیوں سے ڈر کر باز نہیں رہ سکتا تھا اس نے بڑے زور شور سے اپنے مشن یعنی عقد بیوگان کی تحریک کی تبلیغ شروع کی ان دنوں پٹھن نگر پر تشہان پور راج میں تھا جو بعد میں (پٹن) کہلایا اور راجہ سوم کانت وہاں حکومت کرتا تھا جو غالباً مہاراجہ بکر ناجیت کے مطیع تھا اس لئے سلوچن کو بلا کر یہ کہا کیونکہ تم عقد ثانی بیوگان کے مسئلے کو جائز رکھتے ہو، اسلئے میں تمہیں اس مسئلے اور عقیدہ کی پاداش میں اس شہر سے بدر ہو جانے کا حکم دیتا ہوں اگر تم یہاں رہے تو پھر وار پر چڑھائے جاؤ گے، غریب سلوچن چپ چاپ یہ جابرانہ حکم سن کر جو درحقیقت نامناسب تھا اپنی بھتیجی اور نواسہ کو ہمراہ لے کر جنگل کو نکل گیا جس کے بعد پھر اس کی تمام جائداد کو حکومت نے ضبط کر لیا اور ایک پائی تک بھی اس کو اپنے ہمراہ لے جانے کی اجازت نہ دی وہ بے چارہ خالی ہاتھ بالکل مفلس اور فلاش ہو کر گھر سے نکلا افلاس کے مارے تینوں پہلے ہی بھوکوں مر رہے تھے اس پر خانہ بدوشی کی تکلیف مزید برآں ہونے لگی ہر طرف مارا مارا پھرتا تھا اور کوئی سہارا تکماتا تھا کہ جہاں سر چھپانے کو جگہ ملے لیکن کوئی جگہ نہیں ملتی تھی آخر سلوچن کو ایک کمہار کا جھونپڑا ملا اسی کو شاہی محل سے بہتر جان کر کمہار کے پاس گیا اور اس کو اپنی تمام درد بھری کہانی سنا کر اس سے پناہ کے لئے امداد کا خواستگار ہوا، غریبوں کے مکان تنگ ہوتے ہیں لیکن ان کے دل بہت کشادہ ہوتے ہیں اس لئے کمہار نے سلوچن کی درخواست کو فی الفور منظور



کر کے اسے رہنے کے لئے جگہ دے دی اب رہائش کو تو جگہ مل گئی لیکن ظالم پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے کوئی ذریعہ نہ تھا ناچار اسی کمہار کے ساتھ رہ کر محنت مشقت کرنی شروع کر دی غرض کشمیر کا وہ عالم اور فاضل شہزادہ اسی کمہار کے دستر خوان کو خوانِ نعمت سمجھ کر اس کی مزدوری کرنے لگا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ننھا نواسہ سالباہن بھی اپنی مصیبت زدہ ماں کے ساتھ ایک رذیل کے ٹکڑوں پر پرورش پانے لگا جو ایک دن بڑا ہو کر ملک دکن کا مہاراج لوہے راج ہونے والا تھا۔ جب سالباہن پانچ برس کا ہوا تو اس کے نانا نے اسی کمہار کا شاگرد اس کو بنا دیا، کیونکہ سالباہن ایک ہونہار اور ہوشیار لڑکا تھا اس لئے چند ہی مہینوں میں وہ برتن بنانے کا مکمل کام سیکھ کر استاد بن گیا اور ایسے عمدہ اور اعلیٰ کھلونے بنانے لگا تھا کہ دیکھنے والے عیش عیش کراٹھتے تھے یوں تو وہ ہر قسم کے کھلونوں کی ساخت میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا مگر ہاتھی گھوڑے، سوار سپاہی، تیر کمان، تلوار اور گرز وغیرہ بنانے کا اسے خاص شوق تھا، محبت اور پریم اس کے مزاج میں اس درجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں جنگل میں مویشی چرانے والے تمام لڑکے اس کے یار غار اور مددگار بن گئے، بچپن کے کھیل بھی اس کے جدا مجد سکندر اعظم اور نیپولین بونا پارٹ کی طرح سپاہیانہ ہوتے تھے وہ ہمیشہ اپنے ہم عمر لڑکوں کی فوجیں بناتا قواعد سکھاتا پرے کھڑے کرتا اور ہلے کیا کرتا تھا، ایک دن سالباہن نے اپنی ماں سے شہر دیکھنے کی التجا کی لیکن اس کی ماں نے اس کو اجازت نہ دی آخر جب وہ بہت بضد ہوا تو اس کی ماں نے تمام واردات سنا کر اس کو یہ کہا کہ شہر کے راجہ نے ہم کو جبراً شہر سے نکال دیا ہوا ہے اس لئے اب تمہیں بھی شہر میں جانے کی ممانعت ہے یہ بات سن کر اس تھے بچے کے باک دل سے بیساختہ یہ نکلا کہ جس راجہ نے ہمیں شہر سے نکالا ہے میں بھی اسے ملک سے نکال کر اس کے تخت پر قبضہ کر لوں گا تاریخ گواہ ہے کہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ کر کے دکھایا، مگر اس وقت اس کے

بوڑھے نانا اور مصیبت زدہ ماں نے اس کی اس بات کو بچوں کی بات سمجھ کر اچھا کہا اور ٹال دیا لیکن بچے کے دل میں وہ بات گرہ کی طرح بیٹھ گئی تھی، اس کو سوتے جاگتے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر لحظہ اور ہر آن اس بات کا خیال رہنے لگا تھا آخر اس نے اپنے اس خیال کی تکمیل کے لئے پہلے اپنے ہجولیوں اور پھر ان کے لواحقین اور آخر میں اردگرد کے رئیسوں کو اپنا بنانا شروع کیا غرض قدرت نے اس کی زبان میں ایسا جادو بھر رکھا تھا کہ جو کوئی اس کی تقریر کو سنتا تھا وہ اس کی درخواست کو ہرگز رد نہیں کرتا تھا۔

جب سالباہن پندرہ سال کا ہوا تو اب اس نے ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کئے راجہ سوم کانت کے ناراض و برخاست شدہ سپاہی افسر اور دیگر تمام عہدہ دار اس سے آملے اور جب اس کی عمر کے سولہویں سال کا آغاز ہوا تو پھر اس نے اپنے تمام جنگلی دوستوں کو اپنے ہمراہ لے کر دارالخلافہ ٹھن نگر پر ہتہ بول دیا آخر راجہ سوم کانت کو شکست فاش دیکر دارالخلافہ پر قابض ہو گیا جس کے بعد تاج شاہی سر پر رکھ کر حکومت کرنے لگا بچپن میں جو کچھ اس نے بھولے پن سے کہا تھا وہ دنیا کو سچ کزدکھایا جس کی تفصیل یہ ہے کہ سالباہن بہ نسبت زور آزمائی کے حکمت عملی سے زیادہ کام لیتا تھا اس نے حکمت عملی سے ہی راجہ سوم کانت کے تمام فوجی سپاہیوں اور رئیسوں کو راجہ کی طرف سے بدظن کر کے اپنے ساتھ گانٹھ لیا تھا اور اس کی ریاست کے تمام زمینداروں کو بھی اپنا بنا کر جنگلی اقوام سے مدد حاصل کر لی تھی اسی ضمن میں بار بار اس نے اپنی جائے رہائش کو بھی تبدیل کیا تھا پہاڑوں کے نامعلوم گھاؤں کو معلوم کر کے انہیں اس نے اپنی جائے پناہ بنایا جب جا کر وہ کامیاب ہوا اس کے بعد جب وہ تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو پھر وہ اپنی رعایا کو داد و ہش اور عدل و انصاف سے خوش کرنے لگا جس کی وجہ سے وہ اپنی رعایا میں بہت ہر دل عزیز ہو گیا تو وسیع سلطنت کے

خیال سے اب اس نے ارد گرد کے علاقوں کو بھی فتح کرنا شروع کر دیا جس طرف گھوڑے کی باگ اٹھاتا تھا فتح و نصرت اس کے استقبال کو آتی تھی حتیٰ کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ تمام ملک دکھن پر قابض ہو گیا تھا۔ سالباہن چونکہ قوم گوجر سے تھا اور اپنی ماں سے وہ اپنی قوم اور خاندان کے بہادروں کے جنگی کارناموں کے حالات سن چکا تھا اس لئے اس کو اپنی قوم خصوصاً ساکا خاندان کے ہر فرد کے ساتھ محبت پیدا ہو گئی تھی اور جب کبھی اس کو اپنی قوم یا خاندان کا کوئی آدمی ملتا تھا تو وہ اس کی بہت عزت کرتا تھا گوجروں کے ساکا خاندان کی حکومت کو زابلستان میں جب سے زوال آیا تھا تب سے ساکا خاندان کے تمام افراد زابلستان سے نکل کر منتشر اور پراگندہ حالت میں مختلف جگہوں میں جا کر آباد ہو گئے تھے اس لئے جب اس خاندان میں سے سالباہن صاحب حکومت ہوا تو اس نے اپنے خاندان اور قوم کے تمام منتشر اور پراگندہ افراد کو اپنی ریاست میں آنے کی دعوت دی جب ساکا خاندان کے منتشر افراد کے پاس اس کی دعوت کا پیغام پہنچا تو تمام پراگندہ افراد اس کے پاس آنے شروع ہو گئے جن کو سالباہن نے بڑے بڑے عہدے عطا کر کے ایک جگہ آباد کر دیا، پھر اپنی قوم سے ہزار ہا نوجوان بھرتی کر کے ان کو فوجی تعلیم دے کر ایک جرار فوج تیار کی جس کے ذریعے وہ اشکانی گوجروں سے اپنے باپ کے انتقام لینے کا ارادہ کرنے لگا لیکن اشکانی گوجروں کی سرحد پر جا کر ان سے لڑنا اس کے لئے بہت مشکل تھا کیونکہ راستہ میں راجہ بکرماجیت کی حکومت حائل تھی جسکے اشکانی گوجروں کے ساتھ نہایت گہرے دوستانہ تعلقات تھے اس لئے سالباہن نے اپنے راستہ میں سے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے راجہ بکرماجیت کے خلاف بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۵۷۰ء قبل از مسیح میں سالباہن ساکا گوجروں کا جرار لشکر لے کر اول راجہ بکرماجیت پر حملہ آور ہوا ادھر سے راجہ بکرماجیت بھی اپنی مالوی فوج

لے کر سالباہن کے مقابلہ کے لئے دریائے زربدا پر پہنچ گیا طرفین میں کئی دن تک معرکہ کارزار گرم رہا بہت سے گشت و خون کے بعد آخر سالباہن کے ہاتھ سے راجہ بکرماجیت قتل ہوا جس کے بعد اس کی فوج شکست اٹھا کر بھاگ گئی اور سالباہن نے شہراچین پر جو راجہ بکرماجیت کا دار الحکومت تھا قبضہ کر کے تمام مالوہ کو فتح کر لیا اس فتح سے ساکا گوجروں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے اس لئے اب انہوں نے دوسرے علاقوں کو بھی فتح کرنا شروع کیا آخر سالباہن جب ادھر سے فارغ ہوا تو پھر پنجاب کی طرف بڑھا پنجاب اور اس کی راج دہانی نگل نگری کو فتح کر کے وہاں آپ کا ایک ندی کے پاس اس فتح کی یادگار قائم کرنے کے لئے ایک قلعہ اور شہر تعمیر کرا کر آباد کیا جس کا نام اس نے اپنے نام پر سائلکوٹ رکھا جو بعد میں بگڑ کر سیالکوٹ کے نام سے موسوم ہو گیا، پھر پنجاب کے نظم و نسق کو اپنے چھوٹے بیٹے رسالو کے سپرد کر کے علاقہ سندھ کی جانب متوجہ ہوا اس سفر میں اس نے اپنے بڑے بیٹے مسمی بل بند کو جو کہ اس کا ولی عہد تھا اپنے ہمراہ لے کر سندھ کو فتح کرنا شروع کیا جب سندھ کو بھی تسخیر کر چکا تو پھر اس نے اپنی عنان عزیمت زابلستان کی جانب معطوف کی زابلستان کی سرحد پر پہنچ کر وہاں بھی ایک شہر اور قلعہ تعمیر کرا کر پھراشکانی گوجروں کی سرحدی فوجوں سے برس پیکار ہوا آخر ان کی سرحدی فوجوں کو شکست دے کر زابلستان میں داخل ہو گیا اور قلعہ غزنی کو فتح کر کے یلغار کرتا ہوا بلخ کی طرف بڑھا جہاں اشکانی گوجروں کی بیس ہزار جرار فوج سالباہن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار بیٹھی تھی جب سالباہن اپنے بیسٹار لشکر کے ساتھ سرحد بلخ پر پہنچا تو اشکانی گوجروں نے اس جگہ اس کے لشکر کی سخت مدافعت کی لیکن اس بیسٹار لشکر کے آگے ان کی کوئی پیش نہ گئی آخر بہت سے گشت و خون کے بعد اشکانی گوجروں کو شکست نصیب ہوئی اور وہ بلخ کو چھوڑ کر خراسان میں بھاگ گئے جس کے بعد سالباہن فتح کا پھریرا اڑاتا ہوا سرحد بلخ میں داخل ہو

کر شہر بلخ پر قابض ہو گیا اس معرکہ میں اشکانی گوجروں کے نو ہزار اور ساکا گوجروں کے گیارہ ہزار آدمی قتل ہوئے تھے جس کے بعد پھر اشکانی گوجروں اور ساکا گوجروں میں دشمنی کی بنیاد پڑ گئی تھی غرض راجہ سالباہن ایک سال غزنی اور ایک سال بلخ میں مستقل قیام کر کے ان ممالک کے نظم و نسق کو درست کرنے لگا، جب ہر طرف امن قائم ہو گیا پھر وہ اپنے بڑے بیٹے مسمی بل بند کو نائب السلطنت مقرر کر کے وہاں سے مراجعت پذیر ہوا تین سال کے بعد جب سالباہن زابلستان سے واپس ہوا تو راستہ میں آتے ہوئے اس نے اپنے تعمیر کردہ قلعہ سیالکوٹ میں آ کر مقام کیا، جاتی دفعہ وہ اس علاقہ کا نظم و نسق اپنے چھوٹے بیٹے رسالو کے سپرد کر گیا تھا اور جب واپس آیا تو اس کا اعلیٰ انتظام دیکھ کر بہت خوش ہوا جس کے بعد پھر اسی شہر سیالکوٹ کو اپنا دارالخلافہ قرار دے کر اس میں مستقل سکونت اختیار کر کے آباد ہو گیا، اس شہر کو دارالخلافہ قرار دینے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اب سالباہن کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی جس کی جنوبی سرحد ایک طرف ملک دکھن اور دوسری طرف شمالی سرحد ملک بلخ تھی ان ممالک کے انتظامات کو سرانجام دینے کے لئے اب دارالخلافہ کا درمیان میں ہونا ضروری تھا تا کہ ہر جگہ احکام شاہی آسانی سے پہنچائے جا سکیں اس لئے راجہ سالباہن نے ملک دکھن سے دارالخلافہ کو تبدیل کر کے شہر سیالکوٹ کو دارالخلافہ قرار دے دیا اور اسی شہر میں مستقل سکونت اختیار کر کے آباد ہو گیا۔

راجہ سالباہن کی فتوحات اور کشور کشائیوں سے ڈر کر راجہ دہلی (ہستنا پور) نے اس سے دوستی پیدا کرنے کے لئے اپنی بیٹی کا ناطہ اس کے بیٹے بل بند کے لئے پیش کیا جس کو راجہ سالباہن نے منظور کر کے اپنے بیٹے کو برات کے ہمراہ دہلی بھیج دیا جب برات دہلی کے قریب پہنچی تو راجہ دہلی پانچ میل کے فاصلے پر شہر سے باہر نکل کر پیشوائی کے لئے آگے آیا جس کے بعد بل بند اور اس کی برات کو

بڑی دھوم دھام سے اپنے ہمراہ شہر میں لے گیا، کئی دن تک شادی کا جشن قائم رہا آخر راجہ دہلی نے بیٹی کی شادی کر کے اور بہت سا قیمتی جہیز دے کر بل بند کے ہمراہ اس کو رخصت کیا۔

راجہ سالباہن کی بہت سے بیویاں تھیں جن میں سے پندرہ معزز شاہی خاندانوں سے تھیں جن کے بطنوں سے اس کے پندرہ ہی بیٹے پیدا ہوئے تھے جن کے نام یہ ہیں :- بل بند، رسالو، دہما کمد عرف دہر، سکھین عرف سنگا، سندر بچھ، کالک، پار بہہ عرف پورن، رویا، لیکھا، جس کرن، منیما، جہماٹ، نپک، کینگو، جوگیو۔ سالباہن کے ان بیٹوں میں سے سب سے بڑا شہزادہ بل پند تھا جو کہ اس کا ولی عہد تھا باقی جو سالباہن کے بیٹے تھے ان کو اس نے بڑے بڑے مناصب و مدارج عطا کر سلطنت کے مختلف شعبوں کا انتظام تفویض کر دیا تھا یعنی ان میں سے بعض کو مدارالمنہام بعض کو سپہ سالار اور بعض کو کسی صوبے کا گورنر یا کسی بڑے ملک میں نائب السلطنت مقرر کر کے بھیج دیا تھا اور اس طرح اپنے فرائض ملکی کو اس نے ہلکا کر لیا تھا چنانچہ سالباہن نے اپنے بیٹے مسمی سکھین عرف سنگلا کو اپنا نائب السلطنت مقرر کر کے ملک دکھن میں بھیجا جو اس کے بعد بھی اپنے بھائی بل بند کے عہد حکومت میں اسی عہدہ پر ممتاز رہ کر خدمات ملکی سرانجام دیتا رہا بلکہ یہ عہدہ اس کی اولاد میں ایک طرح موروثی ہو گیا تھا یعنی سکھین جب فوت ہوا تو اس کے بعد پھر اس کا بیٹا اس عہدہ پر ممتاز ہو کر خدمات ملکی سرانجام دینے لگا سکھین کے بیٹے کے عہد حکومت میں ملک دکھن کے تمام ماتحت راجاؤں نے ساکا حکومت سے منحرف ہو کر عام بغاوت کر دی تھی یہاں تک کہ باغی لوگ خاص دارالخلافہ پٹن نگر پر بھی قابض ہو گئے تھے آخر اس خوفناک بغاوت کو سکھین کے بیٹے نے اپنی قابلیت سے فرو کر کے پھر از سر نو اپنے دارالخلافہ پر قبضہ کر لیا تھا جس کے بعد پھر اس نے تحت سلطنت پر جلوس فرما کر ۷۷۷ء میں اس فتح کی یادگار قائم

کرنے کے لئے ایک نیا سمت جاری کیا تھا جس کا نام اس نے سا کا سمت رکھا جو بعد میں اس کے دادا سالباہن کی جانب منسوب ہو گیا جو آج بھی اسی کی جانب منسوب ہو کر ملک دکھن میں مروج ہے۔

### آدم برسر مطلب

جب سالباہن اُنتر سال نو ماہ اور سترہ روز کی عمر پا کر بمقام سیالکوٹ فوت ہوا، تو اس کے تمام بیٹوں نے بالا تفاق رسم خاندان کے مطابق اپنے بڑے بھائی بل بند کو باپ کا جانشین ہونا تسلیم کر کے تخت سلطنت پر متمکن کیا جس کے بعد پھر شہزادہ بل بند سیر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا۔

بل بند کے عہد حکومت میں کوشاں گوجر بھی جنکی ریاست مشرقی ترکستان میں سرحد چین کے پاس واقع تھی بہت زور پکڑ رہے تھے انہوں نے سرحد ترکستان کو عبور کر کے زابلستان پر حملہ کر دیا تھا اور مضافات غزنی سے چند مقامات کو فتح کر کے ان پر قابض ہو گئے تھے لیکن بہت جلد بل بند نے اپنے بھائی رسالو کی زیر قیادت سا کا گوجروں کا ایک جرار لشکر بھیج کر کوشاں گوجروں کو مار مار کر ان مقامات سے نکال دیا تھا بس اس ایک مقابلے کے سوائے بل بند کو اپنے عہد حکومت میں اور کسی زبردست دشمن سے مقابلہ کرنا نہیں پڑا وہ اپنی زندگی میں بڑے امن و چین سے اپنے ملک میں بہت مدت حکومت کرتا رہا، راجہ بل بند کی بارہ بیویاں تھیں جن میں سے ایک بیوی اس کی راجہ دہلی کی بیٹی تھی باقی گیارہ بھی اچھے خاندانوں سے تھیں بڑی رانی کے لطن سے راؤ بھائی پیدا ہوا تھا جو کہ اس کا ولی عہد تھا دوسری رانی کے لطن سے سماجی عالم ظہور میں آیا غرض راجہ بل بند کے کل دس بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- بھائی راؤ، بہوپت راؤ، سماجی، منگیر یا، کلورا عرف کولر، جہنجلا، عرف جھنج، ہرمور بھیس عرف بھنن، ٹیچا، رکش عرف لد ہڑ، جہنجا دند، دیو راؤ۔ راجہ بل بند کے ان دس بیٹوں کی اولاد میں سے پھر آگے کئی ایک گوتیں بن

گئیں جن کی مختصر تفصیل یہ ہے اس کے پہلے بیٹے راؤ بھائی کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر بھٹی گوجر موسوم ہوا جو آج بھی اسی نام سے مشہور ہے چوتھے بیٹے منگیر یا کے پانچ بیٹے تھے اس کی اولاد کا گوت بھی اسی کے نام پر منگیر یا موسوم ہوا، اس کا پانچواں بیٹا کلور اعرف کولر تھا پھر جسکے آگے آٹھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ شیوداس، رامداس، اسو، کرشن، سموہ، گنگو، جسو، بھاگو۔ ان سب کی اولاد نے ہندو مذہب اختیار کر لیا تھا اور دریائے سندھ کی مغربی جانب جا کر آباد ہو گئی تھی۔ کلور اعرف کولر کی اولاد کا گوت بھی اس کی طرف منسوب ہو کر کولر یا کلور مشہور ہوا۔ اس گوت کے لوگوں کی کثیر تعداد آج بھی دریائے سندھ کی مغربی جانب آباد ہے اور اس گوت کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں راجہ بل بند کا چھٹا بیٹا جھنجا عرف جھنج تھا جس کے آگے سات بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- جمیو، گوکل، مہاراج، ہنسا، بہرادوں، رہو، جگو۔ ان سب نے ہندو مذہب قبول کر کے ہندو قوم میں ایک فرقہ کا اضافہ کیا جھنجا عرف جھنج کی اولاد کا گوت بھی اس کے نام کی طرف منسوب ہو کر جوہیا اور جنجو بہ موسوم ہوا اس گوت کے لوگ پنجاب میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں خاص کر اضلاع راولپنڈی و جہلم اور گجرات میں بکثرت آباد ہیں، جو آج سب کے سب مسلمان ہیں راجہ بل بند کا ساتواں بیٹا جس کا نام بھنس ڈیچا تھا اس کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر بھنس ڈیچا موسوم ہو گیا، اس کا دسواں بیٹا دیوراؤ تھا اس کی اولاد زیادہ نہیں ہوئی اس کے ایک پوتے نے نسابی اختیار کر لی تھی اس لئے اس کی اولاد بھاٹ (باد فروش) کے نام سے موسوم ہوئی راجہ بل بند جب قریب المرگ ہوا تو اس نے غزنی کی عنان حکومت اپنے پوتے یعنی فرزند ثانی بہوبت کے بیٹے چکیوں کے سپرد کر کے اس کو وہاں بھیج دیا تھا جب چکیو غزنی پہنچا تو اس نے وہاں ازیک ترکوں کا زور دیکھ کر انہی کو فوج اور دیگر محکموں میں ملازم رکھنا شروع کر دیا تھا اور اراکین سلطنت بھی انہی کو بنایا تھا



ازبکوں نے شہزادہ چکیتو و کوالیسی پٹی پڑھائی کہ اس نے بلخ و بخارا کی بادشاہی کے لالچ میں اپنا آبائی مذہب ترک کر کے شامانی مذہب اختیار کر لیا تھا جس کے بعد شہنشاہی کا خطاب اختیار کر کے ان ممالک پر حکومت کرنے لگا تھا ازبک ترکوں کے رئیس نے جس کا ان دنوں بلخ و بخارا پر قبضہ ہو گیا تھا اور جس کے گھر میں سوائے ایک بیٹی کے اور کوئی زینہ اولاد نہ تھی اس نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنی بیٹی کی شادی شہزادہ چکیتو سے کر دی تھی اور اس کو تخت بلخ و بخارا پر بٹھا کر اٹھائیس ہزار سوار اس کے تابع فرمان کر دیئے تھے جس کے بعد چکیتو کا سکہ و خطبہ بلخ سے لیکر ہندوستان تک جاری ہوا لیکن تین سال کے بعد اس کے چچا بھائی راؤ نے اس کو شکست فاش دے کر حکومت بلخ و غزنی سے بیدخل کر دیا شہزادہ چکیتو کے آٹھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:- دیوسی، بہرون، کھیم خان، ماہر، جیسپال، دہری، بجلی خان، شاہ سمندر۔ غرض چکیتو کی اولاد سے بھی ایک گوت عالم وجود میں آئی تھی جس کا نام ہم کو معلوم نہیں آدم برسر مطلب:- راجہ بل بند جب فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا بھائی راؤ تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا بھائی راؤ نے اپنے باپ کے بعد اٹھارہ باغی راجاؤں کو مطیع و منقاد کر کے ان سے سالانہ خراج وصول کیا تھا اس زمانہ میں اس کا سب سے بڑا دشمن کانپور کا راجہ بیر بھان بگھیلا تھا جب بھائی راؤ نے اس پر چڑھائی کی تو وہ بھی چالیس ہزار سپاہی مقابلہ کیلئے لے کر میدان جنگ میں آیا بہت سے کشت و خون کے بعد آخر راجہ بیر بھان بگھیلا کو شکست نصیب ہوئی اور وہ بھاگتے ہوئے میدان جنگ میں مارا گیا جس کے بعد بھائی راؤ فتح کا پھریرا اڑاتا ہوا اس کے دار الحکومت شہر کانپور میں داخل ہو کر تمام علاقے پر قابض ہو گیا ان فتوحات میں بھائی راؤ کو بہت سی دولت اور قیدی ہاتھ آئے تھے جن کو وہ اپنے ہمراہ لے کر پنجاب کو مراجعت پذیر ہوا چنانچہ ٹاڈ صاحب اپنی تاریخ ٹاڈ راجستان میں لکھتے ہیں کہ جب راجہ بھائی راؤ ان

فتوحات سے فارغ ہو کر پنجاب کو واپس ہوا تو اس وقت اس کے ہمراہ چالیس ہزار خچر و دولت و مال سے لدے ہوئے تھے اور ساٹھ ہزار سوار قیدی تھے اور پیادوں کا کوئی شمار ہی نہ تھا جن کو وہ اپنے ہمراہ قید کر کے پنجاب کو لے گیا۔

جب بھائی راؤ ان فتوحات سے فارغ ہو کر پنجاب کو واپس آ رہا تھا تو راستہ میں کوسوں تک اس کو جنگل ہی جنگل نظر آیا اس لئے اس نے بس جنگل میں ایک مستحکم قلعہ بنانے کے لئے ایک جگہ کو اس نے تجویز کیا جب تجویز کر وہ جگہ پر قلعہ بن کے تیار ہو گیا تو پھر اس نے اس قلعہ کا نام اپنے نام پر لکھٹینز رکھا اور اس میں کافی فوجی جمعیت کو مامور کر کے پنجاب کو روانہ ہوا بھائی راؤ نے اپنے باپ کے بعد شہر سیالکوٹ سے دارالخلافہ کو تبدیل کر کے شہر لاہور کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا تھا اور وہیں اس کی مسند نشینی کی تمام رسومات بھی ادا ہوئی تھیں اس تقریب پر اس نے اپنی تمام فوج کو لاہور میں طلب کر کے ایک بڑا بھاری جشن منایا تھا جس کے بعد پھر اس نے انعام و اکرام دے کر سب کو رخصت کیا تھا۔

### بھٹی گوجر

بھائی راؤ کی رانیاں اس قدر نہ تھیں جس قدر کہ ساکا گوجروں کے پہلے طبقوں کے حکمرانوں میں ہوا کرتی تھیں بلکہ اس کی صرف پانچ رانیاں تھیں پہلی رانی منڈور کے راجہ بھیم دیو کی بیٹی منہاوتی نام تھی دوسری رانی قوم بڑھار کے راجہ پون پال کی بیٹی کچھ بانئی نام تھی تیسری رانی قوم اونٹر کے راجہ کی بیٹی تھی ان کے علاوہ دو اور بھی رانیاں تھیں جن کے نام ہم کو معلوم نہیں ان رانیوں کے لطن سے راجہ بھائی راؤ کے چار بیٹے پیدا ہوئے تھے جن کے نام یہ ہیں :- سگراؤ، منگل راؤ، مسور راؤ، اہے راؤ۔

بھائی راؤ کی پہلی رانی کے لطن سے صرف ایک ہی بیٹا سگراؤ نام پیدا ہوا تھا

(۱) بحوالہ آئینہ براڈنس یعنی تاریخ روسا فرید کوٹ جلد دوم

جو کہ اس کے سب بیٹوں سے بڑا تھا کنور سنگراؤ نے قصبہ سرسہ آباد کیا تھا اور اس قصبہ کے ساتھ ہی ایک قلعہ بھی اس نے تعمیر کرایا تھا اس وقت میں اس مقام کو سرسوا کہتے تھے کنور سنگراؤ کی اولاد سے بھی گوجروں کی ایک گوت کا آغاز ہوا تھا لیکن اس گوت کا نام ہم کو معلوم نہیں بھائی راؤ کا دوسرا بیٹا منگل راؤ تھا جس کو اس نے غزنی کی حکومت سپرد کر رکھی تھی اور جس پر کہ شاہ خراسان نے حملہ کر کے اس کو وہاں سے نکال دیا تھا، منگل راؤ کے پھر آگے چھ بیٹے پیدا ہوئے تھے جن کے نام یہ ہیں:-

منڈھم راؤ معروف عام معظم راؤ، گلری، موندراج، شیوراج، پھول، کیولا۔ ان میں سے پانچ بھائیوں نے گوجر قومیت ترک کر کے غیر قومیتیں اختیار کر لی تھیں اس ترک قومیت کی وجہ اور ان کا مفصل حال عنقریب آگے لکھا جائے گا۔

بھائی راؤ کا تیسرا بیٹا مسور راؤ تھا وہ بڑا نامور شہزادہ تھا اس نے دور دور کے علاقے فتح کر کے پھر از سر نو اپنی سلطنت میں شامل کئے تھے مسور راؤ کے پھر آگے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے جن کے نام یہ ہیں:- سارن راؤ، ابھے راؤ۔ سارن کی اولاد کا گوت اسی کے نام کی طرف منسوب ہو کر سارن جٹ موسوم ہوا، دوسرا ابھے راؤ تھا جس نے قلعہ ابوہر تعمیر کرایا تھا اس کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر ابھوریا بھائی موسوم ہوا اس گوت کے لوگ اب بھی اسی نام ابھوریا بھائی سے موسوم کئے جاتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو کہ پنجاب میں بھٹی راجپوت کہلاتے ہیں انہی میں سے وِلا بھٹی بانی پنڈی بھٹیاں واقعہ دو آبہ رچنا بہت نامور سردار ہوا ہے جس کی داستانیں اور واریں تقریبوں پر بڑی دلچسپی سے سنی جاتی ہیں۔

راجہ بھائی راؤ کا چوتھا بیٹا جس نے کئی راجوں کو اپنا تابع فرمان بنا کر چند سال بڑی کامیابی سے حکومت کی تھی آخر شاہ خراسان سے ہزیمت اٹھا کر قلعہ بھٹینرز میں بھاگ گیا تھا اسی راؤ نے مہوا کے راجہ راٹھور کی بیٹی سے شادی کی تھی اور دوسری شادی قلعہ ابو کے راجہ سورج پنوار کی بیٹی سے کی تھی ان دونوں رانیوں

کے بطن سے آہے راؤ کی بھی بہت اولاد پیدا ہوئی تھی اس کی اولاد سے بھی گوجروں کی ایک گوت قائم ہوئی تھی جس کا نام ہم کو معلوم نہیں بھائی راؤ کے عظیم الشان کارناموں کی وجہ سے سالباہن کی تمام اولاد اس کے نام اور کارناموں پر فخر و مباہات کرنے لگی تھی یہاں تک کہ بھائی راؤ کی اولاد کے ساتھ ہی اس کی قوم بھی آبائی خطاب کو چھوڑ کر بھٹی کہلانے لگی تھی سوائے معدودے چند کی اولاد کے جنگی گوت کسی عارضی وجہ سے اور ہوگئی تھی باقی سب کے سب بھٹی کہلانے لگے تھے یعنی قوم گوجر کے ساکا خاندان کے تمام لوگ ساکا خطاب کو ترک کر کے اپنی اپنی گوتوں کو بھائی راؤ کے نام کی طرف منسوب و موسوم کرنے لگے تھے اس زمانہ میں ساکا گوجروں کے آبائی خطابوں و القابوں میں ایسی تبدیلی واقع ہوگئی تھی کہ ساکا گوجروں کی پہلی تمام گوتیں اس نامور بہادر بھائی راؤ کے نام سے ترکیب پا کر بھٹی کہلانے لگی تھیں یا کسی دوسری بڑی گوت میں مل جل گئی تھیں اور یا مغلوبی کی حالت میں کسی اور گوت کو انہوں نے اختیار کر لیا تھا بھائی راؤ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کو الگ الگ ملکوں کی حکومتیں سپرد کر دی تھیں جس کے بعد اس کے بیٹوں نے اپنے زور بازو اور ہمت کے ساتھ اپنے اپنے ملکوں کو اور بھی بڑھا لیا تھا اور سب نے اس کے بعد جا بجا اپنی خود مختار حکومتیں قائم کر لی تھی مگر وہ سب کے سب مرکزی حکومت کے تابع فرمان رہتے تھے جب راجہ بھائی راؤ نے ۱۰۲ء میں رحلت کی تو اس کے باقی تین بیٹوں نے اپنی رضا مندی سے اپنے بھائی راؤ کو باپ کی مسند حکومت پر متمکن کر دیا تھا، بھائی راؤ کی توجہ زیادہ تر ہندوستان کے علاقوں کی طرف معطوف ہوگئی تھی اس سبب سے اُس کا زور خراسان اور ترکستان میں کم ہو گیا تھا اور خراسان کو اپنی طاقت بڑھانے کا خوب موقع مل گیا تھا لیکن وہ بھائی راؤ کی عالمگیر فتوحات اور زبردست جنگی طاقت سے ڈر کر اس پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا لیکن جب بھائی راؤ فوت ہو گیا تو پھر اس نے غزنی پر جہاں کہ

بھائی راؤ کے بیٹے منگل راؤ کی حکومت تھی حملہ کر کے اسکو وہاں سے نکال دیا جس کے بعد پھر وہ پنجاب پر حملہ آور ہو کر سیالکوٹ کی طرف بڑھا، سیالکوٹ میں بھائی راؤ کے دوسرے بیٹے مسور راؤ کی حکومت تھی شاہ خراسان نے بڑی جدوجہد اور سخت لڑائی کے بعد آخر مسور راؤ کو بھی شکست فاش دے کر قلعہ سیالکوٹ پر قبضہ کر لیا اور مسور راؤ سیالکوٹ سے بھاگ کر لکھی جنگل میں چلا گیا مسور راؤ نے لکھی جنگل میں پہنچ کر جہاں کہ کاشت کار لوگ آباد تھے ان کو زیر کر کے ان کے تمام علاقے پر تسلط کر لیا اور ان کی سرداری سنبھال کر ان کو عدل و انصاف اور بذل و عطا سے خوش کر کے ان پر حکومت کرنے لگا ادھر سے منگل راؤ بھی حملہ آوروں سے جان بچا کر مسور راؤ کے پاس لکھی جنگل میں چلا آیا تھا اور دونوں بھائی مل کر وہاں فرائض ملکی سرانجام دینے لگے تھے منگل راؤ جو اپنے پانچ بیٹے پیچھے چھوڑ آیا تھا ان کو اس کی رعایا نے اپنے گھروں میں اس لئے چھپا لیا تھا کہ شاہ خراسان کہیں ان شہزادوں کو قتل نہ کر دے جب وہ شہزادے بڑے ہوئے تو ان کی اولاد سے جاٹوں اور گوجروں کی کئی ایک گوتیں قائم ہوئیں جن کی بنا کی تفصیل یہ ہے۔ جب شاہ خراسان نے بڑے خدم و چشم سے غزنی و سیالکوٹ اور لاہور پر لشکر کشی کی منگل راؤ اپنے ایک بیٹے منڈھم راؤ عرف عام معظم راؤ کو اپنے ہمراہ لے کر دریا کے کنارے لکھی جنگل میں بھاگ گیا اور اس کا بھائی مسور راؤ جو کہ سیالکوٹ میں حاکم تھا، اس کے بھی چھلکے چھوٹ گئے وہ بھی شاہ خراسان کے ہاتھوں ہزیمت اٹھا کر قلعہ سیالکوٹ سے بھاگ گیا اور لکھی جنگل میں جا کر پناہ گزین ہوا جس کے بعد پھر وہ لکھی جنگل کے تمام کاشتکاروں کو اپنا تابع فرمان بنا کر ان کے علاقہ پر قابض ہو گیا جب مسور راؤ قلعہ سیالکوٹ سے بھاگا تھا تو وہ اپنے دونوں بیٹوں سارن راؤ اور ابھے راؤ کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا تھا اس کے دونوں بیٹوں کی وہاں بہت اولاد پیدا ہوئی جو انہی کے ناموں پر موسوم ہوئی یعنی ابھے راؤ کی اولاد اسی

کے نام پر ابھوریا بھٹی کہلانے لگی اور سارن راؤ جو اپنے بھائی سے بگڑ کر جدا ہو گیا تھا اور جس نے پیشہ کاشتکاری اختیار کر لیا تھا اس کی اولاد اسی کے نام پر سارن جٹ کے نام سے موسوم ہوئی جو آج بھی پیشہ کاشتکاری میں مصروف ہے اسی طرح منگل راؤ کے جو چھ بیٹے بنام منڈھم عرف معظم راؤ، گلر سی مولراج، شیوراج، پھول اور کیولا تھے ان کی اولاد سے بھی چھ گوتیں قائم ہوئیں، جن میں ایک گوت گوجروں کی اور تین گوتیں جاٹوں کی اور گوت جماموں کی اور گوت گھماروں کی قائم ہوئی جن کی تبدیلی قومیت اور تبدیلی لقب کا مفصل حال اس طرح ہے۔

جب منگل راؤ غزنی سے مفرور ہو کر لکھی جنگل میں چلا گیا تو اس کے بعد جب اس کی اولاد رعایا کے گھروں میں روپوش ہوئی تو ایک شخص بھومیہ ستی واس قوم تاک نے جس کے بزرگوں کو بزرگان بھائی راؤ نے تباہ برباد کیا تھا اس نے بدلہ لینے کا ارادہ کر کے بادشاہ خراسان کو اس امر کی اطلاع دی کہ بھائی راؤ کے پوتے اور آپ کے دشمن کے بیٹے یہاں ایک ساہوکار کے گھر میں مخفی ہیں بادشاہ خراسان نے یہ سن کر فوراً ساہوکار مذکور کو دربار میں طلب کیا اور قسم اٹھا کر کہا کہ اگر وہ پسران سالباہن کو لا کر حاضر دربار نہیں کرے گا تو اس کے زن و فرزند سب قتل کئے جائیں گے ساہوکار مذکور نے عذر کیا کہ میرے پاس راجہ سالباہن کے لڑکے نہیں ہیں بلکہ وہ ایک بھومیہ زمیندار کے بیٹے ہیں جو آپ کے حملہ آوری کے وقت بھاگ گیا ہے اور وہ بھومیہ میرا مقروض ہے لیکن بادشاہ کو ساہوکار کی اس بات کا ہرگز یقین نہ آیا اس نے ان کے گاؤں کا نام دریافت کر کے وہاں اپنے سپاہیوں کو بھیج کر اس گاؤں کے بھومیہ کو بمعہ لڑکوں کے طلب کیا اور سالباہن کی اولاد کو ان کے ساتھ کھانا کھانے کا حکم دیا صرف کھانا کھانے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ان لڑکوں کی شادیاں بھی ان بھومیہ لوگوں کی دختروں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا پس اس ساہوکار کو اب کوئی موقعہ بجز تسلیم کرنے اس امر کے باقی نہ رہا لہذا وہ ان

لڑکوں کو زمینداروں کی وضع و پوشاک میں لے کر حاضر دربار ہوا جب وہ لڑکے حاضر دربار کئے گئے تو انہوں نے ان جاٹوں کے ساتھ کھانا کھا کر ان کی بیٹیوں کے ساتھ شادیاں بھی کیں پس اس رشتہ شادی کی وجہ سے وہ لڑکے گوجر قومیت سے خارج کئے گئے اور جاٹوں کی قومیت سے شمار کئے جانے لگے جس کے بعد گلری کی اولاد گولیرا جاٹ کے نام سے موسوم ہو گئی اور موندراج کی اولاد موندرا جاٹ اور شیوراج کی اولاد شیوراجاٹ کہلانے لگی اور باقی پسران خرد پھول اور کیولا جونائی اور گمہار مشہور کئے گئے تھے ان کی اولاد نائی اور گمہار فرقوں میں شمار کی جانے لگی اسلئے ان دونوں کی اولادوں نے نائی اور گمہاروں کا پیشہ اختیار کر لیا، منگل راؤ جو پہلے پہل دریائے گارا میں آکر پناہ گزین ہوا تھا پھر وہ دریا عبور کر کے ایک اور علاقے پر جا قابض ہوا تھا اور وہاں کی تمام قوموں کو مطیع کر کے حکومت کرنے لگا تھا اس زمانہ میں دریائے مذکور کے ساحل پر قوم براہا مسکن گزین تھی اور اس کے ساتھ ہی بوتا قوم کے لوگ بھی جو اب نیست و نابود ہیں سکونت پذیر تھے ان کے علاوہ مقام لودردا کے دیہات میں سودا گوت کے گوجر اور سودا قوم کے راجپوت بھی آباد تھے اور پوگل میں قوم گوجر کے پرمار خاندان کا مسکن تھا منگل راؤ نے راجہ سوڈھا کی رضا مندی سے ان تمام علاقہ جات پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی تھی جس کے بعد وہ اپنے مخالفوں کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے حکومت کرنے لگا۔ آخر چند سال اطمینان سے حکومت کر کے اس دنیا سے چل بسا جس کے بعد اس کا بڑا بیٹا معظم راؤ جو غزنی سے اس کے ساتھ بھاگ آیا تھا مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا، معظم راؤ نے اپنے باپ کے بعد سردو نواح کے تمام راجوں پر فوج کشی کر کے ان پر اپنی حکومت کا سکہ بٹھانا شروع کیا جس سے ڈر کر تمام راجگان نے اس کے حضور میں تحفہ تحائف اور نذرانے پیش کر کے دوستی کا اظہار کیا چنانچہ امرکوٹ کے راجہ سوڈھا نے اپنی دختر کی شادی

معظم راؤ سے کر کے وفاداری کا عہد کیا اس راجہ کی بیٹی کے بطن سے معظم راؤ کے چھ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں: کیسر، بانیاں، کالس، سر امیند، بانٹھو، دہڑ۔ ان میں سے پانچ صاحب اولاد ہوئے جن کی اولادوں سے گوجروں کی حسب ذیل پانچ گوتیں قائم ہوئیں یعنی بانیاں کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر بانیاں گوجر اور کالس کی اولاد کا کالس گوجر اور سر امیندا کی اولاد کا سر امیند گوجر، بانٹھو کی اولاد بانٹھو گوجر، دہڑ کی اولاد کا گوت دہڑ گوجر کے نام سے موسوم ہوا۔ الحاصل راجہ منڈھم عرف معظم راؤ نے ایک قلعہ بھی تعمیر کرانا شروع کیا تھا لیکن ابھی وہ قلعہ زیر تعمیر ہی تھا کہ معظم راؤ فوت ہو گیا۔ آدم برسر مطلب۔

بھائی راؤ کے بیٹے آہے راؤ کالاہور سے بھاگنا اور قلعہ

بھٹینز کو جا کر اپنا دار الحکومت قرار دینا

بھٹی یا ساکا گوجروں کی مرکزی حکومت کے دار الخلافہ لاہور پر شاہ خراسان نے حملہ کیا تو بھائی راؤ کا بیٹا آہے راؤ جو کہ مرکزی حکومت کا بادشاہ تھا اس نے بھی شاہ خراسان کی سخت مدافعت کی لیکن آخر کار وہ بھی شاہ خراسان سے ہزیمت اٹھا کر اپنے بھائیوں کی طرح لاہور سے بھاگ گیا اور قلعہ بھٹینز میں جا کر پناہ گزین ہو گیا جس کے بعد پھر وہ اسی قلعہ کو اپنا دار الحکومت قرار دے کر اس کے گرد و نواح کے محدود علاقہ پر حکومت کرتا رہا، آخر زوال حکومت کے غم میں جب آہے راؤ کچھ مدت کے بعد فوت ہو گیا تو پھر اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا راؤ کرن اس کا جانشین ہو کر علاقہ بھٹینز کا انصرام و انتظام کرنے لگا راؤ کرن سب سے پہلے اپنی قوم کے منتشر شیرازہ کی ترتیب و تنظیم کرنے میں مصروف ہوا تھا آخر وہ اپنی قوم کو ترتیب و تنظیم سے جب پوری طرح منظم کر چکا تو پھر وہ غاصب دشمن سے اپنے باپ دادا کی غصب شدہ سلطنت کو واپس لینے کی جدوجہد کرنے لگا سب سے پہلے اپنی قوم سے ایک جرار لشکر تیار کر کے لاہور پر اس نے حملہ کیا اور



خراسانیوں کو لاہور سے نکال کر پھر سیالکوٹ کی طرف بڑھا وہاں بھی ان کو شکست فاش دے کر سیالکوٹ پر قابض ہو گیا جس کے بعد ہر جگہ خراسانیوں کو شکست پر شکست دیتا ہوا اور اپنے ملک سے ان کو خارج کرتا ہوا تمام پنجاب پر قابض ہو گیا، راؤ کرن تنومندی اور طاقت میں ایسا بے نظیر جنرل تھا کہ عوام اس کو بھیم راؤ کے لقب سے ملقب کرتے تھے ۱۶۴ میں تخت نشین ہو کر پنجاب کے علاوہ اس نے اور بھی متعدد علاقوں کو فتح کر کے اپنے باپ دادا کی طرح اپنی ناموری کو بڑھایا تھا اور اس نے بھی قلعہ بھٹینز ہی کو اپنا دار الحکومت مقرر کئے رکھا راؤ کرن نے پانچ شادیاں کی تھیں جن میں ایک شادی پاشن کے راجہ پالن دیو کی بیٹی سے پانچویں راجہ ہری سنگھ کی دختر سے شادی کی تھی، ان رانیوں کے بطن سے راؤ کرن کی بہت اولاد پیدا ہوئی اور جب وہ ۲۱۴ء میں فوت ہو گیا تو پھر اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا راجہ کیر پال مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا۔ راجہ کیر پال بھی حوصلہ اور طاقت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا راستبازی اور نیک معاشی میں بھی بہت شہرہ آفاق تھا اسی سبب سے عوام اس کو ستوراؤ بھی کہتے تھے اس کی توجہ نئے سرے سے شمال مغربی ممالک کو فتح کرنے کی طرف مبذول ہوئی تھی چنانچہ غربی علاقوں کو تابع فرمان بنانا ہوا وہ قلعہ غزنی کی دیواروں تک جا پہنچا تھا اور آخر قلعہ غزنی کو فتح کر کے خراسان پر مسلط ہو گیا تھا جس کے بعد اردگرد کی قوموں کو مطیع و منقاد کرتا ہوا ملتان کی راہ سے واپس بھٹینز ہوا ان دنوں شہر ملتان تغیرات زمانہ سے اجڑا پرا تھا اس کو آباد کر کے اس کی رونق کو بڑھایا اور دو مندر بھی اس شہر میں بنوائے ایک آونرائن جی کا اور دوسرا نرسنگھ جی کا اور وہ دونوں مندر اس وقت تک موجود ہیں، اسی طرح شہر لاہور میں بھی اس نے ایک بڑی بھاری لاگت کا مندر تعمیر کرایا اور پھر اپنے دار الحکومت بھٹینز میں پہنچ کر اس کو بھی بہت رونق دی وہاں بھی چار ضروری موقعوں پر چار باولیاں رفاہ عام کی غرض سے تیار کرائیں اور ایک باغ بھی

وہاں لگوا یا ان کے علاوہ جا بجا تیرتھوں پر سدا برت جاری کر کے غریبوں اور  
فقیروں کو اس نے بہت فائدہ پہنچایا، غرض راجہ کیرپال کی بھی پانچ ہی رانیاں تھیں  
جن میں سے ایک رانی راؤ سیاجی کی دختر تھی اور دوسری راجہ امک دیو کی لڑکی تھی،  
اور باقی جو تین تھیں وہ بھی عالی خاندانوں کی تھیں جب راجہ کیرپال فوت ہوا تو اس  
کے بعد اس کا بڑا بیٹا کمد راف ۲۶۳ میں مسند نشین ہوا۔

کمد راؤ کو کھیم کرن بھی کہتے تھے شاید یہ اس کا لقب ہو کیونکہ اس زمانہ  
میں راجوں کے ناموں کے ساتھ لقب بھی ہوتے تھے کمد راؤ کی رسم تخت نشینی  
بمقام بھٹینز ادا ہوئی تھی اس نے پنواروں سے بھی رشتہ لیا تھا اس کے عہد حکومت  
میں کسی دشمن نے اس کی سلطنت پر حملہ نہیں کیا اس لئے وہ بڑے امن و چین سے  
مدت دراز تک حکومت کرتا رہا جب کمد راؤ ۳۱۵ء میں فوت ہو گیا تو پھر اس کا بڑا  
بیٹا اندھیر راؤ تخت سلطنت پر متمکن ہوا، اندھیر راؤ کی رسم تاج پوشی شہر لاہور میں  
ادا ہوئی تھی اس کو راجہ نرپت راؤ بھی کہتے تھے اس کی شادی دہلی کے راجہ ماموری  
بائی کی دختر سے ہوئی تھی اس کے بیٹوں میں سے جو دو بیٹے بنام گجو اور بجو تھے وہ  
بہت تیز طبع تھے جب اس نے اپنے بزرگوں کی رسم کے مطابق اپنی اولاد میں صلح و  
امن قائم رکھنے کے لئے ملک کی حکومت تقسیم کی تو ان دونوں کو جو علاقے ملے تھے  
وہ بہت قریب تھے اس لئے ان دونوں کا باہم تکرار ہو گیا اور کشت و خون ہونے  
لگے، دانا اراکین نے ان دونوں کی صلح و صفائی میں بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب  
نہ ہوئے آخر اندھیر راؤ کے بعد گجو نے تلوار کے زور سے اپنے بھائی بجو پر فتح  
حاصل کر کے تخت پر قبضہ حاصل کر لیا جس کے بعد بجو کو بھی اس کی حکومت تسلیم  
کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، اس لئے بجو نے بھی اپنے بھائی کی حکومت کو تسلیم  
کر کے اس جھگڑے کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا، بجو کی اولاد کا گوت اسی کے نام  
پر بجو موسوم ہوا تھا اس کی اولاد میں سے بہت لوگ ضلع سیالکوٹ میں آج بھی

موجود و آباد ہیں اور وسیع رقبوں کے مالک ہیں چنانچہ ضلع سیالکوٹ کے جس علاقے میں اس گوت کے لوگ سکونت پذیر ہیں وہ علاقہ بھی انہی کے نام پر علاقہ بجوات مشہور ہے الغرض جب اندھیراؤ فوت ہو گیا تو پھر اس کے بعد اس کا بیٹا گجو عرف رتن سین ۱۳۶ء میں تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا، گجو عرف راجہ رتن سین کی رسم تخت نشینی بھی لاہور میں ادا ہوئی تھی اس نے خاندان کی ساری بے اتفاقیوں اور شورشوں کو مٹا کر بڑی نیک نامی سے راج کیا تھا، غزنی سے لے کر ایدہاسن فرخ آباد پورب تک اس نے ایک باامن حکومت قائم کی قوم بڑھاڑ اور مکرانی اور دوسرے معزز رئیسوں، کے گھروں سے رشتے بھی لئے آخر عمر میں لاہور اور پنجاب کی حکومت تو اپنے ایک شہزادے کے سپرد کی اور پورب کی حکومت اپنے بھائی بجو کی اولاد کو عطا کر دی، یعنی راؤ بجو کے ایک بیٹے مولراج کو متہرا میں اور دوسرے کنور جھنڈو کو فرخ آباد میں حاکم بنا کر خود راجہ رتن سین ممالک غزنی کی طرف چلا گیا اور اسی جگہ سلطنت کے کام میں مصروف ہوا، راؤ بجو کا بیٹا کنو جھنڈو بھی اپنے بھائی سے ناراض ہو کر خراسان اور ترکستان کی طرف چلا گیا تھا جب وہ بخارا میں پہنچا تو نادانی سے اس سے ایک ایسی حرکت ہو گئی جو خاندانوں پر سخت مصیبت اور ملک میں ایک انقلاب عظیم کا موجب ہوئی یعنی کنور جھنڈو بخارا کے خاندان شاہی کی ایک لڑکی بھگالایا تھا جس سے شاہ بخارا کا غضب مشتعل ہوا اس نے اردگرد کے ملکوں کی طاقتوں کو ساتھ ملا کر ترکستانی خراسانی اور ایرانی فوجوں کی متفقہ جمیعت کثیر بہم پہنچا کر بھٹی گوجروں پر چڑھائی کی پہلی فوج کشی قلعہ غزنی پر ہوئی جہاں راجہ رتن سین کی فوج نے خوب مقابلہ کیا مگر ادھر فوجی طاقت بہت زبردست تھی اس لئے وہ غالب ہوئی اور راجہ رتن سین معہ فوج غزنی میں قتل ہوا جب اس کی خبر لاہور میں پہنچی تو اس کا بیٹا ساہر راؤ جس کو لومن راؤ بھی لکھا ہے، ۱۳۱۸ء میں بمقام لاہور میں تخت نشین ہوا۔

ساہر راؤ نے نظم و نسق کو درست کر کے ملک کو بہت ترقی دی تھی روایت ہے کہ شہر سرہند اسی کا آباد کیا ہوا ہے جب شاہ بخارا کی چڑھائی کی خبر لاہور میں پہنچی تو دربار میں ایک قسم کی کھلبلی مچ گئی آخر اس کے مقابلہ کے واسطے فوج کی آراستگی شروع ہوئی جس کے بعد کچھ ہی عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بخاری و تاتاری، ایرانی اور خراسانی اور وہ تمام سپاہ جو لاہور پہنچنے تک شاہ بخارا کے ہمراہ ہو گئی تھی وہ سب کے سب لاہور آن پہنچے اور سخت خونریز معرکہ کی لڑائی ہوئی جس میں ساہر ساؤ بھی قتل ہوا، لاہور فتح ہونے کے بعد شاہ بخارا نے اس پر ہی قناعت نہ کی بلکہ بھٹی گوجروں کی جہاں جہاں ماتحت حکومتیں تھیں سب پر نوبت بنوبت ماتحت کر کے ہر ایک کو تاراج کیا اور کسی کو دم نہ لینے دیا رتن سین کو غزنی میں ساہر راؤ کو لاہور میں جگ سوائی کو بھٹینز میں موراج کو متہر میں اور جھنڈو کو جس کی تھوڑی سی بے اعتدالی کا یہ مبارک نتیجہ تھا حصار میں جا کر قتل کیا، اسی طرح جہاں کہیں بھٹی گوجروں کا شاہ بخارا کو پتہ ملا اس نے وہاں پہنچ کر بید رنگ ان کو تہ تیغ کیا۔

شان ایزدی ہے کہ جن اولوالعزم بہادروں کی لشکر کشا اور قلعہ شکن محنتوں نے خاندان کی عظمت آسمان تک پہنچائی تھی اور جن کے عدل و انصاف کی حکومت نے دنیا بسائی تھی اور جن کی غریب نواز ہمت نے ان کے راج کو چکروٹی راج بنایا تھا انہی میں سے ایک نوجوان کی نفسانی خواہش نے یہ افسوسناک نتیجہ پیدا کیا کہ دنوں میں صدیوں کی کمائی خاک میں مل گئی اور حکومت نام کو بھی باقی نہ رہی صدیوں سے بھٹی گوجروں کی لڑائیاں یمینیوں ترکوں یونانیوں اور ایرانیوں سے ہوتی رہیں کبھی یہ ان پر چڑھائی کرتے رہے اور کبھی وہ ان پر کبھی ان کو شکست ہوتی رہی اور کبھی ان کو لیکن ایک چھوٹی سی بے اعتدالی نے وہ دن دکھلایا جو کبھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا، یہ کچھ قدرت کا قاعدہ چلا آیا ہے کہ جس کسی پر کسی فعل یا ترک فعل تاکید طبعاً اخلاقاً قانوناً اور عرفاً وارد ہوا۔ اس کی جانب سے ارتکاب یا

ترک کی پاداش زمانہ کی طرف سے نہایت سنگین ہوتی ہے گنور جھنڈو صحیح النسب گوجر شہزادہ تھا جس میں طبعاً اخلاقاً قانوناً اور عرفاً وہ حرکت سخت معیوب تھی جو اس سے سرزد ہوئی اور اس کی پاداش میں افسوسناک انقلاب ہوا وہ ہونے والا تھا، ابھی وہ زمانہ نہیں آیا تھا کہ ممالک ترکستان، خراسان و ہندوستان میں مغارت کی کوئی خیالی یا مذہبی وجہ پیدا ہوئی ہو، ابھی ان ممالک کا مذہب بھی ایک تھا اور رشتوں ناطوں کا لین دین بھی بند نہیں ہوا تھا، مہا ولی والے کہتے ہیں کہ ان عظیم لڑائیوں میں سے طرفین سے لاکھوں آدمی مقتول و مجروح ہوئے اور بھٹی گوجروں کی کئی ایک گوتیں گوجر قومیت کو ترک کر کے دوسری قوموں میں جا ملی تھیں جب جنگ ختم ہوئی تو حملہ آور فوجیں شاہ بخارا کے ساتھ ترکستان کو واپس ہوئیں تو شاہ بخارا نے مفتوحہ ممالک کی حکومتیں ان کے حکمران خاندانوں میں تقسیم کر دیں، متہر اور نواح متہر کا علاقہ اس کے اصل وارثوں کو دے دیا، بھٹی گوجروں کو پنجاب کے علاقے واپس کر دیئے اسی طرح بڑھاروں، براہوں، پند وریوں، جہالوں وغیرہ کو اور اطراف بانٹ دیئے، غرض جب شاہ بخارا چلا گیا اور شورشیں بند ہوئیں تو تمام اہل خاندان اور ملک نے راجہ ساہراؤ کے بیٹے مسکی سہجہ یو کو اس کے باپ کی مسند پر متمکن کر کے اس کی رسم تاجپوشی ادا کی۔

راجہ سہجہ یو ۱۷۷۱ء میں تخت نشین ہوا تھا، اس راجہ کو رینسی بھی لکھا ہے اس نے بہت تھوڑی مدت حکومت کی کیونکہ اس کی زندگی نے وفانہ کیا، آخر جب وہ فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بیٹا صاحب دیو مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا، صاحب دیو ۱۷۸۲ء میں تخت خلافت پر متمکن ہوا تھا، اس راجہ کو راؤ بھوج سی بھی لکھا ہے اس نے ملک کے نظم و نسق کو درست کر کے رعایا کو عدل و انصاف اور بذل و عطا سے خوش کیا، وہ بہت بڑا نیک اور عادل راجہ تھا آخر جب صاحب دیو فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا راؤ انت بجھ ۱۷۹۱ء میں سریر آرائے تخت ہوا۔

راجہ امنت بچھ کے وقت تک بھٹی گوجروں کی سیاسی حالت ابھی اچھی طرح سنبھلی نہ تھی کیونکہ جیسے بڑی حیثیت کے خاندانوں کی خوشحالی اور اقبال مندی بھی بڑی ہوتی ہے اسی طرح ان کی مصیبت اور ادبار کا اثر بھی بہت بڑا ہوتا ہے، الحاصل اس راجہ نے خاندان کی حالت کو سنبھال کر زمانہ کی چال اختیار کر کے ملک میں امن قائم کیا اور اپنے دادا کے نام پر ایک قلعہ لومن واہن تعمیر کرایا، اس نے اپنی شادیاں بھی اچھے خاندانوں میں کیں چنانچہ ایک شادی رانا مونج کے گھر میں اور دوسری راجہ منڈور کے گھر میں کی اس کی ان دونوں رانیوں کے لطن سے اس کے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں:- کہاری راؤ، پتھل راؤ، لبھیاں راؤ۔ کہاری راؤ کا گوت اسی کے نام پر کہاری گوجر اور پتھل راؤ کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر پتھالی (فتالی) گوجر موسوم ہوا۔ لبھیاں راؤ کی اولاد نے کوئی جدید گوت اختیار نہیں کیا، وہ بدستور اپنے سابقہ گوت پر فخر کرتی رہی راجہ امنت بچھ کو لاہور کی حکومت حاصل کرنے کا موقعہ بھی مل گیا تھا جس کا سبب اس کی ہردلعزیزی اور اولوالعزمی تھی غزنی میں اس وقت ایک بڑا دلیر اور بہادر شخص حکمران تھا اس نے لاہور پر جب چڑھائی کی تو بارہ مہینے لڑائی ہوتی رہی آخر قلعہ داروں کی بے ایمانی سے حملہ آور فتح یاب ہوا اور راجہ امنت بچھ کسی تدبیر سے معہ شہزادوں کے قلعہ سے نکل کر بھاگ گیا، جس کے بعد دشت و بیابان کو طے کر کے ہکڑاندی کے کنارے جا پہنچا اور وہیں ایک قلعہ تعمیر کرا کے اردگرد کے علاقے پر حکومت کرنے لگا راجہ امنت بچھ نیک خصلت اور سخی راجہ تھا، جب اس نے دنیا سے انتقال کیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا لبھیاں راؤ ۱۵۵۵ء میں مسند حکومت پر قابض ہو گیا۔

راجہ لبھیاں راؤ نے حکومت کے انصرام و انتظام کو اچھی طرح سنبھال کر رعیت کی وہ دلداری کی کہ ہر ایک گروہ اس کا تابع فرمان ہو گیا ہکڑاندی کے کنارے پنواروں کی زمین میں اس نے بھی ایک قلعہ بنوایا اور اس کا نام مروٹ

رکھا پھر گردونواح کے کئی علاقے فتح کر کے اپنی حکومت میں اضافہ کیا اور نئے سرے سے بھٹی سلطنت کی بنیاد ڈالی، پوگل سے پنواروں نے جاہندا سے بھوٹوں نے لدہڑوا سے لدہڑوں نے اور بھٹینز سے براہوں نے مبارک باد اور تہنیت کی رسمیں بھیجیں ڈھات سے سوڈھا سردار آئے اور اپنی لڑکی کا شگن دے کر اطاعت قبول کی، اس وقت سے سوڈھا قوم کی بہت عزت ہونے لگی اور اس قوم کے سردار برابر کے امرا سمجھے جانے لگے بھٹی راجاؤں کے بیاہ ان کی قوم میں رواج پذیر ہوئے، راجہ ابھیاس راؤ کی ہردل عزیز ی نے اس کو بہت ترقی دی اس کی حکومت ایک طرف سندھ تک اور دوسری طرف چناب کے بہت سے حصوں پر پھیل گئی کوہستانی علاقوں کو بھی اس نے سر کیا، ناموری کے ساتھ پچاس برس کے قریب حکومت کر کے راہی ملک بقایا ہوا، اس کی جگہ اس کا بڑا بیٹا نبھے راؤ عرف سورسین ۶۰۵ء میں قلعہ مروٹ میں تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا، نبھے راؤ عرف سورسین نے بھی اپنے باپ کی طرح نظم و نسق کو سنبھال کر کئی جدید علاقے فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کئے اور بڑے بڑے راجوں کے گھروں میں اپنی شادیاں بھی کیں یہ راجہ بڑا عادل اور منصف مزاج تھا اس نے سولہ سال کامیاب حکومت کی اس کی اولاد بہت ہوئی آخر جب یہ فوت ہوا تو اس کا بڑا بیٹا رگھو راؤ ۶۲۱ء میں مسند نشین ہو کر انصرام و انتظام ملکی میں مصروف ہوا۔

رگھو راؤ نے بھی بڑے امن و چین سے مدت و دراز تک حکومت کی اس کی معدلت شعاری اور داد گستری نے رعایا کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت دوچند کر دی کہ ملک میں ہر طرف امن و امان اور آسائش و بہبودی کا دور دورہ شروع ہو گیا یہ راجہ شجاعت، ریاضت، عبادت غرضیکہ ہر وصف میں یگانہ دہر تھا اس نے تین بڑے راجاؤں کی لڑکیاں بیاہی تھیں اور یہ صاحب اولاد بھی تھا جب فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا مانک راؤ ۶۴۳ء میں تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا

مانک راؤ کی رسم تاجپوشی قلعہ مروٹ میں ہوئی تھی اس نے تخت حکومت کو زینت دے کر بہت ناموری حاصل کی اپنے لڑکوں کو جا بجا حکومتیں سپرد کیں جن کے ہاتھوں سے کئی ایک مقامات فتح ہوئے چنانچہ بھٹینز جو ان کے بزرگوں کی نشانی تھا اور اس پر براہوں نے قبضہ کر رکھا تھا مانک راؤ کے ایک بیٹے لومن راؤ نام نے اس کو فتح کیا، مگر اپنا دار الخلافہ مروٹ ہی کو رکھا جب مانک راؤ سرگباش ہوا تو اس کے بعد سب بھائیوں نے بالاتفاق باپ کی مسند پر دورے راؤ عرف منگل راؤ ثانی کو مسند نشین کیا دورے راؤ عرف منگل راؤ ثانی نے بھی ۶۶۴ء میں قلعہ مروٹ میں تخت نشین ہو کر اپنے باپ کی طرح بہت ناموری حاصل کی چنانچہ اس نے لاہور سے آگے بڑھ کر کشمیر تک اپنی سلطنت کو بڑھایا، لیکن خراسان کے حکمرانوں کی ہمیشہ اس خاندان سے ضد رہی جب کبھی اس خاندان کے کسی فرمانروا کی ترقی کی خبر وہ سن پاتے تھے تو ان کو اس کا فکر ہو جاتا تھا کہ کہیں وہ اقبال مند اپنے باپ دادا کے خراسانی اور ترکستانی مقامات کو فتح کرنے کی ہوس میں ان پر فوج کشی نہ کر دے اس لئے وہ پیش بندی کے طور پر بہت سی جمعیت لے کر ادھر چڑھائی کر کے لاہور تک مار کرتے تھے روایت ہے کہ اس منگل راؤ کے عہد حکومت میں بھی ویسا ہی ہوا جیسے کہ منگل راؤ اول کے وقت میں ہوا تھا یعنی خراسان کا بادشاہ کوہستانیوں کی کثیر جمعیت لے کر لاہور پر بے خبر چڑھ آیا اور منگل راؤ ثانی کو شکست فاش دے کر بھگا دیا جس کی وجہ سے راؤ کو پھر جنگوں کی طرف لوٹنا پڑا، اور قلعہ مروٹ میں پہنچ کر انہی ممالک کی حکومت کو جا کر سنبھالا غرض خراسانی بادشاہ فتح یابی کے بعد لاہور سے واپس ہو گیا، ادھر منگل راؤ کی زندگی کے دن بھی پورے ہو گئے اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا منجم راؤ ۶۹۲ء میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا، منجم راؤ کی رسم تاجپوشی بھی قلعہ مروٹ میں ہی ادا ہوئی تھی اس راجہ نے بھی سلطنت کو ترقی دے کر ہمسر حکومتوں سے رابطہ اتحاد بڑھایا تھا اور چھوٹی ریاستوں



کی حمایت کی تھی معزز خاندانوں میں تین شادیاں بھی کیں اور تینوں رانیوں کے بطن سے تین ہی لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- راؤ کھر، موارج، گوگلی۔ اس کے دوسرے بیٹے مسمی موارج کے پھر آگے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- راجپال، چوہرا، لوہواران میں سے پھر آگے راجپال کے دو بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- کیگو، رتیو، ان کے آگے کیگو کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر گئی گوجر موسوم ہوا اور اس گوت کے لوگوں کی حکومت علاقہ گرنا میں تھی اس لئے اس گوت کے لوگوں نے گنہگار کا خطاب بھی پایا تھا اور علاقہ سوراشر میں گنہگار کے خاندان کی آج بھی بہت شہرت ہے غرض راجپال کے دوسرے بیٹے مسمی رتیو کے پھر آگے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- وہوٹ، پھرم، بودہ، کورو، جیسپال۔ ان میں سے فرزند اول مسمی وہوٹ کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر وہوٹ گوجر کے نام سے موسوم ہوا باقی چار بیٹوں کی اولاد نے اپنے دادا رتیو کے نام پر اپنے گوت کو رلائیتی گوجر کے نام سے موسوم کیا اور ان سب کی اولاد علیحدہ علیحدہ حاکم ریاست ہوئی، الحاصل موارج کے دوسرے بیٹے مسمی چوہرا کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر چوہرا مشہور ہوا، اور تیسرے بیٹے مسمی لوہوا کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر لوہر گوجر کے نام سے موسوم ہوا۔ آدم برسر مطلب

منجھم راؤ کے شہزادے جب جوان ہوئے تو ان کو حکومت کے کام پر لگایا گیا، راؤ کھیر، موارج، گوگلی تینوں کے تینوں بڑے بہادر اور جوانمرد تھے چنانچہ موارج نے راہزنوں اور لٹیروں کا ناس کیا تھا جب منجھم راؤ اپنی زندگی کے دن پورے کر کے فوت ہو گیا تو اس کے بعد مسند حکومت پر اس کا بڑا بیٹا راؤ کھیر ۱۲۷۷ء میں مسند نشین ہو کر انصرام و انتظام ملکی میں مصروف ہوا۔ راؤ کھیر کی رسم تخت نشینی بھی قلعہ مروٹ میں ادا ہوئی تھی اس کو دیوی کی پرستش کا بہت شوق تھا اور اس دیوی کا نام تنویوں دیوی بیان کیا گیا ہے روایت ہے کہ ایک دن اثنائے پوجا میں

دیوی جی نے ظہور کر کے کہیر کو کہا، کہ فلاں موقعہ پر بے انداز خزانہ مدفون ہے اسے نکال لو، اور قلعہ بناؤ اور ایک فوج تیار کرو، راؤ کہیر نے تعمیل حکم میں جب وہ موقعہ کھدوایا تو واقعی وہاں بے اندازہ خزانہ پایا انہی دنوں میں خراسان کے سوداگر بیش قیمت گھوڑے لائے ہوئے تھے راؤ نے ان سے پانچ سو گھوڑے خرید کر کے ایک اور فوجی سواروں کا دستہ مرتب کیا اور قلعہ کی بنیاد بھی رکھی جس میں ایک دیوی جس کا مندر بھی تیار کرایا گیا ابھی عمارت ختم نہ ہونے پائی تھی کہ بھٹی گوجروں کی حریف قوم براہانے لشکر کشی کی، داکہیر کی فوج بھی بہت جوانمردی سے لڑی، اور حملہ آور براہوں کو شکست دیکر پیچھے ہٹا دیا، قلعہ کی عمارت ۸۷۷ء بکرمی مطابق ۱۳۷۳ء میں منگل کے دن ناگہ شدی پور نماشی کو مکمل ہوئی مندر میں پوجا پاٹ کرا کے قلعہ کی رسم افتتاح ادا کی گئی۔

### ء راؤ کہیر

راؤ کہیر تنویوں دیوی کا بڑا عقیدت مند بھگت تھا اس نے مذکورہ بالا قلعہ کا نام بھی تنوٹ رکھا اور اپنے ایک لڑکے کا نام بھی جو ان دنوں پیدا ہوا تھا، تنور مقرر کیا یہ قلعہ اس وقت تک ریاست بہاول پور اور جلیمیر کی سرحد پر بقبضہ ریاست جلیمیر موجود ہے راؤ کہیر کا عروج دیکھ کر براہا حکومت نے صلح کا پیغام بھیجا جو بعد مشورہ اہلکاران دربار قبول ہو کر ان سے صلح و صفائی ہو گئی اور انہوں نے راؤ کے بھائی موارج کو بہت سی دولت کے ساتھ اپنی لڑکی کا ناطہ بھی دیا جس سے دشمنی کی بنیاد اکھڑ گئی اور رابطہ و اتحاد قائم ہوا، کرنل ٹاڈ نے اس نامور راجہ کو خلیفہ ولید اسلام کے مشہور بادشاہ کا ہم عصر بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ راؤ کی حکومت کا صدر مقام ملک سندھ کے شمالی حصہ میں تھا مگر ان کا یہ قول اس قدر صحیح ہو سکتا ہے کہ راؤ کہیر کی حکومت سندھ کے اس حصہ تک پہنچی ہوئی تھی لیکن اس کا دار الحکومت اس وقت تک مروٹ ہی تھا ہو سکتا ہے کہ راؤ ملک گیری کے کام میں اپنے ممالک کی اس

طرف زیادہ رہتا ہو جو شمالی سندھ میں واقع ہے، الغرض بھٹی گوجروں کی عالمگیر شرکت کے مٹے مٹائے نشان راؤ کبیر کی مردانہ ہمت سے از سر نو روشن ہوئے اور ان کی حکومت وسیع ہوگئی اسی لئے بھٹی گوجروں کی تاریخ میں راؤ کبیر کا نام بہت عظمت کے ساتھ لیا گیا ہے راؤ کبیر کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- تنو، جید ہر، تمہیم، گاہڑ، لرتی رائے۔ ان پانچوں کی اولاد سے پانچ گوتوں کا آغاز ہوا جن میں سے دو گوتیں گوجر رہیں باقی تین دوسری قوموں میں جا ملیں، یعنی پہلے بیٹے تنو کی اولاد پرانی گوت پر قائم رہی اور دوسرے بیٹے جید ہر کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر جبلندڑ گوجر موسوم ہوا، ٹاڈ صاحب کی روایت میں راؤ کبیر کا سرگباش ہونا، چناراجپوتوں کے ہاتھ سے شکار گاہ میں قتل ہونا لکھا ہے جن کو بھٹی گوجروں سے پرانی دشمنی تھی اور وہ موقعہ تاک کر شکار گاہ میں پہنچ گئے تھے غرض راؤ کبیر نے پچاس سال کامیاب حکومت کر کے اور سلطنت کو بڑھاتے ہوئے جب اس دنیا سے انتقال کیا تو اس کے بعد تخت سلطنت پر اس کا بڑا بیٹا راؤ تنو متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا راؤ تنو کی رسم تاجپوشی ۱۷۷۵ء میں قلعہ تنوٹ میں جو کہ ان کی حکومت کا صدر مقام بن چکا تھا اس میں ادا ہوئی تھی تخت نشین ہوتے ہی قوم براہا کے ساتھ راؤ تنو کی لڑائیاں شروع ہوئیں جب راؤ تنو ایک لڑائی سے فرصت پا کر انتظام مملکت میں مصروف ہوتا تھا تو فوراً دوسری لڑائی تیار ہو جاتی تھی آخر قوم براہا نے تنگ آ کر قوم لانگہا (یا لنگا) اور ملتان کے حاکم حسین شاہ نامی کو جس کے ساتھ سید غل پٹھان اور دیگر قومیں مثلاً گھکڑ اور جوہیا راجپوت جو اب معدوم ہیں اور جودر، دودی، کھچی وغیرہ قوموں کے دس ہزار سوار تھے اپنے ساتھ متفق کر کے راؤ تنو پر جمعیت کثیر کے ساتھ چڑھائی کی اس وقت راؤ کے سارے بھائی بھی قلعہ تنوٹ میں جمع ہو گئے تھے جب غنیم نے قلعہ کو آ کر گھیر لیا، تو چار دن تک سخت خونریز لڑائی ہوتی رہی، راؤ تنو بھی دل چلا آدمی تھا اس نے قلعہ میں

محصور رہ کر خوب لڑائی کی آخر پانچویں دن حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے کھول دیئے جائیں جب قلعہ کے دروازے کھول دیئے گئے تو راؤ تنو اپنے بڑے بیٹے بجے رائے کو ہمراہ لے کر شمشیر بدست قلعہ سے باہر نکلا آیا، اور محاصرین پر حملہ آور ہوا دشمن کی فوج نے بیدل ہو کر راہ فرار اختیار کی بھاگنے والوں میں اول براہا قوم بھاگی پھر سب سواروں نے اس کی پیروی کی، فتح یاب راؤ نے مال غنیمت جو اس کو میدان جنگ میں ملا تھا اپنے قبضہ میں کیا، اس فتح کے بعد شادی کا ناریل ججو رئیس بوتابن کی طرف سے اس کے بیٹے کے واسطے آیا اور ایک عہد نامہ مشارکت بمقابلہ حاکم ملتان آپس میں منعقد ہوا راؤ تنو نے ایک قلعہ بیجا بنسی دیوی کے نام پر بنایا اور اس کا نام بیخوت رکھا اس قلعہ میں اس نے دیوی موت کے ۸ء مطابق ۸۱۳ء میں قائم کی اور اسی سال اپنی موت سے مر گیا، راؤ تنو کی نسبت روایت ہے کہ اس کی پندرہ زانیاں تھیں جو سب کی سب اچھے خاندانوں سے لائی ہوئی تھیں دیر تک ان زانیوں کے بطن سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی آخر سانگیا دیوی کی پوجا پاٹ کرنے سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- بجے رائے، ماکر، جیتنگ، آلن، راکھچو۔ پہلا بیٹا گدی کا مالک ہوا دوسرا بیٹا ماکر راؤ صاحب اولاد اور نامور تھا اس کے نام پر اس کی اولاد کا گوت ماکر (یا ملکر) گوجر موسوم ہوا، تیسرا بیٹا جیتنگ راؤ تھا جس کے آگے پھر دو بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- رتن سی، چاہڑ۔ رتن سی نے قلعہ بھیکم (بکن پور) کو جو ویران پڑا ہوا تھا اس کی مرمت کر کے اپنا دارالحکومت بنایا اور شہر کو رونق دے کر راج کی صورت قائم کی اور اس کے ارد گرد کئی ایک گاؤں بھی آباد کئے، اس کی اولاد کا گوت اس کے باپ دادا کے نام پر جیتنگ موسوم ہوا، جیتنگ راؤ کے دوسرے بیٹے چاہڑ نامی کے فرزندوں نے گولاسر اور گراج سر تعمیر و آباد کئے، اس کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر چاہڑ گوجر موسوم ہوا۔

راؤ تنو کا چوتھا بیٹا آسن راؤ تھا اس کے آگے پھر چار بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- دیوسی یاد یویداس، ترپال، بہادنی، راکھو۔ ان میں سے سب سے بڑا دیویداس تھا اس کو اونٹنیاں پالنے کا بہت شوق تھا اور اس کی اولاد کو بھی یہی شوق رہا اس لئے اس کی اولاد نے پیشہ شتر بانی اختیار کیا اور وہ چند پشتوں کے بعد یہ بہاری یعنی ساربان کے نام سے موسوم ہو گئی، راؤ تنو کا پانچواں بیٹا راکھچو تھا اس کے بھی آگے چار ہی بیٹے ہوئے جن کی اولاد نے پیشہ بقالی یعنی مہاجنی اختیار کیا اسلئے وہ مہاجن بن گئی، سب سے چھوٹے بیٹے مستی ہیمراج کی اولاد نے راکھچا گوت پائی اور باقیوں کی اولاد مہیسری کہلائی اور فرقہ او سوال میں شامل ہو گئی، الحاصل راؤ تنو نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بڑے بیٹے شہزادہ بچے رائے کو سربراہ کار بنا کر خود بندگی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، اور اسی حالت میں راہی ملک بقا ہوا تھا جس کے بعد اس کا بڑا بیٹا بچے رائے سن ۸۷۰ء مطابق ۸۱۲ء میں تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا۔

بچے رائے نے تخت نشین ہوتے ہی قرب و جوار کی حریف قوموں پر لشکر کشی شروع کر دی، اول قوم براہو اس کی پرانی حریف تھی ان پر لشکر کشی کر کے اس کے علاقہ پر قبضہ کیا پھر قوم پنوار اور دوسری قوموں کی طاقت کو سلب کر کے ان کی سلطنتوں کو نیست و نابود کیا پھر دور دراز ملکوں پر سکتہ جما کر ایران و خراسان اور ترکستان کے بادشاہوں سے بھی معرکہ کی لڑائیاں لڑا روایت ہے کہ اس نے تھوڑے سے عرصہ میں بائیس علاقے فتح کئے تھے اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ابتداء ہی سے بچے راؤ پر دیوی سانگیاٹ کی خاص مہربانی تھی وہ ہر ایک لڑائی میں غیبی امداد سے اس کی رفاقت کرتی تھی اور اس کے ایک ایک ہاتھ کے ساتھ ہزار ہزار تلوار چلتی تھی بچے رائے کی بیاہتارانی جو رئیس بوتابن کی بیٹی تھی اس کے بطن سے سن ۸۷۷ء مطابق ۸۲۱ء بکرمی میں بچے رائے کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس

نے دیوراج رکھا جب یہ لڑکاسات یا آٹھ سال کی عمر کو پہنچا تو اس وقت پھر اقوام براہا اور لنگا نے بجے رائے پر فوج کشی کے لئے اتفاق کیا مگر اس دفعہ بھی ان کو شکست نصیب ہوئی اور وہ سب کی سب بھاگ گئیں، آخر جب ان قوموں کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ مقابلے میں کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتیں تو پھر انہوں نے دغا بازی کی اور قدیم عناد کا انتقام لینے کے لئے بجے رائے کے پاس رئیس براہا کی بیٹی کے رشتے کا پیغام بھیج کر یہ درخواست کی کہ رئیس براہا اپنی بیٹی کا ناطہ آپ کے بیٹے دیوراج کو دیتا ہے آپ بھی اسے منظور کریں، بجے رائے نے اپنے دربار کے مشیروں سے اس بارے میں مشورہ کیا تو مشیروں نے شگن قبول کرنے کی مخالفت کی مگر راؤ نے اس کے قبول ہونے کو ہی پسند کیا آخر ناطہ ہو کر کسی اچھندہ وقت پر تاریخ شادی قرار پائی اور بجے رائے تاریخ مقررہ پر اپنے بیٹے کی برات لے کر بڑی دھوم دھام سے آٹھ سو رشتہ داروں کے ساتھ روانہ ہوا، ادھر سدھی باطن میں مخالفت کا سامان کر رہے تھے مگر بظاہر انہوں نے برات کی تواضع اور مدارات کا بے اندازہ سامان کیا کوسوں تک استقبال کر کے لائے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ قلعہ بھٹنڈا میں داخل کیا، براتی ان کی سازش سے غافل تھے بے ایمان اور دغا باز میزبانوں نے قلعہ کے دوازے بند کر دیئے اور تلوار کے ساتھ مہمانوں کی تواضع کرنی شروع کر دی بجے راؤ اور اس کے آٹھ سو رشتہ دار ہم قوم بمعہ اس کے قتل کر دیئے گئے اس کا بیٹا دیوراج جس کی برات لے کر آئے تھے اور جو اس وقت آٹھ برس کا تھا اس کو بجے رائے کے ایک خیر خواہ اور وفادار ادولی شتر بان نے قلعہ سے باہر نکال کر ایک پروہت کے حوالے کر دیا وہ پروہت دیوراج کو اٹھا کر اپنے گھر میں لے گیا اور اس کو وہاں لے کر جا کر اندر چھپا دیا جب براہوں نے مقتولیس کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع کی تو ان کو نعشوں میں اپنے داماد دیوراج کی نعش نہ ملی جس سے انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر وہ بچ رہا ہے تو ایک دن وہ

ضرور ہم سے اس فریب کا بدلہ لے گا کیونکہ وہ ایک بہادر کا بیٹا اور بہادر قوم بھٹی گوجر سے ہے اس کی تلاش ہم کو ضرور کرنی چاہیے غرض براہوں نے قلعہ کے تمام کونے تلاش کئے لیکن کہیں اس کو نہ پایا آخر جب ناامید ہو کر قلعہ سے باہر آئے تو کسی نے پروہت کا ایک لڑکے کو اٹھالے جانے کا پتہ ان کو دیا، اسی وقت براہا فوج کا ایک دستہ پروہت کے تعاقب میں دوڑا گیا جب وہ فوجی سپاہی پروہت کے گھر پر پہنچے تو اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیکر دیوراج کا پتہ پوچھنے لگے لیکن پروہت نے سپاہیوں کو کچھ پتہ نہ دیا حالانکہ دیوراج سامنے بیٹھا تھا مگر سپاہی اس کو پہچان نہ سکے کیونکہ پروہت نے دیوراج کے گلے میں جبو ڈال کر اس کا لباس و شکل سب کچھ تبدیل کر رکھی تھی اور وہ بالکل برہمن معلوم ہوتا تھا پروہت نے دیوراج کو جو ابھی بچہ تھا اپنا بیٹا بیان کیا تھا اور وہ اپنے اس بیان کی تصدیق کے لئے سپاہیوں کے سامنے دیوراج کے ساتھ ایک ہی برتن پر کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گیا جس سے نہ پہچاننے والوں کو اسی برہمن کا لڑکا معلوم ہوا جب براہا کے سپاہیوں کو پورا یقین ہو گیا کہ دیوراج اس جگہ نہیں ہے تو وہ سب واپس ہوئے اور تنوت کی جانب چلے گئے وہاں جا کر انہوں نے شہر تنوت کا محاصرہ کر لیا اور اخیر میں شہر کو فتح کر کے قتل عام کرنے لگے بھٹی گوجر جو بھی ان کو ملا اس کو انہوں نے قتل کیا جس کے بعد بھٹی گوجروں کی سلطنت عرصہ قلیل کے لئے معدوم ہو گئی اور قوم کچھ دنوں تک بے نام و نشان رہی۔

### دیوراج کا پھر از سر نو بھٹی گوجروں کی سلطنت کو قائم کرنا

دیوراج مدت دراز تک ملک براہا میں پروہت کے گھر چھپا رہا وہ وفادار شتربان بھی جو اس کے باپ کا اردلی تھا اور جس نے اس کو قلعہ سے باہر نکال کر بچایا تھا وہ بھی کبھی مخفی طور پر اس کے پاس آجایا کرتا تھا اور اس کو براہوں کے کامیاب راج کی خبریں سنایا کرتا تھا، اسی طرح نو برس گزر گئے اور دیوراج کی عمر

اٹھارہ سال کی ہوگئی وہ پروہت جس کے پاس دیوراج تھا اور جس کا نام دیوایت تھا وہ جس آبادی میں رہتا تھا وہ آبادی بٹھنڈا سے کچھ زیادہ دور نہ تھی اس مقام پر حکومت بھی براہوں کی تھی اور وہ پروہت ان کی رعایا میں سے تھا اس لئے دیوراج کا وہاں سے نکلنا اور جانا بہت دشوار تھا وہ وہاں سے بھاگ جانے کی تدبیریں سوچا کرتا تھا، لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی آخر کار ایک دن وہ جرأت کر کے وہاں سے بھاگ نکلا اور مقام بوتام میں جو کہ اس کے نانا کا شہر اور دار الحکومت تھا وہاں پہنچا جب اس مقام پر اس نے اپنی ماں کو دیکھا کہ وہ قتل تنوٹ سے محفوظ رہ کر وہاں زندہ موجود ہے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کی ماں کو بھی اس سے زیادہ مسرت حاصل ہوئی وہ بیٹے کو دیکھتے ہی دوڑ پڑی اور سر سے نمک اتار کر اور پانی میں ڈالتے ہی بولی کہ اسی طرح تمہارے دشمن گھلیں، چونکہ دیوراج تہیدست تھا اور اس پر فاقہ کشی کی نوبت آچکی تھی ایک دن اس نے محتاجی کی زیست سے تنگ آ کر اپنے نانا سے ایک گاؤں لینے کی درخواست کی رئیس بوتام نے اس کی درخواست منظور کر کے گاؤں دینے کا وعدہ کیا لیکن اس کے رشتہ داروں اور اہل دربار نے ”ملک میں نواسا خون کا پیاسا“ کی مثال یاد دلا کر اس کو گاؤں دینے سے روک دیا، اور بہانہ مار کر یہ کہا کہ صحرا میں تھوڑی سی چرسہ بھر زمین دیوراج کو دے دیا جائے دیوراج نے اسی کو منظور کر کے چپکے سے اس زمین پر ایک قلعہ کی تعمیر شروع کر دی، جب ماگھ سو دئی پنجمی سوموار کے دن کچھ پختہ سن ۸۹۴ مطابق ۸۳۸ء کو وہ قلعہ بن کر تیار ہوا تو اس کا نام دیوراج نے اپنے نام پر دیوگڈھ عرف دیوراؤل رکھا، یہ قلعہ اس وقت ریاست بہاول پور کے علاقہ میں ہے اور اس کو اب قلعہ دلاور کہتے ہیں جو لوق ودق ریگستان میں واقع ہے غرض دیوراج نے اپنے قلعہ کی خوشیاں بڑی دھوم دھام سے منائیں بھٹی گوجروں کے جو سردار انقلاب کے وقت دو روز نزدیک جا پڑے تھے وہ سب کے سب اپنے



شہزادہ کے پاس آکر جمع ہو گئے جو زیادہ دور تھے وہ بھی خبر پا کر آنے لگ گئے، مسی رتنا برہمن اس پروہت کا بیٹا جس نے دیوراج کو پناہ میں لیا تھا وہ بھی خبر پا کر دیوراج کے پاس آ گیا، جب رئیس بوتانے یہ خبر سنی کہ اس کا نواسہ بجائے مکان کے قلعہ تعمیر کر رہا ہے تو اس نے اپنی فوج کو قلعہ منہدم کرنے کے لئے وہاں بھیج دیا جب فوج پہنچی تو دیوراج نے اپنی ماں کے ہاتھ قلعہ کی کنجیاں دے کر نانا کو کہلا بھیجا کہ آپ قلعہ کے مالک ہیں آپ اپنے افسران فوج کو حکم دیں کہ وہ قلعہ پر آ کر قبضہ کر لیں میں ان کی بہت عزت و آبرو کرونگا جب سرداران فوج جو ایک سو بیس تھے قلعہ کے قریب آئے تو ان کو کہلا بھیجا کہ میں نے کچھ صلاح مشورہ بھی کرنا ہے اسلئے پہلے دس آدمی اندر آئیں اس کے بعد پھر دس دس آتے جائیں جب دس سردار اندر آئے تو ان کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو دیوار کے پاس چٹکوا دیا، اسی طرح دس دس سردار آتے تھے اور قتل ہوتے جاتے تھے جب سب سردار اندر آ کر قتل ہو چکے تو یہ خبر منتشر ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے سرداروں کی فوج افشائے راز پر بھاگ کھڑی ہوئی جس کے بعد دیوراج اپنے نانا کو معہ اس کی فوج کے قتل کر کے اس کے تمام ملک پر قابض ہو گیا پھر ادھر ادھر کی چھوٹی ریاستوں کو تابع فرمان بنا کر حکومت کرنے لگا، تھوڑے دنوں کے بعد اس پروہت کا بیٹا رتنا نامی جو تیرتھ جاترا کے لئے گیا ہوا تھا وہ ٹھنڈا میں دیوراج کے پاس آ پہنچا اور اب وہ جوگی ہو گیا تھا دیوراج بھی اس کا چیلہ ہو گیا اور اس جوگی کی صلاح سے اس نے اپنے دشمن براہا کو غفلت کی حالت میں قتل کر کے اپنی حکومت کو دوبارہ براہا میں جمالیا اس وقت سے بھٹی گوجروں کا خطاب راؤ کے عوض راول قرار پایا جو اب تک ان کے رئیسوں کے نام پر جاری ہے، یہ راول اسی جوگی کا خطاب تھا جس کا دیوراج چیلہ بنا تھا اس مہم کے بعد اس نے لنگا قوم پر فوج کشی کا ارادہ کیا اس وقت لنگا کا راجہ شادی کرنے کے لئے علی پور میں جا رہا تھا مقام مذکور میں دیوراج نے

ان پر حملہ کیا اور ایک ہزار آدمی ان کے قتل کئے اور باقی ماندہ نے اس کی اطاعت قبول کی۔

قلعہ دیوراؤل سے جو دیوراج کا دارالحکومت قرار پایا تھا اس کے جنوب کی طرف ایک طاقتور قوم لودہرا رہتی تھی جس کا دارالزیاست قلعہ لدہروا تھا۔

اس قوم کا پروہت اس سے ناراض ہو کر دیوراج کے پاس پناہ لینے آیا اور اس نے دیوراج کو تحریک کی کہ وہ ان پر فوج کشی کر کے لدہروا فتح کرے دیوراج پروہت کے ابھارنے پر بارہ ہزار چیدہ سوار ہمراہ لے کر قلعہ لدہروا کو روانہ ہوا اور شہر لدہروا میں گھس کر قتل عام شروع کیا جس کے بعد پھر قوم لودرا کے رئیس مسمی ز بھان کی بیٹی سے شادی کر کے اور وہاں ایک دستہ فوج محافظ متعین کر کے آپ دیوراؤل میں واپس آ گیا اتفاق سے انہی دنوں شہر دیوراؤل کا ایک سوداگر جس کا نام جس کرن تھا وہ دہارا نگری میں گرفتار ہو گیا تھا جب وہ وہاں سے رہا ہو کر آیا تو اس نے آتے ہی دیوراج سے فریاد کی کہ میں دہارا نگری کو گیا تھا وہاں کے راجہ برج بہان نے مجھے گرفتار کر لیا اور بہت سا روپیہ لے کر رہائی دی پھر جس وقت ہتھکڑی اور بیڑی کے نشان اس نے راجہ کو دکھائے تو راجہ دیوراج غصے سے آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک اس سوداگر کا بدلہ نہ لے لوں گا دائیں ہاتھ سے کھانا مجھ پر حرام ہے غرض بہت سی فوج لے کر راجہ دیوراج نے دہارا نگری پر چڑھائی کی اور جس کسی نے راستہ میں اس کا مقابلہ کیا اس کو اس نے مغلوب کیا راجہ برج بہان نے پانچ روز تک جنگ کر کے اپنے شہر دہارا کا تحفظ کیا آخر کار آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقتول ہوا راجہ دیوراج بھی اس فتح کے بعد وطن واپس آ گیا۔

ایک روز تھوڑے سے آدمیوں کو ساتھ لے کر دیوراج شکار کو گیا راستے میں چٹنا قوم کے پانچ سو جوانوں کی ایک جماعت اس کو ملی، چٹنا قوم کے لوگوں کو بھٹی گوجروں کے ساتھ موروثی بیر تھا اور وہ ان کے ہاتھوں کئی دفعہ زک اٹھا چکے تھے

اس لئے انہوں نے دیوراج پر حملہ کر کے معہ اس کے چھتیس ہمراہیوں کے اس کو قتل کر ڈالا دیوراج نے بیالیس برس حکومت کی تھی اس نے عہد حکومت میں رفاہ عام کے بھی بہت سے کام کئے چنانچہ ایک بہت بڑا تالاب اس نے کہڑیال میں تیار کرایا، ایک اور تالاب اپنے باپ بجے رائے کے نام پر بنوایا ان کی تیاری کے بعد بہت بڑا جگ اور خیرات کی شاہراؤں پر سرائیں اور مسافروں کے آرام کے ٹھکانے بنوائے اس اقبال مند کے دولڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں :-  
 موٹہ، چیدو۔ چھوٹے بیٹے چیدو کے پانچ فرزند تھے اس کی نسل چیدوگوت کے لقب سے ملقب ہوئی موٹہ ولی عہد تھا جو باپ کے بعد مسند حکومت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا۔

شہزادہ موٹہ مہاراول کے خطاب سے مخاطب ہو کر دو ماگھ شدھی سن ۹۳۵  
 بکرمی ۸۷۹ء جمعرات کے دن قلعہ لدہردا میں مسند نشین ہوا باپ کی بنائی ہوئی وسیع سلطنت پر قبضہ کیا اور رعیت کی آسودہ حالی کے سامان و محاصل کی تخفیف میں خاص توجہ کی راول دیوراج کے قاتل پختا قوم کے باغیوں نے مغربی ممالک میں شورش برپا کر رکھی تھی اور وہ اپنی طاقت کو روز بروز مضبوط کر رہے تھے سب سے پہلے راول موٹہ نے ان کی سرکوبی کا انتظام کیا اور بے انداز فوج ہمراہ لے کر علاقہ سندھ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا، ادھر پختا قوم کے باغی بھی اگرچہ حوصلہ سے سامان بڑھا رہے تھے اور انہوں نے مقابلہ کے لئے تیاری بھی پورے طور پر کر لی تھی مگر راول موٹہ کے بیٹا جرار لشکر کے سامنے ان کی کیا ہستی تھی نوجوان شہزادے نے وہاں پہنچ کر ایک دم باغی گروہ پر حملہ کر کے باغیوں کا ستیاناس کرنا شروع کیا اس نے جہاں تک کہ معلوم ہو سکا پختا قوم کے باغیوں کا تخم باقی نہ چھوڑا، اطمینان اور ترقی کے راستہ میں سے حس و خاشاک دور کرنے میں اس نے بہت ہمت صرف کی آخر اپنے باپ کا انتقام لینے کے بعد جب ممالک سندھ کی

طرف سے واپس ہوا تو دیگر علاقہ جات کا دورہ کرتے ہوئے اور ملک میں امن و آسائش کے سامان پھیلاتے ہوئے دار الحکومت میں جا پہنچا جس کے بعد پھر اس نے دور دور تک اپنی سلطنت کو بڑھایا اور ہم عصر حکومتوں کے ساتھ رابطہ اتحاد پختہ کیا راول موٹڈ کے دو بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- پھراج عرف باچھو اور راجپال، راجپال بڑا شہزادہ تھا اور باچھو ولیعہد تھا راول موٹڈ نے ولیعہد کی تعلیم و تربیت اعلیٰ درجہ پر کی چودہ برس کی عمر میں انھلو اڑہ (پٹن) کے سولہوی راجہ بلب سین کے گھر میں اس کی شادی کر دی تھی، جب راول موٹڈ تیس سال تک حکومت کر کے سرگباش ہوا تو اس کے بعد پھر اس کا بڑا بیٹا پھراج عرف باچھو تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا۔

راول پھراج ساون کی بارہ شادی سن ۹۶۷ بکری مطابق ۹۱۱ء کو قلعہ لدہروا میں مسند حکومت پر بیٹھا تھا یہ راجہ بہادر، دلیر اور صاحب عزم تھا اس نے بہت عمر پائی اور صاحب اقبال ہوا خدا نے اس کو پانچ بیٹے دیئے جن کے نام یہ ہیں، دوساج، سنگہ، مانی راؤ، انکھو، مال سپاؤ۔ یہ سب بھائی صاحب اولاد اور مورث ایک ایک فرقے کے ہوئے ہیں، چنانچہ راول پھراج کے دوسرے بیٹے مسمی سنگہ کے فرزند مسمی سچا رائے کے بیٹے کا نام بلا تھا اور مسمی بلا کے دو بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- رتنا، جگا۔ انہوں نے جگہ ناتھ پرہار والی مسند پر حملہ کر کے اس کے پانچ سوانٹ قبضے میں کئے تھے مسمی سنگہ کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر سنگہ راجپوت مشہور ہے، پھراج کا تیسرا بیٹا پالی راؤ تھا جس کے دو بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- پوڑ، پاہو۔ مسمی پوڑ کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر پوڑ گوجر موسوم ہوا، دوسرے بیٹے مسمی پاہو کی اولاد کا گوت بھی اسی کے نام پر پاہور راجپوت مشہور ہوا، جس نے بھیکم پور سے نقل مقام کر کے دیہی جہاں تک جوہیا گوجروں کا علاقہ فتح کر کے اپنے قبضے میں کیا اور پوگل کو اپنا دارالریاست قرار دیا اس ریگستان کے

گردونواح میں بہت سے کنوئیں بھی کھدوا کر تیار کئے جو اب تک پاہو کے کنوئیں کہلاتے ہیں، راول پھراج کا پانچواں بیٹا مسکی مال سپاؤ بھی بہت کثیر الاولاد تھا اس کی اولاد کا گوت بھی اسی کے نام پر پسوال گوجر موسوم ہوا۔ غرض راول پھراج کا ایک بیٹا فنون سپاہگری میں یگانہ نکلا، باپ کے زیر حکم دشمنوں کے مقابلہ میں نمایاں فتوحات کر کے سلطنت کے کام میں مدد دیتے رہے سب میں سے بڑے کا نام دوساج تھا جو بڑا شجاع و بہادر تھا اور رسم خاندانی کے مطابق وہی ولیعہد تھا وہ بڑی بڑی کامیابیاں اور فتوحات حاصل کر کے ہمیشہ اپنے باپ سے شاباش لیا کرتا تھا چنانچہ لدہروا میں ایک دفعہ دشمنوں کا ایک قافلہ سوداگران اسپ کے لباس میں وارد ہوا جس میں مغربی سندھ کے ایک بلوچ رئیس غزن خان کا لکھی گھوڑا بھی تھا اس گھوڑے کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی، کنور دوساج اپنے باڈی گارڈ میں سے سات نومند اور قوی ہیکل دلاوروں کو اپنے ہمراہ لے کر دریائے سندھ کے پار جا پہنچا اور غزن خان بلوچ رئیس کے جائے قیام پر پہنچ کر اس کو تہ تیغ کر کے اس کے گھوڑے کو معہ قافلہ کے گرفتار کر لایا، جب راول پھراج راہی ملک بقا ہوا تو اس کے بعد بھی اس کا لائق بیٹا دوساج اساڑھ کی سات تاریخ ۹۹۹ بکرمی مطابق ۹۳۳ء میں سریر آرائے تخت ہوا مہاراول دوساج کی رسم تاج پوشی بھی قلعہ لدہروا میں ادا ہوئی تھی تخت نشینی کے وقت تمام چھوٹی بڑی ریاستوں سے پیغام مبارک باد اس کو آئے تھے زمانہ ولیعہدی میں راول دوساج نے بہت سی فتح یابیاں حاصل کیں چنانچہ ناگور واقعہ مارواڑ کے قریب مقام کہا میں قوم پچی کا ایک سردار جدر نامی رہتا تھا، جو بڑا غارت گر اور ظالم قزاق تھا پوگل تک اس کی لوٹ مار سے آفت مچی ہوئی تھی، بھٹی گوجروں کے بھی بہت سے آدمی قتل کر چکا تھا اس لئے راول دوساج نے گنگا کے لشکر کے بہانہ سے ایک جرار فوج تیار کر کے اپنے ہمراہ لی اور بے خبری میں علاقہ پچی پر حملہ کیا جدر مذکور کو معہ اس کے نو سو ہمراہیوں کے قتل

کر کے خلق خدا کو اس کے ظلم سے بچایا جس کے بعد دوسراج اور اس کے تین بھائی گہر میں گئے اور وہاں جا کر پرتاب سنگہ رئیس گھلوٹ کی بیٹیوں سے شادیاں کر کے اتنا روپیہ اور اشرفیاں برسائیں کہ تمام لوگ امیر ہو گئے۔

راول دوسراج کے وقت میں ہمیر راجہ سودا نے بھی اس کے علاقے میں لوٹ مار کی دوسراج نے بہت کچھ صلح اور آشتی کے پیغام دیئے مگر سب بیسود ثابت ہوئے آخر اس نے مقام وہات میں کوچ کیا اور فتح حاصل کی راول دوسراج کے تین بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- جیسل، بے راج، لانبھابے رائے ثانی۔ یہ بچھلا لڑکا اس کی صغریٰ میں رانی رانادت خاندان میواڑ کے بطن سے پیدا ہوا تھا جس کی شادی سدھ راج بے سگہ سوگھی کی دختر سے ہوئی تھی یہی پچھلا بیٹا باپ کے بعد جانشین ہوا۔

بچے رائے ثانی عرف لانبھانے ۱۰۳۱ بکری مطابق ۱۷۷۵ء کو مقام لدہروا میں مسند نشین ہو کر زمام حکومت سنبھالی اس وقت شہزادہ جیسل راجہ چپال کی لڑائیوں میں مصروف تھا اتفاق کی بات ہے کہ شمالی اور مغربی مفتوحہ ممالک بھٹی گوجروں کے ہاتھ سے نکلنے لگے اس لئے شہزادہ جیسل لڑائیوں میں مصروف رہتا تھا اور بچے رائے اندرونی انتظامات و خدمات ملکی سرانجام دیتا تھا بچے رائے ثانی بڑا نیک دل انسان تھا یہ درویشوں فقیروں کی خدمت اور سیوا کیا کرتا تھا، بگاڑ کو کبھی پسند نہیں کرتا تھا اس لئے دور و نزدیک کی حکومتوں سے دوستی اور اتحاد کی رسمیں اس نے قائم کیں لیکن خراسان پر غزنوی بادشاہوں کی حکومت کا زور ہو گیا یہی وہ وقت ہے جب کہ سلطان محمود نے تیسری دفعہ ہندوستان پر فوج کشی کی شمس العلماء سید محمد لطیف اور دیگر اسلامی مورخ لکھتے ہیں کہ اس وقت ۱۳۹۳ء تھا جبکہ سلطان محمود غزنوی سیتان گیا جہاں کا حاکم حنیف خان تھا اس کو اپنے ساتھ لا کر غزنی کا انتظام سپرد کیا اور خود ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا ان دنوں بھٹی گوجروں

کا پھر زور ہو گیا تھا اور یہ وہی نسل تھی جو صدیوں سے خراسان و ترکستان کا ناک میں دم کرتی آئی تھی، ۳۹۵ ہجری تھا جبکہ سلطان نے بھٹینز کا رخ کیا حدود ملتان میں دریائے سندھ کو عبور کیا اور پے در پے کوچوں کے بعد بھٹینز کی دیواروں کے نیچے جا پہنچا شہر کی فصلیں بہت اونچی اور گردا گرد خندق تھی وہاں کے راجہ بجے رائے کو اپنے لشکر پر بڑا غرور تھا سلطان ناصر الدین سبکتگین کی طرف سے سرحد پر جو عامل مقرر ہوتے وہ ان کی اطاعت نہ کرتا اور نہ ہی راجہ جیپال والی لاہور کی کسی شرط کی پرواہ کرتا جب اس نے ناگہان محمود کے لشکر کو دیکھا تو اپنی سپاہ سوار و پیادہ اور ہاتھیوں کے سمیت مقابلہ کے لئے قلعہ سے باہر نکلا تین دن رات برابر ہنگامہ کا رزار گرم رہا، مگر فریقین میں سے کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ فتح کس کی ہے سلطانی فوج کے بھٹی گوجروں نے چھکے چھٹا دیئے، قریب تھا کہ اس کو شکست ہو جاوے مگر محمود نے اپنی فوج میں منادی کرادی کہ چوتھے دن سلطانی جنگ ہے کوئی تنفس بھی ڈیرے میں نہ رہے نوکر ہو یا بے نوکر جوان ہو یا بڈھا سب لڑائی کے لئے مستعد ہو کر میدان جنگ میں آجائیں ادھر راجہ بجے رائے کو بھی اس تیاری سے فکر ہوا اس نے بھی عبادت گاہ میں جا کر دیوی اور دیوتاؤں سے امداد چاہی اور کل نوکروں اور رعایا کو ہتھیار باندھنے کا حکم دیا اور شان و شوکت کے ساتھ میدان میں نکلا سلطانی فوج نے اس پر حملہ کیا چاشت سے لے کر تیسرے پہر تک ہنگامہ جدال و قتال، ضرب و حرب گرم رہا جانہن سے مقتولوں کے پشترے لگ گئے لیکن کسی طرف سے شکست اور ضعف کے نشان ظاہر نہ ہوئے محمود نے پہلے درگاہ معبود حقیقی میں توجہ کی پھر بذات خود دشمن کے قلب پر جا پڑا بھٹی گوجروں کے لشکر کو ہزیمت دی راجہ بجے رائے حصار میں آ گیا تو محمود نے حصار کو بھی محصور کر لیا قلعہ کی خندق بھرنے کا حکم دیا تب راجہ بجے رائے بہت حیران اور بیقرار ہوا لیکن بھٹی گوجر تھا اطاعت کا سرکس طرح جھکاتا اور پھر ایسی قوم کے آگے جس کو اس

کے بزرگوں نے سینکڑوں دفعہ مطیع و فرمان بنایا تھا رات کو اپنے خاص نوکروں سمیت قلعہ سے باہر نکلا اور پیادہ پا جنگل کی راہ لی جنوب کی طرف جو پہاڑیاں تھیں ان پر پناہ لینے کے لئے جا چڑھا محمود نے اس کے تعاقب میں اپنی سپاہ بھیجی جس نے راجہ بجے رائے کو ایسا گھیر لیا جیسا کہ گریبان گلے کو گھیر لیتا ہے آخر جب راجہ بجے رائے بہت لاچار ہوا اور اس کو اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کیا اب اس کے بھائی شہزادہ جیسل اور سلطانی افواج بے پال کے مقابلہ میں ایک ہو گئیں بے پال کے اسیر کرنے میں جیسل کی بنی بنائی سپاہ محمودی لشکر کے ساتھ تھی غرض جب راجہ بجے رائے کا خاتمہ ہو گیا تو اس کا بڑا بیٹا بھوج دیو مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا۔

راجہ بجے رائے نے پانچ شادیاں کی تھیں اور اس کی برائیوں کے لطن سے اس کے پانچ ہی بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں :- بھوج دیو، راہر، مہے جی، منگل جی، بہنوراؤ۔ راجہ بجے رائے کے بڑے بیٹے بھوج دیو کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام شہزادہ چچی تھا جو گوجروں کی چچی گوت کا مورث اعلیٰ ہوا دوسرے بیٹے مسمی داہر کے دو بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- منی، کیکیسی۔ پہلے بیٹے منی کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر مونن گوجر موسوم ہوا بجے رائے کے باقی تین بیٹوں کے بیٹوں کے نام ہم کو معلوم نہیں ہو سکے، اس لئے ہم نے نہیں لکھے الحاصل راجہ بجے رائے کے سب بیٹوں میں سب سے زیادہ لائق اور الوالعزم بھوج دیو تھا اس لئے وہ باپ کے بعد رسم خاندان کے مطابق ۱۰۶۲ بکرمی مطابق ۱۰۰۶ء بکرمی کو قلعہ لاہر و امیں مسند نشین ہوا۔ بھوج دیو اپنے باپ کے گزر جانے سے پچیس سال کی عمر میں جانشین بنا تھا ابھی اس کی مسند نشینی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اس کے چچا جیسل نے اس کی مخالفت شروع کی لیکن اس کے ساتھ ہمیشہ پانچ سو لکھی گوجر موجود رہتے تھے اس لئے جیسل اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا، اس



زمانہ میں سلطان محمود کا بیٹا سلطان مسعود حکمران تھا اور وہ ترکستان میں سلجوقی ترکمانوں کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف تھا کہ ادھر ہندوستان میں ہندو راجاؤں نے بھی اس کی حکومت کے خلاف ملتان اور سندھ میں بغاوت کا علم بلند کر دیا سلطان مسعود ترکستان کے باغیوں کی سرکوبی کر کے بہت جلد ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا ملتان اور سندھ کو دوبارہ فتح کر کے ہندو راجاؤں کو مطیع کیا جیسل راؤ اپنے دو سوعزیزوں اور رشتہ دار سواروں کو ساتھ لے کر بادشاہ مسعود کے پاس حاضر ہوا اور اپنا مافی الضمیر عرض کیا اور بادشاہ کے ساتھ رفاقت کی قسم کھائی جس کے بعد بادشاہ کے حکم سے اس کو مسلمانوں کی کمک حاصل ہوئی اور وہ مکہ لے کر مقام لدہروا کی طرف روانہ ہوا قلعہ لدہروا کا محاصرہ کر کے اپنے بھتیجے بھوج دیو کو اس نے قتل کیا۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ بھوج دیو نے نے رضا مندی سے مسند حکومت اپنے چچا جیسل کے حوالے کر دی اور خود اپنے بیٹے شہزادہ چچی کو ہمراہ لے کر گجرات کی طرف چل دیا اور اپنے نانا راجہ سدھ راج بے سنگہ سوکھی کے پاس جا کر پناہ گزین ہو گیا، جس کے بعد اس کے چچا جیسل نے اہل شہر کو اجازت دی کہ وہ اپنا مال و اسباب جس قدر اٹھا سکیں وہ لے کر شہر کے باہر چلے جائیں تیسرے روز پھر مسلمانوں کو شہر لوٹنے کی اجازت دی گئی اور انہوں نے پرانی راجد ہانی لدہروا کو خوب غارت کیا اور ان کا سردار کریم خان بہت سا مال و اسباب لے کر بکھیر کر روانہ ہو گیا جب لدہروا تباہ و برباد ہو گیا تو اس کے عوض راؤ جیسل نے ایک جدید قلعہ و شہر تعمیر کرانا شروع کیا کیونکہ لدہروا ایک صاف میدان اور بے امن و غیر مطمئن جگہ میں واقع تھا اس لئے راؤ جیسل نے اس کے پانچ کوس فاصلے سے ایک پہاڑی پر ۱۰۹۵ مطابق ۱۰۳۹ء ساون دواشی اتوار کے دن جدید شہر کی بنیاد ڈالی جب وہ شہر اور قلعہ بن کر تیار ہوا تو اس کا نام اس نے اپنے نام پر حبیلیمیر

رکھ کر اس کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا اور آج بھی وہاں اس کی اولاد حکمران و آباد ہے۔

## نسب نامہ خاندان بھٹی

سکندر اعظم، اسکندروس عرف شہزادہ گرجی، سکائی نیس، سوا گسنیس، رجانیس، گنجیس عرف گج، سالبیس عرف سالباہن، بل بند، بھائی راؤ، ہے راؤ، کرن، کیرپال، کمدراؤ عرف کھیم کرن، رندہیر راؤ، گجو عرف رتن سین، ساہر راؤ عرف لومن، سجدیو، صاحب دیو عرف راؤ بھوج سی، راؤ امتت بچھ، ابھاس راؤ، نیہے راؤ عرف سورسین، رگھو راؤ، مانک راؤ، دودے راؤ عرف منگلی راؤ، مچھم راؤ، راؤ کیمہ، راؤ تنو، بے رائے اول، دیو راج، مونڈ راؤ، پھراج عرف باچھو، دوساج، بے رائے ثانی عرف لانبھا، بھوج دیو۔

## کوٹلیئیس

جیسا کہ ہم نے اس فصل کے شروع میں وعدہ کیا تھا کہ شاہ گنجیس عرف گج کے بڑے بیٹے شہزادہ کوٹلیئیس اور اس کی اولاد کے حالات آگے چل کر اسی فصل کے اخیر میں لکھیں گے سو اس وعدہ کو ایفا کرنے کے لئے اب ہم کوٹلیئیس اور اس کی اولاد کے مختصر حالات یہاں تحریر کرتے ہیں شروع میں اس کی اولاد کے حالات لکھنے کے چند وجوہات تھے جن میں پہلی وجہ یہ تھی کہ سالبیس عرف سالباہن کی اولاد کی طرح کوٹلیئیس کی اولاد کا سلسلہ حکومت پشت بہ پشت قائم نہ رہ سکا اور وہ بیچ میں آ کر ٹوٹ گیا کئی پشت تک اس کی اولاد منتشر اور پراگندہ حالت میں ملک بملک پھرتی اور خراب ہوتی رہی دوسری وجہ یہ تھی کہ مورخوں اور ہنسا دل والوں نے اس کی اولاد کی حکومت و سلطنت کا کوئی زمانہ تعین نہیں کیا اور اس کے ساتھ کوئی سال و سمت نہیں لکھا تیسری وجہ یہ تھی کہ خود ہمارے سلسلہ ترتیب میں پڑتا تھا اور ایک کے حالات کا دوسرے کے حالات سے غلط ملط ہو

جانے کا امکان تھا پس ان وجوہات کو مد نظر رکھ کر ہم نے کونکھیس اور اس کی اولاد کے حالات کو شروع فصل میں تحریر کرنا مناسب نہیں سمجھا لیکن اب ہم ناظرین تاریخ کی ایزادے معلومات کے لئے کونکھیس اور اس کی اولاد کی پراگندہ حالت اور غیر معین زمانہ حکومت کے مختصر حالات لکھتے ہیں آدم برسر مطلب۔ جیسا کہ اس فصل کے شروع میں اس کے پیشتر شاہ کونکھیس کے حالات میں ہم نے لکھا ہے کہ شاہ کونکھیس کے بعد اس کا بڑا بیٹا کونکھیس غزنی میں مسند حکومت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا تھا اور وہ صاحب اولاد بھی تھا جس کے بعد پھر اس کا بڑا بیٹا رامیوس نامی سریر آرائے تخت ہوا جس پر کہ اشکانی گوجروں نے حملہ کر کے اس کو بھاگا دیا، اور تخت غزنی پر قبضہ کر لیا، رامیوس غزنی سے بھاگ کر ہندوستان میں چلا گیا اور کونکھیس کی تمام اولاد پر بے اطمینانی عائد ہو گئی جس کے بعد آٹھ پشت تک اس خاندان کی حالت و حکومت پراگندہ اور غیر مطمئن رہی کونکھیس کی آٹھویں اور رامیوس کی نویں پشت میں پھر ہریرام چند پیدا ہوا جس کے عزم و استقلال میں برکت ہوئی اور اس نے کوہستان اور جنگلوں کو فتح کر کے پھر نئے سرے سے اولاد کونکھیس کی حکومت کی بنیاد قائم کی جس کے بعد پھر اس نے عنان عزیمت ہندوستان کی طرف معطوف کی لیکن اس کا تسلط شمالی مغربی پہاڑیوں میں ہی رہا، اس نے افغانستان میں ایک جدید شہر بھی تعمیر کرایا جس کا نام اس نے اپنے نام پر ہرات رکھا۔

ہریرام چند کے کئی ایک بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام گوری یا گورسین تھا گورسین نے قلعہ و شہر غور تعمیر و آباد کیا تھا اور وہ بہت کثیر اولاد تھا اس کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر گوری گوجر موسوم ہوا المختصر ہریرام چند کے بعد پھر اس کے بڑے بیٹے کوی چند کو تاج و تخت ملا اس کے بعد پھر اس کے بیٹے عطر چند کی نوبت آئی، جب وہ فوت ہوا تو اس کے بعد پھر اس کا بیٹا کیسن چند سریر آرائے تخت

ہوا، کیسین چند بھی بہت کثیر الاولاد تھا اس کی اولاد کا گوت بھی اسی کے نام پر کیسانہ گوجر موسوم ہوا۔

الحاصل راجہ ہریرام چند نے بہت نام پایا تھا لیکن اس کا تسلط شمال مغربی پہاڑیوں میں ہی رہا اس کے بعد پھر کوٹلیس کی اولاد سلسلہ وار چھپن پشت تک وسط ایشیا سے لے کر بلوچستان و افغانستان اور پنجاب کے شمالی حصوں میں رہی مگر کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھی، البتہ اس کے بعد راجہ سوکرت دیو نے غزنی، غور، ہرات اور پنجاب پر اپنا قبضہ کیا اور دور و نزدیک کے راجوں مہاراجوں سے راہ و رسم بڑھائی رشتے لینے دینے کی رسم جاری کی حکمرانوں کے جلسے اور مجمعے کر کے ملکی ضرورتوں کے واسطے قاعدے مقرر کئے اور مرچادپت کا لقب حاصل کیا۔

راجہ کرت دیو کے بعد پھر اس کا بیٹا بسودت عرف سوات سین اس کے تاج و تخت کا وارث ہوا جس نے قلعہ سوات واقعہ افغانستان تعمیر کیا اس کی اولاد انہیں اطراف میں حکومت کرتی رہی مگر اس کی تیسری پشت میں کوی پال عرف اراجت ہوا جس نے بہت ناموری حاصل کی غزنی اور ملک پنجاب آدھالے لیا اور ملتان سے ہوتا ہوا متہرا اور فرخ آباد کو بھی فتح کیا، اس کے علاوہ اور کئی ایک ملک بھی فتح کئے اس نے بہت عمر پائی تھی کہتے ہیں کہ شہراید ہاسن اسی نے آباد کیا تھا جس کو اب فرخ آباد کہتے ہیں اس کے بعد اس کا بیٹا برکھوڈ ہج اس کا جانشین ہوا برکھوڈ ہج نے سلطنت کو سنبھال کر بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی یہ بڑا فیاض اور سخی راجہ تھا اس سبب سے کنک سین کا لقب دنیا سے حاصل کیا کنک سونے کو کہتے ہیں اور سین کے معنی صاحب یا مالک کے ہیں یعنی صاحب یا مالک زر راجہ برکھوڈ ہج کثیر الاولاد تھا اس کی اولاد کا گوت اسی کے نام پر برکھوڈ عرف برکھٹ گوجر موسوم ہوا۔

راجہ برکھوڈ ہج کے بعد پھر اس کا بیٹا ست برت مسند نشین ہوا اس نے بھی بہت اچھی حکومت کی وہ ہنرمندوں کی قدر کیا کرتا تھا اور انتظامی طاقت بہت قوی

رکھتا تھا اس سبب سے سوگن سین بھی کہلایا گن وصف کو کہتے ہیں یونی سو وصف کا مالک غرض اس کے بعد پھر اس کے بیٹے ہر کرن کو راج ملا راجہ ہر کرن کو رفاہ عام کا بڑا خیال رہتا تھا اور خیرات بہت کرتا تھا شہر ایدہاسن (فرخ آباد) میں جگہ جگہ پر باغ اور باولیاں بنوائیں ملک میں آبادی کو رونق دی متہرا میں جگہ کیا اور نام پایا اور مکھوان جیت کہلایا اس کے بعد پھر اس کا بیٹا ائل عرف کرت سین تخت حکومت پر بیٹھا اس نے اچھے اچھے کام کر کے کرت سین کا لقب پایا اس کے بعد پھر اس کا بیٹا گوردہن سریر آرائے تخت ہوا یہ راجہ صاحب نصیب تھا جدھر نظر اٹھا کر دیکھتا تھا فتح مند ہوتا تھا اس وجہ سے اس کو بھگوان سین یعنی طالع مند بھی کہتے تھے اس کے بعد پھر اس کا بیٹا بیردہن عرف بدہورتھ کو تاج و تخت ملا اس نے بھی انتظام ملکی کو احسن طریقہ سے سرانجام دیا اس کے بعد پھر اس کا بیٹا اوند پال عرف بکر سین مسند خلافت پر بیٹھا اس راجہ نے پنجاب میں جو ایک قوم پنڈور نام زور پکڑے ہوئے تھی اس کی طاقت کو زیر کر کے پائمال کیا لاہور کو اپنی راجدہانی بنایا متہر کو خالصہ کیا جاگیریں ضبط کیں اور دور تک حکومت کی اس کے بعد پھر اس کا بیٹا مہاسین عرف کمود سین تخت نشین ہوا اس کے وقت میں اس خاندان کی حکومت شمال مغربی ممالک میں کمزور ہو گئی تھی کیونکہ ترک آئے دن اس پر چڑھائی کرتے تھے اور یہ ان کو روکتا تھا ہمیشہ ترکوں کے ساتھ اس کی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اس لئے اس نے پنجاب کو سنبھال کر اسی میں اپنی حکومت کو محدود رکھا اس کے بعد اس کا بیٹا پاؤن عرف برج پال مالک و قابض تخت ہوا اس راجہ نے پنجاب کی سرحدیں مضبوط کیں ترکوں اور یامیدیوں کی آمد کے ناکے بند کئے بنگلہ کے راجہ ہری سنگھ سے خونریز لڑائیاں لڑ کر میدان جیتا پنجاب میں قلعہ بھبور گڈھ اس کی یادگار ہے اس کے بعد پھر اس کا بیٹا باہن پال عرف بخت جے کو راج ملا اس نے باپ کی حکومت اچھی طرح سنبھالے رکھی لیکن اسکی حکومت بھی پنجاب تک محدود رہی، یہ

راجہ بھی کثیر الاولاد تھا کہتے ہیں کہ اس کے اسی بیٹے تھے جن میں ستائیس بیٹوں کے نام پر گوتیں چلیں اس کے بعد چار پشت تک اس کی اولاد کی حکومت بھی پنجاب تک محدود رہی اس کی چوتھی پشت میں پھر سور پرواہ عرف اور ترا سین پیدا ہوا جس نے بعد بلوغت تخت سلطنت پر قدم رکھتے ہی خراسان کو جا کر فتح کیا اور لاہور کو خالصہ بنا کر غزنی اپنا دارالحکومت قائم کیا اس کے بعد آٹھ پشت تک برابر اس کی اولاد پنجاب اور خراسان وغیرہ ممالک پر حکومت کرتی رہی اس کی آٹھویں پشت میں جب راجہ پر بل سین عرف بھیم سین تخت نشین ہوا تو اس کے وقت میں سلطنت کو بہت تنزل ہوا غزنی قبضہ سے نکل گئی اور بھمبھور پر بھی دشمن کا قبضہ ہو گیا اس کی حکومت صرف لاہور متہرا اور ایدہاسن (فرخ آباد) پر باقی رہ گئی اس نے ترکوں اور یامینیوں کے ساتھ بے شمار لڑائیاں کیں آخر کار دریائے ستلج کی مہم میں انہی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

مہاراج پر بل سین کے بعد اس کا لائق بیٹا اردو تخت نشین ہوا اس راجہ کو اپنے باپ کے انتقام لینے کا ہمیشہ خیال رہا، اس لئے اس نے ترکوں سے جنگ کر کے اپنے باپ کا انتقام لیا اور ان کو مغلوب کر کے پسپا کیا یہ راجہ بڑا بہادر اور دلیر تھا اس نے پنجاب کے تمام راجاؤں کو دوبارہ مطیع کر کے اپنا تابع فرمان بنایا اس کے بعد پھر اس کا بیٹا سنگت دیو عرف جگ سوات اس کا جانشین ہوا، اس نے لاہور کو اپنا دار السلطنت بنا کر بڑی کامیابی سے راج کیا، سرحد افغانستان کے تمام قلعوں کو دوبارہ مرمت کر کے مستحکم کیا اس کی اولاد بھی بہت ہوئی آخر جب فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بیٹا مترو دیو عرف بین سریر آرائے تخت ہوا اس نے بھی کامیاب راج کیا پھر اسکے بعد اس کا بیٹا برت دیو عرف دیو جس مسند حکومت پر بیٹھا اس نے بھی اپنے باپ دادا کی عزت کو بڑھایا اور دیو جس لقب پایا مگر تقدیر آلہی سے لا ولد رہا۔ اس لئے اس نے اپنے چچا کا کل دیو کے بیٹے پر بل کو

متنبے کر کے اور اس کا جدید نام مولاج رکھ کر بذریعہ تبنیت اپنا وارث و جانشین مقرر کیا اس کے بعد پھر وہی پربل عرف مولاج وارث تاج و تخت ہوا اس نے فرائض ملکی کو اچھی طرح سرانجام دے کر خاندانی عزت کو بڑھایا اور دنیا میں نیک نامی حاصل کی اس کے بعد پھر اس کا بیٹا ست بل عرف رائے دیو تخت نشین ہوا یہ بھی بہت نیک اور منتظم راجہ تھا اس کے بعد پھر اس کا بیٹا مہان بل عرف ستو راؤ مسند حکومت پر بیٹھا اس نے بھی سلطنت کا بہت اچھا انتظام کیا لیکن یہ راجہ بھی تقدیرِ آسمی لادلد تھا اس لئے اس نے اپنے ہم جدی کا کل دیو کے پوتے مسمی دیو انند کو سبل نام رکھ کر اپنا متنبے کیا اور راجہ مہان بل کی جگہ اس کا یہی متنبی لڑکا جانشین ہوا سبل عرف دیوانند نے بھی بہت اچھی حکومت کی اس کے بعد پھر اس کا بیٹا جیت بل مسند آرا ہوا اس کی فتوحات مشہور ہیں دور دور تک فتوحات کر کے اس نے ناموری حاصل کی اس کی حکومت بھی قابل تعریف تھی جس کی وجہ سے اس نے جگ بھوب کا لقب پایا تھا اس کے بعد پھر اس کا بیٹا پرتھی بل عرف بدھ سریر آرائے تخت ہوا جس نے نمایاں فتوحات حاصل کر کے اپنے باپ دادا کے نام کو بڑھایا اس کے بعد پھر اس کا بیٹا سوچرنگ عرف روہتا اس مسند حکومت پر متمکن ہوا، راجہ سوچرنگ نے پورب پچھم کی مہمیں سرکیں، عدل و انصاف اور ملک کی آبادی میں عمر صرف کی، روایت ہے کہ پورب میں جو قلعہ روہتا مشہور ہے وہ اسی راجہ کا تعمیر کیا ہوا ہے دریائے جہلم کے اُس پار ضلع جہلم واقع پنجاب میں جو قلعہ روہتا ہے وہ اسی قلعہ کا ہمنام کر کے سوری بادشاہوں نے بنوایا تھا غرض راجہ سوچرنگ کی اولاد اس کے بعد چھ پشت تک متہرا میں حکومت کرتی رہی ساتویں پشت میں پھر چندر پال عرف گن پیدا ہوا جس نے متہرا سے اٹھ کر لاہور کو پایہ تخت بنایا اس کے عہد سے پھر اس خاندان کی حکومت کا رخ شمال مغربی علاقوں کی طرف ہوا اس کے بعد پھر اس کے بیٹے اجد یو عرف جگ پال کو حکومت ملی جو متہرا

میں اپنے بھائی مارتھ سین کو چھوڑ کر خود شمال مغربی علاقوں کی فتوحات کی طرف متوجہ ہوا، اس راجہ نے پورب پچھم کے علاقے بھی فتح کئے تھے لیکن جب یہ شمال مغربی علاقوں کی فتوحات میں مصروف تھا تو اس وقت علاقہ بیانہ سنٹرل انڈیا کا مغربی شمالی علاقہ کے راجہ بُرج پال نے ایک ہاتھی بان کی سازش سے اس کے بھائی مارتھ سین کو قتل کروا کر مہترا پر اپنا قبضہ جمالیہ خدا کی شان کہ بُرج پال کی اولاد اکتیس پشت تک مسلط رہ کر حکومت کرتی رہی، الحاصل راجہ اجد یو عرف جگ پال کے بعد چار پشت تک شمال مغربی حکمرانوں کے ساتھ اس خاندان کی لڑائیاں اور ہنگامے ہوتے رہے آخر چوتھی پشت میں جب لے بل عرف رسا پ تخت نشین ہوا تو اس نے سلطنت کے نظم و نسق کو درست کر کے ملک میں امن قائم کیا اس راجہ کو ملک بڑھانے کا بہت شوق تھا اس لئے پہلے اس نے ترکوں کو غزنی سے پسپا کیا اور غزنی کو اپنا دار الحکومت بنا کر پھر دیگر ممالک کی طرف متوجہ ہوا جب یہ فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بیٹا کی پال عرف چندر سین سریر آرائے تخت ہوا۔

### نسب نامہ اولاد کو تکھیس

سکندر اعظم، اسکندروس عرف شہزادہ گرجی، سکائی نکیس، سونفا کنسیس، زجانیس، گنجیس عرف گج، کو تکھیس، رامیوس، سد ہر چند، کلیان چند، بھیم چند، لد ہر چند، مانک چند، ابھے چند، سو بھا چند، گومن چند، ہریرام چند، کوی چند، عطر چند، کیس چند، سمند پال، بکرم پال، چندر پال، زاندر پال، دوش پال، ساہپال، چترمن پال، گیند پال، انند پال، بزدہ بل، موہپال، بھیم پال، مدن پال، کرم پال، ستر پال، اودر پرکاش، مہان پرکاش، سوہل پرکاش، جیت پرکاش، ایت سین پرکاش، سچ بل پرکاش، اوڑد باہو پرکاش، گوہل پرکاش، ساتھ پت پرکاش، چندر پرکاش، صاحب پرکاش، روپ چند، کیش چرن، پرتھی پت، سوچرمن، سوگہر نریش، بخر بل، سرود دیو، گپت چر، بھدر چر، چادر چند، چتر برت، چتر راج، بھان دیو، سوہ بھیم، سہا



دیو، پر بھان پال، بہونومن، چندر من، بردہ بھان، رتن بھان، سور بھان، پرت  
بھان، سنتر سدھ، اپر سجت، ست جت، سترو جت، چترانگ، بکے پال، چتر  
کرت، بسومن، اندر سین عرف برت باہو، برت سین عرف دت باہو، دو ساسن  
عرف باہو بل، چترنگ بھان عرف سو بھنائے، باگ بھان عرف دیودت، برکھ  
بھان عرف پرتھی سہائے، ایدت عرف مہے پت، سوکرت دیو عرف مر جاد پت،  
بسودت عرف سوات سین، سومن پال عرف سور سین، کردت پال عرف او ویپ  
سین، کوی پال عرف اپرا جت، برکھوڈ ہج عرف کنک سین، ست برت عرف سوگن  
سین، برکرن عرف مگھوان جیت، ائل عرف کرت سین، گودر دہن عرف بہگوان  
سین، بیروہن عرف بدہورتھ، اوند پال عرف بکرم سین، مہا سین عرف کمود سین،  
پاؤں عرف برج لال، باہن پال عرف بجت جے، سدھ سونج عرف مورت  
پال، سنگرام جت عرف رکم سین، بریہت سین عرف کنک سین، سور پرواہ عرف اوترا  
سین، اجت عرف سوات سین، جو روپ عرف برت سین، سو بھدر دیو عرف رام  
سین، سہاروپ عرف شہدیو، کنک پال عرف دیو سوائے، رتن پال عرف  
شکر دیو، اہنگ پت دیو عرف سورج دیو، سنتو کہہ دیو عرف پرتاب سین، گوند دیو  
عرف پرت سین، پر بل سین عرف بھیم سین، ارد دیو، سنگت دیو عرف بگ  
سوات، متر دیو عرف بین، برت دیو عرف دیو جس، پر بل عرف مولراج، ست بل  
عرف رائے دیو، مہاں بل عرف ستوراؤ، سبل عرف دیوانند، جیت بل، پرتھی بل  
عرف بدھ، سوچرنگ عرف رہتاس، شمیرک عرف پرت سین، آیت بل عرف موہ  
تن، سبج بل عرف باشودیو، ارد پورن عرف ابھیان، پرتھی پت عرف بیر سین، گوند  
دت عرف سو بیو، ساتھ پت عرف سورت سین، چندر پال عرف گن پیودہ، اجدیو  
عرف جگ پال، سکھہ چند عرف بھیم سین، سو بھدر دیو عرف تیج پال، برج بل  
عرف بہو پت سین، اے بل عرف رسانپ، کی پال عرف چندر سین۔

## فصل پنجم

## کوشان گوجر

جیسا کہ اس کے پیشتر اسی باب کے فصل اول میں تحریر کیا گیا ہے کہ گوجروں کے کوشان خاندان کا مورث اعلیٰ کوشانیس گرجی تھا جو کہ شہزادہ اسکندروس گرجی کا پانچواں بیٹا تھا کوشانیس گرجی کی اولاد کا امتیازی خطاب اسی کے نام کی طرف منسوب ہو کر کوشان گوجر موسوم ہوا تھا اور اس کی اولاد اس کے سسرال یعنی اپنے نہال کی ریاست کی وارث بنی تھی جس کی تفصیل یہ ہے، کہ تاتار کا ایک قبیلہ یوچی نام تھا جس کی ریاست شمال مغربی چین کے مہوبہ کنسو میں واقع تھی اور یہ ریاست دریائے یینگسی کیا ٹنگ جسے نیلا دریا کہتے ہیں اس کے کنارے شہر سوچو تک پھیلی ہوئی تھی جب کوشانیس گرجی نے اس ریاست کو فتح کیا تو اس ریاست کے ٹانچو یعنی سردار برتاچن نامی کی بیٹی پاتو خانم سے بھی اس نے شادی کر لی لیکن برتاچن کے گھر میں سوائے اس اکلوتی بیٹی کے اور کوئی زینہ اولاد نہ تھی اس لئے اس نے اپنی ریاست کا وارث اپنی اس بیٹی کو قرار دے کر ایک وصیت نامہ لکھ دیا کہ میرے بعد میری ریاست کی وارث و مالک میری یہ بیٹی اور اس کی اولاد ہوگی اس وصیت نامہ کو اس کی قوم یوچی تاتار نے بھی تسلیم کر کے اس پر مہر تصدیق کر دی تھی جس کے بعد پھر کوشانیس گرجی کے بھائی شاہ اشکانیس گرجی نے بھی جس کی زیر سیادت یہ ریاست آچکی تھی برتاچن کی بیٹی کو اس ریاست کا وارث و مالک منظور کر کے وصیت نامے پر مہر تصدیق کر دی لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بھائی کوشانیس گرجی کو اس ریاست کا ناظم بھی قرار دے دیا، مختصر اس وصیت نامے کے مرتب و تصدیق ہونے کے بعد تھوڑی مدت تک یوچی ٹانچو برتاچن زندہ رہا تھا آخر جب وہ فوت ہوا تو اس کے بعد اس کی

بیٹی پاتو خانم مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگی، اور اس کا خاوند کوشا نیس گرجی اس کا ناظم بن کر ریاست یوچی کا انتظام کرنے لگا۔

یہ عورت بڑی مدد برو عاقلہ تھی اس نے اپنے خاوند کوشا نیس کے مشورہ سے اپنی ریاست کے نظم و نسق کو درست کر کے تمام یوچی تاتار کو بذل و عطا اور جو دو سخا سے اپنا گرویدہ احسان بنا لیا تھا اس کے لطن سے کوشا نیس گرجی کے اٹھارہ بیٹے پیدا ہوئے تھے جو اپنے والدین کی طرح سب کے سب لائق تھے اپنی ماں کے بعد بھی اس کے تاج و تخت اور ریاست کے وارث و مالک ہوئے تھے، اس طرح یوچی تاتار کی ریاست منتقل ہو کر ایک دوسرے خاندان میں چلی گئی تھی جس کے بعد کوشا نیس گرجی کی اولاد مستقل طور پر ریاست کی وارث و مالک بن گئی تھی پہلے کوشا نیس گرجی فوت ہوا تھا اس کے چند سال بعد جب اس کی بیوی پاتو خانم فوت ہوئی تو اس کے بیٹوں نے ماں کی وصیت کے مطابق اپنے بڑے بھائی پنگور نیس گرجی کو ماں کا جانشین مقرر کر کے اس کی اطاعت کرنے کا عہد کیا جس کے بعد پھر پنگور نیس گرجی نے اپنے بھائیوں کی رضا مندی سے اپنی ماں کی جگہ سریر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنی شروع کی، پنگور نیس گرجی کے وقت بھی یہ ریاست گوجروں کی مرکزی حکومت خراسان کے زیر سیادت تھی اور اشکانی گوجروں کو سالانہ خراج بھیجتی تھی لیکن جب پنگور نیس گرجی فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ونگیو نیس مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا تو اس وقت ساکا گوجروں نے جو کہ مرکزی حکومت کی سیادت کا جوا اتار کر آزاد ہو چکے تھے انہوں نے اس ریاست پر حملہ کر کے اس کو اپنے زیر سیادت لے لیا جس کے بعد کچھ دیر تک یہ ریاست ساکا گوجروں کے زیر سیادت رہی آخر ساکا گوجروں کی حکومت کو جب مشرقی ترکستان میں زوال آنا شروع ہوا تو کوشاں گوجروں نے ان کی سیادت کا جوا اتار کر آزادی کا علم بلند کر دیا اور خود مختار ہو کر بلا شرکت غیر اپنے

ملک پر حکومت کرنے لگے پھر آہستہ آہستہ اپنی سلطنت کو بھی وسیع کرنے لگے، یہاں تک کہ انہوں نے دریائے سیحون کو عبور کر کے تاک عرف تاس گوجروں کی سلطنت پر حملہ کیا جس حملہ کی وجہ سے تاک گوجر مغربی ترکستان کا نصف علاقہ خالی کر کے ایک طرف پسپا ہو گئے جس کے بعد کوشاں گوجروں نے اس علاقہ پر قبضہ کر کے اس کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

پنگورنیس گرجی کے بعد ابھی تین پشتیں بھی گزرنے نہ پائی تھیں کہ تو ما گوجروں نے علاقہ ہنسیاں سے اٹھ کر پھر کوشاں گوجروں کی سلطنت پر حملہ کر دیا اور ان کو علاقہ کنسو اور مشرقی ترکستان سے نکال کر دریائے سیحون کی طرف دھکیل دیا، جہاں پر ان خانماں بربادوں نے پھر ایک نئی سلطنت کی طرح ڈال کر حکومت کرنی شروع کی جس کی سرحدیں بلخ سے ملی ہوئی تھیں، رفتہ رفتہ ان کی سلطنت پھر اس قدر مضبوط ہو گئی تھی کہ انہوں نے بلخ کو بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا جس کے بعد پھر ان کی سلطنت کو دوبارہ زوال آیا، اور یہ سلطنت چھوڑ کر افتقار اور انتشار کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے اور ایک سو سال تک اسی حالت انتشار میں مبتلا رہے ایک سو سال کے بعد کوشاں گوجروں نے پھر اپنے خاندان کی تنظیم شروع کی اور حکومت ملک کی طرف متوجہ ہو کر صنعت و حرفت میں ترقی کرنے لگے جس کے بعد پھر انہوں نے مغربی ترکستان میں اپنی حکومت کی بنیاد ڈال کر تاک گوجروں کو وہاں سے نکالنا شروع کیا آخر ان کو نکال کر ان کی تمام سلطنت پر قابض ہو کر مغربی ترکستان میں سہ بارہ حکومت کرنے لگے پھر ادھر سے فارغ ہو کر دیگر ممالک کی طرف متوجہ ہوئے اور دور دور کے ملکوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کرنے لگے فتوحات کے بعد پھر مغربی ترکستان میں بیٹھ کر گردونواح کے ملکوں پر مدت درز تک حکومت کرتے رہے۔

اس عرصہ میں کوشاں گوجروں کے پانچ بادشاہ یکے بعد دیگرے سریر آرائے

تحت ہو کر حکومت کرتے رہے ان میں سب سے برا بہادر اور نامور بادشاہ کڈ فائیس  
 اول تھا جس نے مسیح سے پچاس سال بعد تمام گوجر خاندانوں پر غلبہ حاصل کر کے  
 ایک متحدہ گوجر سلطنت کی بنیاد رکھی تھی مگر یہ طرز سلطنت و اتحاد زیادہ دیر تک قائم نہ  
 رہ سکا غرض اس سلطنت کو عام لوگ کوشان گوجروں کی سلطنت کہتے تھے، اور یہی  
 کڈ فائیس اول اس سلطنت کا پہلا بادشاہ تسلیم کیا گیا تھا اس بادشاہ نے قریباً  
 چالیس سال تک حکومت کی اور اس عرصہ میں اس نے نہ صرف باختر (بلخ) کے  
 علاقہ میں ہی مضبوطی سے قدم جمائے بلکہ اشکانی گوجروں کو خراساں میں اور ساکا  
 گوجروں کو قندہار اور ٹیکسلا میں شکست فاش دے کر وہاں سے نکال دیا اور ان علاقہ  
 جات پر قبضہ کر کے ان کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، یہ بادشاہ ۴۰ء میں تخت نشین  
 ہوا تھا اور ۸۷ء میں مر گیا، اس کے بعد پھر اس کا بیٹا کنکنیس گرجی تخت پر بیٹھا اور  
 اپنے باپ کی طرح عرصہ دراز تک بڑے شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا کنکنیس  
 گرجی جب فوت ہوا تو اس کے بعد پھر اس کا بیٹا کڈ فائیس ثانی سریر آرائے تخت  
 ہو کر حکومت کرنے لگا اس نے ترکستان و خراسان کے علاوہ نہ صرف سندھ اور  
 بنارس تک شمالی ہندوستان کو فتح کیا بلکہ مالوہ اجین کا راجہ بھی اس کا باجگذار بن گیا  
 اور تمام سوراشر کا ٹھیا واڑ بھی اس کے قبضہ میں آ گیا جس کے بعد کوشان سلطنت  
 بہت وسیع ہو گئی۔

کڈ فائیس ثانی کی سلطنت ایک طرف تو چین سے اور دوسری طرف سے  
 روم اور خراسان کی سلطنتوں سے ٹکر کھاتی تھی جب چینی جنرل پان چاؤ اپنی  
 فتوحات کے جوش میں بحیرہ قزوین تک نکل گیا تو کڈ فائیس ثانی نے اپنے اپنی  
 کے ہاتھ اسے کہلا بھیجا کہ میں بہت بڑا زبردست بادشاہ ہوں، فغفور چین کو چاہیے  
 کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دے تاکہ دو بڑی سلطنتوں میں رابطہ و اتحاد قائم ہو  
 جائے پان چاؤ کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور اس نے کوشان اپنی کو گرفتار

کر کے اپنے آقا کے پاس چین میں بھیج دیا اس پر کڈفائیس ثانی نے چین کے تسخیر کے ارادہ سے ایک جرار فوج تیار کر کے وسط ایشیا کے راستہ سے اس ملک کی طرف روانہ کی لیکن جب یہ فوج دشوار گزار دروں سے نکل کر کاشغر اور یارقتد کے میدان میں نمودار ہوئی تو راستے کی صعوبت کی وجہ سے اس قدر چور ہو گئی تھی کہ چینیوں کے خلاف جم کر لڑائی نہ کر سکی آخر شکست کھا کر بھاگ آئی اور کڈفائیس ثانی کو سالانہ خراج کے وعدہ پر چین سے صلح کرنی پڑی۔

کڈفائیس ثانی لا ولد تھا اس کے گھر کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اس نے اپنے چچا زاد بھائی وجہیشک نامی کے بیٹے کنشک کو اپنا منہ بن کر جانشین مقرر کیا آخر جب ۱۲۰ء میں کڈفائیس ثانی فوت ہوا تو اس کی جگہ اس کا منہ بیٹا کنشک سر پر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا، کنشک کی حکومت ۱۲۰ء میں پورے عروج پر تھی، مورخین لکھتے ہیں کہ مہاراجہ کنشک گوشان گوجروں کا بڑا زبردست راجہ تھا اس کا نام تبت چین منگولیا اور دیگر ممالک میں ویسا ہی مشہور تھا جیسا کہ مہاتما بدھ کا نام مشہور ہے کنشک کا دار الحکومت پرشپور یعنی شہر پشاور تھا کابل و کشمیر اور دریائے نربدا تک تمام شمالی ہندوستان اس کے زیر نگین تھا چینی جرنیل پان چاؤ کی وفات کے بعد بہت دیر تک پامیر سے پرے وہ چینیوں سے لڑتا رہا آخر کار اس نے کاشغر اور ختن کو جو آج کل چینیوں کے قبضہ میں ہیں ۱۵۲ء میں فتح کیا۔

کہتے ہیں کہ سب اور ناشپاتی کا رواج ہندوستان میں انہی گوشان گوجروں کی بدولت ہوا چینیوں کی تاریخی اور مذہبی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ کنشک نے بدھ مذہب کے بہت سے مبلغ چین میں بھیجے تھے جنہوں نے لاکھوں چینیوں کو اپنے مذہب میں داخل کیا چونکہ یہ راجہ ہمیشہ غیر ممالک میں لڑتا بھڑتا رہتا تھا اس لئے اس کے امرائے دولت اس سے تنگ آ گئے تھے ایک دن مہاراجہ کی طبیعت علیل تھی اس کے امراء عیادت کے بہانہ سے اس کے پاس

آئے اور ایک نے اس پر رضائی ڈال دی اور ایک شخص لپک کر اس کے اوپر چڑھ بیٹھا اور اس زور سے اس نے راجہ کو دبایا کہ بیچارے کا دم گھٹ گیا جس صدمہ کی وجہ سے وہ اسی وقت راہی ملک عدم ہوا اس راجہ کے عہد حکومت میں بدھ مذہب کی چوتھی مجلس کشمیر میں منعقد ہوئی تھی اور راجہ نے اس مذہب کی مصدقہ کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا تھا راجہ کنشک بہت عرصہ تک ہندوستان میں رہا اس کی عدم موجودگی میں پہلے اس کا بڑا بیٹا وششک اور پھر اس کے بعد چھوٹا بیٹا ہوشک انتظام سلطنت کرتا رہا وششک اور ہوشک دونوں بھائی اپنے باپ کی زندگی میں ہی اپنے نام کے سکتے جاری کرنے لگے تھے اسی لئے ان دونوں کے بعض سکوں پر کنشک کی وفات سے پہلے کی تاریخ درج ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کنشک اپنی عمر کے آخری حصہ میں بدھ کا پیرو ہو گیا تھا اس مذہب کی کتابیں اشوک اور کنشک دونوں راجوں کی تعریف سے بھری پڑی ہیں بعض اوقات بدھ مذہب کے لوگ کنشک کو اشوک ثانی بھی کہتے ہیں بدھ مذہب کی کتابوں میں بعض ایسے قصے درج ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ و جدل اور قتل و غارت نے اشوک کی طرح کنشک کے دل پر بھی بہت اثر ڈالا، آخر اس نے دنیا کے مصائب اور حرص و ہوا سے بچنے کے لئے گوتم بدھ کے سایہ عاطف میں پناہ لی لیکن اس راجہ کے سکوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کے دیوتاؤں کے علاوہ مہاراجہ ہرش کی طرح یونانیوں اور زرتشتیوں (پارسیوں) کے دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتا تھا اس سے ظاہر ہے کہ کنشک کے زمانہ میں پنجاب کشمیر کابل اور اردگرد کے ممالک میں بدھ مذہب اپنی اصل شکل پر قائم نہ رہا تھا بلکہ اس کی تعلیم میں دوسرے مذاہب کے عقائد بھی شامل ہو گئے تھے ورنہ اس کے عہد کے سکوں میں مختلف مذاہب کے دیوتاؤں کی تصویریں نہ ہوتیں۔

کنشک علوم کا بہت قدردان تھا چنانچہ بدھ مذہب کے بہت سے مصنف

اس کے دربار سے وظیفہ پاتے تھے ان میں سے نگر جو نا اسوا، گوتس اور سوا متر خاص طور پر قابل ذکر ہیں اسوا گوش کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عالم، شاعر، مناظر، گویا۔ بدھ مذہب کا مبلغ غرض وہ سبھی کچھ تھا چراکا بھی جس کو ہندو سقراط اور جالینوس کا ہم پلہ بتلاتے ہیں مہاراجہ کنشک کے دربار کا طبیب تھا۔

کنشک کا بڑا بیٹا وشنشک نامی باپ کے سامنے مرچکا تھا اس لئے کنشک کا دوسرا بیٹا موشک نامی اس کے بعد وارث تاج و تخت ہوا اور قریباً بیس سال تک کنشک کی وسیع سلطنت پر حکومت کرتا رہا اس راجہ نے متہرا میں بدھ مذہب کے سادہ ہوں کے لئے ایک خانقاہ بنوائی اور کشمیر میں ایک شہر آباد کیا اس کے عہد سلطنت کا سن قریباً ۱۶۲ء سے لے کر ۱۸۵ء یا ۱۸۰ء تک ہے یہ بھی بڑا بہادر اور مدبر راجہ تھا اس نے بھی اپنے باپ کی طرح امور سلطنت و فرائض حکومت کو نہایت احسن طریق پر سرانجام دیا لیکن جب ہوشک فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا واسد یو تخت پر بیٹھا تو اس راجہ کے عہد حکومت میں کوشاں گوجروں کی سلطنت پر بالکل زوال آ گیا اور ملک میں چاروں طرف بد امنی پھیل گئی تمام صوبے باغی و خود مختار ہو گئے اور خود کوشاں گوجروں کا قومی شیرازہ بھی منتشر ہو گیا، اس ایک خاندان کے کئی ایک خانوادے اور شاخیں بن گئیں جس کی وجہ سے ان کی عظیم الشان سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آپس میں بٹنی شروع ہو گئی آخر خدا خدا کر کے جب واسد یو فوت ہوا تو اس کی جگہ اس کا لائق اور بہادر انہل دیوسریرا آرائے تخت ہوا، جس نے اپنی شجاعت اور حکمت عملی سے بد امنی دور کر کے ملک میں نئے سرے سے نظم و نسق قائم کیا۔

گوشاں گوجر نے اگرچہ بدھ مذہب اختیار کر لیا ہوا تھا لیکن گوشت خوری کی قدیم عادت ابھی انہوں نے نہیں چھوڑی تھی اور نہ وہ کسی کی تحریک سے کبھی اس عادت کو چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تھے البتہ اس مذہب کے اختیار کرنے سے



گوجر قوم کے گوشت خوروں کی تعداد میں کچھ کمی ضرور واقع ہوئی تھی مگر واسدیو کے عہد حکومت میں گوشت خوروں کی تعداد میں پھر زیادتی ہو گئی جس زیادتی کا انسداد نہ کرنے کی وجہ سے واسدیو کی حکومت کے خلاف بدھ مذہب کے لوگوں نے عام بغاوت اور شورش برپا کر دی جس بغاوت کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ واسدیو کی وسیع سلطنت سمٹ کر اور کمزور ہو کر ایک چھوٹے سے علاقہ میں محدود ہو گئی اس وقت قوم گوجر کے باقی خاندانوں اور سلطنتوں کی بھی یہ حالت تھی تمام قوم افتراق و انشقاق میں مبتلا تھی الغرض واسدیو کے بعد جب اس کا بیٹا انہل دیومسند نشین ہوا تو اس نے بدھ مذہب لوگوں کو تباہ و برباد کرنے اور گوجر سلطنتوں کو مستحکم و مضبوط بنانے اور ان کو باقی رکھنے اور بچانے کے لئے سب سے پہلے قوم گوجر کے تمام پراگندہ خاندانوں کی تنظیم شروع کی جس کے بعد پھر اس نے اپنی قوم سے بعض خاندانوں کو ساتھ لے کر ہندو مذہب اختیار کر کے برہمنوں سے بھی مدد لی اور ان سب کو ہمراہ لے کر بدھ مذہب کے لوگوں کو جو کہ ہندو مذہب اور برہمنوں کے دشمن تھے تباہ و برباد کرنا شروع کیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

## چوہان گوجر

### ہندو مذہب کو زوال کے بعد دوبارہ عروج

ہندو مذہب کے زوال کا باعث اصل میں بدھ مذہب تھا جس نے کہ ہندو مذاہب کے تمام سیاسی و مذہبی امور پر قبضہ کر کے اس کی جگہ لے لی تھی بدھ مذہب کے پیرو برہمنوں کی مقدس کتابوں ویدوں کو پاؤں میں روندتے تھے جس کی وجہ سے برہمن لوگ اس مذہب کے سخت دشمن ہو گئے تھے کہ ہندو مذہب کا کوئی ایسا حامی و مددگار پیدا ہو جو کہ بدھ مذہب کا ہندوستان سے استیصال کر کے ہندو مذہب کو ترقی و عروج دے کر لوگوں کے دلوں میں دوبارہ اس مذہب کی عزت و عظمت کو

قائم کرے، لیکن خود ہندو مذہب کے پیروں میں برہمنوں کو ایسا کوئی مددگار نہیں ملتا تھا جو اس کام کو سرانجام دے کر ان کی مدد کرنا اس لئے با امر مجبوری یہ سب بے بس تھے اور بدھ مذہب کے زبردست پیروں کے آگے ان کی کوئی پیش نہ جاتی تھی آخر مدت مدید کے بعد ان کی مدد کے لئے خدا نے گوجروں میں سے انہل دیو کو پیدا کیا جس نے کہ اس کام کو سرانجام دے کر برہمنوں کی مدد کی لیکن خود برہمنوں نے اس کو مشروط مدد دینے کا وعدہ کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ انہل دیو نے سیاسی اتحاد کی جب برہمنوں کو دعوت دی تو انہوں نے انہل دیو کی دعوت اتحاد کو اس شرط پر قبول کرنے کا وعدہ کیا کہ جب تک تم اور تمہاری قوم ہمارا مذہب اختیار نہ کرے تب تک ہم تمہارے ساتھ سیاسی اتحاد نہیں کر سکتے اور نہ ہی تم کو کسی قسم کی مدد دے سکتے ہیں سیاسی اتحاد کے ساتھ ہی ہمارا مذہب ہی اتحاد کا ہونا بھی ضروری ہے، انہل دیو کو آخر با امر مجبورئی یہ خیال حفاظتِ سلطنت کے برہمنوں کی یہ تمام شرطیں قبول کرنی پڑیں اور اپنے آبائی مذہب کو ترک کرنے پر آمادہ ہو گیا جس کے ساتھ ہی شاہی حکمت عملی کو پورا کامیاب بنانے کے لئے اس کی قوم کے بارہ چھوٹے سرداروں نے بھی آبائی مذہب کو ترک کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

### گوجروں کو ہندو بنائے جانے کی رسم

اسکے بعد گوجروں کو ہمراہ لے کر تمام برہمن کوہ آبو پر گئے اور گوجروں کو ہندو بنانے کے لئے وہاں ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی جس کا نفرنس میں گوجروں کے چاروں خاندانوں کے آدمی یعنی خاندان اشکانی و خاندان ساکا اور خاندان کوشان کے تمام امرا و سردار شامل ہوئے ان کے علاوہ اہل ہنود کے بھی تمام معزز رؤسا و شرفا شریک جلسہ ہوئے جس کے بعد برہمنوں نے اسی جگہ اول اگنی کند کو آب گنگا سے پاک کیا پھر پوجا پاٹ شروع کی اور بجیون منتر پڑھ کر تمام گوجروں کے سر موٹ کر ان کے سروں پر چوٹیاں رکھیں پھر ان کے گلے میں جینو پہنا کر اور

برہمنی مذہب کے اصول تلقین کر کے ان سب کو ہندو بنا دیا گیا جس کے بعد پھر ان کے اصل ناموں اور لقبوں کو تبدیل کر کے جدید ناموں اور لقبوں سے ملقب کیا گیا چنانچہ تاک گوجروں کو پر بہار اور اشکانی گوجروں کو چلوک یا سولنکھی اور ساکا گوجروں کو پرمار اور کوشاں گوجروں کو چوہان کے لقب سے ملقب کیا گیا اور انہل دیو کا نام بجائے انہل دیو کے اگنی پال رکھا گیا چونکہ گوجر خاندانوں میں سب سے پہلے کوشاں گوجروں نے براہمنی مذہب اختیار کرنے میں سبقت کی تھی اور اس تحریک تبدیلی مذہب کے اصل متحرک بھی وہی تھی اس لئے برہمنوں نے اس خاندان کے گوجروں کو باقی تین خاندانوں پر فوقیت دے کر ان کا نام چوہان گوجر رکھا چوہان کے معنی چار ہاتھ کا تلوار یا بہادر (چتر بھج یا چتر باہو بیر) الغرض اس کارروائی کے بعد برہمنوں نے پھر ان چاروں خاندانوں کے بہادر سرداروں کو فوج دے کر باری باری بدھ مذہب کے لوگوں سے لڑنے کے لئے بھیجا۔

### بدھ مذہب کے لوگوں سے گوجروں کو لڑانا

خوش قسمتی سے برہمنوں کو پرانے ہندو چتر یوں کی بجائے اب نئے چتر ی ایسے مغضب کینہ اور آتش مزاج مل گئے تھے کہ جن کی جوشیلی اور آتش طبیعتوں کو برہمنی مذہب کے دشمنوں کے خلاف فوراً مشتعل کیا جاسکتا تھا اور ان کی جنگی طاقت برہمنی مذہب کی اعانت کے لئے وقت ضرورت استعمال کی جاسکتی تھی گوجر لوگ ایسے جوشیلے تھے کہ جب کبھی ان کی آتش غضب بھڑک اٹھتی تھی تو سب ہونے میں ہی نہ آتی تھی اور میدان جنگ میں ایسے لڑتے تھے کہ پیچھے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے چونکہ گوجروں کی طبیعتیں و مزاج اہل ہند سے مختلف واقع ہوئے تھے ان کے مزاج میں غصہ قہر اور جوش حد سے زیادہ تھا ان کی مغضب وار جوشیلی طبیعتیں فوراً مشتعل ہو جاتی تھیں اس لئے برہمنوں نے ایسے معاونوں اور مددگاروں کو اگنی کل یعنی آتش نسل سے خطاب کیا اور آتش غضب کو بدھ مذہب

کے لوگوں کے خلاف بھڑکا کر بدھ مذہب کے استیصال پر آمادہ کیا جس کے بعد پھر انہل دیو کی سرکردگی میں چاروں خاندانوں کو چار جگہوں پر بدھ مذہب والوں سے لڑنے کے لئے بھیجا چنانچہ پرمار خاندان کو اُجین اور دہار کی طرف روانہ کیا اور چلوک یا سولنکھی خاندان کو انہلو اڑا پٹن پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا اور پر یہار خاندان کو صحرا کی نو آبادیوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجا اور چوہان خاندان کو گور منڈل یعنی مکاوتی نگر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا المختصر نئے مذہب کے جوش میں ان نئے ہندوؤں نے بدھ مذہب کے پیروں کو تباہ کر کے ہندو مذہب کی حمایت و حفاظت کا پورا ثبوت دیا اور ان چاروں خاندانوں نے ان علاقہ جات کو فتح کر کے وہاں اپنی حکومتیں و ریاستیں قائم کیں۔

### چوہان گوجروں کا جدید دارالحکومت

پہلے پہل انہل دیو نے گور منڈل کے ویران شہر کو تعمیر و آباد کر کے اس کا جدید نام مکاوتی نگر رکھا پھر اس شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دے کر حکومت کرنے لگا اس کے بعد پھر اس نے کون، اسیر اور گولکنڈہ کو بھی فتح کر کے اپنے قلم رو میں شامل کیا اس کے لشکر کے لئے ۹۰۰ ہاتھی صرف پانی کی پکھالیں لانے والے تھے غرض جب انہل دیو فوت ہو گیا تو اس کے بعد مسند حکومت پر سواج پال متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا۔

اس راجہ نے بھی بہت سے جدید علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کئے اور تمام رعایا کو عدل و انصاف اور بذل و عطا سے خوش کیا، جب یہ فوت ہوا تو اس کے بعد ملان دیو سریر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا یہی راجہ قوم ملانی کا مورث اعلیٰ ہوا اسی کی نسل و اولاد سے قوم ملانی عالم و وجود میں آئی غرض جب ملان دیو فوت ہو گیا تو اس کے بعد مسند خلافت پر گلشن شور بیٹھا یہ راجہ بڑا مدبر اور منتظم تھا اس کا عہد حکومت بھی بہت بابرکت تھا ملک میں ہر طرف امن و امان اور

رعایا خوشحال و فارغ البال تھی ملک میں کسی قسم کا فتنہ و فساد نہیں تھا اس کے عہد میں چوہان گوجروں کی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا دیگر ممالک کو فتح کر کے یہ اپنی سلطنت میں شامل کرتے رہے پھر ان کی سلطنت کو وہی عروج حاصل ہو گیا جو زمانہ سابق میں تھا جب گلشن شرفوت ہوا تو اس کے بعد پھر اے پال تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا شروع میں اس نے بھی بہت سی فتوحات حاصل کیں لیکن بعد میں چوہان گوجروں کا قومی شیرازہ منتشر ہو گیا جس کی وجہ سے ملک میں بد امنی پھیل گئی اور سلطنت چوہان کے حصے بخرے ہونے لگے۔

### چوہان گوجروں کے قومی افتراق و انشقاق کا نتیجہ

اے پال کے عہد حکومت میں کوشان یا چوہان گوجروں میں پھر ایسا افتراق و انتشار شروع ہو گیا کہ اس ایک خاندان کے کئی خانوادے اور شاخیں بن گئیں جنہوں نے کہ چوہان سلطنت کو آپس میں تقسیم کر کے اپنی علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کرنی شروع کیں، جس کی وجہ سے ان کی مرکزی حکومت کمزور ہو گئی ویسے تو قوم گوجر کے تمام خاندانوں میں حرص و لالچ اور خود غرضی کا مرض پھیل گیا تھا لیکن چوہان خاندان کے گوجروں میں یہ مرض دوسرے خاندانوں سے زیادہ تھا اس لئے تقسیم سلطنت کے بعد بھی ان کی حریص اور لالچی طبیعتیں ان کو ایک پہلو سے بیٹھنے نہیں دیتی تھیں گاہ بگاہ یہ ایک دوسرے پر حملہ کر کے لڑائی کی آگ بھڑکا دیتے تھے اور ہر روز سر پھٹوں اور قتل و خونریزی کا معرکہ کارزار گرم رہتا تھا کبھی ان کو اس خانہ جنگی سے فرصت نہ ملی تھی چوہانوں کے تمام سردار ایسے جوع الارنس اور حریص تھے کہ ان کو ہر وقت اپنے ہی مفہوم بھائیوں کے مقبوضات غصب کرنے اور چھیننے کی فکر میں رہتی تھیں اور ان کے دانت ہمیشہ انہی کا گوشت کھانے کے لئے تیز ہوتے تھے غرض اسی طرح ان کی تمام جنگی طاقت و ہمت اور شجاعت ہمیشہ باہمی خانہ جنگی میں صرف ہوتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۰۲ء میں پاٹلی پتر

کے ایک راجہ نے مکاوتی نگر پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور تمام گوجروں کو وہاں سے نکال کر ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا زوال حکومت کے بعد راجہ جے پال مکاوتی نگر کو چھوڑ کر اجمیر میں چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے ایک ویران زمین دیکھ کر اس کو آباد کیا اور پھر اس میں ایک قلعہ بنام تارا گڈھ تعمیر کرا کر اس کے ماتحت علاقے پر حکومت کرنے لگا چوہان گوجروں کی وہ تمام ریاستیں جو اپنے مرکز مکاوتی نگر سے علیحدہ ہو کر خود مختار ہو گئی تھیں ۳۲۰ء میں گپتا حکومت نے ان پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر کے اور ان سب کے گلے میں اپنی اطاعت کا جوا ڈال کر ان سے سالانہ خراج لینا شروع کیا جس خراج کی مقدار اتنی زیادہ تھی کہ ان ریاستوں کو اس خراج کا ادا کرنا مشکل ہو گیا حالانکہ جب ان ریاستوں کے رئیس خود اپنی حکومت کے ماتحت تھے تو اس کو پرانے نام معمولی مقدار میں خراج دیتے تھے لیکن اب جبکہ گپتا حکومت کے ماتحت ہوئے تو یہ حکومت ان سے بھاری مقدار میں خراج وصول کرنے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام ریاستیں کمزور ہو کر تباہ و برباد ہو گئیں اور ان کے رئیس غیر حکومت کے ماتحت رہ کر غلامی اور ذلت کی زندگی بسر کرنے لگے اور مدت دراز تک گپتا راجاؤں کے ماتحت رہ کر غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے اس کے علاوہ گپتا حکومت نے گوجروں کے ان خاندانوں کو جنہوں نے ابھی ہندو مذہب اختیار نہیں کیا تھا ان کو جبراً ہندو مذہب میں داخل کر کے ہندو بنایا، الغرض چوہان خاندان کے باقی وہ خانوادے کہ جن کے ہاتھ سے ریاست و حکومت جاتی رہی تھی انہوں نے پیشہ چوپانی اختیار کر لیا تھا۔

گوجروں نے ہندو مذہب و تہذیب اختیار کرنے کے ساتھ ہی اپنی آبائی تہذیب کو چھوڑ دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی ان کی ذہنیات بھی بالکل تبدیل ہو گئی تھیں جس تبدیلی کی وجہ سے یہ پورے ہندو چھتری بن گئے تھے اسی ہندو ذہنیت کی تحت میں آ کر انہوں نے اعلیٰ پیشہ کاشتکاری کو اس لئے اختیار نہ کیا کہ مبادا ہم

ویشوں میں شمار نہ کئے جائیں، جو کہ چھتریوں سے نیچے درجے کے لوگ ہیں اس لئے انہوں نے پیشہ کاشتکاری کو چھوڑ کر پیشہ چوپانی کو اختیار کیا، جو سری کشن جی اور دیگر ہندو چھتری بزرگوں کا طریق کار رہ چکا تھا دیگر ہندو ذہنیت کے مطابق اس پیشہ میں ان کو کئی قائدے مد نظر تھے ایک یہ کہ ہم گائے کے محافظ تصور کئے جائیں گے جس میں ان کا ایک سیاسی راز تھا دوسرا یہ کہ گائے کی غور و پرداخت اور پرورش ہر ہندو چھتری کا مذہبی فریضہ تھا تیسرا یہ کہ ان کو ایک ایسا ذریعہ معاش مل گیا تھا کہ جس کے ذریعہ سے یہ آسانی سے اپنی روزی کما سکتے تھے کیونکہ اس جنگجو قوم کے سپاہی لوگ سوائے تلوار چلانے کے اور کوئی کام نہ جانتے تھے اور اس کے ساتھ ہی دیگر پیشوں کو یہ نظر حقارت دیکھتے تھے اس لئے انہوں نے اس آسان پیشہ کو اختیار کر لیا۔

### چوہانوں کی سلطنت کہاں تک وسیع تھی

زمانہ قدیم کی منظوم تاریخوں سے یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی تمام ریاستیں چوہان گوجروں کی ماتحت تھیں حالانکہ یہ عروج زیادہ مدت قائم نہیں رہا لیکن پھر بھی مکاوتی نگر واقع ساحل تر بردا سے مہیشتر تک ان کی دارالریاست وسیع تھی جس میں گردونواح کے کل علاقہ جات شمالی و جنوبی شامل تھے چوہانوں کی کثرت اتنی ہو گئی تھی کہ تمام ہندوستان میں ہر جگہ یہی نظر آنے لگے تھے اندو، اسیر، گولکنڈہ، کوکن سب ان کے زیر نگیں ہو گئے شمال میں دریائے گنگ تک ہر جگہ انہی کی حکومت کا ڈنکا بجاتا تھا چنانچہ کبیشتر ان کی حکومت کا یوں ذکر کرتا ہے کہ مکاوتی دارالریاست کا باون قلعوں میں ڈنکا بجاتا تھا، ٹھٹھہ لاہور ملتان اور پشاور جب چوہانوں کے قبضہ میں تھے اور ہر بدری ناتھ تک انہوں نے اپنی حکومت قائم کی جب اس پر شکست کھا کر بھاگے تو دہلی سے کابل تک ان کا سکہ بیٹھ گیا راجہ ملان دیو کو ملک نیپال کی حکومت ملی جو دیوتاؤں کی دعا سے پھر مکاوتی نگر میں فتح نصرت

کے ساتھ واپس آیا مکاوتی نگر کا اصل نام گور منڈل تھا اور اس کے فرمانرواؤں کا خطاب پال یا گوجر تھا خطاب پال سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ زمانہ قدیم میں چرواہوں کا کام کرتے تھے۔ آدم برسر مطلب۔

## ابجے پال چکوه

چوہان گوجروں کا مشہور تاریخی راجہ ابجے پال مکاوتی نگر کے فرمانرواؤں کی ایک شاخ میں سے تھا جس نے ۳۰۲ء میں مکاوتی سے آکر اجمیر میں بودو باش اختیار کر کے وہاں ایک قلعہ بنام تارا گڑھ تعمیر کیا پھر اس کے ساتھ ہی ایک شہر تعمیر و آباد کر کے اس کا نام اپنے نام پر اجمیر رکھا جس کے بعد پھر وہ گردونواح کے تمام دور دور علاقوں پر حکومت کرنے لگا یہاں تک کہ چکروتی راجہ کہلایا، راجہ ابجے پال کے چوہیں بیٹے تھے جن کی اولاد اجمیر کے تمام گردونواح میں پھیل کر آباد ہو گئی تھی غرض راجہ ابجے پال کی طرح اس کا کوئی بیٹا اس کے بعد ایسا لائق اور نامور بہادر نہ ہوا جو کہ جدید فتوحات کر کے اس کی قائم کی ہوئی سلطنت میں مزید اضافہ کرتا اس لئے اس کی سلطنت اتنی ہی رہی جتنی کہ وہ قائم کر گیا تھا البتہ اس کی ساتویں پشت میں ایک راجہ دولہ رائے ہوا جس نے کہ بہت سی فتوحات کر کے ناموری حاصل کی لیکن ۷۴۰ء مطابق ۶۸۳ء میں کسی غیر ملکی دشمن سے جنگ کرتا ہوا میدان جنگ میں مارا گیا، اس کے بعد اسی کی نسل میں سے راجہ مالک رائے ہوا، جو بڑا بہادر اور نامور راجہ تھا، ۷۴۱ء مطابق ۶۸۵ء میں اجمیر اور سانہر پر حکمران تھا۔

مالک رائے کے عہد سے چوہان خاندان کی تاریخ تاریکی سے روشنی میں آئی، اور روایات و قصص کا نقص جاتا رہا گو کبیشتر نے واضح طور پر حالات قلمبند نہیں کئے لیکن اس کا مطلب اصل مفہوم ہوتا ہے اور سمجھ میں آتا ہے کہ گوجروں کے اس خاندان کے بہادران صف شکن و دلاوراں روئین تن کے آٹھ سو برس



تک اس دار فانی میں اپنی شجاعت کا ڈنکا بجایا، جب ۶۸ھ مطابق ۶۶ھ میں پہلے پہل مسلمانوں نے علاقہ راجپوتانہ پر حملہ کیا تو راجہ مانک رائے والی اجمیر نے ان کا سخت مقابلہ کیا مگر میدان جنگ میں خود بھی کام آیا اس کا نو عمر بیٹا مسکی لوٹ قلعہ پتر کے برج پر کھیل رہا تھا کہ ایک تیرا سے بھی آکر لگا جس کے صدمے سے وہ ہلاک ہو گیا یہ حملہ سندھ کی طرف سے ہوا تھا اور وجہ مخالفت یہ تھی کہ روشن علی ایلچی مسلمانوں کی طرف سے جب مانک رائے کے دربار میں حاضر ہوا تو چوہانوں نے اس کا انگوٹھا کاٹ لیا جس سے وہ ناراض ہو کر دمشق کو چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے گوجروں کی بت پرستی کا خاکہ اڑا کر اپنا انگوٹھا کٹا ہوا دکھایا، اس کا انتقام لینے کی خاطر اسلامی فوج تیار ہو گئی اور تاجران اسپ کے بھیس میں مسلمان یہاں وارد ہوئے اور انہوں نے مانک رائے اور اس کے بیٹے پر حملہ کر کے دونوں کو قتل کر دیا جس کے بعد گڈھ ٹیلی پر قبضہ کر دیا۔

یہ کیفیت مبالغہ معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس سنہ میں خلیفہ عبدالمالک کی فوج سندھ پر قابض تھی جس کی فوج کا سپہ سالار مجاہد بن سعد اسمی تھا ممکن ہے کہ اس واقع سے ناراض ہو کر جوش انتقام نے مسلمانوں کو صحرا میں پہنچا دیا ہو تو قرین قیاس ہے خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو مسلمان اجمیر پر قابض ہوئے اور مانک رائے کی جان گئی چوہانوں کے دل پر اس واقعہ کا ایسا اثر ہوا کہ لوٹ راجکمار کو پتروں میں شریک کر لیا اس راجکمار کے روزِ قتل کی سالگرہ منائی جاتی ہے چوہان گوجران اس روز اس کی صورت پوجتے ہیں اور اس کے پاؤں کے گھنگروں تک کی پرستس کرتے ہیں اور ان گھنگروں کا ایسا پاس ادب ہے کہ چوہان گوجران اپنے لڑکے کو گھنگرو نہیں پہناتے۔

ایک کبیشتر اسی واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ مانک رائے پتر مذکور کا والد مکرم و معظم اور چوہان گوجروں کا واجب التعظیم راجہ اجمیر پر مسلمانوں کا قبضہ

ہو جانے کے بعد ۷۴۱ء بکری میں روانہ ساںبہر ہو گیا اور وہ کبیشتر مانک رائے کی بد قسمتی کو تائید غیبی سے یوں منسوب کرتا ہے کہ جب دشمن سے بچنے کے لئے وہ پناہ ڈھونڈتا تھا تو اس وقت ساکمہری دیوی نے اس کو آکر درشن دیئے اور کہا کہ یہی تیری جائے پناہ ہے جتنی دور تک تیرا گھوڑا جا سکے گا اس قدر فاصلے تک تیری عمل داری رہے گی لیکن خیال رہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے کے وقت منہ پھیر کر نہ دیکھنا، غرض مانک رائے نے جب گھوڑا دوڑایا تو گھوڑا جہاں تک دوڑ سکتا تھا دوڑا مگر مانک رائے کو دیوی جی کی آخری ہدایت ذہن سے اتر گئی اور اس کا منہ غلطی سے پیچھے کی طرف پھر گیا اس وقت اس کو کل قطعہ زمین سفید چادر کا ہمرنگ نظر آیا اور جب اس کو دیکھا تو وہ نمک کی ایک جھیل معلوم ہوئی تو اس نے اس مقام کا ساکمہری بام رکھ کر دیوی کی مورت وہیں نصب کی اور اب تک اس میں ساکمہری کی مورت یادگار زمانہ ہے چوہان گوجروں کے عروج کے حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں لیکن ان کی صحت میں کوئی شک نہیں کیونکہ ان کے خاص خاص مقامات سے ان کی فضیلت ظاہر ہے ساںبہر کی عظمت اسی سے ظاہر ہے کہ مانک رائے کی نسل میں سے پرتھی راج نے شمالی ہندوستان میں شہنشاہی کا ڈنکا بجا کر اپنے نام کو ساںبہری راؤ کے خطاب سے زینت دی تھی۔

شمالی چوہانوں کا مورث اعلیٰ مانک رائے کو سمجھنا چاہیے اس نے اجمیر کو دوبارہ فتح کیا تھا اس کی کثیر التعداد اولاد اکثر گوتوں یا خاندانوں کی بانی ہوئی جن کے افراد دریائے سندھ تک آباد پائے جاتے ہیں، ہاڑا کچی، موہل، نریان، بہمدوریا، مورپچا، دھنیریا۔ باگرپچا یہ سب گوجروں کے چوہان خاندان کی شاخیں ہیں کچی شاخ کے چوہان گوجر دریائے سندھ کے بعیدہ دوآبہ میں قیام پذیر ہوئے جو دریائے بہت عرف جہلم اور دریائے سندھ یعنی انک کے درمیانی حصے سے مراد ہے اور جس کا دار السلطنت کچھوا تھا، ہاڑا شاخ کے چوہان گوجروں نے اسی

یابانسی واقعہ ہریانہ میں حکومت قائم کی تیسری شاخ گولکنڈہ یعنی موجودہ حیدرآباد میں صاحب تاج و تخت ہوئی، اور جب اس کا وہاں ستارہ اقبال ماند ہوا تو اس نے مہیر میں سکونت اختیار کی موہل کی شاخ نے ناگور کے گرد و نواح میں دریائے جمیل کے کنارے بھدور یا علاقہ پایا جس پر اب بھی اس کی اولاد کا قبضہ ہے اس شاخ کے لوگ دھنیر یا شاہ آباد میں بھی آباد ہیں اب یہ علاقہ انقلاب زمانہ سے کوٹہ کی شاخ ہاڑا کے تحت تصرف میں آ گیا، نادول میں ایک شاخ اور آباد ہوئی جس نے اپنے چوہان کے لقب کو ہنوز قائم رکھا ہے غرض صحرا میں چوہان گوجروں کی اکثر ریاستیں قائم ہوئیں جن کے فرمانرواؤں کو یا تو اپنی تلوار کا بھروسہ تھا یا شہنشاہ چوہان کا۔ آدم برسر مطلب۔

مانک رائے کے بعد ۹۷۱ بکری میں چوہان خاندان میں پھر ایک بہادر اور نامور راجہ ہرس راج پیدا ہوا جن سے ۱۰۳۳ بکری میں سلطان ناصر الدین پر فتح پا کر بارہ سو گھوڑے اس سے حاصل کئے اسی لئے اس کا لقب سلطان گیر ہو گیا اور وہ ناصر الدین وہی سبکتگین تھا جو اس محمود غزنوی کا باپ تھا جس نے کہ اپنے والد سبکتگین کی پانزدہ سالہ حکومت کے بعد ہندوستان کو لشکر کشی سے حیران و پریشان کیا تھا۔

ہرس راجہ کے بعد جب اس کا بیٹا جگن دیوسریر آرائے تخت ہوا تو اس نے بجائے اجمیر کے اپنی راج دہانی بھٹینز کو قرار دیا اپنے باپ کے بعد اس نے بھی سلطان ناصر الدین سے بہت سی لڑائیاں کیں جن میں وہ اکثر طور پر فتح یاب رہا اس کے بعد ۱۰۶۰ بکری میں چوہان خاندان سے پھر ایک بہادر اور نامور راجہ بیر بیلن دیو عرف دہرم گج ہوا جس نے اجمیر کو پھر اپنا دار الحکومت قرار دیا، اور ۱۰۸۰ بکری مطابق ۱۰۲۳ء میں جب سلطان محمود غزنوی نے اجمیر پر حملہ کیا تو راجہ بیر بیلن دیو نے اس خوبی سے اس کا مقابلہ کیا کہ گو اس کی اس مقابلہ میں خود اپنی

جان گئی لیکن حملہ آور بادشاہ غزنی کو بھی محاصرہ سے دست کشی اختیار کرنا پڑی، اس موقع پر ہم چوہان خاندان کے ایک اور شیر دل بہادر کا ذکر کرنے پر مجبور ہیں جس نے کہ محمود کے حملہ اول میں اپنا نام روشن کر کے قوم گوجر کو عزت دی وہ بہادر و اچا راجہ کا فرزند گوگا تھا جو چوہان گوجروں کی تاریخی دنیا میں بہت مشہور ہے گوگا راجہ کی حکومت ستلج سے لے کر ہریانہ تک پھیلی ہوئی تھی اور اس کے دارالریاست کا نام مہرا تھا جس وقت گوگا میری واقع دریائے ستلج پر محمود نے فوج کشی کی تو اس وقت راجہ گوگا کے پختا لیس بیٹے اور ساٹھ بھتیجے میدان جنگ میں کام آئے یہ لڑائی اتوار کو نومی کی تھ میں ہوئی تھی اس لئے علاقہ راجپوتانہ میں اس روز تیہوار منایا جاتا ہے اور صحرائے خاص میں اس دن کی بہت عظمت ہے اس صحرا کو گوگا کے نام پر گوگا کا تھل کہا جاتا ہے۔ آدم برسر مطلب ایک روایت ہے کہ محمود ملتان سے صحرا کو طے کرتا ہوا جب اجمیر پر حملہ آور ہوا تو راجہ اجمیر اور اس کے شہر کے لوگ ڈر کے مارے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے جس کے بعد محمود اجمیر کی دولت کو سمیٹتا ہوا گڈھ ہٹھیلی کی طرف بڑھا جہاں اس کو شکست فاش ہوئی اور وہ زخمی ہو کر چوہانوں کی ریاست ناوول کو لوٹا ہوا نہر والا میں چلا گیا جہاں اس نے سو مناتھ کے بت کو توڑا اس کی تمام دولت پر قبضہ کر لیا جس کے بعد وہ تمام دولت اپنے ہمراہ لے کر وطن کو واپس ہو گیا الغرض جب پیریلین دیو قتل ہوا تو اس کے بعد ۱۰۸۰ مطابق ۱۰۲۳ء میں اس کا بیٹا بسیل دیو عرف بسال دیو سریر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا۔

بسیل دیو نے اپنے باپ کے بعد اجمیر کی بجائے پرانے دارالسلطنت ساکمہری یعنی سانبہر کو اپنا دار الحکومت قرار دیا تھا اور یہ بڑا مدبر اور زمانہ شناس راجہ تھا، چنانچہ اس کے تدبر اور زمانہ شناسی کا ایک واقع یہ ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی کے پوتوں یعنی مجدد اور مودود میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو اس نے ان کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان کو آزاد کرانے کی کوشش کی چنانچہ راجہ بسیل دیو نے

پہلے راجہ دہلی سے مشورہ کر کے اپنے کو مذہب ہنود کا حامی اور محافظ ہونے کا اعلان کیا پھر اس کے بعد تمام دیگر راجگان ہند کو مذہب کا واسطہ دے کر مذہب کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کی دعوت دی جب اس کی دعوت پر تمام راجگان ہند نے لبیک کہتے ہوئے اپنی فوج ہمراہ لے کر اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے ۱۱۱۰ مطابق ۱۰۵۴ء و مطابق ۱۲۳۵ھ میں مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ہر جگہ متفقہ فوج سے حملہ کر کے مسلمانوں کو شکست دے کر نکالنا شروع کیا یہاں تک کہ لاہور پر بھی حملہ کر کے ان کو وہاں سے نکالا پھر پنجاب کے دیگر شہروں سے بھی پسپا کر کے سرحد افغانستان کی طرف دھکیل دیا اور تمام ہندوستان کو آزاد کرنا اور خدمت وطن اور مذہب کا حق ادا کیا شاعروں اور بھانٹوں سے بھی خراج تحسین و آفرین حاصل کر کے ان کی کتابوں میں اپنا نام چھوڑا، چنانچہ اس موقع پر ایک شاعر کب راج چندر نامی بسیل دیو کی تعریف میں ایک نظم لکھتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے، کہ بسیل دیو محافظ مذہب ہنود کو حامیوں اور مددگاروں کے مشورے اور منظوری سے سرگروہی ملی، انہلو اڑ کا چالوک راجہ باتوں ہی باتوں میں بگڑ کھڑا ہوا اُس نے مہم میں شرکت سے انکار کر دیا اور اُلٹی مخلصیت پیدا کی شاعر مذکور اس معاملے کو اس طرح واضح کرتا ہے کہ راجہ اجمیر کو کول درلی پر اعتبار تھا اس نے وفاداری پر خیال کر کے اجمیر کی حکومت سونپی اور وہ خود وہاں سے بسیل کے چشمے پر مقیم ہوا اور وہیں اپنے رفیق اور جاگیر دار بلائے مانسی پر ہار نے فوج مندور کے ساتھ پابوسی کی گھلوٹ کے سرگروہوں نے کمک دی پو امتر تو نور کو لے کر آئے، رام قوم کو اور ہو بس حاکم میوات کے شریک لشکر ہوئے موہل دونا پور والے نے اظہار اطاعت کے لئے خراج تو بھیج دیا لیکن شرکت جنگ سے غدر کیا، بلوچ فوج بھی شامل ہو گئی یا منی کے رئیس نے سندھ سے اپنی غیر حاضری کا اعلان کیا، بھٹینز سے تحفہ و تحائف آئے ٹھٹھ اور ملتان سے بھی نعلبندی کا نذرانہ

آیا غرض حکم پہنچتے ہی دراول بھٹی بھومیامن داس جادوں پر موری گوجو کچھواہہ میراں نے شرف پابوسی حاصل کیا کوہیل وال جٹ تاکت پور کی فوج لے کر شریک لشکر ہوا پر مار کی قوم میں ادیا بربہان، دور چندیل، واہما وغیرہ سب شامل ہوئے نظم میں اس اختصار کے ساتھ حالات بیان کئے گئے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ راجپوتانہ کے خاندانوں میں سے سب اس مہم میں شریک تھے۔

راجہ بسیل دیو کو عمارات کے تعمیر کرانے کا بہت شوق تھا چنانچہ جب اس نے راجہ گجرات پر فتح پائی تو یادگار ظفر مندی میں ہاسی مقام پر ایک شہر اپنے نام پر بسیل نگر تعمیر کرا کر آباد کیا بسیل دیو آخر عمر میں ایک مسلمان صوفی کے فیض صحبت اور دعوت اسلام سے مسلمان ہو گیا تھا اس لئے خاندانی قانون کے مطابق تخت و تاج اپنے بیٹے سارنگ دیو کے حوالے کر کے خود حکومت سے علیحدہ ہو گیا اور گوشہ نشین ہو کر اسلامی طریق پر عبادت کرنے لگا، آخر اسی طریق عبادت و مذہب پر اپنی باقی زندگی پوری کر کے اس دنیا سے انتقال کر گیا۔ سارنگ دیو تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد تھوڑی مدت تک زندہ رہا، لیکن اس قلیل عرصہ حکومت میں امور ات سلطنت کو نہایت احسن طریق پر اس نے سرانجام دیا اس کے فوت ہونے کے بعد پھر آنوراج عرف آنا سریر آدائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا آنوراج نے اپنے زمانہ حکومت میں اجمیر میں اپنی یادگار قائم کرنے کے لئے ایک تالاب آنا ساگو تعمیر کرایا تھا اس کے دو بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: بے پال، ہری پال عرف است پال، بڑا بیٹا بے پال ولیعہد تھا اور دوسرا چھوٹا بیٹا است پال سپہ سالار فوج تھا اور اس کو آنوراج نے ہانسی حصار کی جاگیر دی ہوئی تھی یہی است پال چوہان گوجروں کی شاخ ہاڈایا ہاڑا کا مورث اعلیٰ ہوا، اس کی اولاد آج بھی ریاست ہائے یونڈی و کوٹہ میں صاحب ریاست و حکمران ہے جب مسلمانوں کو اپنی خانہ جنگی سے فرصت ہوئی تو پھر انہوں نے سلطان ابراہیم بن مسعود کی قیادت میں

۱۱۴۷ھ مطابق ۱۱۴۷ میں دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا اور اس حملے میں انہوں نے پنجاب سے لے کر بہار و بنگال اور اڑیسہ تک کے تمام علاقے فتح کر لئے، اسی اثنائے یورش میں جب انہوں نے قلعہ ہانسی پر بھی جو کہ راجہ آنوراج والی اجمیر کی سلطنت میں واقعہ تھا حملہ کیا، تو راجہ آنوراج اور اس کے بیٹے است پال نے ان کا سخت مقابلہ کیا آخر شدید لڑائی کے بعد قلعہ کی حفاظت میں مدافعت کرتے ہوئے راجہ آنوراج میدان جنگ میں مارا گیا لیکن اس واقع کو چوہانوں کی شاخ ہاڑا کا بھاٹ اور طرح بیان کرتا ہے اور وہ ان حملہ آوروں کو کجلی بن کے جنگلی اور دیو قرار دیتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: راجہ آنوراج کی سلطنت میں اسی یعنی ہانسی کا مقدم قلعہ واقعہ سرحد پانداری میں بہت مشہور تھا راجہ آنوراج کے بیٹے است پال نے اگن راج خلف اے راؤ بانی کھینچ پور پاشن واقعہ سندھ ساگر سے راجہ رند ہیر چوہان والی گولکنڈہ کے خلاف اس بات کا مشورہ کیا کہ ہم دونوں بہ اتفاق مل کر راجہ رند ہیر چوہان پر فوج کشی کریں بلکہ اس کے خلاف دونوں نے مل کر جنگی تیاریاں بھی شروع کر دیں مگر اتفاق سے کجلی بن کے جنگلیوں کی فوج نے ایک ہی وقت میں ہانسی اور گولکنڈہ دونوں پر حملہ کر دیا راجہ رند ہیر نے فیصلہ کن جنگ کے لئے رسم سا کا ادا کی اور اس کے گھر کی سب عورتیں جل مریں یا کوئی ہتھیار مار کر مر گئیں صرف اس کی ایک دختر سورا بانی اس وجہ سے بچ رہی تھی کہ اس نے ہانسی میں پناہ لینے کے لئے وہاں سے راہ فرار اختیار کر لی تھی لیکن جب وہ ہانسی پہنچی تو وہاں بھی اس نے یہ حالت دیکھی کہ وہی کجلی بن کے وحشیوں کی خونخوار فوج چاروں طرف ہانسی کا محاصرہ کئے ہوئے بیٹھی ہے اور قلعہ ہانسی پر حملے کر رہی ہے اس نے یہ بھی دیکھا کہ راجہ آنوراج محاصرہ کی تکلیف سے تنگ آ کر بھاگنے کی تیاریاں کر رہا تھا مگر اس کا بہادر بیٹا است پال ابھی ہمت نہیں ہارا تھا بلکہ اس نے خود جارحانہ حملہ کر کے دشمن کی فوجوں کو دور تک پیچھے ہٹا دیا تھا، اور اسی حملہ میں

دشمن فوج کا سپہ سالار بھی مارا گیا، لیکن اس حملہ آوری میں خود است پال بھی زخموں سے چور چور ہو گیا تھا جس لئے وہ دشمن فوج کا زیادہ دور تک تعاقب نہ کر سکا آخر ان شدید زخموں کی وجہ سے بے ہوش ہو کر اسی مقام پر جس جگہ کہ سورا بائی ایک پھیل کے درخت کے سائے میں موت کی منتظر بیٹھی تھی است پال بھی وہیں آ کر زمین پر گر پڑا غرض ایک دن سورا بائی دشمنوں کے خوف سے کانپ رہی تھی اور اپنی زندگی سے بالکل نا امید ہو چکی تھی بھوک اور پیاس کی شدت سے ہاتھ پاؤں ہلانا دو بھر ہو رہا تھا کہ عین یاس اور ناامیدی کی حالت میں اس پھیل کے درخت میں جس کے سائے میں کہ وہ بیٹھی ہوئی تھی یکا یک ایک بڑا شگاف ہو گیا اور اس شگاف میں سے اس پور ناکل دیوی باہر نکل کر سورا بائی کے سامنے آ گئی سورا بائی نے رو کر دیوی جی کو اپنا تمام حال سنانا شروع کیا اور کہا کہ گولکنڈہ کی حفاظت میں میرے باپ اور بارہ بھائیوں کو کجلی بن کے ظالم دیوؤں نے قتل کر دیا ہے دیوی جی نے سورا بائی کو تسلی و تشفی دے کر کہا کہ اب غم و غصہ کو دور کرو کیونکہ اب تمہاری قوم میں سے ایک چوہان گوجر نے تمہارے باپ اور بھائیوں کے قاتل دیو کو قتل کر کے تمہارا انتقام لے لیا ہے اور وہ تمہارا ہم قوم بھائی تمہارے قریب ہی زخموں سے چور پڑا ہوا ہے چلو اٹھو کہ میں تمہیں وہ چل کر دکھا لاؤں چنانچہ سورا بائی دیوی جی کے ہمراہ اسی مقام پر جہاں کہ است پال زخموں کی وجہ سے بے ہوش پڑا ہوا تھا گئی وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ است پال بھوک و پیاس اور زخموں کی وجہ سے سوکھ کر ایسا کمزور اور لاغر ہو گیا ہے کہ اس کے بدن میں سے سوائے ہڈیوں کے باقی اور کچھ نظر نہیں آتا زمین پر اس کا وجود ہڈیوں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا معلوم ہوتا تھا اس لئے وہ اس کی اولاد ہاڈانام سے موسوم ہوئی غرض دیوی جی کی مدد سے پھر است پال صحت یاب ہو کر دشمنوں سے جنگ کرنے لگا اور قوت حاصل کر کے چوہانوں کے قدیم ورثہ قلعہ اسیر پر قابض ہو گیا۔



آدم برسر مطلب۔  
 آنوراج کے قتل ہونے کے بعد پھر اس کا بیٹا جھپپال تخت حکومت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا جھپپال کے عہد حکومت میں مسلمانوں کی طرف سے پھر کوئی حملہ اجمیر پر نہ ہوا مسلمان پھر اپنی خانہ جنگی میں مصروف ہو گئے اس لئے اس کا عہد حکومت نہایت امن و چین سے گزر گیا راجہ جھپپال کے تین بیٹے جن کے نام یہ ہیں:۔ ا بے دیو، ب بے دیو، اودے رائے۔ سب سے بڑا بیٹا ا بے دیو تھا اس لئے راجہ جھپپال کے فوت ہونے کے بعد وہی مسند خلافت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا۔  
 راجہ ا بے دیو کا عہد حکومت بھی بڑے آرام و اطمینان سے گزر گیا اس کے عہد حکومت میں بھی کسی اندرونی یا بیرونی دشمن کو اس کی سلطنت پر حملہ کرنے کا موقع نہ ملا اور نہ وہ خود کسی دوسرے پر حملہ آور ہوا جب یہ بھی فوت ہو گیا تو اس کے بعد پھر اس کا بیٹا کنور آنند دیو سریر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا آنند دیو کا عہد حکومت بھی بغیر کسی لڑائی و شورش کے امن سے گزر گیا راجہ آنند دیو کے بھی تین بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: سومیشور، کانہہ رائے عرف کال رائے، جیت گوہیل۔ دوسرے بیٹے کال رائے کا بیٹا یعنی آنند دیو کا پوتا ایشرداس ایک مسلمان صوفی کی تبلیغ سے مسلمان ہو گیا تھا غرض راجہ آنند دیو کے فوت ہونے کے بعد اس کا بڑا بیٹا سومیشور مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا تھا راجہ سومیشور نے راجہ دہلی اننگ پال تنور کی دختر بنام روکا بائی سے اپنی شادی کی تھی جس کے لطن سے اس کا بہادر بیٹا پر تھی راج پیدا ہوا جب راجہ سومیشور گجرات کا ٹھیا واڑ کے راجہ بھولا بھیم سے جنگ کرتا ہوا قتل ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا پر تھی تخت سلطنت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا اس نے اپنے باپ کا انتقام لینے کی خاطر بھولا بھیم پر چڑھائی کر دی بھولا بھیم شکست کھا کر بھاگ گیا اور پر تھی راج فتح یاب ہو کر تمام گجرات اور کاٹھیا واڑ پر قابض ہو گیا۔

راجہ پرتھی اور راجہ بے چند والی قنوج دونوں راجہ دہلی اننگ پال تنور کے نواسے تھے کیونکہ راجہ دہلی اننگ پال لا ولد تھا اور اس کے گھر میں کوئی نرینہ بچہ پیدا نہ ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے نواسے پرتھی راج کو اپنا متبٹے بیٹا بنا کر ولی عہد مقرر کیا اور اپنی زندگی میں سلطنت دہلی کا تاج و تخت پرتھی راج کے حوالے کر کے فوت ہو گیا اس کے بعد راجہ پرتھی راج سلطنت دہلی اور اجمیر دونوں کا مہاراجہ اور مالک بن گیا لیکن یہ حق تبتیت راجہ بے چند والی قنوج کو سخت ناگوار گزرا کہ پرتھی راج کو تو نانا کے ورثہ سے دہلی کا راج ملے، اور مجھے اس سے محروم رکھا جائے اس لئے اس کے دل میں پرتھی راج کے ساتھ سخت کینہ پیدا ہو گیا مگر اس نے یہ کینہ اپنے دل میں پوشیدہ رکھا۔ جب ۵۸۲ھ و مطابق ۱۲۰۱ء مطابق ۱۲۵۷ میں شہاب الدین غوری نے شمالی ہندوستان پر حملہ کیا تو اس موقع پر راجہ بے چند والی قنوج نے پرتھی راج کو مدد دینے سے انکار کر دیا مگر اس ایک کے سوا ڈیڑھ سو راجگان ہند راجہ پرتھی راج کو مدد دینے پر تیار ہو گئے اور سب اپنی اپنی فوجیں ہمراہ لے کر اس کے قومی و مذہبی جھنڈے کے نیچے آ موجود ہوئے جس کے بعد پھر تہا نیسر کے قریب ترلوڑی کے میدان میں سخت معرکہ ہوا گوجر راجپوتوں نے بڑی دلیری اور جوانمردی سے جان توڑ کر مقابلہ کیا اور افغانوں کو شکست فاش دے کر اپنی بہادری و مردانگی کا ثبوت دیا اس معرکہ میں خود سلطان شہاب الدین بھی بڑی طرح زخمی ہوا اور وہ بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگا غرض گوجروں نے افغانوں کی فوج کا چالیس میل تک تعاقب کیا اور جو افغان گوجروں کے ہاتھ سے زندہ بچے تھے وہ سندھ کے پار بھاگ گئے۔

شہاب الدین غوری کے جانے کے بعد بے چند والی قنوج نے اپنی حسین بیٹی سبجیکتا نامی کے سویمبر کا اعلان کیا یعنی بڑے بڑے راجہ اور سردار جمع ہوئے اور سبجیکتا کو اجازت دی گئی کہ وہ جسے چاہے اپنا شوہر بنا لے اسی موقع پر بے چند نے

تمام شمالی ہندوستان کا ادھیراج ہونے کا دعویٰ کیا اور تمام گوجر راجپوت راجاؤں کو اپنا تابع سمجھ کر ان کے نام دعوتی رقعے جاری کئے اس تقریب میں پرتھی راج کے لئے دربانی کا عہدہ تجویز کیا گیا پرتھی راج بے چند کی لڑکی پر عاشق تھا اور لڑکی بھی ہزار جان سے بہادر پرتھی راجہ پر فدا تھی اگر اس کو مہمانوں کی طرح بلایا جاتا تو وہ ضرور دعوت میں شامل ہوتا لیکن وہ بڑا مغرور اور خود دار تھا اس لئے اس نے دربان بن کر جانے سے صاف انکار کر دیا ضیافت کے دن جب بے چند نے پرتھی راج کو حاضر نہ پایا تو اس نے آگ بگولا ہو کر پرتھی راج کا بت بنوا کر اپنے محل کے دروازے پر نصب کر دیا اور سویمبر کی کاروائی شروع ہوئی جو راجا دور دراز سفر کر کے اس امید میں آئے تھے کہ شہزادی سنجیکتا ہم کو پسند کرے گی وہ سب ایک صف میں کھڑے ہو گئے اور شہزادی سنجیکتا کو اجازت ہوئی کہ وہ ان کے بیچ سے گزرے اور جسے چاہے اپنا خاوند بنا لے شہزادی سنجیکتا کے ہاتھ میں پھولوں کی لیک مالا تھی وہ دیکھتی بھالتی صف کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلی گئی اور دروازے پر جا کر پرتھی راج کے بت کے گلے میں مالا ڈال دی پرتھی راج بھی بھیس بدل کر اپنے چند محرم راز سپاہی ساتھ لئے وہیں موجود تھا جس وقت اس نے دیکھا کہ اس کے بت کے گلے میں مالا پڑ گئی ہے تو وہ فوراً منڈپ میں گھس گیا اور شہزادی سنجیکتا کا ہاتھ پکڑ کر ایک تیز گھوڑے پر سوار کر کے اس کو دہلی کی طرف لے اڑا اور لوگوں کی نظروں سے ایک دم میں غائب ہو گیا اس بات پر چوہان اور راٹھور گوجر راجپوتوں میں بہت سخت لڑائی شروع ہو گئی جس کے اخیر میں راٹھوروں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔

بے چند گوجر پرتھی راج سے لڑا مگر اس نے کوئی سرخروئی حاصل نہ کی اس وقت غصے میں بھر کر کمینہ پن سے اس نے شہاب الدین غوری کو پیغام بھیجا کہ آپ ایک بار دہلی پر پھر حملہ کریں اور میں آپ کی مدد کروں گا شہاب الدین پہلے ہی سے

بڑا بھاری لشکر جمع کئے بیٹھا تھا اس نے تمام غوری سرداروں اور سپہ سالاروں کی بڑی مٹی پلید کی تھی جو تہانسیر کے میدان سے بھاگ نکلے تھے اس نے تو بروں میں جو کا دانہ بھروا کر ان کے منہ سے بندھوا دیا تھا اور گدہوں کی طرح ان کو شہر سے نکالا تھا۔ اب وہ بے چند کا پیغام پا کر ۵۸۸ھ مطابق ۱۲۰۷ء و مطابق ۱۲۶۳ میں پھر دہلی کی طرف روانہ ہوا ڈیڑھ لاکھ سپاہی عمدہ افغانی گھوڑوں پر سوار اس کے ہمراہ تھے اس دفعہ بھی بے چند اور راٹھور راجہ پر تھی راج کی مدد کو نہ آئے، پر تھی راج اس دفعہ صرف چوہان گوجروں کو لے کر تہانسیر کے میدان پر دوبارہ شہاب الدین غوری سے دوچار ہوا، چوہان گوجراں اس دفعہ بھی اپنے راجہ اور اپنے ملک کے نام پر خوب جان توڑ کر لڑے مگر افغان جو تند اور جانباز سپاہی تھے۔ ان پر غالب آگئے اس لئے چوہان گوجر تتر پتر ہو گئے اور پر تھی راج اکیلا میدان جنگ میں لڑتا ہوا مارا گیا پر تھی راج کی رانی بے چند کی بیٹی خاوند کی چتا میں جل کر ستی ہو گئی محمود غوری نے پہلے دہلی کو فتح کیا پھر اجمیر میں گیا اور بہت سالوٹ کا مال ہمراہ لے کر پھر غزنی کو واپس چلا گیا لیکن جانے سے پیشتر پر تھی راج کے بیٹے رین سی کو اس کی آبائی ریاست اجمیر واپس دے گیا اور اپنے نائب قطب الدین کو ہند میں ان صوبوں کی حکومت اور انتظام کے لئے چھوڑ گیا جو اس نے فتح کئے تھے۔

۵۹۴ھ مطابق ۱۲۱۳ء و مطابق ۱۲۶۹ میں جبکہ پر تھی راج کا بیٹا رین سی بڑے امن و چین سے اسلامی سلطنت کے زیر ماتحت اجمیر میں حکومت کر رہا تھا تو اس وقت اس کے ایک مخالف راجہ ہیم راج نے پہاڑی اقوام کی افواج لے کر اجمیر پر حملہ کر دیا قطب الدین ایک جس کی زیر ماتحت ریاست اجمیر تھی وہ بہت سی فوج لے کر راجہ رین سی کی مدد کے لئے دہلی سے روانہ ہوا لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر ہی راجہ رین سی کے مخالف راجہ ہیم راج نے اجمیر پر قبضہ کر کے راجہ رین سی کو قتل کر دیا جس کے بعد چوہان گوجروں کی سلطنت کا ہمیشہ کے لئے اجمیر سے

خاتمہ ہو گیا الحاصل ان تمام جنگوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو گوجر دشمنوں کے خوف سے بھاگ کر ملک دکھن میں جا کر پناہ گزین ہوئے تھے اور جنہوں نے اس ملک میں جا کر اس ملک کے اصل باشندوں کی عورتوں سے شادیاں کر لی تھیں ان کے خون اور اصل باشندوں کے خون کی ملاوٹ سے ایک نئی قوم عالم وجود میں آئی اور مرہٹہ کے نام سے موسوم ہوئی جس کو گوجروں نے اپنی شجاعت اور بہادری کا ورثہ دیا اور جو اب گوجر کے عوض نمالکر پھالکلیا اور بانٹکر مرہٹہ کہلاتی ہے۔

بہاؤوں کبیشروں اور مورخوں نے گوجر قوم کی پوری تاریخ نہیں لکھی بلکہ انہوں نے گوجروں کی تاریخ پر لفظ راجپوت کا تاریک و سیاہ پردہ ڈال کر ان کی تاریخ کو ہندو روایات سے غلط ملط کر کے مسخ کر دیا تھا اس لئے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اپنی قوم کی تاریخ کو روشنی میں لا کر لوگوں کو دکھائیں کہ گوجر قوم کے وہ کون کون سے خاندان تھے کہ جنہوں نے ہندوستان میں آ کر حکومت و سکونت کی اور اپنی اولاد کو بطور یادگار کے یہاں چھوڑا اس معاملے میں زیادہ دماغ سوزی کی ضرورت نہیں ناظرین کی سمع خراشی بھی بیکار سنیں کی مطابقت سے ہم کو کچھ صحت کی ضرورت نہیں رہتی اور تاریکی میں پڑے ہوئے حالات خود روشنی میں آجاتے ہیں اس لئے یہ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ایک ہزار برس پیشتر جن خاندانوں نے ہندوستان میں حکومت کی وہ خاندان کون تھے الغرض چوہان گوجروں کی چوبیس گوتیں یا شاخیں ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

چوہان	ہر	سونی گڑا	کھمچی
دیوڑا	پبیا	سجوار	گونلوال
بہدوریہ	نربہان	مالانی	پوربیہ
سور	مدریچہ	سکرپچہ	بہوریچہ
پالیچہ	بسیرہ	کچیرہ	روسیہ

چندو نمک بہادر نیکٹ

## نسب نامہ چوہان خاندان

سکندر اعظم، شہزادہ اسکندروس عرف شہزادہ گرجی، کوشانیس، پنگورنیس،  
 ونگولیس، پاماونیس، والونیس، چنگدیس، ایتلننیس، کڈفائیس اول، ہونیس،  
 وجیشک، کنشک، ہوشک، واسدیو، انہل، دیو عرف اگنی پال، پلستان عرف پی لست  
 پال، سواج عرف سواج پال، بہو پال، ملان دیو، گلشن شور، امر پال، اے پال،  
 چکوہ، سوت پال، رے پال، انتی پال، دند پال، بین پال، ناہر دیو، دولہ  
 رائے، مانک رائے، کچھمن رائے، لوپتپال، بگرہ پال، مہیند روئیو، سری مہنہولا، سری  
 پال، جیت راج، پرتھی پال، ہرس راج، جگن دیو، پیریلین دیو عرف دہرم گج، بسیل  
 دیو عرف بسال دیو، سارنگ دیو، آنوراج عرف آنا، چپال، اے دیو، آنند دیو،  
 سومیشور، پرتھی راج، رین سی۔

## فصل ششم

### گوجر سلطنتوں کو زوال

زوال حکومت کے بعد گوجروں کی نسلی و قومی اور سیاسی و مذہبی

حالت میں انقلاب عظیم

گوجر سلطنتوں میں سب سے پہلے تو ماگوجروں کی سلطنت کو جو کہ صوبہ  
 جات مغلستان اور ہونان میں واقع تھی زوال آنا شروع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے  
 کہ تو ما حکومت کے زیر حکومت جو صوبہ جات تھے ان میں کثرت آبادی ہن قوم کی  
 تھی اور ہن قوم گوجروں کی سخت دشمن تھی یہ قوم بالکل وحشی اور درندہ خصلت تھی

اس قوم کے تمام افراد کچا گوشت کھاتے تھے شراب پیتے اور بدن پر حیوانوں کی کہاڑی کا لباس پہنتے تھے اور جب کبھی موقع ملتا تھا تو اس قوم کے تمام سردار تو ما حکومت کی اطاعت سے منحرف ہو کر ملک میں فتنہ و فساد اور بغاوت برپا کر دیتے تھے لیکن تو ما گوجروں کی حکومت زبردست و مضبوط اور ہوشیار رہی، تب تک ہن قوم کے باغیوں اور شریروں کی تو ما حکومت کے خلاف کوئی پیش نہ جاسکی لیکن جب تو ما گوجروں کا زبردست اور منتظم بادشاہ اور پوسیس گرجی ۱۹۵ء میں فوت ہو گیا تو اسکے بعد آپس کی خانہ جنگی سے تو ما گوجروں کی حکومت میں ضعف آنا شروع ہوا اور دن بدن ان کی حکومت کمزور ہونے لگی ادھر ان کی دشمن ہن قوم آپس میں اتحاد و اتفاق کر کے آگے سے زیادہ مضبوط و منظم ہو گئی جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۲۳ء میں ہن قوم کے ایک سردار روگیلاس نامی نے قوت حاصل کر کے تو ما حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا جس کے علم کے نیچے تمام ہن قوم جمع ہو کر تو ما گوجروں سے لڑنے لگی اس دفعہ ہن قوم کی بغاوت ایسی منظم تھی کہ تمام ملک میں پھیل گئی جس کا تدارک تو ما گوجروں سے ہرگز نہ ہو سکا اور آخر یہ اپنے افتراق و انتشار کی وجہ سے مغلوب ہو گئے اور باغیوں نے کامیاب و ظفر یاب ہو کر تو ما حکومت کے دار الخلافہ پر قبضہ کیا جس کے بعد تو ما گوجروں کی حکومت کا صوبہ جات ہوناں و مغلستان سے خاتمہ ہو گیا۔

جب روگیلاس تو ما گوجروں کی حکومت کو تباہ برباد کر کے صوبہ جات ہوناں و مغلستان کا واحد بادشاہ ہو گیا تو پھر اس نے گوجروں کی دوسری بڑی سلطنتوں کی طرف اپنی توجہ منعطف کی اور آہستہ آہستہ ان کو بھی یکے بعد دیگرے فتح کر کے تمام مشرقی و مغربی ترکستان پر مسلط ہو گیا اور مدت دراز تک حکومت کرتا رہا کیونکہ روگیلاس بے اولاد تھا اس لئے اس کے بعد پھر اسکا بھتیجا اٹھیل نامی اس کی مسند حکومت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا شاہ اٹھیل نے اپنا لقب غضب الہی تجویز

کیا تھا اور واقعی یہ اس لقب کا صحیح مستحق تھا کیونکہ یہ بڑا ظالم و جابر بادشاہ تھا اسی کے عہد حکومت اور اسی کی سرکردگی میں ہن قوم دوسرے ملکوں کو فتح کرنے کے لئے ایک آندھی کی طرح اٹھی تھی اور تمام خراسان فارس، گرجستان، ارمینیا شام اور روم کے سرسبز علاقوں کو روندتی اور فتح کرتی ہوئی وسطی یورپ تک جا پہنچی تھی۔

روگیلا اس کے عہد حکومت میں گوجریا ستیں جو وسط ایشیا میں تھیں وہ سب کی سب اس کی باجگزار ہو گئی تھیں اور نیم خود مختاری کی حالت میں اس کی زیر سیادت اپنے اپنے علاقوں میں حکومت کرتی تھیں لیکن جب ۲۳۱ء میں شاہ اٹھیل کا عہد حکومت آیا تو اس نے گوجرییسوں کی ریاستیں ضبط کرنے اور تمام گوجروں کو وسط ایشیا سے نکالنے کے لئے ایک جدید حکمت عملی اختیار کی یعنی اس نے اپنی سلطنت میں قومی و نسلی امتیاز کا مسئلہ چھیڑ کر گوجر قوم کے خلاف ہن قوم میں جذبہ نفرت و حقارت پیدا کر دیا اور اس جذبے کو اس قدر ترقی دی کہ ہن قوم تمام کی تمام گوجروں کے خلاف ہو کر ان کو وسط ایشیا سے نکالنے پر آمادہ ہو گئی جس کے بعد قومی تعصب کی وجہ سے گوجروں کو ستانا اور بے عزت کرنا اس قوم کا شیوہ ہو گیا اور گوجروں پر طرح طرح کے جور و ظلم کر کے ان کو تنگ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ہن قوم کے لوگ گوجر لفظ سے بھی دہشت اور خوف کھانے لگے اور جو شخص اپنے کو گوجر ظاہر کرتا اس کو اس قوم کے بزدل اور ظالم حاکم سخت سزا دیتے اور بعد سزا کے پھر اس کو اپنے ملک سے خارج کر دیتے تھے اس لئے ان کے مظالم سے تنگ آ کر بعض بزدل اور کمزور طبیعت کے گوجروں نے اپنے آبائی و قومی لقب کو ترک کر کے جدید لقب و نام اختیار کر لئے اور گوجر قومیت کو چھوڑ کر غیر قوموں میں مل جل گئے باقی جو بہادر اور غیور گوجر تھے وہ یا تو ہن قوم سے لڑتے رہے اور یا ان کے علاقہ حکومت سے ہجرت کر کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ اصل میں شاہ اٹھیل کی حکمت عملی اور مدعا گوجروں کو نکالنے اور ان کی ریاستیں ضبط کرنے کا یہ



تھا کہ مبادا گوجر قوم اپنے افتراق اور خانہ جنگیوں کو چھوڑ کر قومی اتحاد اور تنظیم کر کے کہیں میری نئی سلطنت کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے اور اپنی غصب شدہ سلطنتوں کو واپس لینے کے لئے جدوجہد نہ کرے آخر وہ اپنی حکمت عملی اور ارادے میں کامیاب ہوا اور گوجروں کو ان کی تمام ریاستوں سے بیدخل کر کے ان پر قابض ہو گیا جس کے بعد تمام گوجراں کے علاقہ حکومت کر چھوڑ کر مختلف اطراف میں جا کر آباد ہو گئے۔

شاہ اٹھیل کی یہ حکمت عملی غلط تھی یا صحیح اور ملک کو اس سے فائدہ پہنچایا نقصان؟ ہم کو اس سے بحث نہیں اور نہ ہم کو شاہ اٹھیل کے ظلم پر کوئی اعتراض ہے، کیونکہ یہ ہر قوم کے لیڈر کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی غلام قوم کو غیر قوم کی غلامی و محکومی سے آزاد کرانے کے لئے ضرورت اور وقت کے لحاظ سے جیسی چاہے حکمت عملی اختیار کرے اور حاکم یا غیر قوم کے خلاف جیسی چاہے نفرت و حقارت پھیلانے اور اپنی غلام قوم کو اس کے نیچے حکومت سے آزاد کرائے ہم کو اگر کسی حکمت عملی سے بحث ہے تو صرف ان بزدل اور قوم فروش گوجروں کی حکمت عملی سے کہ جنہوں نے چند روزہ زندگی کے لئے اپنے آبائی لقب و آبائی مذہب و آبائی تہذیب کو چھوڑ غیر مذہب و تہذیب کو پسند کیا اور جنہوں نے گوجر قومیت کو ترک کر کے دوسری غیر قومیتیں اختیار کر لیں اور غیر قوموں میں جا کر ان کے اضافے کا باعث ہوئے جن کی تبدیلی اور علیحدگی کی وجہ سے گوجر قوم کو ایسا بھاری نقصان پہنچا کہ گوجروں کا تمدن و تہذیب اور قومی شعار و آثار سب تباہ و برباد ہو گئے جس کی تلافی آج تک نہ ہو سکی۔

الحاصل شاہ اٹھیل کے جور و ظلم سے تنگ آ کر گوجروں کے خیل کے خیل ترکستان سے ہجرت کر کے ہندوستان میں چلے آئے اور علاقہ دوار کا یعنی سوراشر میں آ کر آباد ہو گئے جسکے بعد ان کی کثرت آبادی کی وجہ سے اس علاقے کا نام ہی

ان کے قومی لقب پر گوجر دیس یا گجرات ہو گیا حتیٰ کہ ہندوستان میں گوجروں کی اس آمد و رفت کا سلسلہ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی تک جاری رہا بعد آمدہ گوجر قبل آمدہ گوجروں کے ساتھ مل کر اس علاقے میں رہنے اور اس کو آباد کرنے لگے علاقہ سوراشر کے علاوہ دیگر علاقوں میں بھی گوجروں نے سکونت اختیار کر کے ان کو آباد کیا۔

ترکستان سے گوجروں کو خارج کرنے کے بعد ظالم شاہ اٹھیل کی حکومت کو بھی زیادہ مدت تک استحکام و قیام حاصل نہ ہو سکا کیونکہ اس کے مرنے کے ساتھ ہی ہن قوم میں بھی گوجروں کی طرح افتراق و انتشار شروع ہو گیا تھا اور اس قوم کی عظیم الشان سلطنت بھی آپس کی خانہ جنگی و سر پھٹول سے بہت جلد تباہ و برباد ہو کر ختم ہو گئی جس کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر گوجر قوم نے بھی اپنی غصب شدہ سلطنت واپس لے لی وسط ایشیا میں پھر از سر نو گوجر سلطنتیں قائم ہوئیں لیکن ان سلطنتوں کو پھر وہ عروج حاصل نہ ہو سکا جو اس کے پیشتر دور حکومت میں حاصل تھا۔

### ہندوستان میں گوجروں کے ساتھ کیا ہوا؟

اسی طرح ہندوستان میں بھی آپس کی خانہ جنگی سے گوجر سلطنتوں کو زوال آیا جن کی جگہ پر پھر ہندوؤں کے گچھا خاندان کی حکومت قائم ہوئی گچھا راجاؤں نے بھی گوجروں کے علوم و آداب اور تمدن و تہذیب اور نظام سیاست کا قلع قمع کر کے ان کو غلامی کا عادی بنانا شروع کیا صورت حال پر قابو پاتے ہی سب سے پہلے گچھا راجوں نے یہ کام کیا کہ گجراتی زبان اور گوجر نظام حکومت کو یک قلم موقوف کر کے اُس کی جگہ جدید عدالتیں جدید قانون اور جدید محکمے جدید دفاتر قائم کئے اور ان سب محکموں اور عدالتوں کی زبان بجائے گجراتی کے سنسکرت کر دی جس کی وجہ سے گوجروں کے تمام مذہبی و ملکی حقوق تلف ہو گئے۔

گیتا راجوں کا طرز حکومت بھی کچھ قابل تعریف نہ تھا یہ بھی اپنی ہندوانہ طبیعت کی وجہ سے نہایت درجہ متعصب اور خود پسند تھے ان میں بھی وطنی و مذہبی رواداری مطلق نہ تھی اور یہ بھی گوجروں کو نہایت حقیر اور ایک ادنیٰ قوم تصور کرتے تھے البتہ گوجروں کو ہندوستان سے خارج کرنے میں یہ بالکل کامیاب نہ ہوئے باقی جو رو ظلم اور تشدد کرنے میں یہ بھی ہن قوم کے بادشاہوں سے کچھ کم نہ تھے ہمیشہ ان کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ گوجر قوم ہندو مذہب اختیار کر کے ہماری سیاسی غلامی کے ساتھ ہی مذہبی غلامی بھی اختیار کر لے اور اس کے لئے انہوں نے گوجروں پر طرح طرح کے جبر و تشدد کرنے شروع کر دیئے اور ہر طرح ان کو تنگ کر کے ہندو مذہب اختیار کرنے پر زور دینے لگے آخر گیتا راجوں کے جبر و تشدد اور مذہبی تعصب اور بد سلوکی سے تنگ آ کر بہت سے کمزور گوجروں نے ہندو مذہب اختیار کر لیا لیکن ہندو بننے والے گوجروں کو پھر بھی وہ درجہ اور رتبہ نصیب نہ ہوا جو پُرانے ہندو چھتریوں اور ان گوجروں نے جو انہل دیو کے وقت اس کے ساتھ ہندو مذہب میں داخل ہوئے تھے ان نئے ہندو بننے والے گوجروں کے ساتھ انہوں نے بھی روٹی بٹی کا کوئی رشتہ قائم نہ کیا۔ کیونکہ ہندو مذہب میں کسی قسم کی قومی و مذہبی مساوات مطلق نہ تھی اس لئے بعد آمدہ اور بعد میں ہندو مذہب قبول کرنے والے گوجروں کو اور اگر کوئی درجہ یا رتبہ ملا تھا تو وہ شودر اور ویشوں کا درجہ تھا جس میں وہ شمار کئے جانے لگے لیکن جو گوجر خودار اور غیور تھے اور جنہوں نے اپنی آبائی تہذیب و مذہب کو کسی قیمت پر بھی فروخت یا ترک نہیں کیا تھا انہوں نے ہر طرح کی تکالیف اور مصیبت کو برداشت کر کے اپنے آبائی مذہب و تہذیب کو محفوظ رکھا مگر انقلاب زمانہ و انقلاب حکومت و انقلاب نسل و خیالات کی وجہ سے ان کا آبائی مذہب بھی اپنی اصل صورت میں قائم نہ رہ سکا اس مذہب کے اصولوں میں بھی تغیر و تبدل واقع ہو گیا تھا آخر ان گوجروں کے ہم مذہب مسلمانوں

نے جب ہندوستان کو فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی تب ان بہادر اور غیور گوجروں نے تجدید کے طور پر پھر اپنے آبائی مذہب کو قبول کر کے مسلمانوں کی رواداری اور مساوات سے متمتع ہونا شروع کیا۔

ہندوستان میں ہُن قوم کی یورش اور گوجروں کی قومی تفریق

## کا مفصل حال

ہُن قوم کو وسط ایشیا میں پھر ۴۴۵ء میں دوبارہ سیاسی عروج حاصل ہوا اب اس قوم کا بادشاہ تورامان نامی تھا جس کی سرکردگی میں ہُن قوم نے اس دفعہ ہندوستان پر بھی حملہ کر کے اس کو فتح کیا اور گپتا خاندان کے آخری راجہ کو شکست فاش دے کر ہمیشہ کے لئے اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اس وقت ہندوستان میں گوجروں کی قومی حالت یہ تھی کہ ان کے تین طبقے ہو گئے تھے جن کا کچھ ذکر اس کے پیشتر باب اول کے فصل دوم میں ہم تحریر کر چکے ہیں اور اب ان کی تفریق کا مفصل حال یہاں لکھتے ہیں جیسا کہ ہم نے باب اول میں اپنی ضروری ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے موخر طبقے کو مقدم کی جگہ لکھا تھا اسی طرح اب ہم ضرورت کے لحاظ سے مقدم کو موخر کی جگہ لکھتے ہیں، گوجروں کا ایک طبقہ وہ تھا جس کو قدامت پسندوں کا طبقہ کہنا چاہیے اس طبقے کے لوگ اپنے کو بہادر گوجر یا خالص گوجر کہلاتے تھے یہ کسی ظالم سے ظالم حکومت کے جبر و تشدد لالچ یا طمع سے اپنی آبائی تہذیب و مذہب اور قومی شعار کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتے تھے اور اس کی حفاظت کے لئے ہمیشہ غیر قوموں اور دشمن حکومتوں سے لڑتے رہتے تھے یہاں تک کہ اس طبقے کے لوگوں نے اپنی آزادی و تہذیب کی حفاظت کے لئے اپنی ریاستوں اور ملکیتوں کو چھوڑ چھاڑ کر کوہستانوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنی شروع کی اور جب کبھی کسی غیر حکومت یا غیر قوم نے ان کی آبائی تہذیب یا آزادی کو غصب کرنا چاہا تو اس طبقے کے بہادر گوجروں نے اپنی

بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھا کر اور اس کا سخت مقابلہ کر کے اپنی خودداری و آزادی کو قائم رکھا جس کی وجہ سے ہمیشہ غیر قومیں یا غیر حکومتیں اس طبقے کے بہادر گوجروں کو بدنام کرنے اور خود اپنے لئے لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ان کو ڈاکو اور چور کے نام سے نامزد کرتی رہیں چنانچہ کشمیر میں ۱۵۷۱ء میں ایک ہندو راجہ للتاوت عرف ملتا پیڈ نامی ہوا ہے جس نے اپنے جانشینوں کو امورات ملکی سرانجام دینے کی خاطر چند تجویزیں لکھ کر بھیجی تھیں جن تجویزوں میں سے وہ دوسری تجویز یہ لکھتا ہے کہ اقوام گوجراں سے کبھی مطمئن نہیں رہنا چاہیے، ہر وقت حق و ناحق انہیں تعزیری شکنجہ میں اٹینٹھے رکھنا ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ یہ فارغ البالی کی حالت میں فتنہ و فساد برپا کر کے دشمنوں کے لئے آمد و رفت کے راستے صاف کر دیں بحوالہ مکمل تاریخ کشمیر حصہ اول صفحہ ۱۸۰ مصنفہ محمد الدین صاحب فوق۔ غرض گوجروں کا دوسرا طبقہ وہ تھا جو کہ ایک خود دار اور غیور قوم کی طرح اپنی اصلیت کو چھپانا نہیں چاہتا تھا اس طبقے کے لوگ بھی اپنی آبائی تہذیب و آبائی مذہب اور قومی خصائص و شعار کی حفاظت میں پہلے طبقے کی طرح حریص واقع ہوئے تھے یہ بھی غیر قوموں کی تہذیب و مذہب اور شعار کو اس وقت تک اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے جب تک کہ سچ مچ زمانہ نے ان کو موت کی دھمکی دے کر اس کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا لیکن پھر بھی اس طبقے کے لوگوں نے اپنے قومی و آبائی لقب گوجر کو اپنے لئے طغرائے امتیاز سمجھ کر اپنے جدید اور خاص نام کے ساتھ برابر اس کو قائم رکھا تا کہ ہماری اصلیت و قومیت اس سے ظاہر ہوتی رہے اس طبقے کے لوگ بڑا گوجر یا چھتری گوجر کہلائے تھے۔

گوجروں کا تیسرا طبقہ وہ تھا جس کی خود اپنی قوم میں کوئی عزت و وقعت نہ تھی اس طبقے کے لوگ راجپوت یا ٹھا کر کہلاتے تھے ان میں خود تو کوئی جنگی

قابلیت یا ذاتی شجاعت تو نہ ہوتی تھی البتہ اس طبقے کے لوگ اپنے آباؤ اجداد یا اپنے نہال کے آباؤ اجداد کے کارناموں پر فخر کر کے ان کے ذریعے عزت حاصل کرتے تھے چنانچہ انہی کے متعلق زمانہ قدیم کے بہادر گوجر بزرگوں کا ایک مقولہ ہوا کرتا تھا کہ گوجر اصل میں وہ ہے جو کہ ایک ہاتھ میں بجلی کی طرح چمکتی ہوئی تلوار اور دوسرے ہاتھ میں بہاری گرز لے کر بادل کی طرح گرجتا ہو دشمن پر حملہ آور ہو، اگر اس میں یہ وصف نہیں تو وہ گوجر نہیں بلکہ راجپوت ہے اور راجپوت وہ ہے کہ جو خود شجاع و بہادر تو نہ ہو لیکن اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں اور شجاعت پر فخر کر کے ان کے نام سے عزت حاصل کرے اور جس ملک میں رہتا ہو اس ملک کا کوئی معزز خطاب اور رسم و رواج اختیار کر کے اپنی تعظیم و تکریم کرائے تیسرے طبقے کے لوگ برہمنوں اور بھائوں یا غیر حکومتوں سے اعزاز و خطاب حاصل کرنے کے بھوکے ہوتے تھے، یہ برہمنوں اور بھائوں کی عطا کردہ عزت کو عزت سمجھتے تھے اس طبقے کے بہت سے لوگ تو پہلے ہی دنیا کی جھوٹی عزت حاصل کرنے کے لالچ میں اپنا دین و مذہب اور قومیت فروخت کر کے ہندو راجپوت بن چکے تھے مگر کچھ لوگ ابھی اس طبقے کے اپنی قوم کے طعن و تشنیع کے خوف سے اس فح حرکت کے مرتکب نہیں ہوئے تھے اور وہ اس بات کو دیکھ رہے تھے کہ جب کوئی موزوں اور اچھا موقعہ ہاتھ آئے تو ہم بھی اپنی قوم کو چھوڑ کر ہندو راجپوت بھائیوں میں جا ملیں آخر جب ہن قوم کا عہد حکومت آیا تو اس طبقے کے باقی ماندہ لوگوں نے بھی ہن قوم کے جور و ظلم کا بہانہ کر کے ہندو مذہب کو اختیار کر لیا کیونکہ ہن قوم قدیم سے گوجر قوم کی پرانی دشمن چلی آتی تھی اور اس قوم کے لوگ گوجر لفظ سن کر ہمیشہ اس سے جلتے اور خوف کھاتے تھے اس لئے گوجروں کے تیسرے طبقے کے باقی ماندہ لوگوں نے ہن قوم کے ظلم و ستم کی آڑ لے کر اور خوف جان کا بہانہ کر کے گوجر قومیت کو تبدیل کر لیا جس کے بعد

پھر اس طبقے کے تمام افراد اپنے آبائی خطاب گوجر کو چھوڑ کر راجپوت یا ٹھا کر کہلانے لگے۔

اصل میں راجپوت بننے والے گوجر غلامی کے عادی ہو چکے تھے اور انہیں غلام بننے کی پوری صلاحیت آچکی تھی اس لئے ۵۰۰ء میں سیاسی اور مذہبی اور تمدنی و معاشرتی تبدیلی کے ساتھ ہی ان کے حسب و نسب میں بھی ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا تھا یعنی انہوں نے اپنے اصل شجروں اور قدیم نسب ناموں کو برہمنوں کی امداد سے پُرانے چھتری بزرگوں کے نسب ناموں سے ملا کر اپنے کو ان کی سخنان یا اولاد کہنا شروع کیا سری راجپند ر اور سری کرشن جی مہاراج کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کر کے سورج بنسی اور چندر بنسی راجپوت کہلانے لگے اور ہمیشہ کے لئے برہمنوں کے عطیہ اعزاز اور امداد الناب کی وجہ سے ان کے زیر بار احسان ہو گئے، جس کے بعد گوجروں کے پھر ان دونوں طبقوں یعنی راجپوتوں اور اصل گوجروں میں ایسی مغایرت اور بیگانگی واقع ہوئی کہ پھر یہ دونوں طبقے کبھی آپس میں نہ مل سکے اور ان کے خونی و نسلی تعلقات ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے جس کے بعد پھر راجپوت گوجر اپنے کو افضل سمجھ کر بہادر اور اصل گوجروں کو ادنیٰ تصور کر کے ان پر اپنی فوقیت اور عظمت ظاہر کرنے لگے جس کے جواب میں اصل گوجر بھی اپنے کو راجپوتوں سے اعلیٰ اور افضل جان کر ان کی اصلیت کے متعلق دو قسم کی روایتیں بیان کر دیتے تھے۔ جن کو سن کر راجپوتوں کا منہ بند ہو جاتا تھا اور وہ دور روایتیں یہ ہیں۔

### راجپوتوں کی اصلیت

پہلی روایت یہ ہے کہ گوجر قوم میں سے جو راجے اور مہاراجے ہوا کرتے تھے، ان راجوں اور مہاراجوں کے محل سراؤں میں جو ہندو قوم کی کثیر التعداد لونڈیاں اور کنیریں شاہی خاندان کی خدمت پر مامور ہوا کرتی تھیں ان کنیروں

کے بطن سے جو ان کے فرزند پیدا ہوتے تھے وہ راجپوت کہلاتے تھے ان کو گوجر قوم کی طرف سے گوجر کہلانے کا مطلق کوئی استحقاق حاصل نہ ہوتا تھا کیونکہ گوجروں کے قومی قانون میں گوجر خطاب کی وہی اولاد مستحق ہو سکتی تھی جو کہ ان کی آزاد منکوحہ اور مالکہ عورتوں کے بطن سے پیدا ہوئی اس لئے گوجر قوم کے راجے مہاراجے بھی اس قومی قانون کے سخت پابند ہوتے تھے ان کو بھی اپنی قوم کی رضا مندی اور خوشنودی ہر حال میں مد نظر ہوتی تھی وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ کوئی کینزک زادہ گوجر کہلا کر اور غلامی کی زندگی بسر کر کے ہماری قوم کے معزز خطاب کی ذلت اور بدنامی کا باعث ہو بلکہ وہ گوجر راجگان خود انفرادی حیثیت میں اس بدنامی کے متحمل ہو جاتے تھے اور اپنے کینزک زادوں کو یہ ہدایت کر دیتے تھے کہ وہ سوائے خطاب ٹھاکر یا راجپوت کے اور کوئی خطاب اختیار نہ کریں جس سے ہماری قوم ناراض ہو وہ ہمیشہ قومی و اجتماعی حیثیت میں اس بات سے ڈرتے تھے کہ مبادا کوئی کینزک زادہ گوجر خطاب اختیار کر کے آزاد اور نجیب گوجروں کی حق تلفی نہ کرے جس کی وجہ سے ہماری آزاد قوم ہمارے خلاف ہو کر ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دے کیونکہ گوجر خطاب گوجروں کی آبائی عزت و عظمت کا نشان سمجھا جاتا تھا اور بہادری و نجیب گوجر اپنی ذاتی شجاعت و عظمت دکھانے کے بعد پھر اپنے حریف پر اپنے آباؤ اجداد کی شجاعت و عظمت کا اظہار بھی اسی خطاب کے ذریعے کرتے تھے اس لئے یہ ان کینزک زادوں کو گوجر کہلانے کا حق نہیں دیتے تھے، یہ خطاب گوجر قوم کے جد امجد شہزادہ اسکندروس گرجی کو اس کے بہادرانہ کارناموں کی وجہ سے دربار سکندری میں آکر خود اہل ایران نے اس کو دیا تھا اس لئے اس کے بعد اس کی اولاد یعنی گوجر قوم ہمیشہ اس آبائی خطاب کی بہت عزت و تکریم کیا کرتی تھی گوجر حکومتوں اور سلطنتوں میں کسی غیر گوجر یا کسی کینزک زادہ کو اس خطاب کے اختیار کرنے کا مطلق استحقاق حاصل نہ ہوتا تھا



بلکہ یہ خطاب خاص کر ان اصل گوجروں کے لئے مخصوص ہو چکا تھا جو آزاد نجیب ہوتے تھے اس لئے جب کوئی شخص گوجر راجگان کے ان کینرک زادوں کو پوچھتا تھا کہ تم کون ہو تو وہ اصل اور بہادر گوجروں کے خوف اور ناراضگی کی وجہ سے اپنی قومیت و اصلیت بتانے کی بجائے ان دونوں باتوں سے علیحدہ رہ کر صرف اپنے کو ان گوجر راجاؤں کی طرف منسوب کر کے یہ کہتے تھے کہ ہم راجپوت ہیں یعنی راجاؤں کے بیٹے گویا اصل گوجروں کی طرف سے خطاب راجپوت کے اختیار کرنے کی ان کو عام اجازت تھی اور اس خطاب کے ذریعے وہ عام لوگوں سے اپنے لئے عزت حاصل کر سکتے تھے جس پر اصل گوجروں کو کوئی اعتراض نہ ہوتا تھا آخر انقلاب حکومت و انقلاب زمانہ کی وجہ سے جب خطاب گوجر کی کچھ وقعت کم ہو گئی تو اس کے بعد خطاب راجپوت نے مقبولیت عامہ حاصل کرنی شروع کی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ خود گوجروں کی قوم میں سے گرجی یا ترکی بیویاں جو ہوتی تھیں ان گرجی یا ترکی بیویوں کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی وہ گوجر کہلاتی تھی باقی جو ان کی اولاد ان کے ہندو بیویوں کے بطن سے پیدا ہوتی تھی وہ راجپوت کہلاتی تھی اس لئے گوجروں کی گرجی یا ترکی بیویوں کے فرزند ہمیشہ ان کی ہندو بیویوں کے فرزندوں کو مفتوح ماؤں کے بیٹے اور خود اپنے کو فاتح ماؤں کے بیٹے کہہ کر اپنی فوقیت ان پر ظاہر کرتے تھے اس لئے گوجروں کو ہندو بیویوں نے بھی ان کے بالمقابل اپنے فرزندوں کے دل میں اپنے میکے کی نجابت و شرافت ذہن نشین کر کے ان کو راجپوت کہلانے کی تعلیم دینی شروع کی جن کی تعلیم کا اثر یہ ہوا کہ پھر گوجروں کی ہندو بیویوں کے فرزند ان کی گرجی یا ترکی بیویوں کے فرزندوں کے بالمقابل اپنے نہال کی عظمت و شرافت ظاہر کر کے ان پر فخر کرنے لگے جس کے بعد پھر آہستہ آہستہ گوجروں کے راجپوت فرزندوں نے اپنے اصل نسب ناموں کو اپنے نہال کے بزرگوں کے نسب ناموں

سے منسلک کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم سری راجپوت اور سری کرشن جی مہاراج یا فلاں ہندو چھتری بزرگ کی اولاد ہیں اور آج تک اسی طور سے کہتے چلے آتے ہیں لیکن اب ہم ان کے دعویٰ کے فیصلہ کو غیر راجپوت اور غیر گوجر منورخوں پر چھوڑ کر ان سے اور ان کی تاریخوں سے پوچھتے ہیں کہ:-

## راجپوت کون تھے؟

(حوالہ نمبر اول) دیکھو تاریخ ہند حصہ اول، مصنفہ جناب وی۔ اے سمٹھ صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای مترجمہ شیخ عبدالحمید صاحب ایم۔ اے پروفیسر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور آپ اس تاریخ کے صفحہ ۲۳، ۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مگر اب تحقیق ہو چکا ہے کہ کئی موجودہ راجپوتوں کے قبائل اور دیگر فرقے مثلاً گوجر، جاٹ، کاٹھی وغیرہ یا تو ہن اور گوجروں کی اولاد سے ہیں یا دیگر اسی قسم کی اقوام کی نسل سے ہیں جو ان کے بعد ہند میں آئیں راجپوتوں، جاٹوں اور گوجروں کی شکل و شبہت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے غیر ہندی آباؤ اجداد بنی نوع انسان کے ان فرقوں میں سے ہے جو سفید فام اور بالا قامت تھے اور زرد رنگ تنگ چشم منگولوں کی نسل سے نہ تھے۔

سمتہ صاحب پھر اسی تاریخ ہند کے جس کا شیخ عبدالحمید صاحب نے ۱۹۲۳ء میں ترجمہ کیا اس کے صفحہ ۱۲۶ اور ۱۲۷ پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ موجودہ راجپوتوں کے قبائل میں سے اکثر کے شجرہ نسب صرف آٹھویں یا نویں صدی عیسوی تک جاتے ہیں مگر اس سے دور نہیں جاتے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے شاہی خاندانوں کو اسی وقت عروج نصیب ہوا جبکہ ہن، گوجر، اور دیگر اجنبی اقوام کے گروہ پانچویں اور چھٹی صدیوں میں پنجاب اور راجپوتانہ میں آباد ہو گئے تھے، دو تین پشتوں کے اندر اندر ہندو بن گئے اور ہندوؤں کی مختلف ذاتوں میں شمار ہونے لگے چونکہ چھتریوں کا کام حکومت و سپہ گری تھا اس لئے

ان اقوام کے سردار اور ان کے رشتہ دار ہندو مذہب اختیار کر لینے پر چھتری کہلانے لگے اور عام آدمی دیگر چھوٹی ذاتوں میں مل جل گئے پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آج کل کے پرہار راجپوت گوجروں کی اولاد سے ہیں جو اجنبیوں کی حیثیت میں ہند میں وارد ہوئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ گوجر اور گوجر ایک ہی لوگ تھے لیکن پرہار کہتری یا راجپوت سمجھے جاتے ہیں کیونکہ قدیم زمانہ میں وہ حکومت کرتے تھے حالانکہ گوجر جو قدیم گوجروں میں معمولی درجہ کے آدمی نہ تھے آج وہ درمیانی طبقہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان کا درجہ راجپوتوں سے بہت کم سمجھا جاتا ہے اسی طرح یہ یقین کرنے کے لئے دلائل موجود ہیں کہ راجپوتوں کے کئی دیگر مشہور قبائل بھی اسی طرح قدیم حکمران اقوام غیر ہندی کی نسل سے ہیں۔

(۲) بھارت کا سنکشپت اتھاس۔ مصنفہ مہاشہ بالکرشن پروفیسر آریہ گوردکل کانگری اپنی اسی تاریخ کے صفحہ ۲۷۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ راجپوت کون تھے پھر اس کے آگے لکھتے ہیں کہ راجپوتوں کی اپنی کا مضمون بڑا مشکل ہے یہاں مختصر طور پر صرف یہی لکھنا کافی ہوگا کہ راجپوت لوگ پرانے آریوں، یونانیوں گوجروں وغیرہ جاتیوں کی کہ جنہوں نے ہندو دہرم اور تہذیب کو قبول کر لیا تھا اولاد تھے لیکن جگہ جگہ پر راجپوتوں نے اپنے راج قائم کر لئے تو ان سب کی پیدائش پراچین آریوں سے مان لی گئی تھی تین نہایت قدیم اور معزز خاندانوں کے ساتھ ان کا تعلق جوڑا گیا تھا یعنی اول شری راجندر کے پُتروں، لوادرکش کے سور یہ بنس سے دوم پرو کے چندر بنس سے اور سوم یادربنس شری کرشن جی کے ساتھ۔

(۳) ہندو پریٹڈ، حصہ اول، مصنفہ ای مارسڈن صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۰ پر لکھتے ہیں کہ راجپوت کون تھے پھر اس کے آگے تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ جنگجو قومیں جو یکے بعد دیگرے شمال مغربی ہندوستان میں آکر

آباد ہوئیں وہیں وہ ہماری آنکھوں سے پرے ہو جاتی ہیں یا چار سو برس کے بعد انہی حصوں میں ہم راجپوتوں اور جاٹوں کو آباد پاتے ہیں جبکہ یہ لوگ پہلے کہیں نہیں ملتے تھے اس لئے صاف ظاہر ہے کہ دونوں راجپوت اور جاٹ ایسی قوموں کی کہ جنہوں نے ہندو مذہب اختیار کر لیا تھا اولاد ہیں، جیسے کرشن، یونانی، گوجر اور دیگر قوموں کی جو کسی زمانہ میں آریہ قوم کے تھے پھر آگے چل کر ای، مارسڈن صاحب اسی تاریخ کے صفحہ (۲۱۳) پر لکھتے ہیں کہ برہمن بھی اگر راجہ بن گیا تو وہ راجپوت کہلاتا تھا، اسی طرح سے دیش اور شودر اسی طرح سے ہر ایک کوشن، ترک، گوجر، بھی راجپوت کہلانے لگا کیونکہ راجپوت کے معنی راجاؤں کے بیٹے پہلے پہل تو ہر ایک قوم کے بڑے بڑے خاندان ان کے سردار اور ان کے رشتہ دار راجپوت کہلانے لگے جاٹ اور راجپوت اور دیگر بیچ ذاتیں جو اب راجپوتانہ اور پنجاب میں آباد ہیں شمالی حملہ آور جماعتوں کی نسل ہیں تین راجپوت کل پرانی چھتری ذاتوں میں سے تھے چوتھے اگنی کل راجپوت تھے پانچویں وہ راجپوت تھے جو ہندو بن جانے والے بھیلوں اور گونڈوں کی اولاد تھے۔

(۴) ہم ایک اور غیر گوجر اور ہندو مورخ مہاشہ سوامی آنگر ایم۔ اے کی تاریخ ہندوستان صفحہ (۱۰۸) کا حوالہ تحریر کرتے ہیں یہ کتاب مدراس کے سکولوں میں پڑھائی جاتی ہے اور لانگ مین اینڈ کمپنی کی طرف سے ۱۹۱۰ء میں چھپی تھی اس تاریخ میں راجپوتوں کی پیدائش کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں کہ بہت سی دریشی قومیں جیسے شک، گوجر، ہوں۔ ہندوستان میں آکر آباد ہوئے اس کی پرانی آبادی میں ملنے چلنے لگے اور دہرم ریتی رواج میں ہندو بن گئے اس میل جول سے ایک نئی جاتی بن گئی جس میں، ہیہ ایشیا کے مضبوط لوگوں کے جنگجو صفات ہندو دہرم اور روایتوں میں پائے جانے والی بھگتی اور پریم کے ساتھ مل گئے تھے ان نئی جاتیوں کے سرداروں نے اپنے تئیں پرانے ہندو دیوتاؤں اور بہادروں کی

سنتان کہنا شروع کیا یہ نئے سردار اور ان کے ساتھی اپنے تئیں راجپوت کہنے لگے۔  
(۵) اسی طرح شری ہیم لوٹا دیوی جی نے بھی اپنی کتاب تاریخ ہند کے  
صفحہ (۴۰) پر تحریر کیا ہے کہ وقتاً فوقتاً بہت سے غیر ملکی لوگ جیسے کوشان، گوجر وغیرہ  
بھارت میں آباد ہونے کو آئے اور راجپوتوں کا وہی کوشن گوجر ہونا ممکن ہے۔

(۶) ایسے ہی ایمپریل گزیر آف انڈیا وغیرہ میں لکھا ہے کہ صوبہ اودھ  
میں برہمن بہار اور اہیر سب نے راجپوت ذاتیں بنائی ہیں لیکن راجپوتوں کی  
زیادہ تعداد ان بیرونی حملہ آوروں کی اولاد ہیں جو ہندو بنائے گئے تھے راجپوتانہ  
کے کچھ کل یعنی ذاتیں گوجروں سے ملتی ہیں جیسے چوہان، سوکھی، گھلوٹ، طور  
وغیرہ بدیشی پیدائش رکھتے ہیں اور دیگر ذاتیں انڈوشک جاٹوں اور گوجروں کے  
ساتھ رشتہ رکھتے ہیں اور کچھ پرانے شاہی خاندانوں سے تھوڑی بہت سمبھادنا  
سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۷) تاریخ ہند حصہ اول جس کو پروفیسر ستیaram کوہلی ایم۔ اے اور  
پروفیسر ایشوری پرشاد ایم۔ اے ایل ایل۔ بی نے ۱۹۲۶ء میں تصنیف کیا اس  
تاریخ کے صفحہ ۱۳۱ اور صفحہ ۱۳۳ پر لکھا ہے کہ راجپوت، جاٹ یہ گوجر، شاک اور  
سیتھین قوموں کی اولاد ہیں شاک اور سیتھین لوگ جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے  
ہیں یہ سن عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں اس ملک میں آئے اور یہیں پر بود باس  
اختیار کر کے ہندو سوسائٹی میں داخل ہو گئے اور چونکہ یہ لوگ بہادر دلیر اور جنگجو  
تھے اس لئے بعد میں جب برہمنوں کو بدھ مذہب کے خلاف جنگ کر کے اپنے  
دھرم کو دوبارہ ترقی دینے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے ان لوگوں کو اپنے دائرہ  
میں لے کر کہشتری ذات کا اونچا رتبہ دے دیا اس میں شک نہیں کہ انہی لوگوں  
کی مدد سے برہمنوں نے دوبارہ ہندو مذہب کو قائم کر کے بودھ مذہب کا خاتمہ کر  
دیا، راجپوتوں کا سلسلہ خاندان چاہے درست ہو یا غلط، لیکن اس میں شک نہیں

کہ ہندوان کو کہشتری سمجھتے ہیں۔

(۸) اقوام الہند، مؤلفہ منشی کشوری لال صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ راجپوتوں میں بہت فریق ہیں، اصل ان کی چھتری سے ہے اکثر اولاحرم سے جو چھتریان کی ہوئی وہ بلقب راجپوت دٹھا کر مشہور ہوئے لہذا چھتریان کے ہمسر راجپوت نہیں ہیں یہ رسم قبیح اس فرقہ میں رائج ہے کہ دختر کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے ہیں اب بخوف سرکار جملے انسداد ہیں۔

(۹) تاریخ فرشتہ اردو جلد اول مطبوعہ نولکشور صفحہ (۱۰، ۱۱، ۸۳) پر تحریر ہے کہ بکر مجیت کے بعد مدت تک سلطنت اس کے خاندان میں رہی آخر راجپوتوں نے کہ مراد کہشتریوں کی لونڈیوں کے فرزندوں سے ہے اس کی مملکت پر متصرف و قابض ہو کر وارث ملک ہوئے منقول ہے کہ راجگان کہشتری اپنی کینروں کو جیسا کہ اہل ہنود میں رسم تھی کہ دن کو وہ اپنی کینروں کو خدمت مرجوعہ کا حکم دیتے تھے اور رات کو مطلق العنان کر دیتے تھے پھر ہر ایک ان کینروں میں سے اپنے لئے ایک ایک معشوق بہم پہنچا کر لڑکے جنتی تھیں اور پھر اپنے فرزندوں کو کمال محبت و عزت سے مثل فرزند ان راجگان کے پرورش کرتی تھیں تو پھر وہ جو غیر نجیب سرخانہ زادوں کے ہوتے تھے وہ اپنے تئیں اصیل و نجیب ظاہر کر کے خود کو راجاؤں کی فرزندگی میں منسوب کرتے تھے جب کوئی شخص ان سے پوچھتا تھا کہ تم کس کے بیٹے ہو تو وہ کہتے تھے کہ ہم راجپوت ہیں یعنی راجہ کے فرزند ہیں کیواسلئے کہ راج راجہ سے مراد ہے اور پوت پسر سے عبارت ہے۔

(۱۰) تاریخ ہند حصہ اول مصنفہ چوہدری عبد الحمید و مرزا محمد سعید صاحبان ایم۔ اے اپنی اس تاریخ کے صفحہ (۱۱۷، ۱۱۸) پر لکھتے ہیں کہ ۶۵۰ء سے لے کر ۱۲۰۰ء تک کے زمانے کو راجپوتوں کا زمانہ کہتے ہیں اس سوال کو حل کرنا کہ راجپوت کون تھے کچھ آسان کام نہیں راجپوت کے معنی ہیں راجوں کے بیٹے اور

اس میں شک نہیں کہ شروع میں کہشتری لوگ راجاؤں اور سرداروں کے خاندان سے ہوتے تھے اور اب بھی ہر ایک راجپوت کو کہشتری ہونے کا دعویٰ ہے، اصل میں راجپوتوں کی چند قومیں جو دہی، قنوج اور وسط ہند میں سلطنت کرتی تھیں، وہ تو کہشتری نسل سے ہیں مگر بہت سے راجپوت ان حملہ آور قوموں کی اولاد ہیں جو راجپوتانہ اور مالوے اور گجرات میں آکر بسیں ان میں سے بہت سے تو مارے گئے مگر بہت بچ بھی گئے اور بہت جلد ہی آریں لوگوں کے ساتھ مل جُل گئے اور بعد میں راجپوت کہلانے لگے چونکہ یہ لوگ بڑے بہادر اور جنگجو تھے اس لئے انہیں بدھ مذہب جس میں کسی جاندار چیز کو ستانا گناہ ہے یہ کیسے پسند آسکتا تھا، لہذا ہندو دہرم کے پیرو بنتے گئے اور زور بازو سے برہمنوں کو پرانا مذہب دوبارہ پھیلانے میں خوب مدد ملی۔

(۱۱) تاریخ ہند حصہ اول مصنفہ لالہ من موہن ایم۔ اے نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۹۱ پر تحریر کیا ہے کہ آریں اور قدیم ہندوؤں کے زمانہ میں جو راجہ اور سردار سپاہی ہوتے تھے وہ کہشتری تھے بدھ کے زمانہ میں بھی جیسا کہ بدھ خود تھا اکثر راجہ اور سردار کہشتری ہوتے تھے گو بعض مثل چندر گپت اور اشوک کے شور تھے بدھ مت کے عہد کے وسط سے لیکر مسیح سے تقریباً پانچ سو سال بعد تک شمال مغربی ہند کے بہت سے ملکوں میں سہتین یا سکا قوم کے راجہ راج کرتے تھے۔

بکر مجیت کے زمانہ سے سہتین اور کہشتری راجاؤں اور ان کی سلطنتوں کا ذکر سننے میں نہیں آتا بجائے انکے ۶۰۰ء سے ۱۲۰۰ء تک جدھر نظر جاتی ہے راجپوت راجاؤں کے راج ہی دکھائی دیتے ہیں سوال یہ ہے کہ راجپوت کون تھے؟ راجپوتوں کا اپنا یہ دعویٰ ہے کہ ہم کہشتری ہیں، راجپند راجی اور سری کرشن جی سے اور قدیم زمانے کے اور کہشتری خاندان سے ہمارے نسب نامے ملتے

ہیں اور بعض عالموں کا یہ خیال ہے کہ یہ دعویٰ صحیح ہے، لفظ راجپوت کے معنی ہیں راجاؤں کے بیٹے یا راجاؤں کی اولاد، زمانہ سلف کے کہشتری واقعی راجاؤں کے بیٹے پوتے ہوتے تھے اور ایسا بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ دفعتاً کہشتریوں کی طاقتور قوم کا خاتمہ ہو گیا ہو۔

بعض عالموں کا خیال ہے کہ راجپوت سہتین یا ساکا قوم سے ہیں جو سنہ عیسوی کے پانچ سو سال میں بڑی کثرت سے شمال مغربی ہند میں آکر آباد ہوئی اور اس فرقہ کے لوگ اہل یونان سے ہیں جو ساکا سے پہلے وہاں آباد تھا اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ راجپوتوں کی خاص خاص قومیں مثلاً وہ جو دہلی، قنوج اور ہندوستان کے مرکز میں حکمران تھیں اصل کہشتری نسل سے ہیں اور بعض اور قومیں جن کا نام اول ہی اول راجپوتلہ نے، مالوے اور گجرات میں سننے میں آتا تھا، جہاں ساکا کے خیل کے خیل حملہ آور ہو کر آباد ہوئے سہتین نسل سے ہیں۔

(۱۲) غرض راجپوتوں کی پیدائش کے متعلق اسی طرح کے خیالات اور تحریرات

ڈاکٹر تپدرزک اور لالہ جپت و کرنل ٹاڈ صاحب اور ڈاکٹر بھنڈا کر وغیرہ نے بھی اپنی تالیف کردہ تاریخوں میں تحریر کئے ہیں ان تاریخوں کے علاوہ اور بھی متعدد تاریخوں سے اسی طرح کے سینکڑوں حوالہ جات ہم پیش کر سکتے ہیں مگر بخوف طوالت اب انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہوئے یہ بات بھی واضح کر دیتے ہیں کہ یہ ساکا، کوشن، تکشک یعنی تاک اور پارہین یا ستھین وغیرہ سب گوجر تھے اور ان کے ہمراہ جو پہلی دفعہ وسط ایشیا کی دیگر قوموں کے لوگ مثلاً جیٹی، لاشنی، ہُن، یوچی تاتار کے لوگ بطور سپاہیوں کے بھرتی ہو کر آئے تھے ان کی اولادوں نے ہندو مذہب اختیار کر کے جاٹ یا جٹ کہلانا شروع کیا کیونکہ ان تاتاری قوموں میں جیٹی قبیلہ بہت معزز سمجھا جاتا تھا اس لئے ہندوستان میں آکر ان سب تاتاری قبیلوں نے جیٹی کی بجائے جاٹ یا جٹ کہلانا شروع کیا اسی طرح گوجر قوم میں سے جو خالص



شاہی خاندان کے لوگ تھے وہ تو اپنے آبائی مذہب و آبائی لقب کو ہی اختیار کئے رہے لیکن جو گوجروں کی ہندی عورتوں کے بطن سے اولاد پیدا ہوئی اور جن کو خالص گوجر لوگ خطاب گوجر سے مخاطب نہیں کرتے تھے انہوں نے ہندو مذہب اور تہذیب کو اختیار کر کے راجپوت کہلانا شروع کیا اور اپنے نسب ناموں کو سری راجپندر اور سری کرشن جی کے نسب سے منسلک کر کے اپنے کو ان کی سنتان یا اولاد کہنا شروع کیا کیونکہ ہندوؤں میں کسی شخص کا سری راجپندر اور سری کرشن جی کی اولاد سے ہونا ایک فخر اور بزرگی سمجھا جاتا تھا اس لئے گوجر قوم کے اس طبقے کے لوگوں نے اس عزت اور بزرگی کو برہمنوں کی مہربانی اور خدمت کرنے سے حاصل کر لیا۔ ہمیشہ سے ہر قوم اور ہر اہل مذاہب میں ایسے افراد ہوتے آئے ہیں کہ جو اس قوم یا مذہب کے بزرگوں یا مہاتماؤں اور بادشاہوں کی اولاد اپنے کو ظاہر کر کے عزت حاصل کرتے رہے ہیں اور اس مذہب کے ماننے والے ایسے افراد کو اپنے سے افضل اور اعلیٰ مانتے چلے آئے ہیں جیسا کہ مسلمانوں میں حضرت محمد ﷺ کی قوم یا آل سے ہونا ایک عزت اور بزرگی سمجھا جاتا ہے، اور کئی غیر قوموں کے لوگ آپ کی آل یا آپ کی قوم قریش سے ہونے کا دعویٰ کر کے اب سید یا قریشی کہلاتے ہیں اسی طرح راجپوت بھی تھے جو کہ اپنے کو سری راجپندر اور سری کرشن جی کی سنتان یا اولاد ہونے کا دعویٰ کر کے اہل ہندو میں عزت حاصل کرتے تھے گو ان کے خود اپنے بزرگوں میں حضرت ابراہیم و اسحاق اور حضرت عیص و ایوب جیسے پیغمبر اور بادشاہوں میں فیلقوس اور سکندر اعظم جیسے بادشاہ موجود تھے جن کی ذات اور نام پر یہ فخر کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا ممکن ہے کہ گوجر راجپوتوں نے نخوت پسند ہندوؤں کی اتانیت و خود بینی کو دور کرنے کے لئے یہ حکمت عملی اختیار کر لی ہو کہ ہم انہی کے بزرگوں کی اولاد بن کر ان سے اپنی بزرگی اور فوقیت تسلیم کرائیں آخر ایسے ہندوؤں نے ان کی فوقیت و عظمت کو تسلیم کر لیا اور ان کی اتانیت کو دور

کر کے یہ گوجر چھتری راجپوت اور ٹھا کر کہلانے لگے، مگر ان نئے ہندو چھتریوں، گوجر راجپوتوں اور ٹھا کروں کو اپنی گوتیں اور ذاتیں تبدیل کرنا یاد نہ رہیں جو ان کی قومیت و اصلیت کا آج بھی خالص گوجروں کی نسل و اولاد سے ہونے کا ثبوت پیش کر رہی ہیں اور یہ پتہ دے رہی ہیں کہ راجپوت ٹھا کر گوجروں کی اولاد ہیں، غیر راجپوت اور غیر گوجر مورخوں نے راجپوت اور خالص گوجر گوتوں کی فہرست دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ راجپوت گوجروں کی اولاد ہیں، ملاحظہ ہو تاریخ ہند حصہ اول باب بتیسواں مصنفہ ای۔ مارسڈن صاحب کے صفحہ (۲۱۴) پر۔

### گوجر راجپوتوں کی گوتیں

گر جارا، پر یہار، پرامراڈ، چوہان، چالوکیہ، گہلوٹ، کچادا، پرماز، تو از چندیل، بھکیلہ، والہی، بندہیل، کلاچوری سب انہی راجپوتوں کی جماعتیں یا گوتیں ہیں ان انہی کل راجپوت جماعتوں میں سے سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ پھیلے ہوئے گرجارا یا گوجر تھے یہ غالباً ساکا یا ترکی اقوام کے تھے چھٹی صدی عیسوی میں ہم ان کا حال پہلے پہل پڑھتے ہیں جبکہ ان کو راجہ ہریش دردھن کے باپ نے شکست فاش دی انہی میں سے معلوم ہوتا ہے کہ پر یہار، چوہان، پرامرا چلوکیہ نکلے ہیں، کیونکہ یہ بھی گرجارا کے نام سے مشہور ہیں۔ راجہ ہریش چندر کے وقت ساتویں صدی عیسوی میں گرجارا یا گوجر لوگ اپنے دارالخلافہ بھنماں سے لے کر جو کوہ آبو سے شمال مغرب کو ہے تمام مغربی راجپوتانہ پر حکمران تھے۔ ۸۰۰ء میں ان کے ایک بادشاہ مسکی ناگا بہاٹ نے قنوج کو فتح کیا وہ ان گوجر بادشاہوں میں پہلا بادشاہ تھا کہ جنہوں نے تین سو برس تک یعنی ۱۰۶۰ء تک قنوج پر حکومت کی اس کے بعد ان کا نہایت نامی بادشاہ بہوج اول تھا اور اس کا بیٹا جونانویں صدی عیسوی میں اتنے ممالک پر حکمران تھا کہ اس نے شہنشاہ کا خطاب پایا، اس زمانے میں ان کی حکومت مشرقی پنجاب، راجپوتانہ، مالوہ اور تمام اس علاقہ پر تھی جو کہ ان کے دارالسلطنت قنوج سے لے

کر کوہ دندھیا کے دامن میں واقع ہے انہیں اس زمانے میں گرجارا یا پر یہا کہتے تھے۔ لیکن پچاس سال کے بعد ماہی پالا کے عہد حکومت میں چندیلوں نے بند ہیل کھنڈک جنوبی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ کرشنا راجہ پرمار کا سردار جو گرجارا کی ایک جماعت ہے مالوہ کا حاکم تھا ۹۱۵ء میں اس علاقے کا خود مختار حاکم بن بیٹھا، پر یہا اور چوہان قبیلہ کے سرداروں نے بھی راجپوتانہ میں ویسا ہی کیا آخر میں گہروار شہزادہ چندرادیو نے ۱۰۵۰ء میں قنوج پر قبضہ کر لیا اور اننگ پال گرجارا کا بادشاہ جو اس وقت حکمران تھا جمنپرا پر ایک قلعہ میں بھاگ گیا جو لال کوٹ کے نام سے مشہور تھا، اس وقت کسی وجہ سے جو معلوم نہیں اس خاندان کا نام توار (تور) سو برس تک حکمران رہے حتیٰ کہ ۱۱۷۰ء میں حکومت پر تہوی راج چوہان سردار کے ہاتھ میں چلی گئی، جو توار کے آخری بادشاہ اننگ پال ثانی کا نواسہ تھا جس کا کہ کوئی بیٹا نہ تھا گرجارا کی ایک اور شاخ گجرات میں ملتی ہے اس شاخ کو چلوکیہ (سولنکی) کہتے تھے اور وہ تمام شمالی گجرات پر حکمران تھے گرجارا یا گوجر قوم کے بعض خاندان جیسا کہ ہم نے دیکھا راجپوت کہلاتے تھے، اور اس کے مختلف قبیلوں کے نام چوہان، پر یہا، پرمار، چلوکیہ (سولنکی) وغیرہ تھے۔ باقی دوسرے خاندان اب بھی گوجر کہلاتے ہیں کہ جن کے نام پر پنجاب میں گجرات اور گوجرانوالہ ضلع مشہور ہیں بس اب اس جگہ الی مارسڈن صاحب کی تاریخ کا اقتباس ختم ہوتا ہے اور اب ہم ناظرین تاریخ کی ایزادے معلومات کے لئے خالص گوجروں کی گوتوں کے نام بھی یہاں تحریر کرتے ہیں۔

### خالص گوجروں کی گوتیں

گورسی، کسانہ، چچی، گہلوٹ عرف بہلوٹ، چوہان، جارجی، بھٹی، تنوار عرف طور، چندیل عرف چندیالے، پرامرا عرف بھامبڑا، آوانہ، بجاڑ، بانیاں، بہڈانہ، چادرا عرف چہاڈری، بہنڈ، مارڈ، برکٹ، بوکن، بہر کر، بہلیسر، باہروال، ہیکے، برہ عرف بڑے، بجیران، کہر لوہوہ، بانیاں، بانہہ عرف بنٹھ، پوڑ، بھیم۔

عرف بھنملہ، پَسوال، تاک عرف تاس، ٹھیکریہ، ٹوپا، جانگل، جھینڈ، چھوکر، چھالی، چاڑ، وہڈڑ، دھونچک، دہلو، موٹے، دہڑ، ڈھلینڈہ، ڈہو، ڈوگہ، ڈوئی، رلائیٹی، سراندہ، سانگو، کٹارو عرف کٹاری، سود، پھالی عرف قتالی، کٹھانہ، کالس، کولی، سگرانہ، سہیڑ، گنگی، گاندڑی، گجگاہی، مکھن رائے، لوہر، لوہ سر، لنمبور، میہلو، باگڑی، لالی، درادے، کھپڑ، تریڑوے، کھینگر، مہیسی، مونن، لادی، مراڑی، مگر، نون، ہکلہ، لودہ، تینگر عرف ٹھانگر، سمہ، وٹین، بسوئیہ، گھیلا، سدھن، کھوکر، جنجوعہ، کھاری، چوتھڑ، چھوہر، چالوکیہ عرف سولنکی، پریہار، بالا عرف بالہی، سوکا عرف سک کوشنی۔

مندرجہ بالا گوتوں کے علاوہ خالص گوجروں کی اور بھی بیسار گوتیں ہیں جن کے نام ہم کو معلوم نہیں ہو سکے اور جو معلوم ہو سکے ہیں وہ درج کتاب کر دیئے ہیں گوجروں کے بہاٹوں کا بیان ہے کہ گوجر قوم کی بڑی بڑی گوتیں ایک سو ایک ہیں اور پھر ان گوتوں کی آگے بیسار شاخیں ہیں ان شاخوں نے بھی مستقل گوتوں کی صورت اختیار کر کے اپنی علیحدہ گوتیں بنائی ہوئی ہیں مگر ان تمام گوتوں اور شاخوں کے شجرہ نسب اخیر میں جا کر شہزادہ اسکندروس گرجی بن سکندر اعظم سے مل جاتا ہے بعض تو ان میں سے براہ راست سکندر اعظم تک پہنچتے ہیں اور بعض کسی ایک بڑی گوت سے توصل کر کے پھر آگے جا کر سکندر اعظم تک پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ ناظرین تاریخ نے اس فصل کے پیشتر فصلوں میں چند گوجر خاندانوں یا گوتوں کے نسب نامے ملاحظہ کئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز باقی ان تمام گوجر گوتوں کے حالات بمعہ ان کے شجرہ نسبوں کے اس تاریخ کی جلد دوم میں تحریر کریں گے۔ لیکن ناظرین تاریخ کی مزید معلومات کے لئے ہم دو اور گوجر گوتوں کے حالات بھی بمعہ ان کے نسب ناموں کے اس فصل میں بھی لکھ دیتے ہیں۔

چچی گوجر

چچی گوجروں کی تین اقسام ہیں۔ اور تینوں کے منبع گوجروں کے مختلف

خاندانوں سے ہیں ان تینوں میں سے ایک قسم لکھن رائے چچی کے نام سے اپنے کو موسوم کرتی ہے جس کا حال کہ اس وقت ہمارے زیر قلم ہے، لکھن رائے چچی گوجر سا کا خاندان کی بھٹی شاخ کی ایک شاخ ہیں، لکھن رائے چچیوں کا مورث اعلیٰ راجہ لکھن رائے تھا اور لکھن رائے کا جد امجد چچی راؤ تھا اور چچی راؤ کا مورث راجہ بچے رائے ثانی عرف لاجپا والی شہر لد ہر واد بھٹینز تھا جس نے کہ سلطان محمود غزنوی کا بڑی شدت اور جوانمردی سے مقابلہ کیا تھا اس راجہ کے کارنامے اور مفصل حالات اسی باب کے فصل چہارم میں بھٹی گوجروں کے حالات کے ضمن میں اس کے پیشتر ہم لکھ چکے ہیں لیکن بطور یاد دہانی اب ان کا پھر اختصار کے ساتھ اعادہ کرنے پر مجبور ہیں۔

تذکرہ بہادران اسلام اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین سبکتگین ہندوستان کے سرحدی مقبوضات میں اپنا جو بھی عامل مقرر کرتا تھا راجہ بچے رائے ان میں سے اس کے کسی عامل کی بھی اطاعت نہ کرتا تھا اور نہ ہی وہ راجہ بچے پال والی لاہور کی کسی شرط فرمانبرداری کی پرواہ کرتا تھا بلکہ وہ ایک آزاد اور خود مختار راجہ کی طرح راج کرتا تھا جب سلطان ناصر الدین فوت ہو گیا تو اس کے بعد ۳۹۵ھ میں اس کا بیٹا سلطان محمود غزنوی بہادران اسلام کا ایک بہت بڑا لشکر لے کر اور حدود ملتان سے گزر کر دریائے سندھ کو عبور کر کے درپے درپے کوچ کرتا ہوا شہر بھٹینز پر حملہ آور ہوا، یہ شہر بھٹی گوجروں کی ایک زبردست سلطنت اور راجدہانی تھی، وہاں کا راجہ بچے رائے فوج کی عدت اور ہاتھیوں کی کثرت اور عمدہ سامان جنگ کے سبب تمام ہندوستان میں مشہور تھا شہر بھٹینز کا قلعہ بلند و مضبوط اور ناقابل تسخیر تھا قلعہ کے گرد ایک گہری خندق پانی سے لبریز تھی بھٹینز کی فوجیں راجہ بچے پال کی مدد میں سلطانی فوج کے منہ پر تلوا ریں مار چکی تھیں اور وجہ خصومت پیدا کر چکی تھیں۔ اس لئے حملہ انتقامی تھا راجہ بھٹینز نے

(۱) شہر بھٹینز ریاست بیکانیر کے علاقہ میں واقع ہے اور اب ہنومان گڈھ کہلاتا ہے اور آج کل ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔

قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا اور تین دن تک لڑ کر قومی جنگ کا حق ادا کیا مگر آخر کار بہادران اسلام سے عہدہ برآ نہ ہو سکا اور چوتھے روز مجبوراً قلعہ کو واپس ہوا، مگر بہادر مسلمان بھی ساتھ ہی قلعہ میں گھس آئے اور قلعہ کے اندر فریقین نے خوب دل کھول کر مقابلہ کیا مگر مسلمان قلعہ سے باہر نہ نکل سکے راجہ یہ حالت دیکھ کر اپنے چند ہمراہیوں سمیت سندھ کو بھاگ گیا، مگر ترکتا زان اسلان نے راستہ میں ہی اس کو جالیا اور گرفتار ہونے سے پہلے ہی راجہ بجے رائے نے خنجر سے خود کشی کر لی۔ اور سلطان سالماً غانماً واپس غزنی ہوا مال غنیمت میں صرف ہاتھی دو سو اسی تھے جس سے راجہ بجے رائے کی فوجی طاقت اور شان و شوکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ جب راجہ بجے رائے فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا بھوج دیو ۱۰۶۲ء مطابق ۱۰۰۶ء میں قلعہ لدہروا میں تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا یہ نوجوان شہزادہ ہر دل عزیز ی میں زمانہ ولی عہدی سے ہی مشہور و معروف تھا دہار انگر کے راجہ نے جب اپنی لڑکی کا شگن اس کو بھیجا تو راجہ بھوج دیو نے اس کا شگن قبول کر کے اسکی بیٹی سے اپنی شادی کر لی جس کے بطن سے اس کے گھر ایک بہادر پیدا ہوا جس کا نام اس نے چچی راؤ رکھا۔

راجہ بھوج دیو جیسا کہ اردگرد کے تمام ممالک میں صلح پسند اور ہر دل عزیز مانا گیا تھا ویسا وہ اپنے قریبی رشتہ داروں میں ہر دل عزیز اور مقبول نہ تھا چنانچہ ابھی اس کو مسند نشین ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس کا حقیقی چچا راؤ جیسل جو اندرونی طور پر اس کا سخت دشمن ہو گیا تھا، بھوج دیو کی حکومت کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرنے لگا مگر اس عرصہ میں راؤ جیسل بھوج دیو کو ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچا سکا کیونکہ اس وقت راجہ بھوج دیو کی حفاظت کے لئے سولنگھی خاندان کے پانچو بہادر گوجراں کے پاس موجود رہتے تھے اور بہادر سولنگھی گوجروں کے ہوتے ہوئے راؤ جیسل اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا لیکن غزنی کے مسلمان بادشاہوں کی عرصہ دراز کی فوج کشیوں کے بعد جب راؤ جیسل

کو ان کی امداد لینے کا موقع مل گیا تو اول اس نے مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مل کر اور ان کے سامان جنگ سے اپنے قدیم دشمن راجہ جے پال وائی لاہور کی حکومت کا خاتمہ کیا جس کے بعد پھر وہ اپنے کو کامیاب سمجھ کر اور بنی بنائی جمعیت سمیت لدہروا میں پہنچا اور وہاں پہنچ کر اس نے اپنی فتح اور کامیابیوں کی خوشیاں منانی شروع کیں راجہ بھوج دیو نے بھی اپنے واجب الادب چچا کا پوری تعظیم کے ساتھ استقبال کر کے وہ خوشیاں منائیں کہ راؤ جیسل کو سالہا سال کے سفروں اور فوج کشیوں کی تکلیفیں نسیا نیا ہو گئیں، لیکن اس کے احسان فراموش چچا نے اس کا ایک احسان بھی یاد نہ رکھا۔ جب سلطان مسعود کا عہد حکومت آیا، تو راؤ جیسل مبارک باد دینے کے بہانے سے راجہ بھوج دیو کے خلاف ساز باز کرنے کے لئے اس کے پاس گیا اور اس کے دربار میں حاضر ہو کر اپنا مافی الضمیر بیان کیا یعنی راجہ بھوج دیو کے خلاف فوجی امداد طلب کر کے اس کو حکومت لدہروا سے بے دخل کرنے اور خود حکومت حاصل کرنے کی درخواست کی سلطان مسعود نے اس کی درخواست کو منظور کر کے اس کے ساتھ اسلامی بہادروں کا ایک جرار لشکر دے کر اس کو رخصت کیا جب راؤ جیسل اسلامی لشکر لے کر لدہروا کے پاس پہنچا تو اس نے آتے ہی ہر چار اطراف سے اس شہر کا محاصرہ کر کے راجہ بھوج دیو کو محصور کر لیا، اس وقت راجہ بھوج دیو کی تمام فوج کسی مہم پر باہر گئی ہوئی تھی، اور دار الخلافہ میں اس وقت مطلق کوئی فوج موجود نہ تھی اس لئے جب اس کے چچا راؤ جیسل نے اس کو یہ پیغام بھیجا کہ یا تو تم میرے ساتھ لڑائی کرو، اور یا تخت و تاج میرے حوالے کر کے یہاں سے نکل جاؤ تو اس وقت با امر مجبوری راجہ بھوج دیو نے اپنے کو بیدست و پادیکھ کر تخت و تاج اپنے غاصب چچا کے حوالے کر دیا جس کے بعد پھر وہ اپنے بیٹے چچی راؤ اور دیگر اہل و عیال کو اپنے ہمراہ لے کر گجرات کاٹھیادار میں چلا گیا، اور وہاں جا کر اپنے نانا سدھ راج راجہ جے سنگھ دالنے

گجرات کے پاس جا کر پناہ گزین ہو گیا اور وہیں گمنامی کی حالت میں بہت جلدی اپنی بقایا زندگی کے دن پورے کر کے اس دار فانی سے چل بسا جس کے بعد اس کی تمام اولاد وہیں مستقل سکونت اختیار کر کے آباد ہو گئی۔

گردش زمانہ کی وجہ سے جب ایک دفعہ ۱۰۹۹ء مطابق ۱۰۴۳ء میں راجہ بجے رائے کا پوتا اور راجہ بھوج دیو کا بیٹا شہزادہ چچی راؤ بتلاش ملازمت سلطان مسعود کے پاس گیا تو سلطان مسعود نے اس کی سابقہ خاندانی عظمت پر خیال کرتے ہوئے اس کی بہت عزت و تکریم کی، پھر ازراہ شفقت شاہانہ ایک ممتاز عہدہ پر شہزادہ چچی راؤ کو مامور کر کے اس کو اپنی اعلیٰ ملازمان کے زمرہ میں شامل کر لیا، پھر جب ماورالنہر اور خراساں میں سلطان مسعود کے خلاف ۱۰۴۳ء مطابق ۱۰۴۷ء و مطابق ۱۰۲۸ھ میں سلجوقی ترکمانوں نے علم بغاوت بلند کیا تو اس وقت سلطان مسعود کو ان باغیوں کی سرکوبی کے لئے فوراً ہندوستان کو چھوڑ کر غزنی میں واپس جانا پڑا اور جاتی دفعہ وہ شہزادہ چچی راؤ کو بھی اپنے ہمراہ غزنی میں لے گیا وہاں پہنچ کر اس نے شہزادہ چچی راؤ کو اپنی ہندو فوج کا سپہ سالار بنا کر پھر سلجوقی ترکمانوں کی سرکوبی کے لئے محاذات نیشاپور اور طوس پر بھیج دیا جب شہزادہ چچی راؤ ان محاذات پر پہنچا اور اس نے سلجوقی ترکمانوں سے لڑائی شروع کر کے اپنی بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھانے شروع کئے تو اس وقت اس کے جارحانہ اور دلیرانہ حملوں کو دیکھ دیکھ کر سلجوقی ترکمانوں کے چھلکے چھوٹ گئے اور اس کی شجاعت اور دلیری کی داد دے کر بھیڑوں کی طرح اس کے آگے بھاگنے لگے آخر شہزادہ چچی راؤ نے اپنی قابلیت اور تلوار آبدار سے ہزار ہا سلجوقی ترکمانوں کو تہ تیغ کر کے ان کو شکست فاش دی اور ان کے سرداران جعفر بیگ اور طعزل بیگ کو زندہ گرفتار کر کے سلطان مسعود کے حضور میں لے آیا سلطان مسعود اس کے اس کارائے نمایاں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا پھر اس خدمت کے صلہ میں سلطان مسعود



نے انعام و اکرام اور خلعت فاخرہ دے کر اس کی خواہش کے مطابق صوبہ گجرات میں اس کو ایک بڑی وسیع جاگیر عطا کی جس کے بعد پھر شہزادہ چچی راؤ بجکم سلطان ان باغی قیدیوں کو اپنی زیر حراست لے کر واپس ہندوستان میں چلا آیا آخر جب اس کی مدت ملازمت ختم ہوئی تو پھر وہ ملازمت چھوڑ کر اپنی عطیہ جاگیر واقع صوبہ گجرات ضلع چوال میں آکر مقیم ہو گیا، اور پھر اس جاگیر کو ہر طرح آباد کر کے بمعہ اپنے اہل و عیال اس میں رہنے لگا، شہزادہ چچی راؤ نے بڑے بڑے معزز اور اعلیٰ خاندانوں میں اپنی پندرہ شادیاں کیں تھیں، ان پندرہ عورتوں کے بطن سے اس کے انتیس بیٹے پیدا ہوئے تھے جب وہ فوت ہوا تو اس وقت اس کے حرم میں دس منکوحہ عورتیں اور پچیس بیٹے زندہ موجود تھے اس کے بعد اس کی تمام اولاد اسی کے نام پر موسوم ہو کر چچی گوجر کہلانے لگی تھی۔

شہزادہ چچی راؤ کی چھیویں پشت میں راجہ لکھن رائے پیدا ہوا جس کو اپنی آبائی ریاست جیسلمیر کے تخت پر بیٹھنے کا موقعہ حاصل ہو گیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ان دنوں ریاست جیسلمیر کے وزراء و امراء دربار نے اس کے سابقہ والی کو اس کی بد اعمالیوں و بے اعتدالیوں کی وجہ سے مسند حکومت سے علیحدہ کر کے ریاست سے نکال دیا تھا اور اب ان کو اس مسند ریاست کا اصل مالک اور جائز وارث سوائے لکھن رائے کے اور کوئی دوسرا نظر نہ آتا تھا اسلئے تمام وزراء اور امراء ریاست نے اتفاق کر کے لکھن رائے کو مسند نشینی کے لئے گجرات سے طلب کیا جب ان کی طلبی پر لکھن رائے جیسلمیر میں پہنچا تو ریاست کے تمام وزراء و امراء نے مل کر اس کا استقبال کیا پھر اس کو ۱۳۲۷ بکرمی مطابق ۱۷۱۷ء میں سندھ ریاست پر متمکن کر کے عنان حکومت تفویض کی راجہ لکھن رائے نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر پہلے تو انتظامات ریاست کو درست کرنا شروع کیا پھر اس کے بعد رعایا کو عدل و انصاف اور بذل و عطا سے

اپنا گرویدہ احسان بنانے لگا۔

راجہ لکھن رائے بڑا مخیر ارٹھی راجہ تھا اس نے اپنی ریاست کے محاصل کو جمع کرنے کے لئے دو خزانے علیحدہ علیحدہ تعمیر کرا دیئے تھے جن میں سے ایک خزانے کا نام شاہی خزانہ اور دوسرے کا نام رفاہ عام خزانہ تھا اس نے اپنی رعایا کو حکم دیا تھا کہ ہر ایک شخص اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خزانہ امور رفاہ عام میں داخل کیا کرے اور محاصل اراضیات وغیرہ دوسرے خزانہ شاہی میں جمع کرایا کرے، اس خزانہ سے وہ اپنے فوجی سپاہیوں اور دیگر ملازمان شاہی کو وقت مقررہ پر زر نقد کی صورت میں سخاوت دیا کرتا تھا اور اس خزانہ کی چابی اس نے اپنے وزیر خزانہ کے سپرد کر رکھی تھی، دوسرے خزانے امور رفاہ عام کی کنجی خود اس نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی تھی یہ خزانہ ہر روز شام کے وقت کھولا جاتا تھا جس قدر آمدنی دن میں جمع ہوتی تھی وہ راجہ لکھن رائے شام کے وقت سب کی سب غربا و مساکین میں تقسیم کر دیتا تھا یہاں تک کہ اپنے مصرف کے لئے جو خزانہ شاہی سے لیتا تھا وہ بھی خیرات کر دیتا تھا اور اپنے لئے کچھ نہیں رہنے دیتا تھا اپنے آذوقہ کے لئے اس نے کچھ زمین بہم پہنچا رکھی تھی اسے اپنے ہاتھ سے کاشت کرتا اور محاصل کا دسواں حصہ بیت المال میں داخل کر کے باقی اپنے مصرف میں لاتا اور بڑی قناعت اور کفایت شعاری سے اسی آمدنی پر سال بھر گزارہ چلاتا، راجہ کی سخاوت اور ولایت کا اثر لوگوں کے دل پر کچھ ایسا بیٹھ گیا کہ خود بخود لوگ اس کے احکام کی تعمیل کرنے لگے ہر ایک شخص اپنی پیداوار کا دسواں حصہ فروخت کر کے جو کچھ وصول ہوتا سرکاری خزانہ میں ڈال آتا تھا، یہ نفس کش راجہ تمام عمر ایک ہی خرقہ پہنے رہا، گوشت اور نمک کے نزدیک تک نہیں گیا تھا روایت ہے کہ ایک رات راجہ لکھن رائے نے گیدڑوں کو بھونکتے ہوئے سنا پوچھا کہ یہ اس بیقراری سے کس چیز کی فریاد کرتے ہیں، پھر آپ ہی اس کے یہ معنی کئے کہ شاید یہ سردی سے گھبرا کر چلاتے ہیں تاکہ کوئی شخص سردی کی

تکلیف سے ان کو بچالے جس کے بعد پھر حکم دیا کہ ان کے لئے لحاف اور رضائیاں تیار کر کے ان میں تقسیم کی جائیں تاکہ یہ بے زبان سردی سے محفوظ رہیں لیکن لحاف دینے کے بعد پھر بھی برابر ان گیدڑوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں جس کے بعد پھر حکم دیا کہ ان کے لئے عمدہ اور مضبوط (گھریا گھونسلے تعین) تیار کر دیئے جائیں پھر حسب الحکم پختہ نشیمن تیار ہوئے جن کے نام و آثار کسی کسی جگہ اب تک موجود ہیں غرض راجہ لکھن رائے بڑا رحم دل غریب پرور اور مسکین نواز راجہ تھا یہ بڑے امن و چین سے پانچ سال حکومت کرنے کے بعد آخر اس دنیا سے انتقال کر گیا یہ بھی کثیر الاولاد تھا اس کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: پون پال، چند، دہن، مان، سلگوا، لواہ، بیرا، کتیرا، ڈہرا، دہر، ماہل، ساہل۔ جب راجہ لکھن رائے فوت ہو گیا تو اس کے بعد پھر اسکا بڑا بیٹا پون پال مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا پون پال بڑا بدخلق اور تند مزاج راجہ تھا اس نے تخت پر بیٹھتے ہی عیش پرستی میں پڑ کر بے اعتدالیاں شروع کر دیں اس لئے اہل دربار نے اس کی بے اعتدالیوں سے تنگ آ کر تخت حکومت سے اس کو علیحدہ کر کے ریاست سے نکال دیا جس کے بعد پھر راجہ پون پال اپنی برادری اور اہل دربار سے ناراض ہو کر بمعہ اپنے تمام بھائیوں اور اہل و عیال کے ریاست جیسلمیر کو چھوڑ کر وسطی پنجاب کے کسی ضلع میں چلا گیا اور وہاں جا کر ایک ویرانہ زمین پر قبضہ مالکانہ کر کے بمعہ اپنے بھائیوں کے اس میں آباد ہو گیا جس کے بعد پھر اس زمین میں سب بھائیوں نے مل کر ایک بڑا گاؤں آباد کیا اور اس گاؤں کو انہوں نے اپنے باپ راجہ لکھن رائے کے نام سے موسوم کر کے اس کا تاریخی نام لکھنوال رکھا، الحاصل راجہ لکھن رائے کی تیسری یا چوتھی پشت کے بعد اس کی تمام اولاد ولیعہد ہمایوں بادشاہ ۹۵۰ھ میں حضرت قطب عالم شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے پوتے حضرت شیخ ابراہیم کی تبلیغ اور کوششوں سے مشرف باسلام ہو گئی اس لئے آج تک تمام لکھن رائے چچی گوت کے گوجر حضرت شیخ کو اپنا ہادی اور رہنما تسلیم کرتے چلے آتے ہیں۔

## نسب نامہ خاندان چچی

حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت اسحاق، عیص، رعوائیل، ضارہ، حضرت ایوب، حوٹ، بشر عرف ذالکفل، عبدان، رغولس، الکیس، پرسیس، مفی تربون، ہرقلیس، ہائی لیس، زوٹھیس، آئی نیکس، آیونیس، پروکاس اول، کلا پیٹس، انیس، امن تاس اول، سکندر اول، طریوس، پروکاس ثانی، شاہ ارکیوس، امن تاس ثانی، فیلقوس، سکندر ثالث یعنی سکندر اعظم، شہزادہ سکندروس گرجی، سکائی نیس، سوافکسنیس، رجائیس، پنچیس عرف گج، سالبیس عرف سالباہن، بل بند، بہائی راؤ، اہے راؤ، کرن، کیر پال، کمدراؤ عرف کھیم کرن، رند ہیر راؤ، گجو عرف رتن سین، ساہر راؤ عرف لومن، سجدیو، صاحب دیو عرف بھوج سی، راؤ انت بھ، ابھیاس راؤ، نبہے راؤ عرف سورسین، رگھو راؤ، مانک راؤ، دودے راؤ عرف منگل راؤ، منجم راؤ، راؤ کیر، راؤ تنو، بچے رائے اول، دیوراج، موٹ راؤ، پھراج عرف باچھور، دوساج، بچے رائے ثانی عرف لانجھا، بھوج دیو، چچی راؤ، چھن، پھن رائے، دیارائے، بالورائے، لکھن رائے۔

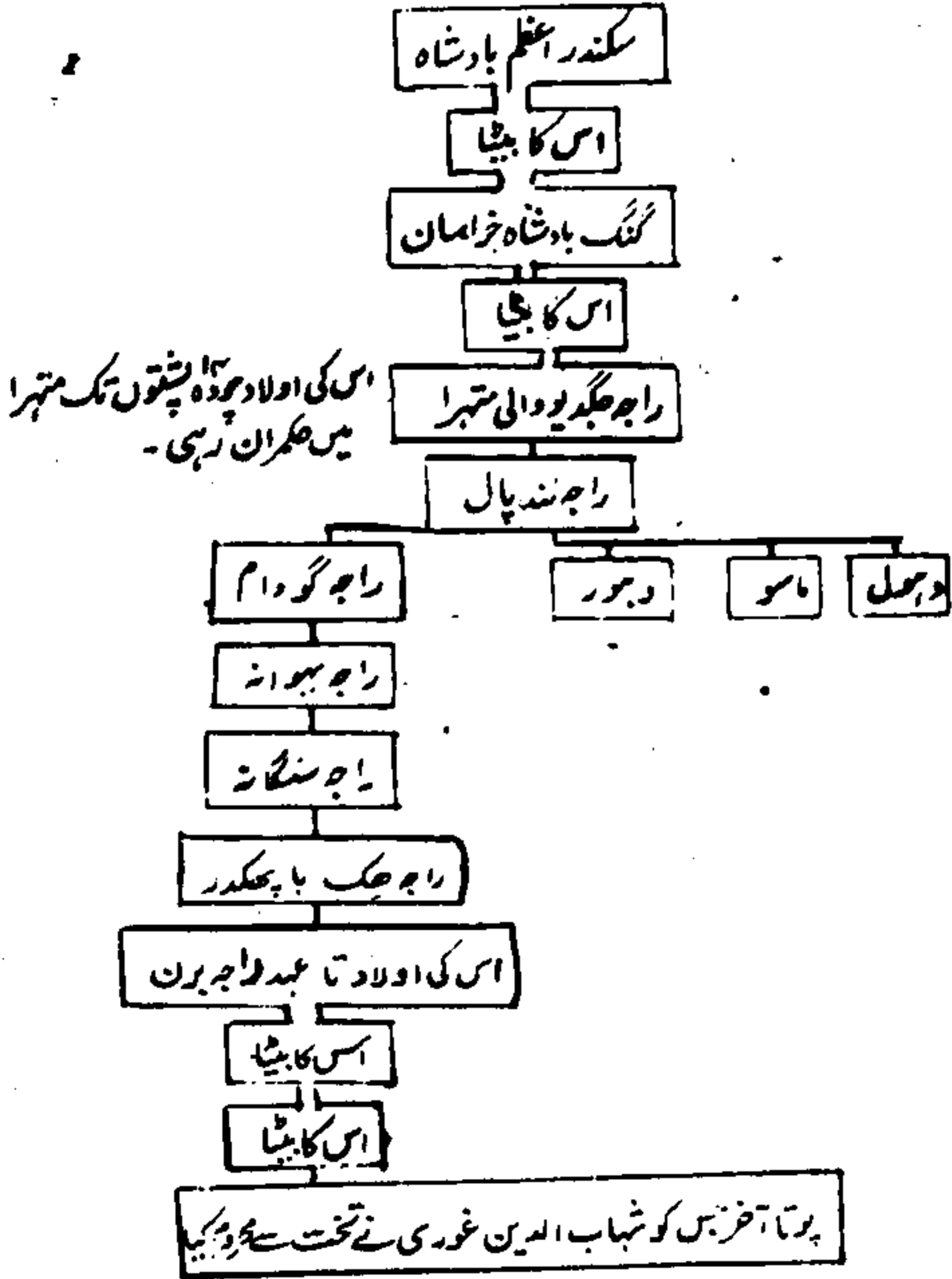
## ہمکھ گوجر

ایسٹ صاحب مؤلف تاریخ گجرات لکھتے ہیں کہ ہمکھ گوت کے گوجر سکندر اعظم کی اولاد اور یونانی الاصل ہیں جنہوں نے کہ راجپوتوں میں شادیاں کر لیں اور جن کو پتوارذات کا کہتے تھے بادشاہ سکندر اعظم جب پنجاب میں آیا تو یہاں کی ایک شہزادی سے اس نے اپنی شادی کی جس کے بطن سے اس کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو وہ اپنے ہمراہ یونان میں لے گیا مگر سکندر اعظم کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے نے کوئی دعویٰ سلطنت نہیں کیا لیکن اس کے بعد اس کے بیٹے یعنی سکندر اعظم کے پوتے مسمی گنگ نے حکومت حاصل کرنے کی خواہش کی، اور مقدونیہ میں کوئی اختیار نہ رکھنے کی وجہ سے خراساں میں آ گیا اور وہاں وہ

من وجہ سکندر کا پوتا ہونے کے بہت مبارک سمجھا گیا اس لئے خراساں کے لوگوں نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا، اسی نے شہر ہرات کی بنیاد ڈالی تھی اور اس نے ہندوستان کے راجاؤں کے ساتھ عہد و پیمان بھی کئے تھے جس کے بعد پھر اس کا پوتا مسمی جگ دیو بوجہ راجہ متہرا کی بیٹی سے شادی کرنے کی خود شہر و ریاست متہرا کا راجہ ہو گیا جہاں اس کی اولاد چودہ پشتوں تک حکمران رہی ان میں سے ایک راجہ نند پال ہوا ہے جسکے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:- گودام، ماسو، دہور، دہول ضلع گجرات میں ہکلہ گوت کے گوجر مسمی گودام کی اولاد سے بیان کئے جاتے ہیں گودام کا بیٹا راجہ بہوان پنوار کے راجاؤں میں نہایت زبردست راجہ تھا اور اس کا بیٹا راجہ سنگانہ متہرا اور نگر کوٹ پر حکمران تھا اس راجہ کی فوج اتنی بیٹھا تھی کہ اسکے رہنے کے واسطے ایک لاکھ خیمے درکار ہوا کرتے تھے راجہ سنگانہ کا بیٹا راجہ بک یا بکدر تھا جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس نے تمام ہندوستان کو فتح کیا تھا اور وہ راجپوتانہ کا بھی بادشاہ تھا اسی کی اولاد میں سے راجہ برن بھی تھا جس نے کہ ضلع گجرات تحصیل کھاریاں میں موضع برنالی کی بنیاد ڈالی تھی اور جو دوآبہ چچ اور سلطنت متہرا پر بھی حکمران تھا۔ اسی کے زمانہ میں سلطان محمود غزنوی نے متہرا کو لوٹا تھا۔ ۱۰۲۰ء میں راجہ برن گرفتار ہو کر سلطان کی قید میں ہو گیا۔ آخر حکومت متہرا سے دست بردار ہونے کی شرط پر پھر رہا ہو گیا۔ اور دوآبہ چچ کی حکومت پر بدستور بحال رہا۔ موضع برنالی ہکلہ گوت کے گوجروں کا سب سے بڑا مقام کہا جاتا ہے جس کی بنیاد ۱۰۰۹ء میں پڑی تھی، راجہ برن کا بیٹا اور پوتا دوآبہ چچ پر حکمران رہے حتیٰ کہ شہاب الدین غوری نے سلطان خسرو ملک کو بڑی مدد سے کر ان کی ریاست سے ان کو نکال دیا، اور صرف ان کے واسطے چند گاؤں چھوڑ دیئے جن پر ہکلہ سرداروں میں سے ایک سردار حکمران رہا، سرداران ہکلہ نے ۱۲۰۵ء میں پھر محمود غوری کا ساتھ دیا جب کہ اس نے ہرات کو فتح کیا۔

سکھوں کے عہد حکومت میں چوہدری احمد خان ہککھ گوجروں کا سردار تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے زمان شاہ ابدالی کی توپیں دریائے جہلم سے نکلوائی تھیں جس کے صلہ میں بحکم مہاراجہ رنجیت سنگھ اسے بطور جاگیر علاقہ جات برنامی اور بھاگو دیئے گئے اس کے پوتے مسمی چوہدری مہر الدین نے انگریزوں کو ۱۸۴۹ء میں بمقام چلیپا نوالہ میں بہت بھاری مدد دی تھی بحوالہ تاریخ ضلع گجرات پنجاب مؤلفہ ایٹ صاحب بہادر صفحہ ۷۳، ۷۴۔

شجرہ نسب خاندان ہککھ



## باب سوم

## فصل اوّل

## مسلمانوں کے زمانہ میں گوجروں کی سیاسی حالت

اب ہم تاریخ کے اس زمانہ میں پہنچے ہیں جس کو تاریخی دنیا میں مسلمانوں کے زمانہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس لئے ہم نے بھی اپنی اس تاریخ کے پہلی جلد کو تین زمانوں کے لحاظ سے تین بابوں پر منقسم کر کے لکھا ہے یعنی گوجر تاریخ کا ایک زمانہ حضرت ابراہیم سے لے کر سکندر اعظم تک اور دوسرا سکندر اعظم سے لے کر مسلمانوں تک اور تیسرا مسلمانوں سے لیکر انگریزوں تک کا زمانہ قرار دیا ہے الحاصل اب ہم اس باب میں ناظرین تاریخ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زمانہ میں گوجروں کی سیاسی حالت کیا تھی اور اس زمانہ میں کس کس خاندان نے طنطنہ جہانگیری بجا کر سیاسی عروج حاصل کیا گو ہم گوجروں کے چند خاندانوں کے سیاسی حالات اس زمانہ کے متعلق اس کے پیشتر بھی اس تاریخ کے دوسرے باب میں لکھ چکے ہیں، لیکن اصل میں اس زمانہ کے حالات کے لئے یہی تیسرا باب مخصوص تھا مگر ہم نے اپنے سلسلہ ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسرے باب میں بھی گوجروں کے چند خاندانوں کے سیاسی حالات اس زمانہ کے متعلق لکھ دیئے ہیں اور اب ہم اس زمانہ کے متعلق گوجروں کے باقی خاندانوں کے سیاسی حالات اس باب میں لکھیں گے جن کے لکھنے کا وعدہ اس کے پیشتر سابقہ بابوں میں ہم لکھتے آئے ہیں۔

## چھاوڑی گوجر

پیشتر اس کے کہ ہم چھاوڑی گوجروں کے حالات لکھنے شروع کریں، سب سے پہلے ہم علاقہ گجرات کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں کہ جہاں چھاوڑی گوجروں نے تمام

گوجر خاندانوں کے پہلے مستقل سکونت اختیار کر کے اپنی حکومت قائم کی زمانہ قدیم میں علاقہ گجرات کولات یا دوارکا کے ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا۔ جس کے بعد چھاوڑی گوجروں کے عہد حکومت میں یہ علاقہ سراسستس کے نام سے موسوم کیا جانے لگا لیکن چھاوڑیوں کے بعد پھر یہ علاقہ گجرات کے نام سے موسوم ہو گیا جسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چھاوڑیوں کے بعد جب گوجروں کے دوسرے خاندانوں نے بھی اس علاقے میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی، تو انہوں نے اس علاقے کو کسی فرد واحد یا کسی ایک خاندان کے نام سے موسوم کرنا پسند نہ کیا، بلکہ اجتماعی حیثیت میں ان تمام خاندانوں نے اپنے قومی و آبائی خطاب گوجر سے اس علاقے کو مخاطب کرنے کی تجویز پیش کی جس کو تمام قوم نے پسند کر کے اس علاقے کا جدید نام گوجر دیس یا گجرات رکھا پھر یہ علاقہ اسی نام گجرات سے موسوم ہو گیا، جس کے معنی گوجروں کا وطن یا دیس کے ہیں آدم، برسر مطلب۔ چھاوڑی گوجروں کی تاریخ میں چادرا، اور چوڑا ناموں سے موسوم کیا گیا ہے یہ لوگ گوجروں کے ساہ خاندان کی ایک شاخ ہیں ان کے مورث اعلیٰ کا نام سراسستس گرجی تھا اور سراسستیس گرجی سکائی نیس گرجی کا پوتا اور سا کا گوجروں کے تیسرے بادشاہ رجانیس گرجی کا حقیقی بھائی تھا۔ جب ۶۱۵ء قبل از مسیح میں رجانیس گرجی نے ہندوستان پر حملہ کر کے پنجاب اور سندھ کو فتح کر لیا تو ادھر سے فارغ ہو کر پھر وہ علاقہ دوارکا پر حملہ آور ہوا، اور اس علاقے کو فتح کر کے اس کا نظم و نسق اس نے اپنے بھائی یعنی چھاوڑی گوجروں کے مورث اعلیٰ سراسستس گرجی کے سپرد کیا جس کے بعد پھر وہ اس کو اپنا دائمی نائب السلطنت مقرر کر کے خود واپس ترکستان چلا گیا سراسستس گرجی بھی اپنے بھائی کی طرح منظم اور بہادر حاکم تھا اس نے اپنے بھائی کے بعد اس علاقے کے ربط و ضبط سے فارغ ہو کر یہاں تک تسلط ورتعلب حاصل کر لیا تھا کہ اس کے قرب و جوار کے تمام راجے مہاراجے اس کے جاہ جلال سے مسترد ہو کر کاٹنے لگے تھے فتوحات کے علاوہ اس کو نئی عمارتیں اور شہر بنوانے اور برباد شدہ قصبات اور ویرانہ زمینوں کو آباد کرانے کا بھی از حد شوق تھا چنانچہ اس نے علاقہ دوارکا کو ہر



طرح معمور و آباد کر کے اس کا جدید نام اپنے نام پر سرائتس رکھا تھا جو بعد میں بگڑ کر سوراشر کے نام سے موسوم ہو گیا اسی طرح ساحل سمندر پر اس نے ایک جدید شہر بھی اپنے نام سے تعمیر کرا کر اس کا نام سرائتس رکھا تھا، جس کو آجکل سورتھ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو مورخ اس علاقے کو سورج پرست قوم کا مسکن ہونے کی وجہ سے اس کو سوراشر کے نام سے موسوم کرتے ہیں ان کی یہ تحقیق صحیح نہیں کیونکہ سورج پرست قومیں اس زمانہ میں اس علاقے کے علاوہ دنیا کے دیگر علاقوں میں بھی بکثرت آباد تھیں مثلاً خود ہندوستان اور ترکستان کے دوسرے علاقوں میں بھی سورج پرست قومیں بکثرت سکونت پذیر تھیں، تو پھر کیوں ان علاقوں کو بھی سوراشر کے نام سے موسوم نہیں کیا جیسا کہ گوجر قوم کے نام سے بہت سے علاقے موسوم ہیں گوجر قوم جہاں جہاں آباد تھی وہیں اس کے قومی لقب یا اس کی کسی گوت یا اس قوم کے کسی راجہ کے نام سے کوئی نہ کوئی شہر یا قصبہ اور علاقہ موسوم ہے مثلاً کاکیشیا میں گرہستان، افغانستان میں گرچستان، چترال میں باندا گوجر ہندوستان میں گوجر گڑھی گجرات کاٹھیاواڑ گجرات پنجاب گوجر گڈہ گوجر خان گوجرانوالہ شہر و علاقے اس کے نام سے موسوم ہیں اور اسی طرح اس کی گوتوں اور راجوں کے نام پر بہت سے شہر و قصبات موسوم ہیں تو کیا اسی طرح سورج پرست قوموں کے دیگر مسکنوں کو سوراشر کے نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا تھا جیسا کہ گوجر قوم کے مسکن اس کی سکونت کی وجہ سے اس کے قومی و امتیازی لقبوں سے موسوم ہوئے، آدم بر سر مطلب۔ سرائتس گرجی کثیر الاولاد شخص تھا اس کی چچیس بیویاں تھیں جن کے بطن سے اس کی بہت اولاد پیدا ہوئی اس کے بعد اس کی اولاد بھی پچیس سال تک اس علاقے پر قابض رہ کر اور خود مختار ہو کر آزادانہ حکومت کرتی رہی لیکن ۱۰۳۰ء قبل از مسیح میں اشکانی گوجروں نے اس علاقے پر قبضہ کر کے ساکا گوجروں کی اس شاخ یعنی سرائتس گرجی کی اولاد چھاوڑی گوجروں کو اس علاقے کی حکومت سے بیدخل کر دیا لیکن ۹۱ء قبل از مسیح میں پھر چھاوڑی گوجروں نے آزادی کا علم بلند

(۱) یہ علاقہ گرہستان دریائے مرغاب پر غور کے متصل واقع ہے۔

کر کے اشکانی گوجروں کو اس علاقے سے نکال دیا اور دوبارہ ایک آزاد اور خود مختار حکومت قائم کر کے اس علاقے پر حکومت کرنے لگے لیکن سو سال کے بعد چھاوڑی سلطنت پر پھر گوجروں کے ہی ایک اور خانوادے کوشان نامی نے حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا جس کے بعد پھر دو سو سال تک چھاوڑی گوجر حکومت سے محروم ہو کر محکومی کی زندگی بسر کرتے رہے، جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جب ۱۱۰۰ء میں کڈفائیس ثانی کی سرکردگی میں کوشان گوجروں نے مشرقی ترکستان سے اٹھ کر ہندوستان پر حملہ کیا تو وہ اسی ضمن میں علاقہ سوراشر پر بھی حملہ آور ہوئے اور ساکا گوجروں کی اس شاخ یعنی چھاوڑی گوجروں کو اس علاقہ کی حکومت سے بے دخل کر کے اُس پر انہوں نے قبضہ کر لیا اسی طرح پھر دو سو سال کے بعد کوشان گوجروں پر اشکانی گوجروں نے حملہ کیا اور وہ ان کو نکال کر اس علاقے پر قابض ہو گئے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۲۱۰ء میں اشکانی گوجروں نے پھر دوبارہ ارتینیس گرجی کی سرکردگی میں اس علاقے پر حملہ کیا، تو اس وقت اس علاقے پر کوشان گوجر حکومت کر رہے تھے اس وقت چھاوڑی گوجروں نے کوشان گوجروں کے خلاف ہو کر اشکانی گوجروں کو مدد دی، جس کے صلہ میں بعد از فتح اشکانی گوجروں نے ساحل سمندر پر علاقہ جات دبو، پٹن، سومنات، وغیرہ چھاوڑی گوجروں کو عطا کئے جس جگہ کہ پھر چھاوڑی گوجروں نے اپنی ایک جدید حکومت قائم کر کے اشکانی گوجروں کی زیر سیادت حکومت کرنی شروع کی اور جس کے بعد پھر چھاوڑی گوجروں اور ان کی ریاست کے سیاسی تعلقات اشکانی سلطنت سے وابستہ ہو گئے، چھاوڑی ریاست کا سالانہ خراج سولہ سال تک ملک ایران میں اشکانی حکومت کے پاس جاتا رہا، لیکن جب ایران کے پرانے شاہی خاندانوں میں سے ساسانی خاندان نے گوجروں کے اشکانی خاندان کی حکومت کا ایران سے خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کی تو اسکے بعد چھاوڑی گوجروں کی ریاست کے سیاسی تعلقات بھی ایران کی جدید حکومت سے منقطع ہو گئے، اور یہ بالکل آزاد اور خود مختار ہو کر اپنی ریاست میں حکومت کرنے لگے، مگر ان کی یہ آزادی و خود مختاری چند روزہ تھی کیونکہ شاہ ارتینیس کے بیٹے کنکینیس

گرجی نے ایران سے آکر بہت جلدی ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں اشکانی حکومت قائم کر لی اور شہر لاہور کو وہ اپنا دار الخلافہ بنا کر صوبہ پنجاب پر حکومت کرنے لگا غرض جب کنکلیس گرجی کی حکومت صوبہ پنجاب میں مستحکم و مضبوط ہو گئی تو پھر اس نے گرد و نواح کے تمام صوبوں کو یکے بعد دیگرے فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کرنا شروع کیا اور اسی ضمن میں وہ علاقہ سوراشر کی طرف بھی بڑھا اور اس علاقہ کو بھی فتح کر کے پھر سہ بارہ اس نے اشکانی سلطنت میں شامل کیا اور اس علاقے کی تمام باغی ریاستوں کو جن میں چھاوڑی ریاست بھی شامل تھی ان سب کو مطیع و منقاد کر کے ان سے سالانہ خراج وصول کرنا شروع کیا ان دنوں اشکانی سلطنت کا پرانا نام ہندوستان میں آکر تبدیل ہو گیا تھا جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب نئے سرے سے ہندوستان میں آکر کنکلیس گرجی نے اشکانی حکومت قائم کی اور اس کے بعد جب اس کا نامور اور بہادر بیٹا بلبیس نامی اس کا جانشین ہوا تو اس نے برنگرا کے قریب ایک نیا دار الحکومت اور نیا شہر تعمیر کرا کر اس کا نام اپنے نام پر بلبھی پور رکھا، آخر جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کی اولاد سے ایک نیا خاندان بنا، اس خاندان نے اپنے امتیازی نام کو اس کے نام کی طرف منسوب کر کے بالا گوجر کہلانا شروع کیا اور اپنی سلطنت کو بھی بالا کے نام سے موسوم کیا، الحاصل چھاوڑی گوجروں کی یہ ریاست بھی انہیں بالا گوجروں کی زیر سیادت تھی اور اس ریاست کا سالانہ خراج بھی انہیں بالا گوجروں کے پاس بلبھی پور میں جایا کرتا تھا، آخر ۴۵۰ء میں جب ہن قوم نے بالا گوجروں کی زیر سیادت تھی اور اس ریاست کا سالانہ خراج بھی انہیں بالا گوجروں کے دار الحکومت بلبھی پور پر یورش کی اور اس خوبصورت شہر کو تباہ و برباد کر کے بالا گوجروں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا تو اس کے بعد پھر وہ ظالم قوم چھاوڑی ریاست کی طرف بھی متوجہ ہوئی اور اس ریاست کو بھی اسی طرح تباہ و برباد کر کے اس ظالم قوم نے چھاوڑی گوجروں کو بھی یہاں سے نکال دیا جس کے بعد پھر چھاوڑی خاندان کے تمام لوگ اپنی ریاست کو چھوڑ کر پنچا سور میں جو کہ اس وقت معرض خطرے میں نہ تھا وہاں چلے

گئے اور وہیں پناہ گزین ہو کر مستقل سکونت اختیار کر کے آباد ہو گئے۔

## چھاوڑی ریاست کی سہ بارہ بنیاد

چھاوڑی گوجر بغیر ریاست و حکومت کے پچیس سال تک پنچا سور میں زندگی بسر کرتے رہے اور اس عرصہ میں انہوں نے کوئی سیاسی عروج حاصل نہیں کیا البتہ اس عرصہ میں انہوں نے اپنے خاندان کے لئے صرف ایک رئیس قوم منتخب کر رکھا تھا جس کی سیاست و حکومت صرف اپنے خاندان کے آدمیوں پر ہوتی تھی سوائے ان کے اور کوئی قوم ان کے رئیس کی اطاعت نہیں کرتی تھی، آخر ۶۳۰ء میں چھاوڑی گوجروں میں پھر ایک بہادر اور نامور شخص جس کا نام بے شکر تھا پیدا ہوا اس بہادر شخص نے ۶۵۰ء میں سیاسی عروج حاصل کر کے پھر سہ بارہ پنچا سور میں چھاوڑی حکومت کی بنیاد قائم کی جس کے بعد پھر وہ تمام ارد گرد کے علاقوں کو فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کرنے لگا اور آہستہ آہستہ تمام گجرات کا ٹھیا واڑ پر قابض ہو کر بڑے شان و شوکت سے حکومت کرنے لگا شہر پنچا سور علاقہ رن کچھ میں واقع تھا اور اب بھی اس نام کا ایک قصبہ نواب راون پور کی زیر ماتحت رن کچھ کے کنارے موجود اور آباد ہے غرض راجہ بے شکر کو ایسا عروج حاصل ہوا تھا کہ اس نے گجرات کے تمام علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا اور بلا شرکت غیر گجرات کا ٹھیا واڑ کا واحد بادشاہ بن گیا تھا کہتے ہیں کہ راجہ شکر پر جب سولنکھی گوجروں کے راجہ بہودر نامی نے یورش کی، تو راجہ بے شکر بھی اپنی جرار فوج لے کر اسکے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں نکل آیا جب لڑائی شروع ہوئی تو راجہ بے شکر نے اپنی جوانمردی اور بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ تمام سولنکھی بہادر اس کے جنگی کارناموں کو دیکھ کر حیران رہ گئے، لیکن اس کی قسمت میں شکست لکھی تھی اس لئے سولنکھی بہادروں سے لڑتا ہوا میدان جنگ میں مارا گیا اور اس کی تمام فوج دل شکستہ ہو کر بھاگ گئی جس کے بعد راجہ بہودر

نے گجرات کاٹھیا واڑ پر قبضہ کر کے اس کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا چنانچہ راجہ بہودر کا ایک مداح شاعر کرشن جی برہمن اپنی کتاب رتن مالا میں جو کہ اس کی ایک منظوم ہندی تاریخ ہے، اس میں راجہ جے شنکر اور راجہ بہودر کی لڑائی کا حال اس طرح لکھتا ہے لیکن وہ اس لڑائی کا حال لکھنے سے پہلے راجہ بہودر کی تعریف میں ایک قصیدہ مداح بھی لکھتا ہے جس کا ترجمہ بھی اپنے ناظرین تاریخ کی ایزادئی معلومات کے لئے لکھ دیتے ہیں۔

### راجہ بہودر کی تعریف اور راجہ جے شنکر سے اس کی لڑائی

کرشن جی برہمن لکھتا ہے کہ سولنکی خاندان بڑا نام و ردیوتاؤں کا خاندان ہے اور سدھ راج بہودر اس کی روشنی ہے اور وہ اپنے مریبوں کا مددگار ہے بہادروں کے حال بیان کرنے میں وہ خود سرستی (بلاغت کی دبیر) ہے، پہلے شاعروں نے تصنیف کی راہ کو ہموار کیا ہے اس پر چلنے والا یہی ہے ان موتیوں کی وہ لڑی بناتا ہے جن کو شاعروں کی ذہانت نے باندھا ہے اس کے آگے وہ لکھتا ہے کہ ۷۵۲ مطابق ۶۹۶ء میں گلی آن (قنوج) میں سولنکی خاندان کا راجہ سدھ راج بہودر حکومت کرتا ہے ہمیشہ اس کے گرد سولہ سپہ سالار رہتے ہیں اور وہ راجہ کے دولت خواہ اور نیک خواہ ہیں ان سب میں جو مبر نام سپہ سالار ہے وہ اس کا امیر الامرا ہے وہ باہر کسی خدمت پر نہیں بھیجا جا سکتا اور باقی سپہ سالار دشاؤں، پورب، پچھتم، اتر، دکن میں بھیجے جاتے ہیں گرد و نواح کے علاقوں میں صرف علاقہ گجرات اس کے ہاتھ سے بچا ہوا تھا جہاں پر چوڑا خاندان کا راجہ راج کرتا تھا جس کی راج دہانی پنچا سورتھی اس راجہ کا نام جے شنکر تھا اور اس کی بیوی روپ سندری تھی جس کا سگا بھائی سورپال اس راجہ کا منتری اور مدارالمہام تھا، اور وہ بہت قوی اور حسین وزیر تھا، سپاہ خزانہ اس راجہ کے پاس بہت تھا لیکن راجہ بہودر کو اس دولت مند راجہ اور اس کے ملک کی مطلق کوئی خبر نہ تھی اس کے سرداروں نے

دانستہ ملک گجرات کے راج سے اس کو مطلع نہیں کیا تھا اس لئے راجہ بہودر یہ جانتا تھا کہ ساری دنیا میرے راج میں ہے وہ شاعروں اور عالموں کا ایسا قدر شناس تھا کہ چاروں طرف سے اس کے پاس ارباب کمال اور صاحب علم و ہنر دوڑے آتے تھے جیسے کہ برسات کا پانی سمندر میں دوڑا جاتا ہے خود اس کے دربار میں کام راج ایک بڑا نغز گفتار شاعر تھا جس کا مقابلہ کوئی شاعر نہیں کر سکتا تھا غرض ایک دن راجہ بہودر ایک باغ میں بیٹھا تھا اور اس کا ولیعهد راجہ کرن اور اس کے امراء وزراء اور عالم و فاضل اور سب شاعر اس کے گرد موجود تھے کہ ایک اجنبی شاعر نے اس کے حضور میں آن کر اس کی مداح میں ایک بہت عمدہ نظم پیش کی جس کو سن کر راجہ بہودر بہت خوش ہوا اور اس شاعر کو انعام و اکرام دے کر مالا مال کر دیا پھر، راجہ نے اپنے دربار کے شاعروں کو فرمائش کی کہ وہ بھی اس نظم کے جواب میں کوئی نظم لکھیں، مگر ان میں سے کوئی شاعر بھی ایسی نظم نہ لکھ سکا راجہ نے پھر اس شاعر سے اس کا نام و نشان پوچھا اور کہا کہ وہ کون سا ملک ہے جس میں کہ تو اتنی مدت چھپا رہا، اور ہمیں معلوم نہ ہو سکا شاعر نے جواب دیا کہ مرا نام شنکر ہے اور میں گجرات سے آیا ہوں، جو دنیا میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب اور دولت مند ملک ہے پنچاہ سو اسی راج دہانی ہے جس کے باشندے اس عیش و آرام سے رہتے ہیں کہ فردوس کی بھی پرواہ نہیں کرتے چھاوڑی خاندان کا راجہ بے شنکر نامی وہاں راج کرتا ہے اس کی مہارانی روپ سندری ہے جس کا بھائی سورپال راجہ کا منتری بے شنکر اور سورپال دونوں مل کر آکاش راجہ کے ٹکڑے اڑا سکتے ہیں، مگر ان کو اس کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ اس کے پاس ایک خوبصورت اور شاداب ملک گجرات ہے راجہ بہودر نے اس خوبصورت اور شاداب ملک گجرات کا حال سنا تو اس کا دل اس محفل سے خوش نہ ہوا، آخر وہ موچھوں کو تاؤ دے کر محفل سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور اپنے محل میں جا کر شام کو سب

سامان جنگ کی تیاری کا حکم دیا جب تمام سپاہ و سامان جنگ مہیا ہو گیا تو پھر وہ راجہ جے شنکر پر حملہ کرنے کی غرض سے گجرات کی طرف روانہ ہوا اس اثناء میں شنکر شاعر نے بھی اپنے محسن راجہ جے شنکر کو اس امر کی اطلاع دے دی کہ راجہ بہودر آپ پر حملہ کرنے کی غرض سے آرہا ہے راجہ بہودر کی سپاہ کے ساتھ چار ہزار جنگی تہہ تھے، ہاتھی اور سوار بھی بہت تھے اور اس قدر سپاہ تھی کہ جہاں سے وہ گزرتی تھی تو تر زمین خشک ہو جاتی تھی اور خشک زمین تر ہو جاتی تھی لوٹ مار کرتی ہوئی آگے بڑھتی جاتی تھی جب فوج پنچا سور سے چھ میل کے فاصلے پر پہنچی تو یہاں سے سارے ملک کو لوٹنا اور عورتوں اور مردوں کو قید کرنا شروع کیا اس فوج کا سپہ سالار میر تھا جو راجہ بہودر کا وزیر اعظم تھا ادھر جب راجہ جے شنکر نے اس فوج کی آمد کا حال سنا تو وہ سر سے پاؤں تک غصہ کے مارے جل اٹھا اس نے میر کو خط بھیجا جس پر لکھا تھا کہ غریبوں پر ظلم کرنا جو ان مردوں کا کام نہیں، تیرا حال کتے کا سا ہے کہ جو شخص اس کو پتھر مارتا ہے تو وہ اس پتھر کو بجائے پتھر مارنیوالے کے کاٹتا ہے اس کے جواب میں میر نے جے شنکر کو یہ لکھا کہ تو اپنے منہ میں تنکا لے کر یہاں میرے پاس چلا آ اور میرے قدموں پر سر جھکا کر راجہ بہودر کی اطاعت قبول کر لے، یعنی منہ میں تنکا یا گھاس لے کر آنے کے یہ معنی تھے کہ جانوروں کی طرح آ کر اطاعت قبول کرے ورنہ تیرے لئے جنگی سزا تیار ہے جس وقت میر کا جواب آیا تو اس وقت سو پال وہاں موجود نہ تھا لیکن کسی طرح سے اس کو بھی خبر مل گئی تھی اس لئے اس نے راجہ جے شنکر کے حکم کے بغیر حملہ آوروں کے لشکر پر دفعتاً اس وقت شب خون مارا جس وقت کے دشمن لڑنے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت دشمن کی کچھ فوج پاس کے دیہات کو غارت کرنے میں لگی ہوئی تھی اور کچھ کھاپی کے سوری تھی اور کچھ ناچ و رنگ میں مشغول تھی سو پال کے سپاہیوں نے تلواریں ہاتھوں میں لے کر دشمن کو اس طرح کاٹ ڈالا

کہ جیسے گھیارہ گھاس کو کاٹتا ہے دشمن کا سارا لشکر ایسا پراگندہ ہو گیا جیسا کہ ہرنوں کا گلہ شیر کے آنے سے بے تحاشا بھاگتا ہے میر جو اس لشکر کا سپہ سالار تھا یہ سمجھ کر کہ میر امنہ کالا ہو گیا ہے اپنے راجہ کے دارالسلطنت سے آٹھ دن کے راستہ پر الٹا چلا گیا جب راجہ بہودر کو اس ہزیمت کی خبر ہوئی تو وہ خود میر کے لشکر میں آیا اس نے اپنی مفرور سپاہ کی تسلی کر کے سمجھایا کہ بھاگنا فتح کی تمہید ہوتا ہے کوئی ہتھیار اس وقت تک سخت نہیں ہوتا جب تک کہ سخت چیز پہنچ کر الٹا نہ ہٹے غرض راجہ بہودر اپنی سپاہ کو سمجھا کر اور اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر اس کو پنچا سور پر لے گیا اور اس شہر کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے بیٹھ گیا ادھر سے سور پال بھی حملہ آوروں کی مدافعت کرنے لگا، جب پنچا سور کے راجہ جے شنکر نے دیکھا کہ ہم محصور ہو گئے ہیں تو اس وقت اس نے اپنے تمام لڑنے والے بہادروں کو جمع کر کے یہ کہا کہ جن کو اپنی جانیں عزیز ہیں وہ اس وقت چلے جائیں مگر سب بہادروں نے بالا تفاق کہا کہ ہم خاندان چھاوڑی کی بہادر اور اعلیٰ نسل کے گوجر ہیں اور ہم سب مرنے کو موجود ہیں ہم میں سے کون ایسا ہوگا کہ جو ضرورت کے وقت بھاگ کر بے عزتی ظاہر کرے گا اور اپنی بے عزتی کا موجب بنے گا جو ایسا کرے گا اس کے گوشت کے کھانے سے کوئے اور چیلیں بھی نفرت کریں گی اور وہ ایک کروڑ دن جہنم میں رہے گا الحاصل راجہ بہودر کو جب اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے باون دن گذر گئے تو پھر اس نے یہ تجویز کی کہ سور پال کو رشوت دے کر اسکے ذریعے کام نکالا جائے اس لئے اس نے کسی درخت کے دودھ سے ایک خط لکھ کر اس کے پاس بھیج دیا پھر جس پر سور پال نے زعفران ڈال کر پڑھ لیا اور اس کے جواب میں اس کام سے انکار کرنے کے بعد راجہ بہودر کو یہ لکھا کہ میں اور راجہ جے شنکر آپس میں ایسے متحد ہیں کہ ہم کبھی بھی دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے جیسے کہ دودھ اور پانی آپس میں مل کر



علیحدہ نہیں ہو سکتے میں اشرف زادہ ہوں بھلا یہ دعا کا کام مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے اگر تینوں لوک کا راج بھی دیا جائے تو کوئی اشرف اس کو ہرگز قبول نہیں کرے گا اور اگر منظور کرے گا تو وہ کوئی نطفہ حرام ہی اسے منظور کرے گا غرض راجہ جے شکر کے لشکر میں رات کو مہا بھارت کے اشلوک پڑھے گئے اور بھیم وغیرہ کی مہمات کے بیان نے تمام سپاہ کو جنگ پر مشتعل کیا تمام سپاہ کو لڑائی کے شوق میں رات کا کاٹنا بھی مشکل ہو گیا آخر جب صبح ہوئی تو دونوں طرف کی فوجیں آپس میں ایسی ٹکرائیں کہ جیسے بادل کی گھٹائیں آ کر ٹکراتی ہیں ان کے ہتھیار ایسے چمکتے تھے جیسے کہ بجلی چمکتی ہے، اور ان کے چلنے سے زمین ایسی گونجتی تھی جیسے کہ بادل گرجتے ہیں اور ان کے باجے نامردوں کو مرد بنا رہے تھے اور ہر طرف ان کے تیروں اور غولوں کا موسلا دھار مینہ برس رہا تھا آپس میں وہ تیر اور برچھی و ترسوں سے لڑتے تھے ہاتھی ہاتھیوں پر اور گھوڑے گھوڑوں پر اور رتہ بان رتہ بانوں پر کچ کچا کے پلتے تھے خون کے دریا میں مرد بہتے تھے جتنا جنگ کا شور و غل بڑھتا تھا اتنے ہی بہادر ہنتے تھے سپاہ کے کارفرما جے پکار کر کم ہمتوں کی ہمت بندھواتے تھے اور بہادروں کو شاباش دے کر کہتے تھے کہ اب ہم دنیا میں نہیں بلکہ بہشت میں جا کر آپس میں ملیں گے، دیوتاؤں اور آدمیوں سے دنیا اور عقبے میں اپنی تعظیم کرائیں گے الحاصل اس لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ راجہ بہادر بمعہ اپنی فوج کے قلعہ کے اندر گھس گیا جب راجہ جے شکر نے دیکھا کہ دشمن قلعہ کے اندر گھس گیا ہے اور اب میری سپاہ میں بہادر بھی بہت کم رہ گئے ہیں اور اب فتح کی امید بھی کوئی باقی نہیں تو اس وقت اس نے سورپال کو بلا کر منت کی اور کہا کہ اب تو اپنی حاملہ ہمشیرہ روپ سندری کو کسی ایسی جگہ پہنچا دے کہ جہاں وہ امن میں رہے تاکہ میری نسل منقطع نہ ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو پھر دشمن بے کھٹکا ہو کر اس ملک میں راج کرے گا آخر بہت ہی بحث و تکرار کے بعد

سورپال اپنی بہن کو ایک جنگل میں چھوڑ کر خود واپس لڑنے کو چلا آیا اس اثناء میں راجہ بہودر نے راجہ بے شکر کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ قلعہ ہمارے حوالے کر کے خود دستور کے موافق منہ میں تنکا لے کر ہمارے پاؤں پر آن گرے اور یہاں آکر ہماری اطاعت قبول کرے لیکن راجہ بے شکر نے اس کو یہ جواب دیا کہ میں اس طرح کی اطاعت سے مرنے کو اچھا جانتا ہوں اور گجرات دے کر جنت الفردوس کا لینا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے آخر اس جواں مرد راجہ نے بہادری کی طرح لڑ کر اپنی جان ملک الموت کے حوالے کر دی جس کے بعد دشمنوں کو اس کی لاش پر قبضہ کرنے کا موقعہ ملا غرض جب راجہ بہودر اس کے محل پر پہنچا تو وہاں محل کی عورتوں نے بھی مسلح ہو کر اُس کا خوب مقابلہ کیا یہاں تک کہ ایک دفعہ پھر دشمن کے لشکر کو شہر کے دروازہ سے باہر کر دیا اور اپنا مطلب اعظم یہ حاصل کیا کہ وہ اپنے خاوندوں کی تمام لاشیں میدان جنگ سے اٹھا کر قلعہ میں لے آئیں اور چتا بنا کے اپنے خاوندوں کے ساتھ تکی ہو گئیں اس کے بعد راجہ بہودر پھر قلعہ میں آیا اور اس نے آکر خاندان چھاوڑی اور اس کے بہادر راجہ کی تعریف کر کے خود اس کے مرنے کی مراسم کو آراستہ کیا، جس سے اس کی بڑی نیک نامی ہوئی اس فتح کے بعد کچھ اور سورت کے بانی تمام چھوٹے چھوٹے فرمانرواؤں نے بھی راجہ بہودر کی اطاعت قبول کر لی جس کے بعد پھر اس نے گجرات رہنے کا پختہ ارادہ کر لیا مگر عیان سلطنت نے اس کو سمجھایا کہ سورپال ابھی جیتا ہے جو ہمیشہ ہمارے پہلو میں کانٹا سا چبھتا رہے گا اس لئے یہ بہتر ہے کہ یہاں کے راجوں پر سالانہ خراج مقرر کر کے مراجعت کی جائے راجہ بہودر نے اس مشورے کو پسند کر کے آخر یہاں سے مراجعت کی جب سورپال اپنی بہن کو جنگل میں چھوڑ کر واپس آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ راجہ بے شکر قتل ہو چکا ہے اس نے ارادہ کیا کہ راجہ کی طرح اب میں بھی لڑ کر مر جاؤں گا لیکن پھر اُس نے سوچا کہ اگر میں مر

جاؤں گا تو پھر راجہ بہودر بے کھٹکے ہو کر اس ملک میں راج کرے گا اب جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اب مجھے آئندہ کے لئے کوئی اور ایسی تدبیر کرنی چاہیے جس سے چھاڑی خاندان کو پھر گجرات کی حکومت مل جائے ہاں اگر خوش اقبالی سے میری بہن کے بیٹا پیدا ہوا تو پھر میں گجرات کی سلطنت حاصل کر لوں گا لیکن میری اعانت کے بغیر یہ کام نہ ہو سکے گا یہ سوچ کر وہ اپنی بہن کی تلاش کو جنگل میں چلا گیا مگر وہ اس کو نہ ملی بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ شرم کے مارے اپنی بہن کے پاس نہیں گیا بلکہ گرنار کے پہاڑوں میں مستقل سکونت اختیار کر کے وہاں اپنی بہن کا انتظار کرنے لگا۔

اب روپ سندری کا حال سنو کہ جب سورپال اس کو جنگل میں چھوڑ کر چلا گیا تو اس کے بعد روپ سندری کے پاس بھیل قوم کی ایک عورت آئی اور اس نے اس کو کسی راجہ کی رانی سمجھ کر التجا کی کہ آپ میرے ساتھ چل کر اسی جنگل میں میرے گھر مہمان رہیں جہاں آپ کے کھانے کے لئے ہر قسم کے پھول پتے و پھل اور پھاڑا من سے رہنے کے واسطے موجود ہیں روپ سندری اس بھلینی کی درخواست منظور کر کے آخر اس کے گھر میں چلی گئی جب وہاں پہنچی تو کچھ مدت کے بعد ماہ بساکھ کی پندرہ تاریخ کو اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کی پیدائش پر کچھ ایسے اثرات ظاہر ہوئے کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ لڑکا ایک نامور اور بہادر انسان ہوگا اور اپنے دادا کے نام کو روشن کرے گا ایک دن اس جنگل میں ایک جینی سادھو کا گزر ہوا اس نے اس لڑکے کو دیکھا کہ پنگھوڑے میں جھول رہا ہے اس نے آگے بڑھ کر اس کی ماں روپ سندری سے اس کا حال دریافت کیا جب رانی نے اپنی تمام سرگذشت بیان کی تو سادھو نے رانی کو تسلی و تشفی دے کر یہ وعدہ کیا کہ میں ہر طرح سے تمہاری اور اس لڑکے کی حفاظت کرنے کو تیار ہوں جس کے بعد پھر وہ دونوں ماں بیٹے کو بڑی عزت و تعظیم سے

شہر میں لے آیا کیونکہ یہ لڑکا جنگل میں پیدا ہوا تھا اس لئے اس کا نام بن راج یعنی جنگل کا راجہ رکھا گیا جب اس لڑکے کی عمر چھ سال کی ہوئی تو اس کا حال اس کے ماموں سورپال کو بھی معلوم ہوا تو وہ اس کو پوشیدہ طور پر اپنے پاس لے گیا اور ہر طرح سے اس کی نگہداشت و حفاظت اور تربیت کرنے لگا، اور چودہ برس کی عمر تک اس کو اپنے پاس رکھا یہ لڑکا شیر کی طرح بڑھا جاتا تھا، اور ہمیشہ بہادری و شہ زوری اور ہوشیاری دکھاتا تھا اور اپنے راج کے دوبارہ حاصل کرنے کی دُھن میں لگا رہتا تھا۔

## بن راج

وہ جین سادھو جس نے بن راج کو پالا پوسا تھا اُس کا نام شیل گن سوری تھا ابتدائے عمر میں اسی سادھو کے صومعہ میں بن راج رہا اور وہ اپنی اصل کو جھوٹ بتلاتا رہا جب اُس نے ہوش سنبھالا تو اُس کو معلوم ہوا کہ وہ چھاوڑی گوجروں کے شاہی خاندان سے ہے پھر وہ اپنے ماموں کے ساتھ مل کر لوٹ مار میں شریک ہوا جس میں اس نے اپنی ذاتی شجاعت کے جوہر دکھا کر اپنے رفیقوں کی ہمت بندھوائی اور اپنی حالت شاہی کو بہادرانہ مان کر ان کو عہدے اور منصب اس سلطنت کے لئے دیئے جس کو وہ دوبارہ حاصل کرنے کو تھا۔ ایک تاجر کی بیوی شری دیوی نے بن راج کی بڑی عمدہ خاطر و مدارت کی تھی اس کو اس نے اپنے راج کے ملنے پر تیل ملوانے کا وعدہ کیا جامپ یا چپا نامی ایک سوداگر تھا وہ بڑا جوان مرد اور فن سپاہ گری سے ماہر تھا اس کو اس نے اپنا وزیر اعظم مقرر کیا جس نے بعد میں چنبا نیر شہر آباد کیا بن راج کا ایک اور رفیق انہل نامی تھا جو اس ملک کے حالات سے خوب واقف تھا اس کے نام پر اس نے اپنے دار السلطنت کا نام انہل واڑہ رکھا کچھ مدت کے بعد جب اس کا ماموں سورپال مر گیا تو اس کے بعد بھی اُس نے سلطنت حاصل کرنے کے خیال کو نہیں چھوڑا بلکہ آگے سے زیادہ مستعد ہو کر اس

اعلیٰ مقصد کے حاصل کرنے کی جدوجہد کرنے لگا اور اس عرصہ میں اور بھی بہت سے بہادر نوجوان اس کے ساتھ ملتے گئے جن کی مدد سے اس نے ہر طرح کامیابی حاصل کرنی شروع کر دی۔ آخر بن راج کو اس کے استقلال اور کوشش کا انعام مل گیا یعنی راجہ بہودر نے ملک گجرات کا خراج و محصول اپنی بیٹی مالن دیوی کے نام لکھ دیا تھا اس رانی نے اپنے صلاح کاروں کے مشورہ سے ایک چھاوڑی سردار کو سہرت یعنی نیزہ بردار کا عہدہ دیا ہوا تھا تاکہ اس کی حفاظت اچھی طرح ہو مگر وہ اس تدبیر میں ناکامیاب رہی اور اس چھاوڑی سردار کے سپاہیانہ جذبات کو نہ روک سکی حکومت کلی آن یعنی قنوج کے چند آدمی چھ ماہ سے اس ملک میں آئے ہوئے تھے کیونکہ سوراشر (گجرات کا ٹھیا واڑ) کے گھوڑے بہت مشہور ہیں اس لئے وہ شاہی نمائندے بہت سے قیمتی گھوڑے اور بہت سا روپیہ اور کچھ مال و اسباب لے کر قنوج کو واپس جا رہے تھے کہ راستے میں بن راج نے ان پر حملہ کر کے سب کو قتل کر دیا اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ کر لے گیا اس کے بعد وہ ایک دور افتادہ پہاڑی علاقہ میں جہاں کہ وہ راجہ قنوج کے اثر اور غضب و انتقام سے محفوظ رہ سکتا تھا چلا گیا اس لوٹ سے اس کو اس قدر مال و دولت ہاتھ آ گیا تھا کہ وہ اپنے تمام منصوبے جو مدت سے اس کے دل میں تھے پورے کر سکتا تھا سب سے پہلے اس نے اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے ایک دار الحکومت کی بنیاد رکھ کر اس مال و دولت کو اس پر خرچ کرنا شروع کیا جب وہ دار الحکومت بن کر تیار ہوا تو اپنے ایک رفیق کے نام پر اس کا نام انہلوپور یا انہلو اڑہ رکھا ایک شاعر کی نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۸۰۲ مطابق ۱۲۶۷ء میں اس شہر کی بنیاد رکھی گئی تھی اور اس کے سنگ بنیاد پر لکھا تھا کہ یہ شہر ہمیشہ قائم و دائم رہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک جینی نجومی نے اس شہر کے جنم پترہ میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ۱۲۹۷ء میں شہر انہل پور غارت اور ویران ہو جائے گا سو اس کی پیش گوئی کو سلطان علاؤ الدین نے پورا کر

دیا تھا۔ آدم برسر مطلب۔

شری دیوی نے بن راج کو مسند حکومت پر بٹھانے میں بہت مدد کی تھی اور جامپ نے بھی اس کی اعانت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا تھا اس لئے بن راج نے اس اعانت کے صلہ میں جامپ کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا جس کے بعد اب اس نے شیل کن سوری کی طرف بھی نظر التفات کی کیونکہ اب تک اس کی ماں روپ سندری اس جینی سادھو کے پاس تھی جس کو وہ اپنا روحانی باپ بنا چکی تھی اور وہ جین مت میں بڑی گرم جوش تھی یہ بوڑھی رانی اور اس کا گرد اس بت کو بھی جس کی وہ پرستش کرتے تھے انہل پور میں اپنے ہمراہ لے آئے اور اس کے واسطے ایک بڑا مندر بنوا کر اس کا نام انہوں نے پنچا سورپارس ناتھ رکھا اور اس میں بن راج کی مورت بھی پوجاری کی صورت میں رکھی گئی تھی مگر اس کا مذہب جین اور برہمنی مذہبوں کے درمیان میں رہا لہذا بن راج ۶۹۶ء میں پیدا ہوا تھا اور انہل واڑہ میں ساٹھ سال سلطنت کر کے آخر ۸۰۶ء میں مر گیا پھر اس کے بعد اس کا بیٹا جوگ راج (یوگ راج) اس کے تخت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا۔

ابوالفضل نے آئین اکبری میں ہندی ناموں میں بن راج کا حال اس طرح لکھا ہے کہ ۸۰۳ مطابق ۱۵۴۲ء ہجری میں اس نے اول دولت ملک کو فروغ دیا اور گجرات میں اپنی علیحدہ سلطنت قائم کی راجہ سری بہودر دیو مرزبان قنوج نے اپنے نوکر سامنت سنگھ کو اس کی بد گوہری و بد اندیشی و فتنہ انگیزی کے سبب سے مار کر اس کا تمام گھر بار لوٹ لیا، ان دنوں اس کی بیوی حاملہ تھی گو اس کو خار ناکامی پاؤں میں چبھ میں رہا تھا مگر وہ گجرات میں آئی اور صحرائے بیکسی میں ایک لڑکا جنی، اتفاقاً جین کے وارستگان میں سے شیل دیو کا اس کے پاس گزر ہوا یہ حال دیکھ کر اس کے دل میں درد ہوا اور اس نے لڑکے کو لے کر اپنے ایک چیلہ کے حوالے کیا وہ چیلہ اس لڑکے کو رادہن پور میں لے جا کر پرورش کرنے لگا

جب وہ بڑا ہوا تو اس نے قزاقوں اور ڈاکوؤں کی ہم نشینی کی وجہ سے پیشہ راہ زنی اختیار کیا اور ہزاروں چور اور ڈاکو اس کے پاس جمع ہو گئے ایک دفعہ گجرات سے قنوج کو خزانہ جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کو اُس نے لوٹ لیا کیونکہ وہ سعادت سرشت تھا اس لئے جب چپا بقال اس کو ملا تو اس کی نصیحت و ہدایت سے اس نے اس پیشہ کو چھوڑ دیا جس کے بعد پھر اس کی طبیعت نیک کرداری اور خدا ترسی کی طرف مائل ہو گئی اور پچاس سال کی عمر میں بادشاہی اس کے ہاتھ آئی تھی اور شہر پٹن بھی اسی راجہ کا آباد کیا ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس نے اپنا تخت گاہ مقرر کرنے میں بہت سوچ بچار اور تگا دو کی تھی انہل نامی ایک گائے چرانے والے نے کہا کہ میں نے ایک بہت عمدہ اور عجیب زمین دیکھی ہے مگر وہاں شہر کو میرے نام پر آباد کرو تو اس کو بتاؤں گا، جب بداجہ بن راج نے اس کی درخواست کو منظور کر لیا تو پھر اس نے ایک سبزہ زار زمین کا پتہ بتلایا جس میں ایک خرگوش اور کتے کی لڑائی ہوئی تھی اور خرگوش نے اپنی قوت بازو سے رہائی پائی تھی غرض راجہ نے اس سر زمین کو آباد کر کے اس کا نام انہل پور رکھا تھا اختر شناسوں نے کہ دیا تھا کہ جب وہ ایک ہزار پانچ سو سال سات مہینے نو روز چوالیس گھڑی گزریں گی تو یہ شہر ویران ہو جائے گا، زبان فرسوگی اور زبان گرجی سے اس شہر کا نام نہروالہ مشہور ہوا، اس ملک کی زبان میں پٹن برگزیدہ کو کہتے ہیں اس سبب سے وہ پٹن زبان زد خلائق ہوا ابو الفضل نے بن راج کے جو حالات و تحقیقات کر کے لکھے تھے اس کی اصلاح و درستی رتن مالا کے بیان سے ہوتی ہے جس کو ہم نے اس کے پیشتر نقل کیا ہے۔

## جوگ راج

رتن مالا میں راجہ جوگ راج کا احوال بہت تھوڑا لکھا ہے فقط یہ ایک واقعہ اس کے انہل واڑہ کے راج کا تاریخ گجرات میں بیان کے قابل ہے ایک دفعہ

سورتھ اور پٹن کے بندرگاہ میں کسی غیر ملک کے جہاز بہت سا قیمتی اسباب تجارت کے لئے لا کر لائے تھے لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ کس ملک سے آئے تھے اور کس ملک کو جاتے تھے راجہ جوگ راج کے ولیعہد کھیم راج نے ان جہازوں پر حملہ کر کے ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا کیونکہ یہ حملہ راجہ جوگ راج کے حکم کے بغیر ہوا تھا اس لئے اس کو مہمان پروری کے قوانین کے برخلاف اس لوٹ اور حملہ کے ہونے سے نہایت رنج و ملال پیدا ہوا اس نے فوراً اپنے ولیعہد کھیم راج کو بلا کر لعنت و ملامت کی اور اپنے دو بھائیوں سے جو اس کام میں شریک تھے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں جن کاموں کے کرنے کا قصد کیا تھا تم نے ان سب کو برباد کر دیا اب اجنبی ملکوں کے دانشمند راجہ جب یہ حال سنے گے اور تمہارے کاموں کو عقل کے ترازو میں تولیں گے تو وہ گجرات کے راجہ یعنی میری تذلیل کریں گے اور کہیں گے کہ وہ تو چوروں اور ڈاکوؤں کا راجہ تھا میرے باپ دادا نے جو خطائیں کیں تھیں مجھے ان کے مٹانے کے بعد یہ امید تھی کہ میں بڑے راجاؤں کے سلسلہ میں داخل ہو جاؤں گا مگر تمہاری طمع نے ان خطاؤں کو پھر از سر نو چمکا دیا راجہ نیت میں لکھا ہے کہ بادشاہ کے احکام کی نافرمانی اور برہمن کے وظیفہ کی موقوفی اور عورت کا بستر سے بھاگ جانا یہ سب ایسے زخم ہوتے ہیں جو بے ہتھیار کے لگتے ہیں غرض راجہ جوگ راج کی عمر بڑی ہوئی تھی جب وہ پینتیس برس سلطنت کر کے مر گیا تو اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا کھیم راج مسند حکومت پر متمکن ہو کر سلطنت کرنے لگا پچیس سال حکومت کرنے کے بعد آخر یہ بھی ۸۶۶ میں مر گیا پھر اس کے بعد اس کا بیٹا شری بھوید سریر آرائے تخت ہوا یہ بھی بڑے امن و چین سے اسی سال تک حکومت کر کے جب ۸۹۵ میں فوت ہو گیا تو پھر اس کے بعد اس کا بیٹا شری بیر سنگھ تخت خلافت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا۔ شری بیر سنگھ کی سلطنت کے زمانہ میں بہ نسبت اس کے باپ



شری بھوید کے بہت سی خوبیاں رہیں اس کو غیر ملک والوں سے ضرور مقابلہ کرنا پڑا مگر وہ ہر میدان میں آخر کو فتح یاب ہوتا رہا کبھی اس کو شکست نہیں ہوئی اس کا وزیر اعظم بڑا دانا تھا وہ اس کی بڑی مدد کیا کرتا تھا، لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ غیر ملک والے کون تھے جن سے اس کو لڑنا پڑا، غرض جب ۹۶۰ میں فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بیٹا رتنا دیتا مسند ریاست پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔

رتنا دیتا جس کو مسلمان مورخ رشادت لکھتے ہیں وہ بڑا بہادر اور نامور راجہ تھا بلکہ یہ لکھتے ہیں کہ زمین کا آفتاب معلوم ہوتا تھا قوت و شجاعت اور استقلال اور ایفائے عہد میں بہت مشہور تھا وہ چوروں مکاروں، اوباشوں، دغا بازوں اور جھوٹوں کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا تھا، آخر جب ۹۳۵ء میں وہ مر گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا سامنت سنگھ اس کا جانشین ہوا جس پر کہ بن راج یعنی چھاوڑی گوجروں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

کھیم راج اور شری بھوید کے عہد سلطنت میں جو مسلمان عرب سیاح ابو زید الحسن وغیرہ ہندوستان میں آئے تھے اور اپنے سیاحت ناموں میں جن مقامات کے حالات انہوں نے تحریر کئے ہیں ان کے ناموں کو معرب بنا کے ایسا تحریف کیا ہے کہ اب ہزار تحقیق و تدقیق سے شاذ و نادر ہی کسی مقام کا پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں ان کا کیا تھا اور اب کیا ہے اس لئے اب ہم ان سیاحوں کی معلومات کے حال کو ترک کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور اس کے آگے سونکھی گوجروں کا حال لکھتے ہیں۔

## فصل دوم

## سونگھی گوجر

چالوک عرف سونگھی گوجر اشکانی خاندان کے گوجروں کی ایک شاخ ہیں ۹۵ء قبل از مسیح میں جب رومیوں سے اشکانی گوجروں کی لڑائی شروع ہوئی تو وہ اپنے ہندوستانی مقبوضات کو لاوارث چھوڑ کر رومیوں کے مقابلہ کے لئے خراسان میں چلے گئے، اور اُنکے خاندان کے آدمی ملک ہند میں پیچھے رہ گئے تھے یا جنہوں نے اس ملک میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی ہوئی تھی ان سب نے اگنی گنڈھ کے موقع پر انہل دیو کے ساتھ کوہ آبو پر جا کر ہندو مذہب قبول کر کے اپنا جدید امتیازی خطاب چالوک عرف سونگھی حاصل کر لیا تھا۔ آدم برسر مطلب۔

جب بلہی پور پر ہن قوم نے حملہ کر کے اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا اور گوجروں کے تمام ایسے خاندانوں کو جو صاحب اقتدار تھے اس شہر کے چھوڑنے پر مجبور کیا تو اس وقت سونگھی گوجروں کا خاندان بھی مثل دوسرے گوجر خاندانوں کے اس شہر کے چھوڑنے پر مجبور ہوا جسکے بعد انتشار کی وجہ سے اس ایک خاندان کے کئی خانوادے اور شاخیں بن گئیں جنہوں نے کہا کہ اطراف ہند میں مختلف علاقوں میں پھیل کر اپنی علیحدہ علیحدہ ریاستیں و حکومتیں قائم کیں چنانچہ ان میں سے ایک شاخ ملک دکن میں چلی گئی، جس نے وہاں جا کر سب سے پہلے اس ملک میں اپنی حکومت قائم کر کے ہر طرف اپنی فتح اور کامرانی کے ڈنکے بجانے شروع کئے اسی طرح ایک دوسری شاخ نے قنوج پر قبضہ کر کے ایک زبردست سلطنت قائم کی جس کا حال کہ اس وقت ہم تحریر کرنے لگے ہیں اور اس کے ساتھ ہی باقی شاخوں کا حال بھی لکھتے جائیں گے۔

جیسا کہ اس باب کے فصل اول میں چھاوڑی گوجروں کے حالات کے

ضمن میں سولنکھی گوجروں کے کچھ حالات تحریر کئے جا چکے ہیں اور جن میں بتایا گیا ہے کہ سولنکھی گوجروں کے پہلے چھاوڑی گوجروں کے ساتھ راجاؤں نے ملک گجرات میں ایک سو چھانوہ سال اس طرح راج کیا کہ باپ کے بعد بیٹا اس کا جانشین ہوا ان کا آخری راجہ سامنت سنگھ تھا جس نے کہ ساتھ برس راج کیا تھا وہ خفیف العقل راجہ تھا، اس کو نیک و بد کی اور روز و شب کے دوست و دشمن کی مطلق کوئی تمیز نہ تھی اور نہ اس میں استقلال تھا اور نہ زیر کی اس کا حال فقط یہ لکھا ہے کہ وہ بے اولاد اور بے عقل تھا جس سبب سے انہل واڑہ میں سولنکھی خاندان کے گوجروں کا راج قائم ہوا، قنوج کے راجہ بہودر راج کی چوتھی پشت میں بھونا دیتا نام ایک راجہ ہوا، جس کے تین بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں :- راج، بیج، داندک۔ رتن مالا میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ یہ تینوں بھائی سومنات کے جاترا کو گئے تھے اور ان تینوں میں سے جو بڑا تھا وہ نہایت وجیہ اور خوبصورت تھا اور وہ اپنے مذہب کا پابند اور شیو کا بڑا پجاری تھا ایک دن وہ لڑکا راجہ سامنت سنگھ والی انہلواڑہ کے دربار دیکھنے کو چلا گیا اس کی خوبصورتی و بہادرانہ اور سپاہیانہ اطوار دیکھ کر راجہ سامنت سنگھ نے اپنی بہن لیلیا دیوی کی شادی اس کے ساتھ کر دی جب وہ حاملہ ہوئی تو نو ماہ کے قریب پہنچ کر وضع حمل کے وقت مر گئی لیکن مرنے کے بعد بچہ اس کے پیٹ سے زندہ نکال لیا گیا اور اس کا نام مولراج رکھا گیا جس کے بعد راجہ سامنت سنگھ نے اس کو اپنا متبئی بیٹا بنا کر اس کی تربیت کرنی شروع کی جب وہ بڑا ہوا تو شروع میں اس نے اپنے ماموں سامنت سنگھ کی بہت مدد کی اور اپنی بہادری و جوانمردی سے بہت سے علاقے فتح کر کے اس کی سلطنت میں شامل کئے ایسے بہادرانہ اور جنگی کارناموں کی وجہ سے اپنے ماموں اور عام لوگوں کے دل اس نے مسخر کر لئے لیکن بعد میں وہ اپنے ماموں کا دشمن اور قاتل ہوا۔

رتن مالا میں مولراج کے خصائل کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ بڑا مکار، دغا باز اور بے رحم تھا اور اپنے تئیں بڑا بنانے کا شائق رہتا تھا گو اس کا رنگ کالا تھا مگر وجیہ تھا اور عشق کی دیوی کا غلام تھا وہ روپیہ کو زمین میں دبا دبا کے رکھتا تھا فن سپہ گری میں اگر چہ بد سلیقہ تھا مگر جب کوئی دشمن مقابلہ کو آتا تھا تو وہ مکر و عیاری سے اُسے باز رکھتا تھا جب وہ بالغ ہوا تو راجہ سامنت سنگھ نے شراب کی مستی میں آکر مولراج کی تخت نشینی و تاجپوشی کی رسومات ادا کیں مگر جب اُس کو ہوش آیا تو وہ اپنے کئے سے بہت پچھتا یا اور اپنے راج کو واپس لینا چاہا اس لئے اس زمانہ سے چھاوڑی گوجروں کے عطیہ کا ناچیز ہونا ایک ضرب المثل ہو گئی ہے غرض مولراج کو حکمرانی کا چسکا لگ گیا تھا بھلا وہ اب راج کو بھیسے چھوڑ کر سامنت سنگھ کو دے دیتا، آخر اس نے اپنی سپاہ کو جمع کر کے اپنے ماموں پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر کے خود تخت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا کو مارچرتر کا قول ہے کہ یہ چھ چیزیں کبھی احسان مند نہیں ہوتیں، ایک بیٹی کا خاوند (داماد) دوسرا بچھو، تیسرا شراب، چوتھا شیر، پانچواں بیوقوف، چھٹا بھانجہ (بہن کا بیٹا) ان میں سے ہر ایک فائدوں اور احسانوں کی قدر نہیں کرتا، غرض مولراج نے اس خیال سے کہ سلطنت میں باقی کوئی کانٹا چبھنے والا نہ رہے، اپنی ماں کے سارے رشتہ داروں کو مار ڈالا جس کے بعد پھر اسکی لڑائیاں گرد و نواح کے راجاؤں سے ہونے لگیں جن میں وہ ہر طرح سے کامیاب اور فتح یاب ہوا، آخر وہ ۵۵ سال یعنی ۹۲۲ء سے ۹۹۷ء تک حکومت کر کے مر گیا، اس کے بعد جو اس کی اولاد یعنی سولنکھی خاندان کے راجے تخت انہلو اڑھ پر متمکن ہوئے ان کی مدت حکومت اور نام یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام راجہ	مدت سلطنت
۱	مول راج	۵۶ سال

۱۳ سال	چامندر راج دیو	۲
۱۱ سال ۶ ماہ	درلجھ راج دیو	۳
۲۲ سال	بھیم دیو اول	۴
۳۱ سال	کرن دیو	۵
۵۰ سال	سدہ رائے جی سنگھ دیو	۶
۲۳ سال	کمال پال دیو	۷
۳ سال	اجے پال دیو	۸
۲ سال	بال مول راج دیو	۹
۳۶ سال	بھیم دیو دوم	۱۰

۱۰۵۷ء سے چامندر راج دیو کا راج شروع ہوا ہے، اور اس نے تیرہ برس تک راج کیا ہے اسی کے عہد میں یعنی ۱۰۲۳ء مطابق ۱۲۱۶ھ میں سلطان محمود غزنوی نے انہلو اڑہ پر غلبہ پایا اور ہندوؤں کے سورج نے مسلمانوں کے بلال کو جھک کر سلام کیا لیکن محمود نے اپنی طرف سے یہاں مرزبان مقرر کرنے میں یہ حکمت عملی اختیار کی کہ یہیں کے راجاؤں کی نسل میں سے ایک شخص کو راج دے کر اور سالانہ پیش کش ٹھہرا کر سندھ کی راہ سے مراجعت پذیر ہوا مگر چامندر راج دیو کی سلطنت کے بیان میں ہندوؤں کی کتابوں میں سلطان محمود کے حملہ کا بیان نہیں ہے۔

گوجر راجپوت راجاؤں کی نیک نامی لکھنے والے جیدیوں، برہمنوں، ولدیوں، کبیتروں اور بہاٹوں کی عادت میں یہ امر داخل ہے کہ جن حالات کو یہ جانتے ہیں کہ وہ ان کے مددحوں کی کسر شان کریں گے ان کے بیان میں وہ خاموشی اختیار کرتے ہیں گو یہ حالات کیسے ہی مشہور کیوں نہ ہوں اور ان کے اثر و نتائج عظیم وقوع میں آئے ہوں غرض جب کوئی راجہ گناہگار نام ان دہلرا اقبال ہوتا ہے

تو یہ اس کی تاریخ پر ایک کال پردہ ڈال کر فقط اس پر یہ لکھ دیتے ہیں کہ وہ پیدا ہوا اور مر گیا۔

ایک دفعہ چامندر راج جاترا کو بنارس میں گیا تھا اور جاتی دفعہ اپنے بڑے بیٹے بلہھ راج کو اپنی جگہ تخت پر بٹھا گیا تھا راستہ میں اس کا چہتر شاہی اور گھوڑے کے بالوں کی پنکھی اور راج کی امارات یہ سب کچھ راجہ مالوہ نے چھین لئے تھے جب وہ جاترا سے واپس آیا تو اُس نے آتے ہی اپنے بیٹے بلہھ راج کو مالوہ کے راجہ سے لڑنے کے لئے بھیجا لیکن وہ راستہ ہی میں ستیاہ کی مرض سے مر گیا تو اس صدمہ سے چامندر راج ایسا دل شکستہ ہوا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے درلبہ کو تخت پر بٹھا کر تارک الدنیا ہو گیا، اس کے بعد پھر اُس نے بھٹی ایسا ہی کیا یعنی درلبہ کا بھائی ناگ راج تھا جس کا بیٹا بھیم دیو اول تھا جس کے پیدا ہونے کی درلبہ کو بڑی خوشی ہوئی اور جب وہ جوان ہوا تو راجہ درلبہ نے اس کو راج دے دیا اور خود جاتراؤں کو چلا گیا۔

## ہندوؤں کے قومی جنگ میں بھیم دیو کی شمولیت

سلطان محمود غزنوی کو اپنے ہی ملک میں کچھ ایسے ہی حالات پیش آگئے تھے کہ پھر اُس نے ہندوستان کی طرف توجہ نہیں کی لیکن اس کی اولاد کے عہد سلطنت میں ہندوؤں نے پھر اپنے ملک پر قبضہ کر لیا، جب ہندوستان کے سب راجے مسلمانوں سے لڑ رہے تھے تو اُن میں راجہ بھیم دیو والی انہلو اڑہ بھی شامل تھا جب راجہ بھیم دیو فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا جانشین راجہ کرن ہوا، جس نے ۱۰۷۲ء سے ۱۰۹۴ء تک سلطنت کی اس کو کسی بیگانہ حکمران قوم سے لڑنا نہیں پڑا، راجہ کرن کے بعد پھر سدھ راج سریر آرائے تخت ہوا اس نے ۱۰۹۴ء سے ۱۱۴۳ء تک انتالیس یا پچاس سال راج کیا سدھ راج کے گھیر میں کوئی اولاد نہ تھی، اس لئے اس کے بعد حکومت کھیم راج کے خاندان میں جو بھیم دیو کا اول

بیٹا تھا منتقل ہو گئی کھیم راج کے تین پوتے تھے جن میں سے ایک کمار پال تھا جس کو منجسم کہتے ہیں کہ راجہ ہوگا مگر سدھ راج اس کا راجہ ہونا پسند نہیں کرتا تھا اس لئے وہ جان آزاری کے خوف کے سبب سے دیس بدیس جوگی بن کر پھرتا رہا اور جا بجا چھپ کر اپنی جان بچاتا رہا لیکن جب سدھ راج نے پر لوک گون کیا تو وہ انہلواڑہ میں آن کر راج کی گدی پر بیٹھ گیا دشمن بھی اس کے مارنے کے درپے ہو گئے مگر اس نے سب مخالفوں کو زیر کر لیا اور بہت سا ملک فتح کر کے حکومت کرنے لگا جس کے بعد وہ اکتیس سال تک زندہ رہ کر حکومت کرتا رہا۔

کمار پال کا بھی کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے اس کے بعد اس کے بھائی کا بیٹا ارجے پال ۱۳۳۰ء مطابق ۱۷۷۲ء میں تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا اور ابھی تین سال ہی فرمان روائی کی تھی کہ ایک دربان وائی جل دیو نے خنجر مار کر اس کو قتل کر ڈالا ارجے پال کے بعد ۱۷۷۷ء میں مولراج ثانی تخت خلافت پر بیٹھا اور دو سال حکومت کرنے کے بعد مر گیا جس کے بعد پھر ارجے پال کا چھوٹا بھائی بھیم دیو ثانی جس کو بھولوی بھی کہتے ہیں ۱۷۷۹ء میں مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا، آخر یہ بھی چھتیس سال تک حکومت کر کے فوت ہو گیا بھیم دیو ثانی عرف بھولو انہلواڑہ کا دیوانہ راجہ مشہور ہے اس کی بھی کوئی اولاد نہ تھی اس کے مرنے کے وقت گجرات کے سولنکھی خاندان میں کوئی بزرگ سوائے سردار بیروہول باگھیلہ کے بہادر اور شائستہ نہ تھا اس لئے بھیم دیو ثانی کے بعد تمام امراء وزراء نے اتفاق رائے سے بیروہول باگھیلہ کو تاج پوشی پہنا کر تخت گجرات پر بیٹھا دیا جس کے بعد گوجروں کے باگھیلہ خاندان کے راجوں کی حکومت کا سلسلہ شروع ہوا باگھیلہ گوت کے گوجر سولنکھی خاندان کی ایک شاخ تھے جن کے راجاؤں کی مدت حکومت اور نام یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام راجہ	مدت سلطنت
۱	بیروہول باگھیلہ	۱۲ سال ۵ ماہ

۳۳ سال ۳ ماہ	دی سل دیو	۲
۳۲ سال	بھیم برادرز اور دیل دیو	۳
۱۰ سال	ارجن دیو	۴
۲۱ سال	سارنگ دیو	۵
۶ سال ۱۰ ماہ	کرن دیو	۶

بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وی سل دیو یا ورسل دیو چند ورتی کا حاکم تھا اور اس کے پاس اٹھارہ سومندل تھی اور وہ سارنگ دیو مہاراجہ نہروالہ کا محکوم تھا، دونوں بھیم دیو اور سارنگ دیو جو انہلو اڑہ یا نہروالہ یا مچن میں راج کرتے تھے جین مت رکھتے تھے اس کے آگے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ ان راجاؤں اور مسلمانوں کے درمیان اس زمانہ تک جبکہ مسلمانوں کا تسلط ملک گجرات پر ہوا ان کو کیا معاملات پیش آئے۔

۱۲۱۶ھ مطابق ۱۰۲۳ء میں سلطان محمود نے ملتان کی راہ سے جب سومنات کی طرف کوچ کیا تو وہ راستہ میں جاتے ہوئے انہلو اڑہ پر حملہ آور ہوا لیکن سولنکھی خاندان کا راجہ چامند دیو وہاں موجود نہ تھا، آخر سلطان کو خبر لگی کہ راجہ چامند دیو قلعہ کندانبہ میں چھپا ہوا ہے جو یہاں سے پنجتالیس فرسنگ دور ہے تو اس نے اس کے فتح کرنے کا ارادہ کیا، جب وہ یہاں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ قلعہ چاروں طرف پانی سے گھرا ہوا ہے دو تیرا کوں سے اس نے پانی کی عمق کا حال پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ اگرچہ ایک مقام پر رستہ نکل سکتا ہے لیکن پانی کی طغیانی ساری کوشش کو نقش بر آب کر دے گی، الحاصل سلطان محمود جب اس قلعہ کی دیواروں کے پاس پہنچ گیا تو راجہ چامند دیو تاب مقابلہ نہ لا کر قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا جس کے بعد اہل اسلام نے قلعہ کے تمام آدمیوں کو قتل کر کے سب مال و اسباب لوٹ لیا اور پھر سلطان محمود نے ایک شخص داب شلم نامی کو



اس علاقہ کا حاکم مقرر کیا لفظ داب شلیم کی اصل دیوشیل ہے جس کے معنی دھیانی راجہ کے ہیں، دکن میں فاعل مفعول کے قاعدہ کے موافق دیوشیل کو دیوشلیم کہتے ہیں جس کو مسلمانوں نے داب شلیم بنا لیا ہے وہ کسی راجہ کا نام نہیں ہے۔

شہاب الدین غوری کے وقت نہر والہ گجرات میں سولنکھی خاندان کی شاخ باگھیلہ کا راجہ بھیم دیو حکمران تھا جب شہاب الدین غوری غزنی کا بادشاہ ہوا تو اس نے تمام ہندوستان کو فتح کرنے کے ارادہ سے ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۱۷۲ء میں اچھ پر فوج کشی کی جب وہ اچھ اور ملتان کو فتح کر چکا تو پھر وہ نہر والہ گجرات کی طرف آیا اور راجہ بھیم دیو یا باگھیلہ سے اس کا مقابلہ ہوا راجہ بھیم دیو باگھیلہ نے شکست فاش دے کر اس کو بھگا دیا جس کے بعد بہت مشکل سے جان بچا کر شہاب الدین غزنی میں واپس آ گیا جس وقت سلطان شہاب الدین یہاں آیا تھا تو اس وقت گوجرا جپوتوں کی آپس میں لڑائیاں ہو رہی تھیں تو اس نے کہا تھا کہ ملک گجرات نہ گوجروں کا ہے اور نہ مسلمانوں کا، بلکہ تلوار کا ہے۔ الحاصل جب سلطان غوری کی طرف سے قطب الدین ایبک ہندوستان میں اس کا نائب مقرر ہوا، تو اس نے دہلی کو اپنا دار السلطنت بنایا جس کے بعد پھر اس نے نہر والہ پٹن پر فوج کشی کر کے شہاب الدین غوری کی شکست کا انتقام گوجروں سے لیا جب ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۲۳۶ء میں سلطان علاؤ الدین دہلی کا بادشاہ ہوا تو اس نے بھی سرکردگی الف خان و نصرت خان بہت سی سپاہ ملک گجرات میں بھیجی اور جس نے وہاں پہنچ کر اس ملک کے گرد و نواح کو خوب لوٹا، راجہ کرن جو ملک گجرات اور باگھیلہ گوجروں کا آخری راجہ تھا مسلمان فوجوں سے خوب لڑا مگر مقابلہ میں اس کے پاؤں نہ جم سکے آخر شکست اٹھا کر ملک دکن کے شہر دولت آباد میں چلا گیا جسکے بعد راجہ کرن کی تمام مستورات اور لڑکیاں و خزانے اور ہاتھی گھوڑے فتح مندوں کے ہاتھوں میں پڑ گئے مسلمانوں کے دونوں افسروں کی سپاہ نے کھدبا

بُت کے سوداگروں کو بھی خوب لوٹا اور سومنات کے بُت کو بھی جو کہ محمود غزنوی کے بعد دوبارہ رکھ لیا گیا تھا توڑ دیا تمام مال و اسباب اور راجہ کرن کی رانی مع اس کی بیٹی کے قید کر کے دہلی بھیج دیا۔

راجہ کرن کی بیٹی کا نام دیول دئی تھا جس کے ساتھ خضر خان پسر سلطان علاؤ الدین کو عشق پیدا ہوا جب نہر والہ فتح ہو گیا اور باگھیلہ گوجروں کا راجہ کرن شکست پا کر بھاگ گیا تو الف خان اس ملک کا حاکم مقرر ہوا شہر پٹن (نہروالہ) کی عمارات عالیہ کے آثار اب تک موجود ہیں جو شہادت دیتی ہیں کہ وہاں کسی زمانہ میں بہت شاندار عمارتیں ہوتی تھیں بروجوں اور فصیلوں کے نشان اب تک موجود ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑا وسیع شہر تھا زمانہ کے انقلابات نے بہت سی عمارات کے نشان مٹا بھی دیئے ہیں جب یہاں گوجر راجپوت راجے باختیار تھے تو اجمیر سے بہت سنگ مرمر یہاں آتا تھا اور مندروں اور ٹھا کر دواروں میں لگایا جاتا تھا اب بھی وہاں کھودنے سے وہی پتھر ملتا ہے احمد آباد اور دیگر جگہوں میں جو سنگ مرمر لگا ہے وہ یہیں سے آیا ہے۔

کب چند بھی سولنکھی خاندان کے اعزاز کا معترف ہے وہ بھی کہتا ہے کہ جب قنوج میں راٹھواروں کے تحت حکومت کے پائے ابھی جمے نہ تھے تو اس وقت دریائے گنگ پر سور یہ قوم کی طرح سولنکھی گوجروں کی بادشاہی شان و عروج اور اقبال کے ڈنکے بج رہے تھے شجرہ خاندان سے بھی واضح ہے کہ سولنکھی گوجروں کی قدیم سکونت و حکومت لوہ کوٹ (لاہور) میں تھی اور یہ بھی چوہان گوجروں کی طرح بیرونی نسل کی ایک شاخ ہیں، سولنکھی گوجروں کا گوترا چاریہ یہ ہے، ساکھامدونی، گوتر بہار دواج، نکاسن، گڑھ، لوہ کوٹ (لاہور)، ندی سرمتی وید، شام وید، دیو کپیشر دیو، رکھیشتر کرومن چینیو، تین پرواز نار یعنی تین دھاگے کا، اشٹ دیوی، کیونچ دیوی طے پال پتر۔ اس بات میں شک نہیں کہ اس شاخ کی

دو شاخیں لنگا ہا یعنی تین دھاگے کا اور توگرا ملتان اور اس کے گرد و نواح کے اضلاع میں سکونت پذیر تھیں جس زمانہ میں بھٹی گوجروں نے ریگستان میں قدم جمائے تھے اس زمانہ میں یہی دونوں شاخیں تھیں جنہوں نے کہ ان سے ٹکر لی ان کی حکومت ساحل مالا بار پر کلیان میں (متصل بمبئی) تھی اگلی شوکت شاہی اور عظمت قدیم کے نشانات اس شہر میں اب تک موجود ہیں سولنکھی گوجروں کی ایک شاخ جو کلیان میں پھیلی تھی اس نے انہلو اڑہ (پٹن) کے چھاوڑی گوجروں کے شاہی خاندان میں نسبت کی تھی یعنی شادی کی تھی۔

۹۸۷ء مطابق ۹۳۱ء میں چھاوڑی خاندان کا آخری راجہ حکمرانی سے محروم رکھا گیا اور ہندوستان کا سارا ملکی قانون بھی بالائے طاق رہا، مسند فرمانروائی پر سولنکھی خاندان کا مولراج متمکن ہوا جس نے انہلو اڑہ میں اٹھاون برس تک حکمرانی کی اس کے بیٹے اور پوتوں کے عہد دولت مہد میں محمود غزنوی کو بے شمار دولت ہاتھ آئی اس نے اس فتح کی یادگار میں جو عالی شان عمارتیں بنوائی تھیں ان میں سے ایک کا نام حور فردوس رکھا تھا یہ ان عمارتوں میں سے ایک منتخب اور اعلیٰ درجے کی عمارت ہے جو بنی نوع انسان کے بقائے نام کے واسطے بیوقوفی اور حماقت سے تعمیر کی ہیں انہلو اڑہ سے جو بیشار دولت محمود غزنوی نے گھسیٹی تھی اس کا حساب و اندازہ ممکن نہیں کیونکہ وہاں کی تجارت کو دیکھتے ہوئے وہ اندازہ پائیہ صداقت کو پہنچتا ہے جس طرح کہ یورپ میں مقام وینس تمام تجارتوں کا مرکز ہے اسی طرح ہندوستان میں انہلو اڑہ بھی مشرقی و مغربی پیداوار کی تجارت کا خاص مقام تھا، محمود غزنوی اور اس کے جانشینوں کے متواتر حملوں نے لوٹ مار سے انہلو اڑہ کے اجاڑ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا تھا، مگر پھر بھی اس کے بعد انہلو اڑہ اپنی اصل حالت پر آ گیا تھا۔

غرض انہلو اڑہ کے فرمانرواؤں نے محمود کی لوٹ مار کے بعد پھر ویسی ہی

دولت اکٹھی کر لی سدھ راج جے سنگھ بانی ریاست کی ساتویں پشت میں وہ نام آور فرمانروا ہوا ہے کہ جس کے برابر کوئی راجہ مہاراجہ دولت مند نہ تھا ہاں یہ اور بات ہے کہ اس عہد کی حکومتوں کے مقابلہ میں اس کی جنگی طاقت بہت کم تھی کرناٹک سے لے کر کوہ ہمالیہ تک بائیس ریاستیں اس کی باجگذار اور فرمانبردار تھیں لیکن جس وقت راجہ مذکور کی گدی پر ایک بیوقوف جانشین نے قدم رکھا تو اس وقت راجہ پر تھی راج چوہان سے مخالفت ہو گئی آخر راجہ پر تھی راج نے ملک گجرات پر چڑھائی کر کے خوب اچھی طرح اس کی گوشمالی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چوہان خاندان کے کمار پال کو بطور تنبیت سلطنت ہاتھ آئی۔

یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ صرف بابکا خاندان ہی نہیں دو مرتبہ قانون سالک کے خلاف ایسی تخت نشینی عمل میں آئی، کمار پال نے مسند انہلو اڑہ کو زینت بخشی اور سولنگھی کا خطاب حاصل ہوا کمار پال سدھ راج جے سنگھ کی طرح بودھ مذہب کا طرفدار اور سرپرست تھا جو عمارتیں سدھ راج جے سنگھ کمار پال اور ان کے جانشینوں نے تعمیر کیں وہ تمام عجائبات روزگار سے ہیں اور ان میں فن عمارت کے کمال قابل تعریف ہیں جس کا سبب یہ تھا کہ فن تعمیرات اور دیگر فنوں کے کامل مذکورہ بالا سوائے انہلو اڑہ کے اور کہیں نہ تھے خصوصاً سدھ راج جے سنگھ کمار پال کا عہد اس امر خاص کیلئے یادگار ہے۔ کمار پال کے اختتام زندگی کے قریبی زمانہ میں شہاب الدین غوری کے سپہ سالار نے اُس پر چڑھائی کی، آخر ۱۲۸۲ء مطابق ۲۲۸ء میں اس کے جانشین بلو مولد یو کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی اور بعدہ سدھ راج جے سنگھ کی نسل میں سے بگھیل نے بدستگیری بسالہ یو مسند حکومت پر قدم رکھا، جس کے عہد حکومت میں جہادی و مذہبی جنگ ازمائیوں میں جو مقامات اجاڑ اور کھنڈر ہو گئے تھے ان کی از سر نو آبادی و سرسبزی ہوئی اور اگلی شان و شوکت بدستور نظر آنے لگی سومنات کا اجڑا ہوا مندر پھر از سر نو آراستہ کیا گیا

اور اس کی شان و شوکت پہلے ہی کی سی پیش نظر ہوگئی بالا خاندان کے عروج شاہی کے ساز و سامان پھر ویسے ہی مبہم ہو رہے تھے کہ اچانک علاؤ الدین نے انہلو اڑہ پر یورش کر کے اس کی سرسبز حکومت کو پائمال کر دیا اس آفت ناگہانی اور قہر آسمانی سے سولنکھی گوجروں کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے ایک صدی سے زیادہ گزر گئی مگر وہ دن پھر بھی نہ پھر سکے اور ان کی قسمت کا پانسہ پٹ سے چت نہ ہوا مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ ایک ایسی بات پیش آگئی کہ سولنکھی گوجر جیسے کے تیسے ہو گئے اور انہلو اڑہ پہروں ہی میں پھر انہلو اڑہ ہو گیا۔ اگنی کل میں سے جنہوں نے تبدیل مذہب کیا تھا انہیں میں سے ایک شخص مظفر نامی کی اولاد نے از سر نو اس کو رونق دی مگر یہ خاندان اپنے حسب و نسب کو چھپاتا تھا اور اپنے کو مظفر خاندان کے جدید خاندان سے متعلق بتاتا تھا مظفر خان کا بیٹا تخت گجرات پر رونق افروز ہوا، مگر اس نے حکومت احمد کو دے دی تھی جس نے احمد آباد بسایا تھا احمد آباد کی تعمیر میں جتنا مصالحوں صرف ہوا تھا وہ ان قدیم شہروں کا تھا جس کو تاری بادشاہوں نے ویران اور برباد کیا تھا۔ سولنکھی خاندان گو انہلو اڑہ سے ندارد ہو گیا تھا لیکن اس کی بعض دیگر شاخیں بڑے درخت کی طرح دوسرے حصہ جات میں نشوونما پارہ تھیں اس سولنکھی خاندان کی ایک شاخ بکھیل بہت پہلے پھوٹی تھی حتیٰ کہ ہندوستان کے ایک حصہ کا نام ہی اس کے نام پر بکھیل کھنڈ ہو گیا یہی نہیں بلکہ اب تک سدھ رائے کی اولاد صدیوں سے بکھیل کھنڈ میں برسر حکومت ہے بکھیل خاندان کا خطاب بھاگ راؤ ولد سدھ رائے کی وجہ سے ہے کچھ بندو گڑھ پر ہی مشتمل نہیں بلکہ گجرات میں بھی کئی اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں بکھیل خاندان کے قبضہ اختیار میں ہیں جن میں سے پیت جورا اور تھراڈ کو خاص شہرت حاصل ہے، میواڑ میں فرقہ سولنکھی کے درجہ دوم کا ایک رئیس روپن پر قابض و متصرف ہے جو بیان کرتا ہے کہ میں سدھ رائے کی اولاد میں سے ہوں اس کا قلعہ موسومہ گڑھ ایسا مستحکم و مضبوط

ہے کہ میواڑ کے گذرگاہوں میں سے ایک درہ کی اچھی طرح حفاظت کر سکتا ہے اور قابو و پناہ میں رکھتا ہے رئیس روپن گڑھ کی خاندانی تاریخ میں تمام ریاست کی سرحدی جنگ آزمائیوں کی ایک تصویر جنگی کھینچی ہوئی ہے اس خاندان کے لوگ ایسے جنگی اور بہادر ہیں کہ شاذ و نادر ہی اپنی طبعی موت سے مرے ہوں گے، ورنہ جوان میں سے مرا ہے وہ اپنے منہ پر تلوار کھا کر مرا ہے۔ سولنھی گوجروں کی سولہ شاخیں یا گوتیں ہیں جن کے نام یہ ہیں:۔ (۱) بگھیل، راجہ بھکیل کھنڈر، راجاھیانی بندوگڑھ، راؤ صاحبان پوسیت پور، تھراڈ، وانج وغیرہ

(۲) پیر پور۔ راؤ صاحب آنا وار۔

(۳) بھیل، راؤ صاحب کلیان پور واقع میواڑ، رئیس سلومبرا۔

(۴) بھوت

بارو، ٹیکرا، کھیر واقع چیسلیمر میں اقامت پذیر ہیں۔

(۵) کالاج

(۶) لنگاہا، ساکنین ملتان، جو مشرف باسلام ہیں۔

(۷) ٹوگرو، پنج ند میں مسکن گزین ہیں اور یہ بھی مشرف باسلام ہیں۔

(۸) برکو، یہ بھی مشرف باسلام ہیں۔

(۹) سورکی یہ ملک دکن میں مقیم و آباد ہیں۔

(۱۰) سروریہ، مساکن گرنار واقع سوراشر۔

(۱۱) راوک، یہ تھوڈا واقع جے پور میں مقیم ہیں۔

(۱۲) رانکیا، ساکن دلیوری (میواڑ)

(۱۳) کھرورا، الوشر و جاورہ (مالوہ)

(۱۴) تانتیا، چاند بھر ساہمبری۔

(۱۵) لمپچہ (سکونت نامعلوم)

(۱۶) کلامور، گجرات کاٹھیاواڑ۔

## فصل سوم

## تاس گوجر

تاس گوجروں کے مورث اعلیٰ کا نام تانکتیس گرجی تھا اور تانکتیس گرجی شہزادہ اسکندروس گرجی کا نواں بیٹا تھا جس کو اس کے بھائی شاہ اشکانیس گرجی نے جو کہ گوجروں کی مرکزی حکومت خراسان کا پہلا بادشاہ تھا مغربی ترکستان کا وائسرائے بنا کر بھیجا تھا تانکتیس گرجی نے اپنے دوران حکومت میں ایک جدید شہر مغربی ترکستان میں تعمیر کرا کر اپنے نام پر اس کا نام تانکتند رکھا تھا، جس کا نام بعد میں بگڑ کا تانقتند مشہور ہو گیا، تانکتیس گرجی اسی شہر کو اپنا دار الحکومت قرار دے کر بہت مدت تک حکومت کرتا رہا آخر جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بعد مرکزی حکومت نے اس کے بیٹے شہزادہ سونکتیس گرجی و عنان حکومت تفویض کر کے اس کی جگہ خلافت پر متمکن کر دیا، تانکتیس گرجی بہت کثیر الاولاد شخص تھا گوجر خانوادوں میں اس کے بعد اس کی اولاد کا امتیازی خطاب یا نام اسی کے ذاتی نام پر تاک عرف تاس گوجر موسوم ہوا۔ ان ناموں کے علاوہ اس کی اولاد کو تاجک کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور جس علاقے کو اس کی اولاد نے پہلے پہل معمور و آباد کیا تھا اس علاقے کو گرجستان کہتے ہیں اور اب بھی اس علاقے میں اس خانوادے کے لوگ بکثرت آباد ہیں۔

## تاس گوجروں کا ملک ہند پر حملہ

گوجر خانوادوں اور گوجر جرنیلوں میں سب سے پہلے جس خانوادے اور جرنیل نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا وہ خانوادہ تاس گوجروں کا تھا اور تاس گوجر کا جرنیل جس کی قیادت میں حملہ کیا گیا تھا وہ تانکتیس گرجی کا بیٹا سونکتیس گرجی تھا گوجروں کی مرکزی حکومت خراسان نے ملک ہند سے یونانیوں کو خارج کرنے

کے لئے سونلیس گرجی کو جب ہندوستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو وہ بیٹھارہ کی و  
تاتاری فوجیں اپنے ہمراہ لے کر اس ملک پر حملہ آور ہوا اس ملک کے دور  
دور دراز علاقوں کو فتح کرتا ہوا گلڈھ دیس (صوبہ بہار) تک جا پہنچا، اور وہاں  
ایک گوجر حکومت مستحکم و مضبوط بنیادوں پر قائم کر کے حکومت کرنے لگا سونلیس  
گرجی بہت مدت تک گلڈھ دیس میں مقیم رہ کر اس ملک کے نظم و نسق میں  
مصروف رہا آخر اپنے ایک بیٹے کونلیس گرجی کو اس ملک کی عنان حکومت  
تفویض کر کے خود واپس ترکستان چلا گیا، اپنے باپ کے چلے جانے کے بعد  
کونلیس گرجی نے اس ملک میں مستقل سکونت اختیار کر کے حکومت کرنی شروع  
کی اور اپنے باپ کی طرح نظم و نسق کو درست کر کے پھر دیگر ممالک فتح کرنے  
کی طرف متوجہ ہوا، اور بہت سے جدید علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں اس  
نے شامل کیا، کونلیس گرجی جب تک زندہ رہا وہ گلڈھ دیس کے باشندوں کی  
فلاح و بہبود اور ترقی و زراعت میں بہت کوشش کرتا رہا آخر جب وہ فوت ہوا تو  
اس کے بعد اس کا بیٹا دارمیس گرجی مسند حکومت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے  
لگا، یہ بھی بڑا منظم اور بہادر بادشاہ تھا آخر جب یہ بھی فوت ہوا تو اس کے  
بعد اس کا بڑا بیٹا گتاریکس عرف کہتر یوگ تخت نشین ہوا یہ بھی بڑا قابل اور لائق  
و ہوشیار بادشاہ تھا اوزامور حکمرانی کو اچھی طرح سمجھتا تھا اس کے مرنے کے بعد  
پھر اس کا بیٹا اجیت شتر و مسند نشین ہو کر حکومت کرنے لگا جب اس کا انتقال ہوا تو  
پھر اس کے بعد اس کا بیٹا دو یوگ تخت حکومت پر بیٹھا پھر جب یہ بھی فوت ہوا تو  
پھر اس کے بعد اس کا بیٹا ارجے دیوسریر آرائے تخت ہو کر حکومت کرنے لگا پھر  
اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا نند و ردہن مسند نشین ہوا آخر جب اس کا بھی  
انتقال ہو گیا تو پھر اس کے بعد اس کا بیٹا مہانند عرف بکھیا تخت خلافت پر متمکن  
ہو کر حکومت کرنے لگا مہانند کو تیکپست بھی کہتے تھے یہ راجپوتانہ کے قدیم ہندو



فرمانرواؤں پر ہمیشہ لشکر کش رہا چنانچہ اہل ہنود کے پُرانوں میں لکھا ہے کہ سہناگ کے خاندان میں سب راجے سورما اور بہادر ہوئے ہیں غرض جب مہانند بھی فوت ہو گیا تو پھر اس کے بعد اس کا بیٹا شمالیہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا جس پر کے تاس گوجروں کی ہندی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا کیونکہ راجہ شمالیہ عیش پرست اور امور حکمرانی سے ناواقف تھا اس لئے دشمنوں نے اس کے تمام ملک پر قبضہ کر کے اس کو اور اس کے خاندان کو مکدھ دیس کی حکومت سے بیدخل کر دیا اس خاندان کے دس حکمرانوں نے تین سو ساٹھ برس تک داد جہانبانی دی، جن کے بعد پھر تاس گوجروں کی ہندی حکومت کے پہلے دور کا خاتمہ ہو گیا۔

### نسب نامہ خاندان تاس

سکندر اعظم، شہزادہ اسکندروس گرجی تاکتیس، سوکنیس، کرکنیس، دارمیس، کتاریس عرف گہتر یوگ، جیت شترو، دو بوک، جے دیو، ہند دردھن، مہانند عرف بکھیات، شمالیہ۔

### تاس گوجروں کا ہندو مذہب قبول کر کے پرمار کا خطاب

#### حاصل کرنا

حکومت سے بیدخل ہونے کے بعد تاس خاندان کے تمام لوگ انہل دیو کی جمعیت اتحاد گوجراں میں شامل ہو گئے تھے جس کے بعد پھر وہ انہل دیو کے ساتھ کوہ آبو پر جا کر ہندو مذہب اختیار کر کے سب ہندو بن گئے پھر برہمنوں نے پرمار کا خطاب ان کو دے کر اپنے دشمن بدھ مذہب والوں سے لڑنے کے لئے دھار اور اُجین کی طرف بھیجا اور وہاں پہنچ کر براہمنی مذہب کی حمایت میں بدھوں سے خوب لڑے لیکن پہلی دفعہ ان کو شکست نصیب ہوئی اور بدھ مذہب والوں کو وہاں سے نکالنے میں بالکل ناکام رہے مگر بعد میں پھر فتح یاب ہو کر ان

تمام جگہوں پر قابض ہو گئے۔

الحاصل تاس گوجروں نے پرمار کا جدید خطاب حاصل کرنے کے بعد مختلف اطراف ہند میں پھیل کر جگہ جگہ اپنی ریاستیں و حکومتیں قائم کیں اُن ریاستوں و حکومتوں کے نام یہ ہیں:۔ مہیسوار، دھا، ماندو، اوجین، چندر بہاگا، چتوڑ، آیو، چندراوتی، اسیر گڈھ، مہومیدنا، پرماوتی، امرکوٹ، بکھر، نودروا، پٹن۔

یہ وہ حکومتیں ہیں جن کو تاس عرف پرمار گوجروں نے آباد و معمور کیا یا جن میں بزد تیغ پا یہ حکومت جمائے گو خاندان تاس عرف خاندان پرمار دولت و حشمت میں انہلواڑہ کے سولنکھی خاندان سے گھٹ رہا اور اس کو چوہان خاندان کی سی شہرت بھی نصیب نہ ہوئی تاہم وسعت و حکومت میں اس کو سبقت حاصل تھی۔ اور زمانہ سابق میں ایسا استحکام بہم پہنچا تھا کہ اگنی کل کے آخری ترقی یافتہ خاندان پری ہار کو بھی مدت دراز تک خاندان پرمار کا ماتحت اور باج گزار بننا پڑا، غرض تاس خاندان کے قبل آمدہ افراد یعنی پرمار گوجروں کی پینتیس گوتیں یا شاخیں ہوئیں جن میں سے اکتیس کے نام مع سکونت یہ ہیں:۔

(۱) موری، یہ شاخ قبل عملداری گھلوٹ چتوڑ میں فرمانروا تھی۔

(۲) سود، اس شاخ کے لوگ ریگستان ہند میں زیاست دھات کے

فرمانروا تھے۔

(۳) سنگلا یہ شاخ لوگل اور مارداڑ پر حکمران تھی۔

(۴) کہیرا، اس شاخ کے لوگوں کا دار الحکومت کھرالو تھا۔

(۵) امرا سورا، اس شاخ کے لوگ قدیم زمانہ میں فرمانروائے ریگستان

تھے اب سب مسلمان ہیں۔

(۶) وہل یا بہل یہ شاخ چندراوتی میں حکمران تھی۔

(۷) یلپادت، بحوالی واقع میواڑ کے حکمران اس نسل کی یادگار ہیں۔

(۸) کاب، اس شاخ کی شہرت زمانہ قدیم میں علاقہ سوراشر میں بہت رہی ہے اور اب جو اس کے چند افراد باقی ہیں ان کا قیام سردوئی میں ہے۔  
 (۹) اومت، اس شاخ کے لوگ اومت وارا میں آباد ہیں اور اومت وارا واقع مالوہ کے راجے اس شاخ کے بقائے نام ہیں ان کو اومت دارا میں بارہ پشتیں گزر گئیں اومت دارا ایک وسیع علاقہ ہے جو پرمار گوجروں کے قبضہ اقتدار میں رہ گیا ہے۔ ۱۸۱۷ء کی جنگ سے وہ انگریزی سلطنت کے زیر حمایت آزاد اور خود مختار ہے۔

(۱۰) بلہر، اس خانوادے کے لوگ شمالی ریگستان میں آباد ہیں۔

(۱۱) ہار سور ٹہیہ،

ان خانوادوں میں گریسیا واقع، مالوہ کے چھوٹے چھوٹے سرددار ہیں۔

(۱۲) دھوند ہر ہر،

غرض ان شاخوں کے علاوہ باقی شاخوں کے نام یہ ہیں

(۱۳) چونہ (۱۴) کچر (۱۵) سگرا (۱۶) ہر گونا (۱۷) پونی (۱۸) سام پال

(۱۹) کالپوسر (۲۰) کلموہ (۲۱) کوہلا (۲۲) پیا (۲۳) کاہوریہ

(۲۴) دہند (۲۵) دیبا (۲۶) ہر ہر (۲۷) جیرا (۲۸) پوسرا (۲۹) دہونتا

(۳۰) مکوا (۳۱) تیکا۔ باقی تین شاخوں کے حالات اور نام ہم کو معلوم

نہیں، کچھ شاخیں ان شاخوں میں سے مسلمان ہو گئی ہیں اور کچھ دریائے سندھ کے پار سکونت پذیر ہیں۔

تاس گوجروں کی ہندوستان میں مزید آمد

ہن قوم کا ظالم و جابر بادشاہ اٹھیل جس نے کہ اپنا لقب غضب الہی اختیار

کیا ہوا تھا جب ۱۲۵۰ء میں تاس گوجروں کو شکست فاش دے کر اور مغربی ترکستان

سے ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے وہ اس تمام علاقے پر قابض ہو گیا تو اس کے

بعد پھر اس نے گوجروں کے تمام خانوادوں پر جبر و تشدد کرنا شروع کر دیا اور ہر ایک جائز و ناجائز طریقہ سے گوجروں کو تنگ کرنے لگا شاہ اٹھیل کے جور و ظلم سے تنگ آ کر آخر گوجروں کے بہت سے خانوادے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے جن کے ساتھ ہی تاس خانوادے کے لوگ بھی ہزار ہا کی تعداد میں مغربی ترکستان سے ہجرت کر کے ہندوستان میں چلے آئے اور آتے ہی پری ہار گوجروں کی فوج میں جن کی حکومت اس وقت قنوج میں تھی بھرتی ہو کر فوجی خدمت سرانجام دینے لگے، اور مدت تک ان کی فوج میں رہ کر بطور سپاہیوں کے جنگی خدمت سرانجام دیتے رہے، لیکن جب پری ہار گوجروں کی حکومت کو زوال آیا اور قنوج سے ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو پھر یہ نووارد تاس گوجر قنوج کو چھوڑ کر گجرات کاٹھیاواڑ میں جا کر آباد ہو گئے قبل آمدہ تاسوں کی طرح نووارد تاسوں نے اپنے آبائی و امتیازی خطابوں کو کسی صورت اور کسی حال میں بھی تبدیل نہیں کیا تھا بلکہ وہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں جا کر اپنے آبائی و امتیازی خطاب تاس اور گوجر پر بدستور قائم رہے۔ البتہ غیر لوگوں یعنی اہل ہنود نے اپنے نقطہ خیال کے مطابق ان کے امتیازی خطاب میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے بجائے تاک یا تاس کے ان کو تلشک کہنا شروع کیا اس لئے اہل ہنود کے پُرانوں میں آج تک تاک عرف تاس گوجر تلشک کے نام سے موسوم چلے آتے ہیں۔

تاس گوجروں کا مذہب اسلام کو قبول کر کے سیاسی عروج

حاصل کرنا

تاس گوجروں کی قدیم تاریخ کا بہت کچھ ذکر ہو چکا ہے اب مختصر حالات تحریر کئے جاتے ہیں، جن سے کہ بہت کچھ مطلب حل ہوگا، یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ زمانہ قدیم سے تاس گوجروں کی موری شاخ کے گوجر میواڑ کے مالک و فرمانروا چلے آتے ہیں مگر چند پشتوں کے بعد گہلوٹ گوجروں نے ان کا قلع قمع

کر دیا یہاں تک کہ اسلامی تلواریں حملہ آور ہوئیں جن مختلف قوموں نے حملہ آوران چٹوڑ کے مقابلہ میں خم ٹھونکے تھے ان میں اسیر گڈھ کے تاس گوجر بھی اپنے موروثی حقوق کے دعویدار اور حملہ آوروں کے مخالف تھے اس واقعہ کے بعد تاس گوجر اسیر گڈھ پر دو صدی کے بعد تک قابض و متصرف رہے چنانچہ تاریخ کے رو سے ثابت ہے کہ مہاراجہ پرتھی راج کے لشکر میں تاس خاندان کے بہت سے افسر اعلیٰ موجود تھے، چنانچہ کب چند مسورخ چوہان نے جہاں اس معرکہ کا ذکر کیا ہے وہاں اس خاندان کے افسروں کو اسیر گڈھ کے تاک عرف تاس کے نام سے نامزد کر کے صاحب علم و نشان کہا ہے۔

گجرات کے حالات میں تاک عرف تاس گوجروں کے اقتدار و اعزاز شاہنشاہی کے واقعات معلوم ہو سکتے ہیں حال ہی میں ان کی چودہ پشتوں میں جو بادشاہ ہوئے انہوں نے اپنے زعم طاقت سے مظفر کا لقب اختیار کیا، مگر آخر میں وہ خاندان نابود ہو گیا لیکن محمود تغلق کے زمانہ میں محمود کے بھتیجے فیروز تغلق پر ایک ایسی واردات کا اثر پڑا کہ تاس خاندان کی سوئی ہوئی قسمت پھر جاگ اٹھی، لیکن اب اس کا نام و خطاب اصل نہ تھا بلکہ کچھ اور کا اور ہو گیا، یعنی یہ خاندان مذہب اسلام میں داخل ہو گیا اور اس کے سب رویے بدل گئے۔

تاس خاندان میں سہارن وہ شخص تھا جس نے کے سب سے پہلے مذہب اسلام میں داخل ہو کر اپنی قوم و نسل کو چھپانے کے لئے اپنا خطاب وجیہ الملک رکھا، اس کا بیٹا مظفر خان تھا جو گجرات کا صوبیدار تھا جس زمانہ میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس وقت مظفر خان کو اس کے مرہی فیروز شاہ تغلق نے گجرات کی صوبہ داری عطا کی اتفاق سے فیروز شاہ تغلق کے پایہ حکومت کمزور پڑ گئے، اور جا بجا انقلابات زمانہ نے اپنا نیا رنگ دکھانا شروع کیا اس عالم آشوب میں مظفر خان نے موقع اور وقت کو غنیمت سمجھ کر مظفر کا خطاب اختیار کیا اور

فوراً گجرات کے اورنگ جہانبانی پر قدم ہمت جمائے، غرض مظفر خان آزاد و خود مختار ہو کر اکیس برس تک ملک گجرات پر حکومت کرتا رہا، اور آخر اپنے پوتے احمد کے ہاتھوں قتل ہوا جس کے بعد احمد پھر سریر آرائے تخت ہو کر ملک گجرات پر حکومت کرنے لگا، جب احمد مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے گجرات کے پائینہ تخت شہر انہیل واہ کا سابقہ نام تبدیل کر کے اس کا جدید نام اپنے نام پر احمد آباد رکھا یہ شہر مشرق میں واقع ہے اور بہت ہی شاندار و بارونق ہے۔ آدم برسر مطلب۔ مورخان ہند لکھتے ہیں کہ جب گجرات پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو مختلف بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے اپنی طرف سے نائب گجرات مقرر کئے لیکن ان نائبوں میں سے کسی نائب سے بھی اچھی طرح اس ملک کا نظم و عسق نہ ہو سکا، فیروز شاہ تغلق کے بعد غیاث الدین تغلق نے فرحت الملک کو والی گجرات بنا کر بھیجا، جس نے وہاں پہنچ کر ہندوؤں سے بہت عمدہ سلوک کیا لیکن بعد میں یہ باغی ہو کر مکمل آزادی حاصل کرنے کے درپے ہوا، اور اس نے اپنے سیاسی اغراض کو مد نظر رکھ کر اور اپنے ارادوں میں پوری طرح کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہندوؤں کے مذہب کو مدد دینی شروع کی جس مدد کی وجہ سے متعصب مسلمانوں کو اس بات سے بہت خطرہ پیدا ہوا اس لئے اس کے بعد غیاث الدین تغلق نے تاس گوجروں کے ایک سردار کو جو کہ مذہب اسلام قبول کر چکا تھا لقب مظفر خان عطا کر کے صوبیدار گجرات مقرر کیا، اور اس کو اس نے وہی کلغی و نشان عنایت کئے جو کہ صرف بادشاہ ہی پہنتے ہیں مظفر خان جب گجرات میں داخل ہوا تو اس کی لڑائی فرحت الملک سے مقام سدھ پور پر ہوئی جس میں فرحت الملک مارا گیا اور مظفر خان دار الخلافہ انہلو اڑہ پر قابض ہو کر ملک گجرات کا گورنر بنا، مظفر خان نے گجرات کا گورنر ہوتے ہی ہندو امیروں کی جو کہ خود مختار تھے اور ہمیشہ حاکم گجرات کو تنگ کیا کرتے تھے طاقت کو کمزور کرنے کے لئے اپنی تمام

فوج کو ادھر ادھر بھیجنا شروع کر دیا، پہلے اس نے شہر ایدر پر حملہ کیا اور پھر اس کا محاصرہ کر کے شہر کے باشندوں کو اتنی مدت بھوکے رکھا کہ وہ بلی اور چوہے کھانے پر مجبور ہو گئے، آخر حاکم ایدر نے آکر مظفر خان کو عاجزانہ سلام کر کے باشندوں کی جانوں کے بخشنے کا سوال کیا اور بہت سے جواہرات مظفر خان کی نظر کر کے حاکم ایدر نے اطاعت منظور کی ایدر سے واپس آتے ہوئے اس کو معلوم ہوا کہ حاکم جیرند نے بھی مسلمانوں کی اطاعت سے منہ موڑ لیا ہے اس لئے اس پر بھی اس نے چڑھائی کر دی، آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حاکم جیرند نے بھی خراج دینا منظور کر لیا، مظفر خان کو وہاں مندروں میں جو بت دکھائی دیئے، ان سب کو اس نے توڑ کر تباہ و برباد کر کے ان کی جگہ بہت سی مساجد تعمیر کیں تیسری بار پھر اس نے مندل گڈھ کو فتح کیا، اس کے بعد جمیر خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کو گیا اور وہاں سے آتے وقت جلوڑہ کے مندروں کو توڑا، اور ان سے بہت سا روپیہ وصول کر کے واپس ہوا، مظفر خان نے ۱۳۹۸ء میں پھر وائی ایدر پر حملہ کر کے اس سے خراج وصول کیا۔

الحاصل تیمور کے حملے کے وقت دہلی کی حالت بالکل ابتر ہو گئی تھی اور بہت سے تخت کے دعویدار اٹھے تھے جن میں سے مظفر خان اور اس کا بیٹا بھی شامل تھا، لیکن پھر اس نے اس ارادہ کو چھوڑ کر یہ کیا کہ خود اپنی جگہ یعنی گجرات میں خود مختاری کا اعلان کر کے مظفر شاہ کا لقب اختیار کیا اور اپنے نام کا سکہ جاری کر کے تمام گجرات پر حکومت کرنے لگا اس کے بعد پھر مظفر خان نے ۱۴۰۲ء میں مقام دیو اور سومنات کے راجہ پر بہت زبردست فتح پائی مظفر خان کا آخری معرکہ ہوشنگ والے مالوہ سے ہوا جس میں ہوشنگ کو شکست نصیب ہوئی اور آخر کار وہ گرفتار کیا گیا، ۱۴۱۱ء میں آخر مظفر خان بھی فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا احمد شاہ متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا۔ ۱۴۱۱ء میں جب احمد شاہ تخت نشین ہوا تو اس

وقت اس کا چچا زاد بھائی فیروز خان بھی دعویٰ درتخت ہوا اور بھروج میں جا کر سات آٹھ ہزار فوج فراہم کر کے احمد شاہ کے خلاف اس نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا آخر معمولی لڑائی کے بعد یہ بغاوت فرو ہو گئی، اور احمد شاہ نے اس مقام پر جہاں اس نے اپنے چچا زاد بھائی فیروز خان پر فتح پائی تھی اس فتح کی یاد میں وہاں ایک شہر اپنے نام پر آباد کر کے اس کا نام احمد آباد رکھا، پھر ۱۳۱۲ء میں والی ایدر کی مدد سے فیروز خان نے سرکشی اختیار کی اس دفعہ بھی احمد شاہ کی آمد پر دونوں شہر رنگ پور کی طرف بھاگ گئے جو کہ وہاں سے دس میل کے فاصلہ پر تھا جب وہاں بھی محاصرہ کیا گیا تو پھر وہاں سے دوڑ کر کہیں دور دراز جگہ نکل گیا، احمد شاہ نے پھر سلطان ہوشنگ وائی مالوہ سے جنگ شروع کی، جو کہ ہمیشہ باغیوں کی مدد کیا کرتا تھا، آخر بادشاہ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ہوشنگ نے راجہ سورت کے پاس جا کر پناہ لی جس کے بعد احمد شاہ کو راجہ سورت کی سرکوبی کا خیال پیدا ہوا۔

سورت کا علاقہ نہایت شاداب و سرسبز ہے اور ہندوؤں کو اس علاقہ کی طرف دیکھ کر دلی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے، اس علاقہ میں ہزاروں مندر اور تیرتھ ہیں جن کی جاترا کے لئے لاکھوں ہندو سورت میں جاتے ہیں، احمد شاہ کو بھی علاقہ سورت اور خصوصاً قلعہ گرنار جو کہ بعد میں جو نا گڈھ کے نام سے مشہور ہوا، دیکھنے کا شوق تھا آخر اس کو اس کے دیکھنے کا فوراً موقع مل گیا کیونکہ وہاں کے راجہ نے اس کے دشمن ملک شیر کو پناہ دی تھی، اس لئے اس پر احمد شاہ نے حملہ کر دیا ہندو راجہ کی فوج کو آخر مسلمانوں کی تلوار نے شکست فاش دی اور ہندو راجہ نے احمد شاہ کی اطاعت قبول کر کے خراج دینا منظور کیا ان فتوحات کے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے امراء کے خلاف احمد شاہ نے لشکر کشیاں کیں، اور ان سب کو اپنی اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا۔

احمد شاہ کے زمانہ میں لوگوں نے مذہب اسلام کو قبول کیا اور وہ لوگ



مسلمان زمینداروں کے نام سے مشہور ہوئے گوجروں کے خاندان بکھیلا کی تباہی کے بعد دو شخص بنام جچٹی اور وردجی نے جو اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے ڈیڑھ سو سوار کی مدد سے احمد آباد تک ڈاکہ اور رہزنی کا کام شروع کر دیا احمد شاہ نے ان کے خلاف بہت کوشش کی مگر اس کو چنداں کامیابی نہ ہوئی لیکن ان دونوں بھائیوں کا بھی بہت سا نقصان ہوا اور ان کی حالت یہاں تک خراب ہو گئی تھی کہ ان کو کئی کئی دن تک کھانا میسر نہ ہوتا تھا، اس لئے وہ دونوں بہت کمزور ہو گئے آخر کچھ دنوں کے بعد اچانک ان کے سواروں میں ایک گوجر راجپوت آن شامل ہوا جس نے کہا کہ میں تین دن کے اندر تمہارا تمام علاقہ بادشاہ سے واپس دلوا دوں گا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ احمد شاہ کی بیگم گاڑی پر سوار ہو کر کسی بزرگ کی زیارت کے لئے جا رہی تھی اور اس وقت اس کے ہمراہ بہت سے سپاہی تھے جب وہ مزار کے نزدیک پہنچی تو سب سپاہی مزار کے باہر اس کے پیچھے کھڑے رہے جس وقت وہ بیگم صرف اکیلی زیارت کو اندر گئی تو اس وقت دونوں بھائی جچٹی اور وردجی بھی بمعہ اپنے سواروں کے بیگم صاحبہ کے نزدیک پہنچ گئے اور اس کو گرفتار کرنے لگے بیگم صاحبہ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیوں مجھے گرفتار کرنے لگے ہو یہ سن کر ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ ہم دونوں بھائی بکھیلا نسل کے گوجر ہیں، بیگم نے کہا کہ اگر تم میری گاڑی تھین کے لے گئے تو میں مارے شرم کے مر جاؤں گی، اور تمہیں بھی کچھ ہاتھ نہ آئے گا ہاں البتہ اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں تمہیں تمہاری جاگیر تمہیں واپس دلوا دوں گی، غرض بیگم نے قسم اٹھا کر اس وعدے پر ان سے خلاصی حاصل کر لی، اس وعدے کے بعد جب بیگم کے سپاہیوں نے ان کو دیکھ لیا تو وہ ان سواروں پر حملہ کر ان کو گرفتار کرنے لگے لیکن بیگم نے کہا کہ چونکہ میں ان سے وعدہ کر چکی ہوں اس لئے اب ان کو کسی قسم کا کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے۔

جب بیگم اپنے گھر گئی تو احمد شاہ بادشاہ نے اس ماجرا کے متعلق اس سے حالات دریافت کئے تو بیگم نے سب حالات اس کے آگے بیان کر دیئے، احمد شاہ نے اپنی بیگم کے وعدہ کو پورا کرنا چاہا، اور ان دونوں بھائیوں کو فاخرانہ لباس سے عزت بخشنے کا وعدہ کیا، آخر ان دونوں بھائیوں کو دو تین واقعات سے پورا یقین ہو گیا کہ بادشاہ اور بیگم کے وعدوں میں کوئی دغا و فریب معلوم نہیں ہوتا، اس لئے وہ دونوں بھائی دربار شاہی میں آکر حاضر ہو گئے اور جیسا کہ ان سے وعدہ کیا گیا تھا اس وعدے کے مطابق ان سے سلوک کیا گیا اس کے بعد ان کی بہن جو کہ حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھی احمد شاہ سے بیاہی گئی انہی دنوں میں بھولا سامنٹ سنگھ نے دونوں بھائیوں کو طعنہ مارا کہ انہوں نے اپنی بہن کو مسلمان سے بیاہ دیا ہے انہوں نے یہ طعنہ سن کر احمد شاہ کو اس بات کی خبر دی کہ سامنٹ سنگھ کی بیٹی بہت حسین و خوبصورت ہے بادشاہ کو چاہیے کہ سامنٹ سنگھ کو دام میں لا کر اس کی بیٹی سے نکاح کرے ان کے کہنے سے سامنٹ سنگھ کو بھی دربار شاہی میں لایا گیا، آخر اس نے بہت مشکل سے اس بات کو منظور کیا کہ وہ بھی اپنی لڑکی کو بادشاہ سے بیاہ دے گا لیکن جب شادی کا موقع آیا اور بادشاہ بمعہ اپنے سپاہیوں کے اس کے بلانے پر جب اس کے گھر گیا تو اُس نے بادشاہ سے خوب مقابلہ کیا اور شکست کھا کر کسی اور طرف کو بھاگ گیا، دیر تک وہ اُس طرح بادشاہ سے مقابلہ کرتا رہا آخر جس کا انجام یہ ہوا کہ احمد شاہ نے اُس کو اُس کی جاگیر واپس دینے کا وعدہ کر کے فساد کو رفع و دفع کیا۔

کچھ سالوں کے بعد جب ان دونوں بھائیوں کی بہن لیلا دیوی فوت ہو گئی تو بادشاہ احمد شاہ کو اس کے مرنے کا بہت افسوس ہوا جس کے بعد پھر اس نے برہمنوں کو مختلف اطراف میں اس لئے بھیج دیا کہ وہ لیلا دیوی جیسی کوئی خوبصورت لڑکی اور تلاش کریں آخر بہت مدت کے بعد ایک برہمن نے راجہ

چتوڑ کے گھر میں ایک ایسی خوبصورت لڑکی دیکھی جو واقعی لیلیا دیوی جیسی تھی جب اس نے احمد شاہ کو خبر دی تو احمد شاہ نے یہ خبر سنتے ہی راجہ چتوڑ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ کر دے لیکن راجہ چتوڑ نے اُس سے انکار کیا اس لئے احمد شاہ نے اُسے گرفتار کر کے قید کر دیا لیکن جب لڑکی کی ماں کو راجہ کی قید کا حال معلوم ہوا تو اُس نے راجہ کی رہائی کی خاطر لڑکی کو دربار شاہی میں احمد آباد بھیج دیا جس پر احمد شاہ نے راجہ چتوڑ کو رہا کر دیا جب راجہ کو اپنی رہائی کا سبب معلوم ہوا تو اُس نے اپنی رانی پر بہت ناراضگی کا اظہار کیا اور خود شرم کے مارے اپنے آپ کو ایک بلند مکان سے گرا دیا جب مکان سے گرنے پر بھی اس کی جان بچ گئی تو اُس نے اپنے پیٹ میں خنجر مار کر اپنا خاتمہ کر لیا، راجہ کی وفات پر احمد شاہ نے اس کے دونوں لڑکوں کو دربار شاہی میں بلایا اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ ان کا بڑی عزت سے استقبال کیا جائے گا، جب وہ آئے تو اُن کی بہن نے ان کو بہت ڈانٹا، اور کہا کہ تم میں اتنی بھی غیرت نہیں رہی کہ تمہارا باپ غیرت کی خاطر امر ہو گیا لیکن اس نے بے غیرتی کا داغ اپنے ماتھے پر نہ لگایا بہن کی یہ باتیں سن کر ایک بھائی تو داؤ لگا کر بھاگ گیا اور دوسرے کو بادشاہ نے کہا کہ تم اپنی بہن سے مل کر کھاؤ اُس نے جواب دیا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے ہم اگر بہن سے مل کر کھانا کھائیں گے تو راجپوت اپنی لڑکیاں ہمیں نہ دیں گے، بادشاہ نے کہا کہ تم اس کی پرواہ نہ کرو میں سینکڑوں راجپوتوں کو مجبور کروں گا کہ وہ سب مل کر تمہارے ساتھ کھانا کھائیں چنانچہ اس راجپوت نے مجبور ہو کر نہایت افسردہ دلی سے اپنی بہن کے ساتھ کھانا کھایا تب احمد شاہ نے بہت راجپوتوں کو بلا کر اپنے سالہ راجپوت سے کھانا کھانے کا حکم دیا لیکن جب ان راجپوتوں کو اصل واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ سب اپنے گاؤں اور جاگیروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے اس طرح احمد شاہ نے بہت سے راجپوتوں سے جنگیں کیں، جن جنگوں میں سینکڑوں راجپوتوں

کی جانیں تلف ہوئیں جن راجپوتوں کو اپنی ذات سے علیحدہ کیا گیا تھا وہ اب موسیٰ سلطان کہلاتے ہیں، کیونکہ انہوں نے سلطان کے محل کو ایک قسم کا سلام کیا تھا، وہ ابھی تک ہندو کہلاتے ہیں اور ان کی کچھ رسمیں ہندوؤں کی ہیں اور کچھ مسلمانوں کی سی یہ مردوں کو دفن کرتے ہیں جلاتے نہیں، شادی کے وقت بھی آگ نہیں جلاتے بلکہ نکاح پڑھاتے ہیں جو راجے زبردست تھے لیکن بادشاہ کی ماتحتی قبول کر چکے تھے وہ جی کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔

۱۲۱۸ء میں دائی اسیر اور شار ہوشنگ دائی مالوہ نے دوسرے سرداروں کی مدد سے سلطان پور اور نند پور پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور شاہ کو اس طرح کے بہت سے مدافعانہ معرکوں میں شامل ہونا پڑا پہلے شاہ ہوشنگ کو شکست دی جس کے بعد پھر آپس میں صلح ہو گئی، اس کے بعد پھر احمد شاہ نے دوسرے سرداروں کی مثلاً حاکم ایدز اور چمپا نیر کی سرکوبی کی اور دائی چمبانیر نے خراج دینے کا وعدہ کیا، اس کے بعد پھر احمد شاہ نے اپنے ملک کی حدود وغیرہ قائم کیں اور مختلف جگہوں میں قلعے تعمیر کئے جن میں سے جنورا اور شوپور قابل ذکر ہیں کچھ دیر تک گجرات اور مالوہ کی آپس میں جنگ رہی احمد شاہ اگرچہ کامیاب رہا تاہم اس سے اس کا بہت سا نقصان ہوا، دائی ایدر نے احمد شاہ کو پھر تنگ کرنا شروع کیا احمد شاہ نے اس کے سر کے لئے انعام رکھ کر یہ اعلان کیا کہ جو شخص اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے گا اس کو بہت سا انعام دیا جائے گا حاکم ایدر ایک دن پہاڑوں میں سے گزر رہا تھا گھوڑے پر سے گر کر پتھر پر آ پڑا، اور ایسی چوٹ لگی کہ اس کے صدمے سے جاں بحق ہو گیا اس کے بعد پھر دکن کے بہمنی راجہ سے احمد شاہ کی جنگ ہوئی جس میں احمد شاہ کو فتح نصیب ہوئی اور وہاں کے راجہ نے اپنی لڑکی حرم شاہی میں بھیج دی، احمد شاہ سے پہلے کسی حاکم گجرات کے پاس اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ ملک دکن میں اتنی دور جا کر لشکر کشی کرتا۔

اس میں شک نہیں کہ خاندان انہلو اڑہ کی حکومت دور تک دکن میں پھیلی ہوئی تھی اور کورن وگیلا دیر تک خاندیس کے شمال میں حکومت کرتا رہا انہلو اڑہ کی بڑی طاقت کا اس سے صاف پتہ چلتا ہے جس کے ذریعے سدھ راج نے اتنا علاقہ فتح کیا، بہمنی سلطان نے پھر سر اٹھایا جس پر احمد شاہ نے پھر دوبارہ لشکر کشی کی اس وقت تمام دکن ایک طرف تھا لیکن آخر کار دکن کے سپاہیوں کو شکست فاش ہوئی، اور احمد شاہ اپنے ساتھ بہت سے جواہرات اور لوٹ کا مال لے کر آیا، سلطان بہمنی نے سہ بارہ ۱۲۳۱ء میں بدلہ لینے کی خاطر خاندیس پر حملہ کیا، احمد شاہ نے بذات خود اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست فاش دی اس کے علاوہ راجپوتانہ اور بہت سے دوسرے علاقوں کے سرداروں سے بھی اس نے خراج وصول کیا، آخر ۱۲۳۳ء میں احمد شاہ اس دنیا ناپاکدار سے انتقال کر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا۔ محمد شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی سب سے پہلے ایدر کے راجہ کے خلاف لشکر کشی کی لیکن اس نے اس سے معافی مانگ لی اور اپنی لڑکی کو حرم شاہی میں بھیج دیا، ۱۲۳۹ء میں گنگا داس مائی چمپانیر پر حملہ کیا، تو اس نے شاہ مالوہ سے مدد لے کر اس کا خوب مقابلہ کیا جس پر محمد شاہ واپس گجرات کو لوٹا، جن دونوں سلطان محمد شاہ والٹی مالوہ نے گجرات کو فتح کرنے کی دھمکی دی انہیں دنوں میں محمد شاہ والی گجرات مر گیا اور اس کا بیٹا قطب شاہ مسند خلافت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا، قطب شاہ کی تخت نشینی کے وقت حملہ آور دار الخلافہ کے نزدیک پہنچ گیا، جس پر دونوں طرف کی فوجوں میں سخت خون ریزی ہوئی اور شاہ مالوہ شکست فاش اٹھا کر اپنے وطن کو واپس چلا گیا لیکن اس لڑائی کے بعد پھر دونوں کی آپس میں صلح ہو کر یہ طے پایا کہ ہم دونوں مسلمان بادشاہ مل کر اپنے دشمنوں ہندوؤں کے خلاف کارروائی کیا کریں گے۔

راجہ کبوسہ والی میواڑ بڑا طاقتور راجہ تھا جس نے مسلمانوں کے خلاف بڑی

ہمت سے مقابلہ کیا، اس نے میواڑ کی حفاظت کے لئے چوراسی قلعوں میں سے بتیس قلعے بنائے، شمس خان نے رانا کبوه کے خلاف قطب شاہ سے مدد طلب کی کیونکہ قطب شاہ اس کا قریبی رشتہ دار تھا شمس خان کو پہلے تو چنداں کامیابی نہ ہوئی لیکن جب قطب شاہ بذات خود شامل ہوا تو راجپوتوں کو شکست ہوئی اور رانا کبوه نے صلح کی درخواست کی جس پر اس سے صلح کر لی گئی، دوسرے سال قطب شاہ نے والئی چٹوڑ کے خلاف چڑھائی کر کے قلعہ الوگڈھ پر قبضہ کر لیا جس پر وہاں کے راجہ نے اس کی اطاعت قبول کر لی رانا کبوه نے پھر دوبارہ سراٹھایا جس کے خلاف قطب شاہ کو پھر لشکر کشی کرنی پڑی جس کے بعد پھر اسی دوران میں قطب شاہ اس جہان فانی سے ۱۲۵۸ء میں رخصت ہوا۔

قطب شاہ کے بعد اس کا چچا دودوہاسکا جانشین ہوا تھا لیکن وہ اپنی ناقابلیت کے سبب زیادہ دیر تک حکومت نہ کر سکا، آخر اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی محمود بیگوا تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا محمود بیگوا گجرات کے تمام بادشاہوں میں سے بڑا زبردست بادشاہ تھا تھوڑے عرصے میں اس نے اپنی لیاقت و شجاعت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے وزیر کی حفاظت کے لئے جس پر کہ باغیوں نے حملہ کیا تھا اس زور اور بہادری سے لڑا کہ باغیوں کو وہاں سے بھاگنا پڑا، اس وقت سلطان محمود کے دوست اُسے مشورہ دیتے تھے کہ تمہیں قلعہ میں جا کر چھپنا چاہیے لیکن اس نے اس بات کو بزدلی سمجھ کر کہا کہ عزت کی موت رسوائی کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے تین سالِ عنان حکومت کو ہاتھ میں لینے کے بعد محمود نے خاندیش کی طرف لشکر کشی کی اور وہاں جا کر شاہ بہمنی کو سلطان مالوہ کے خلاف مدد دے کر اس کو بچایا۔ محمود بیگوا نے سورت کو فتح کرنے کے لئے بڑی وسیع پیمانے پر جنگی تیاریاں شروع کیں محمد تغلق اور خود محمود کے اپنے بزرگوں سے سورت فتح نہ ہو سکا تھا اس لئے محمود بیگوا نے خیال کیا کہ سورت کی فتح اسی کا حصہ ہے بیش بہا

جواہرات عرب و ترکستان اور مصر وغیرہ کی ساختہ چیزیں ساتھ لیں تاکہ فتح کے بعد بہادر سپاہیوں کو انعام دیا جائے ترکی اور عربی گھوڑے بھی قریباً دو ہزار کے قریب تھے محمود نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ لوٹ کا مال بھی جنگجو بہادروں کا حصہ ہوگا جب محمود بمعہ اپنے لشکر کے قلعہ گرنار سے اسی میل پر پہنچا تو اس نے اپنے لشکر سے ایک دستہ فوج علیحدہ کر کے اپنے چچا تغلق خان کے ماتحت مہابلا پر وہاں کرنے کے لئے انتخاب کیا تغلق خان نے راجپوتوں کو بھگا دیا جب راجہ سورت کو معلوم ہوا تو اس نے خود تغلق خان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ تغلق خان کو شکست ہو جبکہ محمود خود آ پہنچا اور شکست کو فتح میں بدلنے کا موجب ہوا تب راجہ سورت بھاگنے لگا اور بھاگتے ہوئے سخت زخمی ہوا آخر کار اُسے اطاعت قبول کرنا پڑی، اور بادشاہ محمود واپس گجرات کی طرف لوٹا۔

محمود نے دو دفعہ اور ایسے حملے کئے جن کی وجہ سے راجہ سورت نے بغیر جنگ و جدل بہت سا خراج دے کر اس کو واپس لیا آخر کار راجہ سورت کو کہا گیا کہ سب سے بہتر یہ ہے کہ آپ مسلمان ہو جائیں اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دن بہت سے لوگ ایک بزرگ عالم شاہ نامی جو کہ رسول آباد میں رہتے تھے ان کی زیارت کو جا رہے تھے راجہ نے کسی شخص سے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جا رہے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ یہ لوگ ایک بزرگ کی زیارت کو جاتے ہیں جو کہ ایک خدا کی برتر ہستی کے سوا کسی اور کو قابلِ تعظیم نہیں سمجھتا راجہ مذکور کو یہ جواب بہت پسند آیا اور اسی وقت اُس بزرگ کی زیارت کے لئے گیا اور وہاں جا کر اس بزرگ سے سوال و جواب لینے کے بعد اُس نے اسلام قبول کیا اس خاندان کے آخری راجہ کا لقب جہاں خان ہوا، غرض اس کام کی تکمیل کے بعد محمود نے سیدوں اور دوسرے طبقے کے علماء کو وہاں آباد کیا، اور وہاں ایک شہر آباد کر کے اس کا نام مصطفیٰ آباد رکھا پھر انہی دنوں میں کچھ کے لوگوں نے گجرات پر دھاوے

کرنے شروع کر دیئے جس پر بادشاہ محمود نے ان سب کی سرکوبی کر کے ان کو مطیع ہونے پر مجبور کیا جس کے بعد پھر جاٹوں اور بلوچوں کے خلاف دُور دریائے اٹک تک فوج کشی کی۔ ۱۵۵ء میں یورپ کے تاجروں کی بحری طاقت بہت بڑھ چکی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے گجرات کا بہت سا حصہ آباد ہونے کے لئے فتح کرنا چاہا امیر حسین ترکی بادشاہ بایزید دوم کا بحری امیر اٹھر ساحل گجرات پر بہت سے جنگی جہاز اور پندرہ سو آدمی لے کر اُترا، محمود شاہ بیگڑا جو کہ اس بات کا خواہان تھا کہ یورپ کے تاجروں کو ملک سے نکال باہر کرے دمن اور موسیٰ جزائر پر جنگی بیڑا لے کر پہنچا ادھر سے امیر الامراد ملک فیاض سلطانی بندرگاہ دیو سے پرتگیزیوں کی سرکوبی کے لئے گیا اور کچھ میل بمبئی سے جنوب کی طرف پرتگیزی بیڑے نے حملہ کیا لیکن تاس گوجروں کو فتح نصیب ہوئی، اور پرتگیزی بیڑا اپنے چار ہزار پرتگیزی سپاہیوں کو ساتھ لے کر وہاں سے بھاگ نکلا، سلطان محمود بیگڑا احمد آباد گجرات کے تمام بادشاہوں سے زیادہ مشہور بادشاہ گزرا ہے وہ مسلمانوں کے لئے ایسا ہی تھا جیسا کہ سدھ راج ہندوؤں کے لئے تھا اس کی ذاتی شجاعت و طاقت انصاف و سخاوت اور شریعت پر عمل یہ تمام باتیں قابل ستائش ہیں اس نے مصطفیٰ آباد اور محمود آباد بسائے، میوہ دار درخت باہر کے علاقوں سے دیہات اور شہروں میں اسی بادشاہ نے لگائے، قلعہ گرنار اور چمپانیر اس نے فتح کیا اور اسی لئے اس کو بیگڑا کہنے لگا کیونکہ بیگڑا کے معنی ہیں دو قلعے بی کے معنی دو اور گڑھ کے معنی ہیں قلعے، الغرض اس کی موت کے متعلق میرات احمدی میں لکھا ہے کہ یہ ۱۵۱۰ء میں پٹن کی طرف روانہ ہوا، اور وہاں جا کر اس نے تمام امیروں کو بلا کر کہا کہ اب میرے کوچ کا دن قریب آچکا ہے پٹن سے چار دن میں واپس احمد آباد آیا اور شیخ احمد فتو کے مزار پر آ کر بہت رویا اور اپنی قبر پر جو کہ شیخ کے مزار کے نزدیک ہے پہلے ہی کھدوا رکھی تھی، آ کر اپنے



گناہوں پر خیال کر کے گریہ و زاری کی اور خدا سے توبہ کر کے مغفرت چاہی احمد آباد میں آ کر پھر وہ بیمار ہوا، اور تین مہینے بیمار رہنے کے بعد خلیل خان کو بڑودہ سے بلا بھیجا، اس کو اپنی موت کی خبر دے کر اس جہاں سے سوموار کے دن تیسری ماہ رمضان ۱۷۹۱ ہجری مطابق ۱۱۱۵ء کو کوچ کیا مرنے کے بعد اس کو اپنے مقبرہ میں دفن کیا گیا جو کہ آج سیرکھچ میں موجود ہے۔

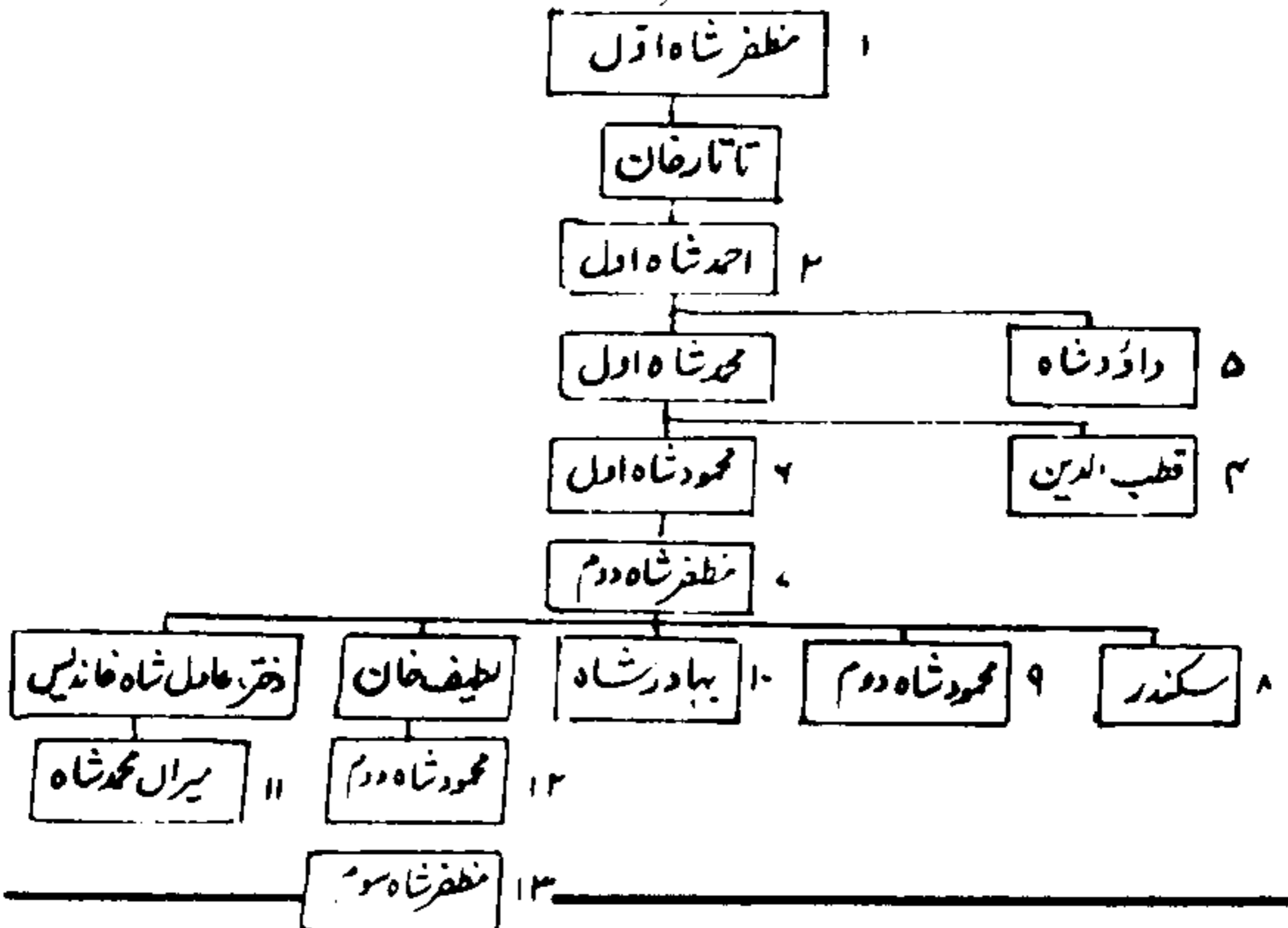
محمود بیگدا کے بعد اس کا بیٹا مظفر ثانی تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا اور عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سلطان مالوہ نے اس سے مدد کی درخواست کی کیونکہ سلطان مالوہ کے وزیر مدنی راؤ کی طاقت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ سلطان صرف برائے نام بادشاہ تھا سلطنت کا تمام کاروبار وزیر کے قبضے میں ہو گیا عین الملک گورنر انہلو اڑہ پٹن کو احمد آباد کی طرف روانہ ہونے کے لئے حکم ہوا رائٹھوروں نے موقعہ پا کر عین الملک کی غیر حاضری کا فائدہ اٹھانا چاہا راؤ بھان والے ایدر نے اردگرد کا تمام علاقہ لوٹ مار سے برباد کر دیا، عین الملک واپس ہو کر اس کو سزا دینے کے لئے آیا لیکن شکست کھائی اس پر مظفر شاہ ثانی نے چڑھائی کر کے اس کی سرکوبی کی علاقہ ایدر کو اچھی طرح سے لوٹا گیا، جب راؤ بھان کو شکست ہوئی تو وہ پہاروں کی طرف بھاگ گیا آخر راؤ بھان نے ایک برہمن کے ذریعے بادشاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ بہت سا خراج ادا کرے گا اس وعدہ کا عملی ثبوت دینے کے لئے راؤ نے بہت سا مال بھیج دیا مظفر ثانی نے مالوہ کی طرف پھر شاہ مالوہ کی مدد کے لئے فوج کشی کی راؤ کے بعد اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوا لیکن اسے رانا سانگا، والے چتوڑ نے مسند ریاست سے اتار کر اس کی جگہ اپنے داماد راجی ملجی کو شکست دے کر بارمل کو دوبارہ تخت پر بٹھایا لیکن نظام الملک نے بہت دور تک پہاڑیوں میں راجی ملجی کا تعاقب کیا جہاں کہ راجی ملجی کے قابو میں آ گیا، اور شکست کھا کر واپس ہوا مالوہ میں مظفر شاہ ثانی نے سلطان

مالوہ کو راجپوتوں کے خلاف مدد دیکر تخت پر بٹھایا جس پر سلطان مالوہ نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا مظفر شاہ جب واپس دار الخلافہ میں آیا تو اس نے دیکھا کہ علاقہ پٹس اور شہر گلوڑہ کو راجپوتوں نے تباہ کر رکھا ہے۔ نصرت الملک نے اس کو شکست دی جس کے بعد راجپوتوں نے کچھ دن بیمار رہنے کے بعد مر گیا، اور برمال مالک ایدر ہوا اس وقت مہاذر خان کو نصرت الملک کی جگہ مقرر کیا گیا، ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص نے مہاذر خان کے روبرو رانا سانگا کی بہت تعریف کی جس پر مہاذر خان بہت خفا ہوا، اس نے ایک کتے کا نام رانا سانگہ رکھ دیا، جب رانا سانگا کو معلوم ہوا تو اس نے غصہ کے مارے اسی وقت علاقہ ایدر پر چڑھائی کر دی بہت سے راجپوتوں نے اس کی مدد کے لئے جانیں تک چھوڑ کر نے کا عہد کر لیا اور تھوڑے میں تمام گردونواح کے علاقوں میں لوٹ چا دی راجہ درگور نے بھی اس کا ساتھ دیا واپس ایدر نے مہاذر خان کی مدد کے لئے کوئی کمک نہ بھیجی، مہاذر خان ایدر کو چھوڑ کر احمد نگر کی طرف چلا گیا رانا نے وہاں بھی اس کا تعاقب کیا پھر وہاں مسلمانوں اور راجپوتوں کی لڑائی ہوئی۔

جن دنوں بابر بادشاہ مغلوں کی فوج لے کر حدود دہلی میں آیا تھا انہی دنوں میں گجرات میں قحط عظیم پڑا ہوا تھا اور انہی دنوں میں مظفر شاہ ثانی بھی اپنے بیٹے بہادر خان کی مفارقت میں نہایت مغموم ہو کر بیمار ہو گیا تھا اور ہر روز اس کا مرض بڑھتا گیا، ایک دن سلطان مظفر شاہ نے نہایت رقت کے ساتھ اپنے بیٹے بہادر خان کو یاد فرمایا ایک شخص نے فرصت پا کر عرض کیا کہ لشکر سلطانی کے دو فرقے ہو گئے ہیں ایک گروہ شاہزادہ سکندر خان کو چاہتا ہے اور دوسرا لطیف خان کی طرف مائل ہے سلطان نے کہا کہ شاہزادہ بہادر خان کی بھی خبر آئی ہے یا کہ نہیں عقلمندوں نے اس سے یہ گمان کیا کہ وہ شاید شاہزادہ بہادر خان کو ولیعہد بنانا چاہتا ہے مگر وقت کی ضرورت کے سبب مظفر شاہ نے دوم جمادی الاول

۹۳۲ھ میں سکندر خان کو بلا کر ولیعهد کیا اور اس کو اس کے بھائیوں کے حق وصیت کر کے رخصت کیا پھر جمعہ کے روز اس دنیا ناپائدار سے انتقال کیا۔ مظفر شاہ ثانی نے چودہ سال نو ماہ حکومت کر کے چھپن برس کی عمر میں اس دنیا سے انتقال کیا تھا اس کے بعد اس کے خاندان میں گیارہ سال تک حکومت رہی، اس عرصہ میں مظفر شاہ کے بیٹے سکندر خان و لطیف خان اور نصیر خان و بہادر خان یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر متمکن ہو کر حکومت کرتے رہے ان چاروں بھائیوں میں سے سب سے زیادہ عقلمند اور کامیاب حکمران بہادر شاہ ثابت ہوا جس نے کہ اپنے باپ کی مسند پر قبضہ کر کے بہت دیر تک حکومت کی اس نے اپنی زندگی میں بہت سے جنگ کئے جن میں وہ فتح یاب ہوتا رہا پرتگیزیوں اور جہایوں بادشاہ سے بھی اس کی لڑائیاں ہوئیں لیکن ہمایوں بادشاہ نے اس کو ایک ایسی شکست فاش دی جس شکست کی وجہ سے اس کا دبدبہ جاتا رہا اور ملک میں فتنہ و فساد شروع ہوا آخر ۹۴۳ء میں پرتگیزیوں نے دھوکے سے بہادر خان کو شہید کر کے تاس گوجروں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

## شجرہ شاہان تاس گوجر



## فصل چہارم

## متفرقہ حالات

یہ فصل کسی خاص گوت یا خاندان کے حالات نسب کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس فصل میں چند متفرقہ حالات اور واقعات ان خالص گوجر بہادروں کے لکھے جاتے ہیں جن کے آباؤ اجداد اور وہ خود گوجر کہلانا پسند کرتے رہے، اور جن کی اولاد آج بھی لقب گوجر کو اپنے لئے طغرائے امتیاز سمجھتی ہے اب ہم ان چند واقعات کو بمعہ تاریخی حوالوں کے تحریر کرتے ہیں۔

## گوجروں کا حفاظت وطن میں مسلمان حملہ آوروں کی

## مدافعت کرنا

اجتماعی حیثیت میں گوجروں کی سیاسی و جنگی طاقت ہن قوم اور گچٹا راجاؤں سے مقابلے کر کے اور کچھ آپس کی خانہ جنگی سے مسلمانوں کے آنے کے پیشتر ہی اصل میں فنا ہو چکی تھی مگر انفرادی حیثیت میں پھر بھی ان کی بڑی بڑی ریاستیں و حکومتیں ملک ہند میں موجود تھیں، جو یہ تبدیل لقب راجپوت ملک ہند پر اس وقت حکومت کرتی تھیں، ان گوجر راجپوت ریاستوں کے علاوہ کہیں کہیں ملک ہند میں ان خالص اور بہادر گوجروں کی ریاستیں و حکومتیں بھی پائی جاتی تھیں جنہوں نے کہ اپنے آبائی لقب گوجر کو ابھی تک تبدیل نہیں کیا تھا سب سے پہلے انہی بہادر اور خالص گوجروں نے مسلمان حملہ آوروں کا مقابلہ کر کے حفاظت وطنی کا حق ادا کیا تھا۔

چنانچہ جب مہلب ابن صفیرہ ۳۳ھ میں ملک ہند پر حملہ آور ہوا تو اول انہی گوجروں نے جن کی حکومت کہ اس وقت مقام بیلہ علاقہ بلوچستان میں واقع تھی، مہلب کا مقابلہ کر کے اس کی سخت مدافعت کی مگر ان کو شکست نصیب ہوئی

اور مہلب چارحانہ اقدام کرتا ہوا سرحد ہندوستان میں داخل ہو گیا، جس کے بعد مہلب نے لس بیلہ پر قبضہ کر کے اس علاقے کی حکومت گوجروں سے چھین کر قوم براہ کو جو اس کی معاون اور مددگار تھی حوالے کر دی۔

۹۲ھ مطابق ۷۱۳ء میں حجاج حاکم بصرہ کے حکم سے جب محمد بن قاسم ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس وقت بھی مقام لس بیلہ پر قوم براہ کی معیت میں قوم گوجر نے محمد بن قاسم کا مقابلہ کیا لیکن بد قسمتی سے اس دفعہ بھی دونوں قوموں کو شکست فاش ہوئی اور محمد بن قاسم فتح کا پھریرہ اڑاتا ہوا سرحد ہندوستان میں داخل ہو گیا بحوالہ تاریخ ریسان لس بیلہ، غرض جب بھی مسلمانوں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو گوجر قوم نے ان کی سخت مدافعت کی چنانچہ جب سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری وغیرہ ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تو اس وقت بھی گوجر قوم نے ان کا مقابلہ کر کے حفاظت وطن کا حق ادا کیا۔

### رانی کشمیر سے ایک گوجر کی شادی

تو نگ نام ایک گوجر علاقہ پونچھ متصل کشمیر کا رہنے والا تھا اور وہ بڑا بہادر، خوبصورت اور رسیلہ جوان تھا ایک دفعہ ریاست پونچھ کی طرف سے وہ بطور ایچی خط لے کر کشمیر کی رانی ویدا نام کے پاس گیا، جوان دنوں کشمیر پر بڑی شان سے حکومت کرتی تھی، تو نگ کے حسن جمال کو دیکھ وہ رانی اس پر عاشق ہو گئی کیونکہ ویدارانی بیوہ تھی، اس لئے اس نے تو نگ کو وزیر اعظم کے منصب جلیلہ پر مامور کر کے پھر اس کے ساتھ نکاح کر لیا جس کے بعد تو نگ کا ستارہ اقبال روز افرزوں ترقی کرنے لگا، اور وہ گوجر سے رانا اور رانا سے راجہ بن گیا، پھر انہی دنوں میں پرتھی راج حاکم راجوڑی نے سرکشی اختیار کی جس پر ویدارانی نے تو نگ گوجر کو ایک لشکر جراردے کر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا جس نے کہ بڑی خود سری اور عالی حوصلگی سے کئی ایک خونریز لڑائیوں کے بعد پرتھی راج کو شکست

فاش دے کر راجوڑی کو آگ لگا دی اور راجہ کو گرفتار کر لیا۔

ویدارانی کے آخری دور حکومت یعنی ۱۰۱۵ء میں سلطان محمود غزنوی نے کشمیر پر حملہ کیا جس کی مدافعت کے لئے رانی نے پھر تونگ گوجر کو روانہ کیا لیکن سلطان محمود کی فوج راستہ بھول گئی اور جاڑا سر پر آن پہنچا، برف گرنے لگی بہت سے آدمی بھی ہلاک ہوئے اور سلطان محمود بغیر جنگ بہت سی زحمت اٹھا کر ناکام واپس چلا گیا، اس کے بعد رانی کو بھی موت کا وحیان آیا، اور وہ ولیعہد کی تلاش ہوئی، کیونکہ اس کے سابقہ خاوند کی اولاد سے جس کی سلطنت کی یہ مالک بنی تھی کوئی وارث تخت باقی نہ رہا تھا، اس لئے اس نے اپنے بھتیجے سنگرام دیو کو سنگرام راج کا خطاب دے کر ولیعہد مقرر کیا، جس کے بعد جلدی ہی ویدارانی کو اٹھارہ سال چار ماہ اور آٹھ دن کی خود مختار حکومت چھوڑ کر روانہ عدم ہونا پڑا۔

۱۰۱۵ء میں ویدارانی کا بھتیجا سنگرام راج تخت پر بیٹھا اس نے وزیر تونگ گوجر کو منصب مدارالہامی عطا کیا، اور خود عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا تونگ گوجر کا عروج برہمنان پر سپور کو مرغوب خاطر نہ ہوا، اور انہوں نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے تمام ملک میں فتنہ و فساد برپا کر دیا لیکن جلدی ہی سب کے سب گرفتار ہو گئے، اور ان کی جاگیریں ضبط ہو گئیں منادروں اور معاہدوں سے نکال کر انہیں بالکل ذلیل و خوار کر دیا گیا، کس کے ہاتھ سے؟ اسی بہادر گوجر کے ہاتھ سے! کن کو ان برہمنوں کو جن کا درجہ بلحاظ مذہب راجوں مہاراجوں سے بھی بڑھا ہوا تھا انہی دنوں میں سلطان محمود غزنوی نے راجہ کالنجر پر حملہ کیا، راجہ ترلوچپال (جیپال) والی لاہور جو راجہ کالنجر کے رفیقوں اور تعلق داروں سے تھا اس کی امداد کے لئے لڑائی میں شریک ہوا لیکن باوجود کوشش بلین راجہ کالنجر کو شکست نصیب ہوئی، راجہ ترلوچپال (جیپال) بھی بھاگ گیا اور

اب اسے اپنی جان بچانے کی فکر پیدا ہوگئی، چنانچہ وہ اپنے ملک سے بھاگ کر ۱۰۲۲ء میں کشمیر پہنچا اور سنگرام راج سے معاونت کا طلب گار ہوا، سنگرام راج نے وزیر تو نگ گوجر کو لشکر جرار دے کر اس کی کمک کے لئے بھجوایا، لیکن سلطان محمود کے مقابلہ میں ان دونوں کی کوششیں رائیگاں گئیں بلکہ سلطان موصوف نے لاہور پر بھی قبضہ کر لیا اور وزیر تو نگ گوجر پشیمان ہو کر واپس آ گیا، اس واقعہ سے خطے کشمیر کو اور تو کوئی فائدہ نہ پہنچا مگر اتنا ضرور ہوا کہ اس کی مخالفت نے سلطان کی ۱۰۱۵ء کے حملہ کشمیر کی ناکامیابی کے زخم پر از سر نو نمک چھڑک دیا، اور پھر وائی کشمیر اور اس کا وزیر ان کی نگاہوں میں خار کی طرح کھٹکنے لگے چنانچہ دوسرے سال ۱۰۲۳ء میں اس بادشاہ نے دوسری مرتبہ کشمیر پر فوج کشی کی لیکن خلاف توقع اس مہم میں بھی سلطان کو کامیابی نہ ہو سکی بہادر وزیر تو نگ گوجر نے قدرتی مورچوں کی آڑ میں اس جوانمردی سے اولوالعزم بادشاہ کا مقابلہ کیا کہ اس کے دانت کھٹے ہو گئے چنانچہ اس دفعہ بھی تمام ہندوستان کے تہ و بالا کرنیوالے سلطان کو برف باری اور جاڑے کے خوف سے ناکام ہی مراجعت اختیار کرنی پڑی، اس کے بعد سلطان محمود نے وادی کشمیر پر کوئی حملہ نہیں کیا بلکہ اس ملک کے لقمہ و دق اور ویران جنگلوں اور سر بفلک پہاڑوں میں اوقات ضائع کرنے کی نسبت قنوج اور سومنات وغیرہ کے زرو جواہر سے مالا مال ہونے کی طرف متوجہ ہوا اور ملک کشمیر اس کی خونخوار شمشیر زنی سے بالکل بچ گیا۔

ان واقعات کے بعد راجہ سنگرام راج کی طبیعت میں بھی کسی قدر نخوت اور کدورت نے جگہ کر لی اراکین دولت میں بھی نزاع شروع ہو گیا، وزیر اعظم تو نگ کے جاہ و جلال کے رشک اور حسد نے اکثر لوگوں کو اس کے بھی برخلاف کر دیا کیونکہ کشمیر کا حکمران اصل میں تو نگ گوجر ہی تھا اور سنگرام راج برائے نام راجہ تھا کیونکہ وہ تو نگ کے حکم کے بغیر کوئی کارروائی نہ کر سکتا تھا اس لئے

مخالفوں نے موقعہ پا کر راجہ کی لاعلمی میں تونگ گوجر کا کام تمام کر دیا تونگ کی وفات نے راجہ کو سخت افسردہ خاطر کر دیا، اور وہ اراکین سلطنت سے بدظن ہو گیا، بحوالہ مکمل تاریخ کشمیر جلد اول صفحہ ۲۲۵ مؤلفہ محمد الدین صاحب فوق ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور۔

## نہلہ گوجر کا جسراج کھوکر حاکم ماری کو شکست دینا

شاہانِ خلجی کے عہد سلطنت میں جو ۱۲۸۸ء سے ۱۳۲۱ء تک رہا ایک شخص جسراج کھوکر ماری کا حاکم تھا اور جس نے شاہانِ خلجی کو مالیہ دینے سے انکار کر دیا تھا تب دہلی سے شاہِ خلجی نے نہلہ گوجر کے ماتحت ایک دستہ فوج کو بھیجا نہلہ گوجر جسراج سے آکر لڑا اور آخر جسراج کو شکست فاش دینے کے بعد گرفتار کر کے دہلی لے گیا جس کے صلہ میں نہلہ گوجر کو ضلع پنجاب گجرات کا حاکم مقرر کیا گیا، اور اس ضلع کے گوجراں کی اولاد ہیں بحوالہ تاریخ گجرات پنجاب صفحہ ۷۳، ۷۴ مؤلفہ ایسٹ صاحب بہادر، ڈپٹی کمشنر ضلع گجرات۔

## گوجروں نے سیالکوٹ کے قریب بابر بادشاہ کی مدافعت

### کر کے اس کو واپسی پر مجبور کیا

مولوی ذکاء اللہ صاحب بحوالہ تزک بابر لکھتے ہیں کہ کھوڑی بہلول پور جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہے جب یہاں پر بابر بادشاہ اپنے لشکر میں آیا اور اس نے شراب کی محفل آراستہ کی گھوڑوں کو کنارہ آب پر ایک دن آرام (۱) ایسٹ صاحب کی یہ تحقیق کہ ضلع گجرات کے تمام گوجر نہلہ کی اولاد ہیں صحیح نہیں کیونکہ اس ضلع میں بے شمار گوتوں کے گوجر آباد ہیں اور جن کے مورث نہلہ کے سوائے اور ہیں پھر کس طرح ضلع گجرات کے تمام گوجر نہلہ کی اولاد ہوئے نہلہ کسی ایک گوت کا مورث ہو سکتا ہے نہ کہ تمام گوتوں کا اس لئے ایسٹ صاحب کا یہ کہنا کہ ضلع گجرات کے تمام گوجر نہلہ کی اولاد ہیں غلط ہیں



دے کر پھر ۱۴ ربیع الاول بروز جمعہ کو وہ سیالکوٹ میں آن پڑا لیکن ہر دفعہ جب بابر بادشاہ ہندوستان میں آتا تھا تو قوم گوجر کے بیٹا بہادر شیرے پہاڑوں اور جنگلوں سے نکل کر گائے بیل اور بھینسوں کے لوٹنے کے لئے آیا جایا کرتے تھے اور یہ بد بخت بڑا ظلم کرتے تھے اس سے پہلے یہ ولایت باغی تھی اور اس میں کوئی گرفت و گیر نہ ہوتی تھی اور اب یہ تمام ولایتیں تابع ہو گئی تھیں مگر گوجروں نے ابھی اپنا وہی پرانا طریقہ لوٹ مار کا اختیار کیا ہوا تھا اور وہ کسی بادشاہ کے تابع نہ ہوتے تھے بابر لکھتا ہے کہ میری تمام سپاہ سیالکوٹ سے بھوکی ننگی اور فقیر و مسکین ہو کر واپس آ گئی تھی، کیونکہ گوجر غوغا مچا کر اس پر لوٹ کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے آخر میں نے لٹیروں کو پکڑوا کر ان میں سے دو تین کے پرزے اڑوا دیئے، بحوالہ تاریخ ہندوستان، جلد سوم، صفحہ ۶۷ مصنفہ مولوی ذکا، اللہ

## انوپ سنگھ گوجر نے عہدہ منصب داری کس طرح حاصل کیا

تاریخوں میں راجہ انوپ سنگھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ گوجر قوم میں سے ایک بہادر اور نامور شخص گذرا ہے اس کے خاندان میں اگر چہ زمینداری کا پیشہ چلا آتا تھا لیکن دادا کے وقت سے افلاس و مصیبت کی گنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی اس کا دادا جنگل پھر کر اور ہرن کا شکار کر کے اس کے گوشت سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا تھا اب اسے اتفاق وقت کہو یا خوبی قسمت سمجھو کہ ایک دن اس نے ایک جھاڑی میں شیر کا شبہ پا کر بندوق چلائی قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چیتا ہے اور اس کا کام تمام ہو چکا ہے اول تو بہت خوش ہوا لیکن جب اس کو اٹھانا چاہا اور اس کے گلے کی سونے کی گھنٹیوں اور سونے کی قلادوں کو دیکھا تو ششدر ہو کر سکتے کی سی حالت میں رہ گیا سمجھا کہ یہ شہنشاہ اکبر کا چیتا ہے جو کسی ہرن کی تاک میں جھاڑی میں چھپا بیٹھا تھا غرضیکہ جلدی سے گھنٹیوں اور قلادوں کو نکال کر چیتا کو ایک اندھے کنڈ میں ڈال دیا اور وہاں سے بھاگ کر اپنے

گھر جا پہنچا شاہی شکاری بھی جو چیتا کی تلاش میں سرگردان تھے ڈھونڈتے ہوئے اسی کنوئیں پر پہنچے اور کنوئیں میں چیتا کی لاش کو دیکھ کر سخت متعجب اور پریشان ہوئے آخر پتہ لگاتے لگاتے ٹھا کر صاحب کے گھر پہنچے اور تلاشی لینے سے ٹھا کر صاحب کے گھر میں سے دو گھنٹیاں اور قلا دے برآمد ہوئے تو وہ انہیں باندھ کر بادشاہ کے سامنے لے آئے اور کل ماجرا بیان کیا، بادشاہ نے ٹھا کر صاحب سے وجہ دریافت کی اس نے سچ سچ حال کہہ سنایا بادشاہ کو اس کی حالت زار پر ترس آیا فوراً بند جدا کرا کر ملازمت شاہی میں داخل کر لیا۔ (بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے)

غرض ٹھا کر صاحب کے مرنے کے بعد پھر اسکا بیٹا راجہ بیر نرائن منصبدار مقرر ہوا اور وہ اپنے باپ سے زیادہ ترقی پا گیا، راجہ بیر نرائن کا بیٹا راجہ انوپ سنگھ بھی سن تمیز پر پہنچ کر باپ کی زندگی ہی میں ملازمت شاہی میں داخل ہوا اور ترقی پاتا ہوا اخیر عہد اکبری میں خواصوں کا سردار مقرر ہو گیا۔

### شیر کا شکار اور راجہ انوپ سنگھ کی بہادری

۵۷ جلوس جہانگیری میں ۴ شوال ۱۰۱۹ھ کو بادشاہ پرگنہ باری میں چیتا کے شکار میں مشغول تھا اور انوپ سنگھ معہ خواصوں کے بادشاہ کیساتھ تھا اثنائے راہ میں دور سے ایک درخت پر بہت کوؤں کو بیٹھا دیکھ کر اپنی کمان لے کر ادھر روانہ ہوا جب درخت کے پاس پہنچا اس کے نیچے نیم خوردہ گائے پڑی دیکھی اور اسی وقت ایک قوی ہیکل شیر قریب ہی کی جھاڑی سے نکل کر روانہ ہوا جہانگیر کو شیر کے شکار کا بہت شوق تھا انوپ سنگھ نے اسی وقت اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو بادشاہ کے پاس دوڑایا اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شیر کے روکنے میں مصروف ہوا جہانگیر نے خبر پاتے ہی معہ شہزادہ خرم اور دو تین اور امیروں کے سوار ہو کر اس طرف روانہ ہوئے جب شیر کے قریب پہنچے تو بادشاہ کی سواری

کا گھوڑا شیر کی صورت دیکھ کر شوخی کرنے لگا بادشاہ گھوڑے پر سے اتر پڑے اور پاپیادہ ہو کر شیر پر متواتر بندوق کے تین چار فار کئے شیر زخمی ہو کر بادشاہ پر جھپٹا اس کی چنگھار سنتے ہی بہت سے خدمتگار اور امیر جو بادشاہ کے ارد گرد کھڑے تھے بھاگ پڑے ایک کے اوپر ایک کرنے لگا اس کش مکش میں بادشاہ خود بھی زمین پر گر گیا اور بدحواسی کے عالم میں کئی شخص بادشاہ کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے بھاگے لیکن شیر دل انوپ سنگھ اپنی جگہ اڑا رہا آخر شیر نے اس شیر دل پر حملہ کیا اس نے دونوں ہاتھوں سے شیر کے سر پر لاٹھی ماری شیر پھر جھپٹا اور دونوں کی کشتی ہونے لگی انوپ سنگھ کے دونوں ہاتھ اور کچھ حصہ لاٹھی کا شیر نے اپنے منہ میں دبایا اسی حالت میں شاہزادہ خرم اور راجہ رام داس ہمت کر کے پہنچے اور دونوں نے شیر پر تلواروں کے وار کرنا شروع کئے حیات خان خواص نے بھی پہنچ کر لکڑیاں مارنا شروع کیں مگر چونکہ انوپ سنگھ نے بھی زور مار کر اپنے ہاتھ شیر کے منہ میں سے نکال لئے اور اس زور سے لاٹھیاں رسید کیں کہ شیر کا منہ پھر گیا شیر دوسری طرف بھاگا اور اس بہادر نے اپنی کمر سے تلوار سونت کر اس کا تعاقب کیا اور بھاگتے ہی میں اس زور سے کئی تلواں ماریں کہ شیر کا کئی جگہ سے گوشت پوست جدا ہو گیا، چونکہ مغرب کا وقت ہو گیا تھا ادھر سے آفت کا مارا صالح نام <sup>مشتعل</sup> چچی روشنی کے واسطے آ رہا تھا شیر نے اس کے ایسا تھپڑ مارا کہ بیچارے کا آنا فانا میں کام تمام ہو گیا انوپ سنگھ چونکہ ہاتھوں میں موٹے موٹے پھلتے پہنے ہوئے تھا ان کے اور لکڑی کی وجہ سے ہاتھوں کو تو کوئی ضرر نہیں پہنچا لیکن کئی جگہ شیر کے بیچوں سے زخمی ہو گیا، شاہی طبیب اور جراح علاج کے واسطے مامور ہوئے تھوڑے دنوں میں اچھا ہو کر دربار شاہی میں حاضر ہوا بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک مرصع تلوار مرحمت فرمائی اور خطاب انی رائی سنگھ دکن سے موصوف کر کے امرائے خاص کے سلسلے میں منسلک کیا، ایک دن جہانگیر بادشاہ

نے انوپ سنگھ کی کسی بات پر اعتراض کیا اس نے فوراً جمد ہر کمر سے کھول کر اپنے پیٹ پر دے مارا مگر ہلکا زخم آیا اور بیچ گیا اس دن سے جہانگیر کے دل میں اس کا اعزاز و اعتبار بہت بڑھ گیا، بڑی بڑی ذمہ داری کی خدمتیں اس کے سپرد ہونے لگیں، یہاں تک کہ شہزادہ خسرو جو باپ کے پاس تھا اس کے سپرد کر دیا گیا مہم بنگلش اور دیگر مہمات میں بڑے بڑے امیروں کے اوپر وہ سپہ سالار مقرر ہو کے بھیجا گیا شہنشاہ شاہجہان نے تخت نشین ہو کر پہلے ہی جشن میں منصب سر ہزاری ہزار و پینصد سوار سے اس کو سرفراز فرمایا اور خلعت اور جمد ہر مرصع عنایت کیا پہلے سال جلوس میں مہم جبار سنگھ بندہ اور اس کے دیگر مہمات دکن وغیرہ میں اس نے خدمات نمایان انجام دیں۔ ۷ صفر ۱۰۴۰ھ کو اپنے باپ کی وفات کے بعد جو خطاب راجہ سے موصوف اور منصب ہزاری ہشت صد سوار پر سر بلند تھا خطاب راجگی سے موصوف ہوا ۱۰ جلوس میں وفات پائی راجہ انوپ سنگھ خط و انشا میں کافی مہارت رکھتا تھا اس کی وفات کے بعد جے رام اس کا بیٹا جانشین ہوا۔

راجہ جے رام راجہ انوپ سنگھ کا بڑا بیٹا تھا باپ کی زندگی ہی میں ملازمت شاہی میں شامل اور اکثر مہمات میں شریک تھا۔ ۱۱ جلوس میں باپ کے مرنے کے بعد خلعت مرحمت ہو کر خطاب راجگی اور منصب ہزاری ذات ہشت صد سوار پر مفتخر ہوا، ۱۲ جلوس میں منصب ہزاری ذات ہزار سوار پر سر بلند ہوا۔ ۱۳-۱۴ جلوس میں صوبہ کابل میں متعین رہا، ۱۵ جلوس میں منصب ہزار و پانصد ذات ہزار سوار پر ممتاز ہو کر شاہزادہ بخش کے ساتھ مہم بلخ و بدخشاں پر مامور ہوا اور بعد فتح بلخ بہادر خان کے نذر محمد خان والی بلخ کے تعاقب پر معین ہوا اور اس مہم کے حسن خدمت کے صلے میں منصب دو ہزاری ذات ہزار و پانصد سوار پر ترقی پائی ہنوز وہاں سے واپس نہ آیا تھا، کہ اجل کا پیغام آ گیا، اور اسی جگہ ۱۰۵۱ء میں انتقال کیا، جس کے بعد بادشاہ نے اس کے بیٹے راجہ امر سنگھ گوجر کو جو پہلے ہی

ملا زمان شاہی میں منسلک تھا خطاب را جگی مرحمت فرمایا اور منصب میں ترقی کر دی اس خاندان کے علاوہ گوجروں کے اور خاندان بھی شاہی دربار میں بڑے بڑے مناصب اور عہدہ ہائے جلیلہ پر متعین تھے جن میں سرمست گوجر راجہ اعتماد رائے کا بیٹا شش صدی اور سہ صد سوار کے عہدہ پر ممتاز تھا اسی طرح ۱۸ جلوس کی یلغار گجرات میں چیتا گوجر اکبر کے ساتھ تھا ایک دفعہ لڑائی کے وقت غنیم کے ایک سوار نے اکبر بادشاہ پر نیزہ کا وار کیا تو چیتا گوجر نے آگے بڑھ کر اس سوار کو ایسا برچھا مارا کہ اس کا کام تمام کر دیا، اس خدمت کے صلے میں چیتا گوجر کو بہت انعام ملا اور وہ ہمیشہ نوازش ہائے شاہانہ سے مفتخر ہوتا رہا، غرض اسی طرح شاہی جانثاروں میں ایک گوجر کٹارو نام تھا جو ۱۸ جلوس میں زین خان کو کہہ کے ساتھ مہم سواد باجوڑ میں شریک تھا بحوالہ امرائے ہنود صفحہ نمبر ۵۱، ۵۳ مصنفہ منشی محمد سعید احمد مارہروی۔

## ریاست اندور کے گوجر حکمرانوں کے حالات

ریاست اندور گوجر یا چرواہے بادشاہوں کی سلطنت کہلاتی ہے اور اس ریاست کے فرمانروا ہلکر کہلاتے ہیں جو گوجروں کی ایک گوت ڈہانگر سے تعلق رکھتے ہیں ان کے آباؤ اجداد ملک دکن سے نکل کر پونہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر دریائے ہنرا کے کنارے ایک گاؤں ہل میں آباد ہو گئے اس خاندان کے بانی کا نام ملہار راؤ ہلکر تھا، جو ۱۶۹۴ء میں پیدا ہوا یہ شخص ایک معمولی گوجر کاشتکار کا بیٹا تھا، جب مغلیہ سلطنت دم توڑ رہی تھی یہ ریاست نمودار ہوئی اس ریاست کا بانی ملہار راؤ ہلکر عجیب و غریب آدمی تھا، اس شخص نے غیر معمولی طریق سے ترقی حاصل کی اس کو ہمیشہ قوت اور طاقت حاصل کرنے کا بہت شوق رہتا تھا، مہارانی اہلیہ بانی اس ریاست کی ایک درخشنده تاج و تخت رانی تھی اس نے تیس سال تک ریاست میں بڑی عمدگی سے سلطنت کی اور اس ریاست کے

انتظام کو نہایت عمدگی سے چلایا جس کی بنیاد پر ملہار راؤ ہلکر نے ڈالی تھی مہارانی ہرام کی نگرانی کرتی تھی صلح یا جنگ اس کے اشارہ پر موقوف تھی ہر معاملے میں وہ اپنے اقتدار کو نمایاں کرتی تھی وہ فرائض سلطنت کو نہایت عمدگی سے پورا کرتی تھی اس کے الطاف و رحم اور اس کی عصمت مآبی کی وجہ سے ریاست کا ہر فرد اس کو نہایت ہی اکرام و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور وہ مخلوق کے ہر کام میں بہ نفس نفیس حصہ لیتی تھی، جو محصولات اس نے مقرر کر رکھے تھے وہ بہت ہی کم ہوتے تھے افسران دیہات اور مالکان اراضی کے حقوق کی حفاظت اس نے اپنا خاص فریضہ سمجھ رکھا تھا اس نے عدالتیں قائم کیں اور اپنے فرائض کو اس قدر پہچانتی تھی کہ خواہ کتنا ہی چھوٹا مقدمہ کیوں نہ ہوا اگر اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ اس کا قرار واقعی فیصلہ کرنے کے بغیر چین نہیں لیتی تھی، اور وہ بڑی فیاضہ تھی نہایت سادہ زندگی بسر کرتی تھی، اس کی سخاوت زبان زد خلاق تھی، یہ حقیقت خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ ان ایام میں جبکہ ہندوستان میں جنگ و جدل کا طوفان برپا تھا سوائے مہیاراجہ اودھے پور کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس کے علاقے پر دھاوا بول دے اس نے بھی جب اس کی ریاست پر حملہ کیا تو مہارانی اہلیہ بانی نے اس سے صلح و صفائی کر لی ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ اس کے تعلقات بڑے خوشگوار تھے اور وہ ہمیشہ ہی اپنی رعایا کی سود و بہبود کا خیال رکھتی تھی مذہبی عمارات کی تعمیر میں اس نے بڑا روپیہ خرچ کیا اور وہ برہمنوں کو بڑا دن دیا کرتی تھی ہندوستان میں بڑے بڑے منادر اس کے بنائے ہوئے ہیں اور اس کی فیاضی اور مذہب پرستی کی نمایاں شہادتیں ہیں یہ مہارانی ۱۷۹۵ء میں ساٹھ سال کی ہو کر مہیشور میں فوت ہوئی وہاں اس کی یاد میں ایک خالی مقبرہ بنا ہوا ہے جہاں اس کے نام پر بہت سے خیراتی اور دھارمک کاموں کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ مہارانی ہلکر راؤ کی بہو تھی، اس کے بعد اس کی محبوبہ اور داشتہ کھیلی نام حکومت

کرنے لگی تھی یہ عورت بڑی تعلیم یافتہ اور فاضلہ تھی لیکن اس کو رعایا کی ہر دلعزیزی نصیب نہ ہوئی اور اس کے دربار میں عام طور پر بے ایمانیاں ہونے لگ گئیں ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ مہارانی بڑی متکبرہ تھی اس کی افواج نے اس کے خلاف بغاوت کی اور یہ مہارانی رکھیلی اپنے محل میں قتل کر دی گئی۔

گو یہ پرانی باتیں ہیں لیکن آج یہ حال ہے کہ اندور میں تشدد اور سازش کا نام نہیں ہے یہاں امن و امان قائم ہے اگر آپ ایک بازار میں گزریں تو آپ کو پرانے چوہی مکانات پر ایسے عجیب و غریب نقش و نگار نظر آئیں گے جو دیکھنے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دوسرے بازار میں آپ جائیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ ساہوکار اور مہاجن اپنی دکانات پر بیٹھے ہوئے ہیں اور خوب لین دین ہو رہا ہے اندور کے درخت اور محلات خاص شان رکھتے ہیں یہاں روئی کے متعدد کارخانے ہیں اور انہی سے زیادہ محصول ہوتا ہے مکانات دیکھ کر آپ کو نظر آجائے گا، کہ گذشتہ زمانہ میں ہندوستان کی صنعت کا کیا حال تھا اور کس طرح ہندوستانی پانی کی طرح اپنا روپیہ نقش و نگار اور نیل بوٹوں پر خرچ کر دیتے تھے بحوالہ تاریخ ریاست اندور۔

عہد مغلیہ میں عبدالفتاح گوجر نے علاقہ پونچھ میں علم

آزادی بلند کیا

چوہدری عبدالفتاح گوجر علاقہ پونچھ متصل کشمیر کا حاکم تھا ۱۵۰۷ء میں ابراہیم خان جو حکومت مغلیہ کی طرف سے صوبہ کشمیر کا ناظم و صوبیدار تھا اس کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے تنگ آکر چوہدری عبدالفتاح گوجر نے علاقہ پونچھ میں علم آزادی و خود مختاری بلند کر دیا، لیکن ابراہیم خان کی جنگی طاقت اور منظم فوج کے آگے اس کی کوئی پیش نہ جاسکی، آخر کار ایک خونریز لڑائی کے بعد چوہدری عبدالفتاح گوجر شکست کھا کر شاہی فوج کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔

۱۷۳۱ء میں صوبہ کشمیر کا ناظم و صوبیدار محمد علی خان تھا اس کے عہد حکومت میں اس کے ہمراہیوں اور اہلکاروں کے ظلم اور بے اعتدالیوں کی وجہ سے پھر چوہدری عبدالفتاح گوجر کے بیٹے چوہدری عبدالزاق گوجر نے علم آزادی بلند کیا لیکن وہ بھی اپنے باپ کی طرح آخر لڑ بھڑ کر شاہی فوج کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا جس کے بعد محمد علی خان چوہدری عبدالرزاق کو گرفتار کر کے سرینگر لے گیا وہاں لے جا کر ناظم صوبہ نے اس سے عہد و پیمان کیا اور باج و خراج وصول کر کے اُسے حکومت پونچھ پر بدستور بحال کر دیا۔ دل دلیر خان پانی پت کا باشندہ اور شاہجہان کے رشتہ داروں میں سے تھا اس نے ۱۷۳۶ء میں نظامت و صوبیداری کشمیر حاصل کر کے ابوالبرکات خان کو اپنا نائب اور قائم مقام مقرر کیا خود بھی اس نے کشمیر آنے کا کئی مرتبہ ارادہ کیا لیکن لاہور سے آگے نہ بڑھ سکا دوسرے سال جب ہیبت خان والئی مظفر آباد نے شورش برپا کی تو اس کے نائب صوبہ ابوالبرکات خان نے میر جعفر کنٹ کو بیشمار فوج دے کر اس کی مدافعت کے لئے مامور کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمام قوم بلبہ کو مطیع و منقاد کر لیا، لیکن جب وہ واپس سرینگر پہنچا تو ابوالبرکات خان نے اس کی خدمات کی چنداں پروا نہ دی جس سے وہ ناراض ہو کر چوہدری عبدالرزاق گوجر کے پاس علاقہ پونچھ میں چلا گیا، اور اس سے رابطہ اتحاد مستحکم کر کے مدد کا خواں ہوا۔ چوہدری عبدالرزاق نے مدد کا وعدہ کر کے جنگی تیاریاں شروع کیں اور آخر میر جعفر کنٹ کی بیقدری اور ہتک عزت کا انتقام لینے کے لئے نائب صوبہ کشمیر پر حملہ آور ہوا اور ۱۲ شوال ۱۱۵۰ء ایک سخت خونریز لڑائی کر کے ابوالبرکات خان کو شکست فاش دی، اور منہزم ہو کر لاہور بھاگ گیا جس کے بعد گوجروں نے اس کا تمام گھربار لوٹ کر حوالہ آتش کر دیا، اور اس کا مال و متاع جہاں کہیں ملا وہ سب جمع کر کے اپنے ساتھ لے گئے جس کی جگہ پھر دلیر خان نے اپنا نائب صوبہ جلیل الدین خان



کو مقرر کیا غرض ۱۷۲۰ء میں خود ابو البرکات خان کو بھی گوجروں کی امداد کی ضرورت لاحق ہوگئی، اور وہ گوجروں سے آکر مدد کا طلبگار ہوا آخر مدد لینے کے بعد پھر احسان فراموش ہو گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۱۷۳۹ء میں صوبہ کشمیر کا ناظم و صوبہ دار عنایت اللہ خان ثانی مقرر ہوا تو ابو البرکات خان کے تعلقات اسکے ساتھ بگڑ گئے اور دونوں میں سخت عداوت پیدا ہوگئی جس عداوت کی وجہ سے کئی لڑائیاں بھی ان میں ہوئیں جن لڑائیوں میں ابو البرکات خان کو شکست ہوتی رہی، اور آخر کار وہ منہزم ہو کر علاقہ پونچھ میں چوہدری عبدالرزاق گوجر کے بیٹوں محمد زمان اور محمد ولی کے پاس چلا گیا اور ان سے جا کر مدد کا طلبگار ہوا آخر چوہدری محمد زمان و چوہدری محمد ولی گوجران نے امداد کا وعدہ کر کے کشمیر پر چڑھائی کر دی اس وقت صوبہ دار عنایت اللہ خان ابھی خواب غفلت میں ہی اونگھ رہا تھا کہ گوجر فوجیں محمد زمان و محمد ولی کی سرکردگی میں دتہہ نار کے راستے حدود سرینگر میں داخل ہو گئیں، اب عنایت اللہ خان ثانی کا بیٹا خلعت خان بھی اپنی فوج لے کر ہفت چنار کے نزدیک جا پہنچا، اور غنیم سے دو بدو ہوا لیکن ابھی لڑائی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ خلعت خان کی فوج گوجروں سے جا ملی اور اس بیچارے کو مایوس ہو کر بھاگنا پڑا، ۱۹ ماہ شوال ۱۱۵۳ء کو گوجر فوجیں مظفر و منصور ہو کر شہر سرینگر میں داخل ہو گئیں، عنایت اللہ خان خود بھی مقابلہ کو نکلا، اور آدھی رات تک لڑتا رہا لیکن تمام ملک کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہ چل سکی، اور اسے بھی اپنے بیٹے کی طرح راہ فرار اختیار کرنا پڑا، خام پور کے راستے سو پور پہنچا اور وہاں سے خلعت خان کو ساتھ لے کر راجہ محمود خان بلبہ کے پاس چلا گیا، جہاں سے معہ اسکی فوج کے پھر کشمیر میں آ گیا اور علاقہ کامراج میں لوٹ مار مچانے لگا، دو تین ماہ تک یہ فتنہ و فساد قائم رہا آخر ماہ صفر ۱۱۵۴ھ میں پونچھ کے گوجروں کی خواہش سے شہر سرینگر میں آ گیا، محمد ولی اور محمد زمان دونوں بھائی اس کے استقبال کے لئے گئے

اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اسے شہر میں لے آئے، آدھی رات کے وقت محمد ولی کے اشارے سے دیا رام نے اس کو قتل کر کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا، عنایت اللہ خان کے انتقال کے بعد دو تین ماہ تک ابو البرکات خان گوجروں کی مدد سے آزادانہ حکومت کرتا رہا، اسی اثناء میں محمد شاہ بادشاہ کی طرف سے اسعد یار خان صوبہ کشمیر مقرر ہوا، اس نے بھی ابو البرکات خان کا زور و شور دیکھ کر اس کی تبدیلی کا حوصلہ نہ کیا اور اسے بدستور اپنی قائم مقامی کا پروانہ بھجوا دیا پونچھ کے گوجر جن کی معاونت سے ابو البرکات خان کو یہ منصب حاصل ہوا تھا، اب وہ جاوہ اعتدال سے باہر ہو گئے نائب صوبہ یعنی ابو البرکات خان کو وہ اپنا آوردہ خیال کر کے دن بدن اقتدار حاصل کرنے لگے ابو البرکات خان بھی ان کے اقتدار و اختیار دیکھ کر دانت پیش رہا تھا، لیکن ان سے اس کی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی، تاہم اس نے اپنی حکمت عملی سے گوجروں کو شہر سے نکال دیا لیکن کچھ عرصہ بعد پھر بہادر گوجر استعداد کئی حاصل کر کے داخل شہر ہو گئے، لیکن ابو البرکات خان نے شہر والوں کی معاونت سے انہیں پھر شہر بدر کر دیا، لیکن بہادر گوجروں نے بیرون شہر ہی استقامت پا کر لڑائی شروع کر دی، آخر الامر بروز عرہ ماہ شوال ۱۱۵۵ھ کو بوقت آخر شب گوجر بہادر غلبہ حاصل کر کے ابو البرکات خان کے مکان میں آ گھسے۔ اتفاقاً اس وقت ابو البرکات خان خانقاہ معلیٰ کی زیارت اور مورچہ بندی کے ملاحظہ کے لئے گھر سے نکلا ہوا تھا گوجروں نے مایوس ہو کر لوٹ چا دی، اہل خانہ بہزار وقت جان سلامت لے کر باہر نکل گئے، اسی اثناء میں جب ابو البرکات خان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اپنے ہمراہی جمع کر کے آگیا اور دروازہ روک کر کھڑا ہو گیا کہ دشمن باہر نہ نکل سکیں۔ ابو البرکات خان کا نصیبہ اچھا تھا تین روز کے بعد محمد ولی و محمد زمان اور دیا رام یہ تینوں بہادر احسان فراموش ابو البرکات خان کے دام تزویر میں اسیر ہو کر گرفتار ہو گئے جس کے بعد ۱۶ ماہ شوال ۱۱۵۵ھ کو اس

احسان فراموش نے انہیں قتل کر دیا، تین روز تک گوجران پونچھ پر قتل عام کا حکم جاری رہا، جو بھی گوجر ملتا تھا اسے کوتوالی میں لے جا کر پھانسی دے دیا جاتا تھا، اسی طرح قریب پانچ سو گوجر بہادر قتل کر دیئے گئے تھے جس سے ابو البرکات خان کی معاونت کا حق اور عنایت اللہ خان کے قتل کا قصاص بطریق احسن پورا ہو گیا بحوالہ مکمل تاریخ کشمیر جلد دوم صفحہ ۲۳۳ سے ۲۶۴ تک مؤلفہ محمد الدین صاحب فوق۔

### راجہ بہادر سنگھ گوجر کی معرکہ آرائیاں

۱۷۸۹ء میں نواب فتح علی خان ولد ثابت خان پر گنات نواح کول یعنی علی گڑھ پر قابض ہونے سے موردِ عتاب شاہی ہوا محمد شاہ بادشاہ دہلی نے اسد خان وزیر کو مع دس ہزار سوار اور توپخانہ کے نواب فتح علی کے اخراج کے واسطے متعین کیا نواب فتح علی خان راجہ بہادر سنگھ گوجر وائی گہا سٹرھ سے مدد کا خواستگار ہوا راجہ بہادر سنگھ گوجر نے اس کی دستگیری منظور کر کے عہد و پیمانہ واثق کیا جس وقت اسد خان مع فوج کے نواح چندوس میں آیا تو نواب فتح علی خان نے اسد خان کے پاس پیغام بھیجا کہ کول (علی گڑھ) قدیم ہمارا ہے اور ہم موروثی بادشاہی خانہ زاد ہیں، اس لئے اب یا تو اس ارادہ سے درگزر کرو ورنہ لڑائی کے واسطے تیار ہو جاؤ، یہ پیغام سن کر اسد خان نے بہت خفگی سے فتح علی خان کے وکیل کو رخصت کیا اور اپنی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا، افسران فوج نے فوج کی قلت پر نظر کر کے جو صرف پانچ ہزار تھی دو تین روز کی اور مہلت چاہی تاکہ اس عرصہ میں دیگر شاہی فوج بھی آ جاوے جس کے ساتھ ملکر ہم یکبارگی دشمن پر حملہ کریں لیکن اسد خان بخوف اعانت راجہ بہادر سنگھ گوجر کے توقف مناسب نہ سمجھا، آخر پھر رات باقی رہے سے اسد خان حملہ آور ہوا، اور فتح علی خان کی طرف سے راجہ بہادر سنگھ گوجر بھی بمعہ اپنی گوجر راجپوت فوج کے سامنے آیا،

جس کے ساتھ ہی کنور سوز جمل بھی فتح علی کی مدد کے لئے آگیا، اور خود فتح علی خان بھی معہ دو ہزار سوار کے میدان جنگ میں پہنچا، اور چار گھڑی دن چڑھے تک عساکرین میں بازار جنگ و جدل گرم رہا، آخر راجہ بہادر سنگھ گوجر نے یکبارگی حملہ کر کے دشمن کو شکست فاش دی اور خود اسد خان بھی اس لڑائی میں گولہ سے مارا گیا جس کے بعد اس کی تمام فوج منتشر ہو گئی، بعد حصول فتح نواب فتح علی خان کو کول (علی گڑھ) میں مختار کر کے خود راجہ سنگھ گوجر اپنے دارالریاست گھا سیڑھ کو واپس آگیا۔

اسی طرح ایک دفعہ مینہ قوم کے لوگ ساکن گھا سیڑھ پر گنہ سوہنہ راجہ بدن سنگھ جٹ حاکم موضع سنستی اور مسکی تہوں پر گنہ دیگ کے بیٹے کنور سوز جمل کے لشکر کے اونٹوں کو چرا کر لے گئے، سوز جمل نے راجہ بہادر سنگھ گوجر والی گھا سیڑھ کو جو کہ ایک بہادر حکمران تھا واپسی شہران اور سزادہی مجرمان کے لئے لکھا، لیکن راجہ بہادر سنگھ گوجر نے اس کی کچھ پرواہ اور تعمیل نہ کی سوز جمل کو یہ امر بہت ناگوار ہوا اور اس نے انتقام لینے کا ارادہ کیا جب راجہ بہادر سنگھ گوجر نے افغانوں کی لڑائی میں طرح دی تو اس وقت نواب صفدر جنگ نے بمشورہ کنور سوز جمل کے بادشاہ کو راجہ بہادر سنگھ گوجر کی نافرمانی سے مطلع کر کے اس کی سزادہی کی اجازت حاصل کی، اور یہ خدمت بے عطاء خلعت شمشیر و سپر سوز جمل کو سپرد کی، جس کے بعد سوز جمل نے وطن میں آ کر اپنے باپ بدن سنگھ جٹ سے اجازت لی اور پھر باپ سے رخصت ہو کر کول (علی گڑھ) پہنچا، بعد ازاں اپنی جمیعت فوج کو لے کر بمقام جوار میں داخل ہوا اور لالہ جواہر سنگھ سردار بھی حسب الطلب بمعہ اپنی جمیعت کے اس کے ساتھ شامل ہوا گھا سیڑھ میں ایک بہت مضبوط قلعہ دوکوس کے احاطہ میں تھا اور اس کے اندر بکثرت پانی پینے کے لئے موجود رہتا تھا اور اس کے گرد جو خندق تھی وہ بھی بہت عمیق اور پُر آب تھی قلعہ

کے اندر آٹھ ہزار فوج کی جمعیت حفاظت کے واسطے موجود تھی شاہی فوج کی آمد کی خبر سن کر راجہ بہادر سنگھ گوجر نے صلح کے واسطے وکیل بھیجا مگر صلح نہ ہو سکی حملہ آور فوج نے قلعہ کے پاس پہنچ کر چہار اطراف سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ فوج کی ترتیب محاصرہ یہ تھی کہ جانب جنوب لالہ جواہر سنگھ معہ رتن سنگھ و راجہ میڈ ہو، دھپ سنگھ و کسل سنگھ و مست سنگھ و رام گوتم و کشن سنگھ و ساروول سنگھ گوجر معہ اپنے برادرزادگان و سکرہام و بخشی موہن رام و راجہ موہن رام چوہان و تلکا و دہن سنگھ و ٹھا کر داس اور دولت رام و پیم سنگھ وغیرہ سرداران فوج تھے مغرب کی طرف خود کنور سوز جمل معہ گوکل رام گوڑ اور برج سنگھ چوہان و کسل سنگھ پسر صورت رام و شام سنگھ پنگہور یہ و شام سنگھ ثانی ولد تھان سنگھ اور بے رام و منسارام پاکہر یہ و سہی و فتح رام ولد اودھمان پر دہت و چندر بھان پسر کھمنڈی پر دہت و دہی سنگھ و الہے سنگھ و دلیل خان عرف و لا میواتی سرداران تھے مشرق کی جانب درجن سنگھ و رام سنگھ تنوار اور ہرناگر مصر و جمعیت کھونٹیاں وغیرہ تھے، اسی طرح جانب شمال گدال گوجر و چیت سنگھ ولد بھوندارام و ٹھا کراننگ سنگھ و رنجیت سنگھ و انوپ سنگھ سرداران فوج محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ غرض اس طرح سے محاصرہ ہو کر طرفین میں جنگ و جدل ہونے لگی تھی اس لڑائی میں خود راجہ بہادر سنگھ گوجر کو بھی گولی لگی مگر باوصف زخمی ہونے کے بھی وہ برابر پندرہ روز تک شاہی فوج سے لڑتا رہا جب قلعہ کے لوگ آمد و رفت بند ہونے سے تنگ ہو گئے تو پھر راجہ بہادر سنگھ گوجر نے ظالم سنگھ سردار کو صلح کے واسطے حملہ آور فوج میں بھیجا، آخر بہت تعین دس لاکھ روپیہ نقد و سامان جنگ پر صلح قرار پائی لیکن راجہ بہادر سنگھ نے نقد روپیہ دینا تو منظور کر لیا مگر سامان جنگ دینے سے انکار کر دیا اس وجہ سے ظالم سنگھ اپنے قول کی بد عہدی ہونے سے زہر کھا کر مر گیا، کنور سوز جمل نے اس حال سے مطلع ہو کر امر سنگھ ولد منجھا کو راجہ بہادر سنگھ گوجر کے پاس بھیجا لیکن اس نے جواب دیا

کہ جب تک ذخیرہ میں غلہ ہے صلح نہ کروں گا، مگر آخر کار امر سنگھ کی فرمائش سے صلح قبول کر کے راجہ بہادر سنگھ نے کہا کہ قلعہ محصور ہونے کے سبب سے میں کوئی اعتبار نہیں کرتا، کہ زرنقد کا بندوبست کر سکوں، ہاں میرا مال و اسباب لے جاؤ اور دہلی میں لے جا کر رہن کر کے روپیہ وصول کر لو، سورجمل نے اس مال کو وصول کر کے کہنا ندنامی ایک سردار کو اس مال کے ساتھ دہلی بھیجا مگر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ راجہ بہادر سنگھ گوجر نے اپنے بیٹے فتح سنگھ گوجر کو جو حاضر باش دربار شاہی ہے لکھ دیا ہے کہ وہ مال و اسباب مراسلہ کو اپنے قبضے میں رکھے اور سورجمل کے آدمیوں کو دم دلاسا دیتا رہے آخر، کہمانند اس کی چالاکی دیکھ کر جب سورجمل کے پاس واپس آیا تو سورجمل نے غصہ میں آ کر پھر قلعہ پر حملہ کر دیا مگر جب یہ لڑائی دوبارہ شروع ہوئی تو اس میں سورجمل کی فوج کے کئی نامی سردار مارے گئے، آخر کار بڑی جدوجہد کے بعد قلعہ فتح ہوا، مگر راجہ بہادر سنگھ گوجر پھر بھی بہ جمعیت ڈیڑھ سو خیر خواہ آدمیوں کے لڑتا رہا، انجام میں اپنی عورتوں کو قتل کر کے یکا یک دشمن پر حملہ آور ہوا اور لڑتا ہوا دلا میواتی کے ہاتھ سے مارا گیا اور اس کے سب ہمراہی بھی لڑتے ہوئے کام آئے سورجمل فتح پا کر گیا سیڑھ پر قابض و متصرف ہوا مگر راجہ بہادر سنگھ گوجر کے مارے جانے پر بہت افسوس کرتا رہا۔

بادشاہ محمد شاہ کے حضور میں نواب منصور علی خان جو صفدر جنگ کا وزیر تھا اس کی بابت غازی الدین کے پوتے نظام الملک نے بہت شکوہ و شکایت کئے منجملہ ان شکایات کے کہا کہ خیر خواہ سرکار راجہ بہادر سنگھ گوجر کو بے عذر و بے گناہ سزا دی گئی ہے اور اس کو تباہ و برباد کیا گیا ہے آخر محمد شاہ بادشاہ نے ان باتوں سے متاثر ہو کر اور انجام کو سوچ کر منصور علی خان صفدر جنگ کو عہدہ وزارت سے معزول کر کے شہر بدر کر دیا، اور اس کی جگہ نواب غازی الدین کو اپنا وزیر مقرر کیا، بحوالہ واقایع راجپوتانہ جلد سوم باب چھٹا صفحہ ۵۰ سے ۶۲ تک مؤلفہ بابو جوالا سہائے۔

## محمود گوجر کا ڈیرہ غازی خان پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم

کرنا

محمد یوسف نام گوجر ساکن ڈیرہ غازی خان ایک غریب آدمی تھا جب وہ مر گیا تو اس کی بیوہ عورت محنت و مشقت سے اپنے تین بیٹوں محمود و احمد اور نور احمد کی پرورش و تعلیم میں کوشش کرتی رہی آخر اس کا بڑا بیٹا محمود تحصیل علم سے فارغ ہو کر نواب غازیخان کے مرشد کی سفارش سے اس کے دربار میں نوکر ہو گیا اور رفتہ رفتہ اپنی لیاقت و رسائی سے نواب غازی خان کے حضور میں ترقی پاتا ہوا اس کا وزیر اعظم بن گیا جب نواب غازیخان کی لڑائی غلام شاہ کلہوڑا کے ساتھ جو کہ سندھ کا بادشاہ تھا شروع ہوئی تو اس لڑائی میں غازی خان تاب مقابلہ نہ لا کر غلام شاہ کے ہاتھ میں قید ہو گیا اور ۱۱۸۳ھ میں غلام شاہ نے ڈیرہ پر قبضہ کر لیا جس کے بعد وہ محمود گوجر کو ڈیرہ کی حکومت سپرد کر کے واپس چلا گیا، لیکن جاتی دفعہ نواب غازی خان کو بھی گرفتار کر کے اپنے ہمراہ اپنے ملک میں لے گیا۔

چونکہ محمود گوجر ایک ہوشیار اور بیدار مغز آدمی تھا، اس لئے اس نے رعایا کو بہت جلد ہی اپنے سے خوش کر کے تمام ملک مہراہی پر قبضہ کر لیا جس کے بعد غلام شاہ کی حکم برداری کا جو اتار کر آزاد و خود مختار بادشاہ بن گیا کافی مدت حکومت کرنے کے بعد آخر جب محمود گوجر فوت ہوا تو اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ خان اس کی جگہ تخت نشین ہو کر حکومت کرنے لگا، یہ بھی اپنے باپ محمود کی طرح آزاد و خود مختار بادشاہ تھا اور ہر وقت رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتا تھا لیکن موت نے اس کو بہت مدت تک حکومت کرنے کی مہلت نہ دی آخر وہ تین سال حکومت کرنے کے بعد اس دنیا ناپائدار سے چل بسا، چونکہ عبداللہ خان لا ولد تھا اس لئے اس کے بعد اس کی جگہ اس کا بھتیجا برخوردار خان تخت سلطنت پر متمکن ہو کر حکومت کرنے لگا، برخوردار خان بھی بڑا نیک اور رعایا پرور بادشاہ

تھا لیکن اس کو آرام سے حکومت کرنا نصیب نہ ہوئی چنانچہ اس کے عہد حکومت میں قوم بلوچ نے جو محمود کے وقت سے دشمن چلی آتی تھی علاقہ روہ سے نکل کر اس کے ملک میں لوٹ مچادی برخوردار خان اس کی تنبیہ کے واسطے اپنا لشکر لے کر جب آگے بڑھا تو اس قوم کے ساتھ اس کی بہت سخت لڑائی ہوئی آخر بہت سی خونریز لڑائی کے بعد گوجر بادشاہ کو شکست ہوگئی اور وہ اس لڑائی میں لڑتا ہوا ۱۱۹۳ھ میں میدان جنگ میں مارا گیا برخوردار خان کے مارے جانے کے بعد چونکہ ملک لاوارث ہو گیا تھا اس لئے تمام علاقہ جات ڈیرہ غازی خان پر بادشاہ خراسان نے قبضہ کر کے اپنے حاکم مقرر کردئے اور لیتہ سے تا کوٹ محمود تک قوم جسکانی جس کی حکومت پھلور میں تھی قابض و متصرف ہوگئی، بحوالہ تاریخ ڈیرہ ہائے اسماعیل خان صفحہ ۱۸۲ سے ۱۸۳ تک مؤلفہ رائے بہادر منشی چرنجیت لعل۔

**نجیب اللہ خان و مشرف خان گوجران و حاکمان ضلع ہزارہ**

### کے حالات اور واقعات

۱۷۷۳ء عہد دورانی یعنی قوم افغان کے پیشتر ضلع ہزارہ میں قوم گوجر کی ایک آزاد و خود مختار حکومت قائم تھی جو تمام ضلع ہزارہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں پر قابض و مسلط تھی لیکن جب عہد درانی شروع ہوا تو اس وقت گوجروں کی فوجی قوت ٹوٹ گئی، مگر پھر ۱۷۶۲ء میں سرکار دورانی کی طرف سے نجیب اللہ خان گوجر ضلع ہزارہ کا حاکم مقرر ہو گیا، جس کو پھر اتنی قوت حاصل ہوگئی کہ اس نے اپنی برادری کی ملکیت رہن و بیع اور معاملہ سرکاری کے علاوہ اور بہت کچھ اپنے قبضہ میں کر لیا، جب نجیب اللہ خان ۱۷۶۹ء میں مر گیا تو اس کے پیچھے اس کا ایک نابالغ بیٹا محمد خان باقی رہ گیا، لیکن اس کی بیوہ عورت مسما ت بنی بیگم جو بہت نیک بخت اور منظمہ تھی اور جس کی نیک بختی و انتظام ملکی کا شہرہ آج بھی اس ملک میں بہت ہے اپنے مرحوم خاوند کے بعد اس علاقے پر حکومت کرنے



لگی اور مدت دراز تک انصرام و انتظام کرتی رہی اخیر میں وہ بیچاری خود اپنی برادری کے فتنہ و فساد اور غالب ہمسایہ قوم کی سازشوں اور شرارتوں سے بہت تنگ آگئی، اور قریب تھا کہ نجیب اللہ خان گوجر کا وہ گھر جو اس نے بڑی محنت اور کوشش سے بنایا تھا بالکل تباہ و برباد ہو جاوے، کیونکہ غالب ہمسایہ قوم کے شریروں نے اس کی بیوہ عورت کو یہاں تک تنگ کیا تھا کہ موضع و درویش سے تاریخی قوم کے لوگ جب اس کے گھر میں بطور مہمان کے رات کو آن کر ٹھہرتے تھے تو صبح کو وہ ان کے تمام لحاف و رضائی وغیرہ بھی اپنے گھوڑوں پر باندھ کر چلے جاتے تھے اور کسی شخص کو یہ مجال نہ ہوتی تھی کہ ان کو اس نازیبا حرکت سے منع کر سکے آخر با امر مجبوری مسماة بنی بیگم بیوہ نجیب اللہ خان نے اپنی برادری میں سے ایک شخص مسمی مشرف گوجر کو جو کہ مقدم تھا اور جو کوٹ نجیب اللہ خان کے تمام گوجروں میں نہایت صالح اور نیک شخص مانا جاتا تھا اور جس کی دیانت و شجاعت اور نیک بختی بہت مشہور ہو چکی تھی اپنا مختار کار مقرر کیا تاکہ وہ ان کے مال و جان کی ہر طرح حفاظت کیا کرے، مقدم مشرف گوجر نجیب اللہ خان کے اہل و عیال کے مال و جان کا محافظ اور مختار کار مقرر ہو گیا تو اس کے بعد وہ اپنی ذاتی شجاعت و ار جوانمردی سے علاقہ کوٹ نجیب اللہ خان یعنی پرانی پٹی گوجری اور علی العموم تمام پٹی ترینی اور اس کے گرد و نواح کے تمام علاقوں سے افغان قوم کے شر و فساد کو دور کر کے ان کی حفاظت کرنے لگا۔

۱۸۱۷ء میں جب نجیب اللہ خان کا بیٹا محمد خان جوان ہوا تو اس نے مقدم مشرف گوجر کو عہدہ مختار کاری سے علیحدہ کر دیا مگر مقدم مشرف کو یہ سبب پرانے لکاؤ ملکیت اور ذاتی جوانمردی سے جو بہت بڑی قوت حاصل ہو چکی تھی اس کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچا، بلکہ جب دورانی قوم کی حکومت کے زوال کا آخری وقت تھا اور سکھ قوم کی آمد اس ملک میں سنی جانے لگی تھی تو اس وقت بھی مقدم

مشرف کی قوت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا تھا، بلکہ ابتدائے عملداری سکھاں میں سکھ حکومت نے بمشورہ مقدم مشرف کے اس ملک کا انتظام شروع کیا جس کے صلہ میں سکھ حکومت کی طرف سے مقدم مشرف کو سب سے پہلے الٹ رور کی جاگیر عطا ہوئی اور اس علاقے کے اکثر دیہات کی آباہی اسی کے ہاتھ سے سرانجام پائی۔

مقدم مشرف کے ملکی انتظامات و آبادی دیہات کے حالات اور ذاتی شجاعت و جوانمردی اور اخلاقی واقعات اب بھی اس علاقے میں زبان زد خلاق ہیں بلکہ اس علاقے کے لوگ ابھی بھی اس کا ذکر خیر ایسی خوشی سے کرتے ہیں کہ گویا وہ اب بھی باد صف مرنے اور بہت مدت گزرنے کے زندہ اور اپنا عملدرآمد کر رہا ہے اس کے متعلق ایک یہ بھی ضرب المثل ہے کہ کئی مرتبہ دس لوس افغان عثمان زئی و تارخیلی اور سید خانی و ترک اور دلازاک و صواتی وغیرہ نے علیحدہ علیحدہ و نیز بہنیت مجموعی اس کے علاقے پر چڑھائی کی مگر مقدم مشرف ہمیشہ اپنے قوت بازو اور غلبہ و اقتدار سے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ شکستوں پر شکستیں ان کو دیتا رہا، یہاں تک کہ ان سرکش قوموں کے بڑے بڑے بہادر اور دلیر جوان اس کے رعب اور خوف سے بدحواس ہو کر پانی طلب کیا کرتے تھے، اور دریائے گزر کر گھاس اور خشک مٹنی یعنی گھاڑ ہائے کڑب میں چھپتے تھے اور بعض میں سے بھاگنے کی طاقت بھی جاتی رہتی تھی جن کو مقدم مشرف کے بہادر سپاہی گرفتار کر لیتے تھے، غرض مقدم مشرف بڑے بڑے گردن کشوں اور راہزنوں کو چاہات میں لٹکا کر سزا دیا کرتا تھا، اور اپنی تمام عمر میں کبھی اس نے کسی سے شکست نہیں کھائی تھی ہاں البتہ اخیر میں ایک شکست دعا سے موضع چبہ پنڈی کی جنگ میں کھائی جس کے بعد پھر وہ اس شکست کے غم میں بہت جلدی مر گیا۔ سکھوں کے عہد حکومت میں مقدم مشرف کے خاندان نے حکومت وقت سے بہت عزت حاصل

کی تھی اور اب انگریزی عملداری میں بھی یہ خاندان زیادہ تر انگریزوں کا خیر خواہ و خدمت گزار پایا گیا ہے، علی الاطلاق مسلمانوں کی عملداری سے اس وقت تک وارثان مقدم مشرف کا قبضہ اس علاقے پر چلا آتا ہے اور ابتدائے عملداری سرکار انگریزی مقدم مشرف کی اولاد کے قبضہ میں بطور جاگیر و ملکیت یہ دیہات ہیں۔ کولیا پنڈوری، جوڈنگی، چھاڑ۔

مقدم مشرف کا خاندان بہ سبب عزت و اعتبار اور نیک نامی کے اس وقت بھی ضلع ہزارہ کی گوجر قوم و نیز گرد و نواح کی تمام دیگر قوموں میں بڑی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے زیادہ اس علاقے کے لوگ اس خاندان کی اس واسطے بھی تعظیم کرتے ہیں کہ مقدم مشرف کے وقت خواہ کسی قوم کا بھی کوئی بہادر اور جوانمرد شخص اس کے پاس آکر نوکر ہوتا تھا تو وہ اس نوکر کو کبھی نوکر کے لفظ سے نہیں پکارتا تھا بلکہ وہ اس نوکر کو سنگی و رینق یعنی ہمراہی و مددگار کے لفظ سے بلاتا تھا اور اس نے اپنی تمام عمر میں کبھی بھی اپنے کسی ملازم کو لفظ نوکر یا ملازم سے نہیں پکارتا تھا اور جب کبھی اس کا کوئی ملازم ملازمت چھوڑ کر چلا جاتا تھا، اور یا ضعیفی کے سبب ضعیف ہو جاتا تھا تو مقدم مشرف اپنی وسعت کے مطابق اس ملازم کی خدمات کے عوض بطور پنشن یا امداد اس کے گھر میں کچھ نہ کچھ بھیجتا رہتا تھا اور آج بھی ان ملازموں کی اولاد میں سے جو لوگ موجود ہیں وہ اس پرانی رسم کے مطابق مقدم مشرف کی اولاد میں سے جو اس کا جانشین ہوتا ہے فصل کے موقع پر بصورت غلہ اس کے پاسوں و وظیفہ لیتے ہیں بحوالہ تاریخ ضلع ہزارہ صفحہ ۱۰۷۲ و ۱۰۷۵ مؤلفہ محمد اعظم بیگ اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بندوبست ۱۸۷۲ء

چوہدری سلیمان گوجر کا ضلع جہلم تپہ روہتاس پر حکومت کرنا

شہر جہلم سے چار میل کے فاصلے پر شمال مغرب کی طرف ایک مشہور قصبہ بنام کالا گوجراں آباد ہے جس کو قوم گوجر نے آباد کیا تھا یہ قصبہ مسلمانوں کے

عہد حکومت سے آباد چلا آتا ہے اور ابتداً یا اس کے آباد کرنے والا چوہدری سلیمان گوجر تھا جو گوجروں کی گوت پسوال سے تھا اکثر اس علاقہ و قصبہ کے گوجر چوہدری سلیمان کی اولاد سے اپنے آپ کو بتاتے ہیں، منجملہ چوہدری سلیمان گوجر کی اولاد میں سے چوہدری عبد الرحیم ایک بہت بڑا بہادر اور زبردست آدمی ہوگزا ہے جس کی لڑائیاں و زور آزمائیاں اکثر طور پر قوم گلکھڑ سے ہوا کرتی تھیں جن میں وہ اپنی جوانمردی و آزمودہ کاری سے ہمیشہ فتح یاب اور کامیاب ہوتا رہا بلکہ اس نے اپنے زور بازو اور قوت سے یہاں تک سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تھا کہ تمام پتہ روہتاس پر اس کی حکومت قائم ہوگئی تھی جو کچھ مدت تک اس کے بعد بھی قائم رہی لیکن خود گوجروں کے اپنے افتراق و نفاق کی وجہ سے اس حکومت کو بہت جلدی زوال آنا شروع ہوا پھر جیسا کہ زوال کے بعد گوجروں کے سیاسی اقتدار کا ہمیشہ کے لئے اس علاقہ سے خاتمہ ہو گیا اور اب اس علاقے میں گوجر قوم کا قبضہ بطور زمینداری کے رہ گیا ہے چوہدری عبد الرحیم مذکور کی اولاد میں سے چوہدری نور داد خان ۱۸۷۱ء میں نبردار مقرر تھا جو قریب ایک سو روپیہ کے انعام پایا تھا بحوالہ تاریخ ضلع جہلم صفحہ ۱۳۹، مؤلفہ مرزا اعظم بیگ اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بندوبست ۱۸۷۱ء۔

### قصبہ ڈنگہ کس نے آباد کیا تھا

قصبہ ڈنگہ گوجراں ضلع گجرات پنجاب میں واقع ہے اور یہ قصبہ بوجہ تجارت سونف کے بہت مشہور ہے اور قوم گوجر کی سرحد ملکیت کے خاتمے پر آباد ہے جس کے آگے پھر قوم گوندل جٹ کی آبادی شروع ہو جاتی ہے قصبہ ڈنگہ کی آبادی کے پیشتر گوجروں کو ہمیشہ گوندل جٹ مار دھاڑ کر کے لوٹ لیا کرتے تھے آخر گوندل جاٹوں کے دفعیہ فساد اور انسداد جو روظلم کے لئے چوہدری مقیم خان کھٹانہ گوجر نے بہلسیر انوالہ سے اٹھ کر سرحد ملکیت گوجراں پر یہ قصبہ آباد کیا

پھر چوہدری مقیم خان کے بعد بھی اس کے خاندان کے بہادران لٹیروں کی مدافعت کر کے ان کی مار دھاڑ سے لوگوں کو بچاتے رہے چوہدری مقیم خان کے بعد اس قصبہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقہ پر اسی کے خاندان کا اقتدار و اختیار رہا اور آج بھی اس کی اولاد میں سے ایک معزز رئیس چوہدری غلام سرور خان ذیلدار موجود ہے جس کی حکام وقت کے درباروں میں بہت عزت و رسوخ ہے، بحوالہ تاریخ ضلع گجرات پنجاب مؤلفہ مرزا محمد اعظم بیگ اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بندوبست ۱۸۷۱ء۔

۱۸۵۷ء میں تمام ہندوستان میں گوجروں نے علم آزادی

بلند کیا

گوجر قوم کے بہادروں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے خلاف تمام ہندوستان میں علم آزادی بلند کر دیا تھا لیکن انگریزوں جیسی ہوشیار اور منتظم قوم کے مقابلہ میں ان کی کوئی پیش نہ جاسکی، اور ہر جگہ ان کو شکست نصیب ہوئی جس کے بعد ظالم شیر برطانیہ نے کامیاب ہو کر اپنے ظالم پنجہ میں ہزار ہا بہادر گوجروں کو پکڑ کر اور ان کو تختہ دار پر لٹکا کر ان کے پسماندہ بہادروں کے جذبہ آزادی کو ہمیشہ کیلئے فناء کر دیا۔ چنانچہ گوجروں کے جذبہ آزادی کے متعلق ٹالبرٹ صاحب اپنے ہم قوم انگریز مورخوں کی طرح جو ہمیشہ کسی غیر قوم کے محب وطن اور ہمدرد قوم لیڈر کو یا کسی آزادی پسند اور محب وطن قوم کو بدنام کرنے کے لئے وحشی، درندہ، چور اور ڈاکو کے ناموں سے نامزد کر کے بدنام کیا کرتے ہیں اسی طرح ٹالبرٹ صاحب بھی ان بہادر اور مجبان وطن و آزادی پسند گوجروں کو مفسد اور چور کے ناموں سے نامزد کرتا ہوا ان کے جذبہ آزادی کا ذکر ان الفاظ میں لکھتا ہے، کہ دہلی کے آس پاس بکثرت گوجر قوم زمانہ قدیم سے آباد چلی آتی ہے جو نہایت مفسد و مسرق ہے پچاس برس تک سرکار انگریزی کی تہیہ و تادیب

سے یہ قوم چوری و فساد سے باز آتی رہی لیکن پھر ہنگامہ بغاوت ۱۸۵۷ء میں سرکاری فوجوں کی بغاوت کی خبر سن کر یہ قوم ایک دم ایسی اٹھی کہ میں نہیں کہتا کہ چند ہفتوں میں یا چند روز میں بلکہ چند گھنٹوں میں یہ تمام ملک میں پھیل کر لوٹ گھسٹ کرنے لگی اس کے آگے چل کر پھر ٹالبرٹ صاحب لکھتا ہے کہ یہ قوم ضلع گجرات پنجاب میں بھی بکثرت آباد ہے جہاں اسکا چال و چلن بہت اچھا ہے اور پیشہ زمیندار ہے اس کے آگے پھر گجرات کی وجہ تسمیہ یوں لکھتا ہے کہ گجرات نام ذرا مشکوک ہے بعض اس کو ہجا کر کے گذرات بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نام فارسی ہے جو گھات کے لئے بھولا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ وجہ غلط ہے بلکہ یہ نام اس قوم گوجر کی سکونت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ غرض اسی طرح ٹالبرٹ صاحب گجرات کا ٹھیاواڑ کی وجہ تسمیہ بیان کرتا ہوا، یہ لکھتا ہے کہ دوسری گجرات جو سندھ اور بمبئی کی طرف واقع ہے اس کا اصل نام گجرات بتاتے ہیں جس کی وجہ تسمیہ بھی خاندان گوجر کی سکونت و آبادی بیان کی جاتی ہے لیکن میں اس خاندان گوجر سے ناواقف ہوں البتہ کٹک اور جنوبی ناگپور کے علاقوں میں جہاں ایک بھی گوجر نہیں ملتا وہاں سرداران گرجت پائے جاتے ہیں تاہم میں اس سے زیادہ تحقیقات چاہتا ہوں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ گجرات بمبئی کے گاؤں کے نام ضلع گجرات پنجاب کے گاؤں کے ناموں سے ملتے ہیں اور گوجر لوگ اکثر طور پر مسلمان ہوتے ہیں لیکن پورب و جنوب دہلی کی طرف ہندو گوجر بھی آباد ہیں ان کے علاوہ ایک اور قوم بنام میواتی گوجر بھی پائی جاتی ہے، بحوالہ خلاصہ حال اقوام ہند بزبان اردو صفحہ ۶۱ و ۶۲ مؤلفہ ٹالبرٹ صاحب بہادر۔

## ایک گوجر رئیس اور اس کی ریاست کے حالات

ریاست دیوتی ایک بہت قدیم ریاست تھی جس کا دار الحکومت شہر راجور تھا اس ریاست پر قدیم سے گوجروں کا ایک خاندان بڑا گوجر حکومت کرتا چلا آتا

تھا جو اپنے کو سری راچند راجی کی اولاد ثابت کرنے کے لئے آپ کے بیٹے سری لوجی سے اپنا شجرہ نسب ملاتا تھا یہ خاندان بھی گوجروں اور راجپوتوں میں اس لئے ممتاز رہا کہ اس میں اہل اسلام سے قرابت شادی جائز نہ رکھی تھی کہیثروں کے اقوال سے ثابت ہے کہ اس خاندان کے بہادروں نے نازک موقعوں پر ساکا کر کے خاص شہرت و عزت حاصل کی تھی۔

چنانچہ جب بے سنگھ کچھواہہ کو ان علاقہ جات کی صوبہ داری حاصل تھی تو انہی دنوں میں اس ریاست کا گوجر رئیس بھی اپنی بائیس فوج کے ساتھ شاہی دربار میں شاہی خدمت سرانجام دے رہا تھا، اور اس کا چھوٹا بھائی اس کی جگہ ریاست دیوتی راجور کا انصرام و انتظام کرتا تھا ایک روز جو اس گوجر رئیس کے بھائی کو شکار کی ہوا سمائی تو اس نے بہت عجلت سے کھانا کھا کر شکار کو جانے کی تیاری کی، اس کی عجلت کو دیکھ کر اس کی بھانج نے کہا کہ اتنی جلدی کیوں کرتے ہو کیا تم نے بے سنگھ کچھواہہ پر برچھی چلانے جانا ہے گو یا یہ ایک کنایہ تھا جس سے کہ مخاطب کو آمد زور فتح کچھواہہ اور دیوسا میں قدیم قبضہ و دخل کی یاد آگئی اور اس نے فوراً ہی ٹھا کر جی کی قسم کھا کر کہا کہ جب تک میں بے سنگھ کچھواہہ کو نہ مار لوں گا تب تک میں تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا اور چھوا ہوا کھانا نہ کھاؤں گا۔

گوجر رئیس کا بھائی اپنی بھانج کو اتنا کہہ کر اور اپنے ہمراہ صرف دس سوار لے کر گھر سے چلا گیا اور کئی مہینے تک دھول کوٹ میں جا کر فروکش رہا، اس نے سامان خورد و نوش کی عدم موجودگی میں اپنے گھوڑے بھی بیچ ڈالے پھر جب بہت تنگ دستی ہوئی تو اپنے ہمراہیوں کو بھی گھروں میں بھیج دیا اور آپ تنہا وہیں قیام گزین رہا، فاقہ کشی کی یہ حالت تھی کہ تمام ہتھیار، تلوار، برچھی وغیرہ اور ساری پوشاک بھی بیچ ڈالی تین دن کے بعد پھر آدھی پگڑی بھی فروخت کر دی جس کے بعد اوڑھنے بچھانے کو بھی کچھ نہ رہا، اتفاقاً اسی روز بے سنگھ کچھواہہ کی سواری بھی

مورا کی پہاڑی کے پیچیدہ راستے سے گزری تو گوجر رئیس کے بھائی نے جس وقت اس کا سکھپال دیکھا تو فوراً جھپٹ کر برچھی کا وار کر دیا لیکن اس گوجر بہادر کا نشانہ خطا گیا اتنے ہی میں بے سنگھ کچھواہہ کے سوسوار تلواریں کھینچے ہوئے گوجر پر حملہ آور ہوئے قریب تھا کہ گوجر بہادر کا قیمہ کر دیتے لیکن راجہ بے سنگھ کچھواہہ نے حکم دیا کہ خبردار اس کارواں میلا نہ ہو، بلکہ اسے زندہ ہی گرفتار کرنا لازم ہے، جس کے بعد بے سنگھ کے سپاہیوں نے اس گوجر بہادر کو زندہ ہی گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد بے سنگھ نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی جو تم نے کی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے یہ فعل اپنی بھاوج کے طعنہ سے متاثر ہو کر کیا ہے، اور اب مجھے آپ قتل بھی کر دیجئے تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ میں آپ کی تاک میں کئی مہینوں سے تھا لیکن آپ مجھے اب سے جب کہ میں چار دن سے بھوکا ہوں اور اتنے دن سے میرے منہ میں کوئی دانہ پانی نہیں گیا، اگر یہ لڑاکے کے فائق نہ آئے ہوتے تو نا معلوم میری برچھی کیا قیامت ڈھاتی اس کا یہ دلیرانہ بیان سن کر بے سنگھ کچھواہہ بہت خوش ہوا اور اس نے اسی وقت اس کو خلعت فاخرہ پہنا کر گھوڑے پر سوار کیا، اور پچاس سوار ہمراہ کر کے بڑے اعزاز سے رخصت کر دیا، اپنے سواروں کو اس لئے ساتھ بھیجا کہ وہ بڑی حفاظت و عزت سے اس کو راجور میں پہنچا آئیں، جس وقت اس گوجر بہادر کی بھاوج سے فوج کی ملاقات ہوئی اور اس نے وہ سب حال اس کو سنایا تو وہ سب ماجرا سن کر بیساختہ بول اٹھی کہ زہریلے سانپ کو زخمی کرنے کا نتیجہ رنگ لائے بغیر نہ رہے گا، گو اس وقت تمہاری جان بچ گئی مگر آئندہ اس زہریلے سانپ سے ہوشیار رہنا، آخر اس اندیشہ کو مد نظر رکھتے ہوئے گوجر رئیس کے بھائی نے تمام بوڑھے بچوں کو انوپ شہر میں بھیج کر قلعہ راجور کے استحکامات شروع کر دیئے، ادھر بے سنگھ کچھواہہ نے اس واقعہ کے تیسرے ہی روز بعد تمام سرداران



ریاست کو بلا کر ان کے سامنے یہ معاملہ رکھ دیا، کہ ریاست دیوتی کو سر کرنے کے لئے کون سردار تیار ہے؟ یہ سن کر سردار موہن سنگھ چومو نے کہا کہ مہاراج اب اس معاملے کو رفت و گذشت کیجئے، کیونکہ گوجر رئیس بھی دربار شاہی کا حاضر باش ہے، اب کچھ نشیب و فراز بھی سوچ لیجئے موہن سنگھ کی یہ تقریر کچھ ایسی موثر تھی کہ خود بے سنگھ بھی اس سے متاثر ہو کر چپ ہو رہا، خیر اس وقت تو یہ بات ٹل گئی مگر اس کے تلووں سے لگی تھی آخر ایک مہینے کے بعد پھر یہی بات چھیڑی، مگر رئیس چومو کے الفاظ بھی کسی کو دل سے نہ بھولے تھے اس لئے اور تو کسی نے کچھ ہست و نیست سے مطلب نہ رکھا صرف فتح سنگھ بن بیر پوت نے اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ میں جا کر دیوتی کو فتح کروں گا۔ فتح سنگھ بن بیر پوت ایک سو پچاس جاگیر داری فوج کا حامل تھا اس کو پانچ ہزار سوار بڑ گوجر پر حملہ آوری کے لئے ملے، ان دنوں بڑ گوجر بہادر گنگور کا میلہ منانے جا رہا تھا کہ اس کو دشمن کا پیغام پہنچا کہ فتح سنگھ بن بیر پوت تمہارے مقابلے کے لئے سر پر پہنچ گیا ہے گوجر رئیس نے اس پیغام کو ایک مضحکہ سمجھ کر اس پیغامبر کو مروا ڈالا ابھی اس کے قتل کو چند ہی لمحہ گزرے تھے کہ بے سنگھ کچھواہہ کی فوج بھی سر پر آ پہنچی اور کشت و خون کا یکا یک دریا یکا یک جاری ہو گیا آخر اس لڑائی میں معہ فوج کے گوجر رئیس بھی مارا گیا جس کے بعد قلعہ اور شہر راجور پر بے سنگھ کے جھنڈے لہرانے لگے، رئیس چومو قوم کچھواہہ کی بہن یعنی راجہ راجور کی رانی اس واقعہ کو دیکھ کر زار زار رو رہی تھی جب فتح یاب لشکر قلعے میں داخل ہو گیا تو گوجر رئیس کی رانی روتی ہوئی بولی کہ بھائی فتح سنگھ اب بیٹے کا دان دو، یہ کہتے ہی اس کو یونہی خیال آیا کہ اس بربادی کی میں ہی بانی مہانی ہوں جس کے بعد اس نے تہمت ایک خنجر پکڑ کر اپنے کلیجے میں مار لیا اور اسی وقت اپنی جان شیریں ملک الموت کے حوالے کر کے دنیا کے دکھوں سے نجات پا گئی جس کے بعد پھر حملہ آور

سپاہیوں نے تمام مقتولین کے سرزین اسپ میں باندھ کر راجہ بے سنگھ کے حضور پیش کر دیئے، رئیس چومو کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو گیا ادھر بے سنگھ کو بھی اس کی وہ بات یاد آگئی کہ رئیس راجو دربار شاہی میں حاضر باش ہے اس سے مخالفت اچھی نہیں اس لئے اس نے فوراً کہا کہ اس وقت آنسو بہاتے ہو اور جب مجھ پر برچھی کا وار ہوا تھا اس وقت ایک آنسو بھی تمہاری آنکھ سے جاری نہ ہوا تھا بس آج کے بعد تم کو جلا وطن کیا جاتا ہے اور تمہاری جاگیر چومو بھی ضبط کی جاتی ہے موہن سنگھ بیچارا تو اسی وقت جلا وطن کیا گیا، اور اس نے راتائے اودھے پور کے پاس پناہ لی، اور ریاست دیوتی و راجور پر بے سنگھ کچھواہہ کا قبضہ ہو گیا ان کے ساتھ ہی وہ علاقہ جات بھی ضبط ہوئے جو ماچیری کے لقب سے مشہور ہیں، بحوالہ ٹاڈ راجتان، جلد دوم صفحہ ۱۶۰۸، مترجمہ دوار کا پرشاد صاحب افق۔

## حضرت شیخ جمال گوجر قدس سرہ

حضرت شیخ جمال گوجر نسب کے لحاظ سے قوم گوجر کی چچی گوت سے تھے چنانچہ خود اپنے مرقع میں آپ نے اپنا نسب نامہ لکھتے ہوئے اپنی گوت چچی گوجر لکھی ہے آپ صاحب تصنیف تھے اور کئی کتابیں آپ نے تصنیف کیں منجملہ ان کے ایک کتاب مرقع گوجراں بھی آپکی تصنیف ہے جس میں آپ نے گوجروں کی تمام گوتوں کے نسب نامے تحریر فرمائے ہیں جس کا ذکر بطور حوالہ کے اس تاریخ میں بھی کئی جگہ آیا ہے، تصوف کے لحاظ سے آپ حضرت شیخ مظفر بلخی کے خلیفہ و مرید تھے اور آپ کا سلسلہ بیعت باواسط پانچ مرشدوں کے حضرت شیخ نجم الدین سے جا کر ملتا ہے، نقل ہے کہ بعض اوقات حضرت شیخ جمال گوجر طعام کھیر کی دیکھی اپنے سر پر رکھ کر جگہ بہ جگہ پھرا کرتے تھے، اور جس جگہ بھوکے پیاسے شخص کو دیکھ پاتے تھے کھانا بلا قیمت دے دیتے تھے اتفاقاً ایک روز شیخ جمال

گوجر طعام کی دیکھی سر پر اٹھائے ہوئے جب شاہ موسیٰ عاشقان کے گھر پہنچے تو وہاں ایک دہقانی کے حوالے کر کے فرمایا کہ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ کہ اے جمال! اگرچہ آپ اپنے بھائی گوجروں کی طرح جیسے کہ وہ دودھ کا گھڑا سر پر رکھ کر دودھ فروخت کرتے پھرتے ہیں اور دودھ کے عوض درم و دینار حاصل کرتے ہیں اسی طرح آپ طعام کھیر کی دیکھی سر پر رکھ کر لوگوں کو عشق کی کھیر دیتے ہیں اور اس کے عوض عشق ہی حاصل کرتے ہیں، پس اسی دن سے آپ بجائے جماں گوجر کے شیخ جمال کے لقب سے ملقب ہو گئے، غرض گوجر قوم میں سے آپ ایک بہت بڑے صاحب کرامت اور عالی مقام بزرگ ہو گزرے ہیں۔

حضرت شیخ جمال گوجر حضرت شاہ موسیٰ عاشقان اور خلیفہ شیخ حاجی چراغ اور شیخ فتح اللہ آودھوی کے معاصر تھے، اتفاقاً ایک دفعہ آپ شیخ مخدوم احمد عبدالحق چشتی کو ملنے کے لئے صوبہ آودھ میں تشریف لے گئے اور جاتے ہی ان کی محبت میں گرفتار ہو گئے اکثر اوقات حضرت شیخ مخدوم احمد عبدالحق فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بہت ممالک کی سیر کی ہے لیکن میں نے کوئی مسلمان نہیں دیکھا مگر ملک آودھ میں ایک شخص جمال گوجر کو مسلمان دیکھا ہے۔ نقل ہے کہ ملک آودھ میں حضرت شیخ احمد کے پاس ایک سگ مادہ تھی اور جو ہمیشہ بچے دیا کرتی تھی شیخ مذکور اس سگ مادہ کی غورو پرواخت اور میزبانی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ہر قسم کا کھانا اس سگ مادہ کو کھلایا کرتے تھے، ایک دفعہ اس سگ مادہ کے ہاں بہت سے بچے پیدا ہوئے تو شیخ مذکور نے ان سگوں کی ولادت کی خوشی میں تمام شہر کے اکابر و امراء کی ضیافت تیار کر کے ان سب کو اس ضیافت پر طلب کیا لیکن اس ضیافت پر حضرت شیخ جمال گوجر کو نہ بلایا جب دوسرے دن دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت شیخ جمال گوجر نے اس بات کی شکایت کر کے کہا کہ آپ نے تمام شہر کے اکابر و امراء کو تو اس ضیافت پر طلب کر

لیا لیکن مجھ جیسے مونس و ہمد و محرم راز دوست کو طلب نہ کر کے اس ضیافت و محفل سے محروم رکھا یہ شکایت سن کر حضرت شیخ احمد نے مسکرا کر فرمایا کہ اے جمال الدین بے شک تمہاری شکایت جائز ہے لیکن میں نے سگوں کی ولادت کی خوشی میں دنیا کے سگوں کو یہ ضیافت دی تھی اس لئے میں نے ان دنیا دار سگوں کو اس ضیافت پر طلب کیا تھا لیکن آپ کو میں انسانوں اور خاص آدمیوں میں شمار کرتا ہوں اسی لئے میں نے آپ کو ان سگوں کی ضیافت و محفل میں طلب کرنا پسند نہ کیا، الحاصل حضرت شیخ جمال گوجر کی وفات ۸۵۸ھ میں واقع ہوئی تھی اور آپ کی وفات کا سن تاریخ ان اشعار سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

جمال جہاں شیخ اکرم جمال مکرم شاہ باکمال مہمہشت

بتاریخ ترحیل آن شاہ دین ندا شد کہ عابد جمال بہشت

بحوالہ مرقع گوجراں مؤلفہ حضرت شیخ جمال گوجر، دوسرا حوالہ خزینۃ الاصفیا

صفحہ ۳۲۰ بزبان فارسی مؤلفہ مفتی غلام سرور صاحب لاہوری۔

## فصل پنجم

### گوجروں کا آبائی مذہب

گوجروں کے آبائی مذہب کے متعلق ان کی پرانی تاریخوں سے اس بات کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ زمانہ قدیم میں موجودہ گوجروں کے آباؤ اجداد مذہب حنیف یعنی اسلام کے پیرو تھے اور ایک خدا وحدہ لا شریک کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کی مذہبی کتاب صحائف ابراہیم تھے کہ جن کے احکام کے مطابق وہ عمل درآمد کرتے تھے لیکن جب انہوں نے دیگر ممالک کو فتح کر کے ان میں مستقل سکونت اختیار کی تو ان کے کئی سو سال بعد ان کی اولادوں نے اپنے آبائی مذہب حنیف کو ترک کر کے وہاں کے اصل باشندوں کے تمدن و تہذیب اور مذاہب

اختیار کر لئے بعض جگہ زرتشت، شامانی اور بعض جگہ ہندو بدھ، یہودی، اور عیسائی وغیرہ مذاہب کے پیرو بن گئے، ورنہ اس کے پیشتر زمانہ قدیم کے تمام گوجراںی مذہب تھے حنیف کے پیرو تھے بعد میں آ کر ان کی اولادوں نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہبوں کو اختیار کر لیا اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مذہب حنیف یعنی اسلام قدیم سے ہے یا اس کی ابتداء حضرت محمد ﷺ سے ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذہب حنیف یعنی اسلام قدیم سے ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس کی تکمیل و تجدید کے لئے مبعوث ہوئے تھے جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ **اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا** بس اسی اکملت کی وجہ سے آپ کو مہارشی اور خاتم الانبیاء کے خطابوں سے مخاطب کیا گیا تھا اور دنیا کو آپ کی آمد کی خبر مذہبی کتابوں کے ذریعے دی گئی تھی چنانچہ اہل ہنود کی مذہبی کتابوں میں بھی آپ کی

(۱) سام وید میں حضرت محمد رشی کا نام مبارک خاص طور پر ذکر کر کے اس طرح پیشن گوئی کی گئی ہے منتر (۱) وہ ہر مقدس رسم کا مربی (۲) رعد والا (۳) نہایت تعریف کیا گیا (۴) قلعوں کا توڑنے والا جوان عقیل۔ بے انداز قوت کا پیدا کیا گیا (۵) تو نے اسے پتھر رکھنے والے۔ والا کے گائیوں سے مالا مال گڑھے کو پہاڑا۔ یہ یوتا دباتے ہوئے تیرے پہلو میں آئے اور خوف سے آزاد ہو کر انہوں نے تیری مدد کی (۶) انہوں نے امان کے بچوں کے ساتھ اس اندر کی شان بیان کی جو اپنی قوت سے حکومت کرتا ہے۔ جس کے ہزاروں بلکہ اس سے بھی کہیں کثرت سے عطیے آتے ہیں۔ بحوالہ سام وید۔ دوسرا حصہ باپ پنجم۔ فصل اول۔ پر پائٹھک بستم صفحہ ۱۲۵ مترجمہ بابو پیارے لال صاحب زمیندار پرہنشا۔ ۱۸۲۷ء

اس عبارت میں جس قدر اوصاف و کمالات ذکر کئے گئے ہیں وہ سب سب آپ کے ہیں حضرت محمد رشی میں پائے جاتے ہیں اور آپ کے سوا اور کوئی شخص ایسا نہیں۔ جس میں یہ سب وصف اجتماعی طور پر پائے جائیں نہ آپ سے پہلے ہوا نہ بعد لہذا اس بشارت و تعریف کا مصداق آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم ان اوصاف کا آپ میں پورا پورا پایا

آمد کی خبر موجود ہے۔ غرض محمد رسول اللہ ﷺ کے پیشتر جس قدر دنیا میں رشی و منی تشریف لائے وہ سب کے سب اسی مذہب حنیف کی دعوت دیتے اور تبلیغ و اشاعت کرتے تھے اور وہ تمام پرانی قومیں جو اس وقت دنیا میں موجود ہیں زمانہ قدیم میں یہ سب اسی مذہب حنیف کی پیرو تھیں شرک اور بت پرستی بعد میں آکر

(بقیہ سابقہ) (۱) جانا ثابت کر سکتے ہیں۔

سام وید کی عبارت میں اس برگزیدہ مقدس رسول کے لئے تیسرا امر یہ ذکر کیا گیا ہے کہ (نہایت تعریف کیا گیا) اس امر پر ہم کو زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو ترجمہ آپ کے نام پاک محمد کا ہے کیونکہ محمد اسم مفعول کا صیغہ ہے مصدر تمجید سے جس کے معنی ہیں بہت تعریف کرنا پس محمد اسم مفعول کے معنی ہوئے نہایت تعریف کیا گیا۔ کیا اس سے زیادہ وضاحت اور صفائی سے بھی کوئی امر بیان ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کی تعریف و تعین کے لئے اس کا نام اور اوصاف ہر دو امر ذکر کئے جائیں۔ سام وید کا ایک اور شلوک پیش کیا جاتا ہے جو اس سے بھی بہت اہم ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت محمد رشی کی پہچان کا گر بتایا گیا ہے (شلوک) مودود۔ برتا۔ دیباؤ گاراتے پر کر۔ تیتا بشنو۔ ناک بھکھا۔ تیوسدا۔ بید شاسترے حشرتیا۔ اس اشلوک کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دیپ (بزرگ) کے نام کا پہلا حرف (م) اور اخیر حرف (د) ہو اور جس کے پیرو گنو بھکھن (ذبیحہ گائے) کرتے ہوں وہی وید شاستر کے رو سے رشی یعنی (پیغمبر) ہے اس کی پیروی کرنی ہر ایک ہندو کا فرض ہے۔

اب دیکھئے کہ کس خوبی سے سام وید نے حضرت محمد صلعم کی پہچان کا گر بتایا ہے کیا محمد کے شروع کا لفظ (م) اور اخیر حرف (د) نہیں ہے۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر کیوں بزرگ مذکور کے آگے ہندوؤں کے سر نیچے نہیں ہوتے پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ اس کی ایک اور بڑی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے پیرو گنو بھکھن کرتے ہوں گے۔ چنانچہ مسلمان گنو بھکھن کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ کلکی پوران میں جو ہندوؤں کی ایک معتبر کتاب ہے۔ جس میں کرشن جی کی طرف سے ان خبروں کا ہال ہے جو آخر زمانہ میں پیش آئیں گے۔ اس میں لکھا ہے کہ آخر زمانہ میں ایک اوتار پیدا ہوگا اس کی پیدائش شمبل دیپ میں ہوگی۔ شمبل دیپ سے ہمارے ملک کے ہندو سننبل مراد آباد خیال کرتے ہیں کہ وہ اوتار یہاں پیدا ہوگا۔ گونسکرت کی لغت

ان قوموں میں رائج ہوئی ورنہ زمانہ بت پرستی کے پیشتر یہ سب کی سب توحید محضہ کی قائل اور ایک خدا وحدہ لاشریک کو مانتی اور اسی ایک کی پوجا کرتی تھیں بلکہ ہماری تحقیق کے مطابق ہندوستان کی قدیم قوم ہندو بھی اسی مذہب حنیف کی پیرو تھی چنانچہ سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب سیتارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء

(بقیہ سابقہ) کی کتابوں میں شمبل دیپ کے معنی عرب ملک کے ہیں مشہور انگریز سنسکرت دان پروفیسر میکس مولونے بھی یہی معنی شمبل دیپ کے لکھے ہیں۔ یعنی انہوں نے شمبل دیپ کو ملک عرب لکھا ہے، کلکی پوران میں آگے بڑھ کر یہ لکھا ہے کہ اس اوتار کی ماں کا نام امتی ہوگا۔ امتی کے معنی امانتدار کے ہیں اور آنحضرت کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس کے معنی امانت دار کے ہوتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ اوتار کے باپ کا نام دشنوداس ہوگا۔ دشنو کے معنی ہیں اللہ اور داس کے معنی ہیں۔ غلام سو آنحضرت کے والد کا نام عبداللہ اور عبداللہ کے معنی عربی میں اللہ کے غلام کے ہیں۔

پھر گلی پوران میں لکھا ہے کہ یہ اوتار پہلے پہاڑ کی غار میں خدا کی بندگی کرے گا۔ وہاں خدا اس کو سبق دے گا۔ پھر اس کو اپنے گھر والوں سے تکلیف ہوگی۔ اور یہ مجبوراً ان سے جدا ہو کر شمالی پہاڑوں میں چلا جائے گا اس اوتار کے چار بھائی ہوں گے جو اس کے دہرم و دین کو سارے جہان میں پھیلائیں گے اس اوتار کی ایک بیوی بڑی خوبصورت سرخ رنگت کی ہوگی۔

ان سب باتوں سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ پہاڑ کے اندر بندگی سے مراد غار حرا ہے اور خدا کا سبق یہی اقراء باسم ربک الذی خلق ہے اور شمالی پہاڑوں میں جانا ہجرت ہے جو مکہ سے مدینہ کو ہوئی اور چار بھائی چاروں اصحاب ہیں جنہوں نے دین اسلام کی اشاعت کی اور لال رنگ کی خوبصورت بی بی حضرت عائشہ ہیں۔

کلکی پوران میں اس کے علاوہ بہت مفصل اور پورا بیان ہے ہم طوالت کے سبب فقط اتنا ہی لکھتے ہیں آخر میں سری کرشن نے فرمایا ہے کہ اے لوگو جب اس اوتار کا ظہور ہو تو تم اس کے قدموں میں اپنے سر رکھ دینا کیونکہ نجات اور ہدایت اسی کے پاس سے ملے گی۔

اہل ہنود کی ایک اور کہنہ کتاب بنام کھیل برن ہے جس کے حصہ اول ادھیابارہواں کا نڈ چھٹی میں حضرت محمد رشی کی آمد کی خبر ان الفاظ میں لکھی ہوئی ہے ”کمشن اوتاریا“ اوتارہسن

کے صفحہ ۳۵۳ پر لکھا ہے، کہ مہاراجہ یدھشڑ کے دربار میں عربی زبان بولی جاتی تھی چنانچہ جس وقت کورو نے پانڈوں کو تباہ کرنے کے لئے لاکھشاگرہ یعنی رال، لاکھ، گندھک وغیرہ کا مکان تیار کیا تا کہ جب پانڈوں اس میں داخل ہوں تو وہ آگ لگا کر ان کو خاک سیاہ کر دیں اس وقت یدھشڑ کو اس فریب سے آگاہ

(بقیہ سابقہ) نلتم پر تھوری مدہم ارن سیل بارتم بلونت سورتم پر تھوی مدہی سرب ادن کاسن کرام پرسن پر پر سیوتم دہن کرایت چھاگ واکور و دوسن کرام“ (ترجمہ) نجات دینے والا اوتار پیدا ہوگا۔ بیچو بیچ زمین کے (یعنی مکہ معظمہ میں) دشمن کا مارنے والا زور والا بڑا بہادر بیچو بیچ زمین کے نام اس کا تعریف کیا گیا ہے (یعنی محمدؐ) بذریعہ لڑائی و سچائی کے دین کو پھیلا دے گا۔ اس کے پاک دین میں اوتار پیدا ہوں گے۔

اب ایک اور حوالہ۔ چھٹی کانڈ۔ بارہویں اسکند۔ پوتھی راماسنگھ رام۔ جو کہ بیاس جی نے لکھا ہے اور جس کا ترجمہ گوسائیں تلسی داس جی نے اشعار میں کیا ہے پیش کیا جاتا ہے۔

دید پر ان ست مت بھا کوں تر پر نہ کچھ بات میں نہ راکھوں  
یعنی جو دید نے کہا ہے اور پرانوں میں لکھا ہے وہی کہوں گا۔ طرفداری اور جانبداری میں کچھ نہ کروں گا۔

عرب دیس بھرکتا سہائی سوتھل بھوم کت سکھہ رائی  
ملک عرب میں ایک خوشنما متارہ ہوگا۔ نہایت اچھی شان کی خوش نصیب وہ زمین ہوگی۔  
سمبوسمت تاکر ہوئی سندرم اولیس تھتھ سوئی  
ان ہوئی بات یعنی معجزے اس سے ظہور میں آئیں گے۔ والی اللہ قائم ہوگا۔

سمیت بکرم ودواں کا مہا کوک نسن چترتی کا  
راجہ بکر ماجیت کی ساتویں صدی میں پیدا ہوگا۔ نہایت اندھیری رات میں مثل آفتاب چمکے گا  
راج نیت بھوپریت و مکھاوے اپن مت سب کو سمجھا دے  
بادشاہی قاعدے کے مطابق خوف و لا کر خلق و محبت ظاہرے گا۔ اپنا دین سب کو سمجھا دے گا۔  
چتر سندرم سب چاری تنگی نسن ہوا دے بہاری  
اس کے چار خلیفہ ہوں گے۔ اس کی نسل سے بہت رعب پیدا ہوگا۔



کرنے کے لئے دور جی نے عربی زبان اس کو سمجھایا کہ وہاں نہ جانا چنانچہ  
 یدھشتر نے بھی عربی زبان میں ہی اس کا جواب دیا اور وہ سب بچ گئے اب سوال  
 یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال پیشتر ہندوستان میں عربی زبان میں  
 مہاراجہ یدھشتر کے دربار میں کیسے رائج ہو گئی، اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ آج  
 سے پانچ ہزار سال پیشتر اس ملک میں دین حنیف کا دور دورہ تھا اور یدھشتر وغیرہ  
 جس قدر بھی مہاراجہ تھے وہ بت پرست نہیں تھے بلکہ دین حنیف کے ماننے  
 والے تھے یہ وہی زمانہ تھا جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عراق و عرب اور ملک  
 شام و حجاز کے اندر دین کا ڈنکا بجا رکھا تھا اور چونکہ ہندوستان اور عرب کے  
 درمیان اس زمانہ میں تجارتی مجلسی اور مذہبی تعلقات موجود تھے، اس لئے

(بقیہ سابقہ)

تب لک سندرم چھبہ کوئی بنا محمد پار نہ ہوئی  
 اس دین کے جاری ہونے سے جو کوئی خدا تک پہنچے گا۔ بغیر ذریعہ محمد پار نہ ہوئی  
 تب ہوئے سنگ لنگ تارا مہدی کہے سکل سنسارا  
 تب اخیر زمانہ میں ایک مرد کامل ہوگا۔ امام مہدی کہیں گے سب اس کے اہل و عیال  
 سندرم تمام پرتھین ہوئے تلسی بچن ست مست کھوئے  
 اس کے بعد ولایت نہ ہوگی۔ تلسی داس سچ بات کہتا ہے۔

حضرت محمد رشی کے ماننے اور آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ کیا اب بھی ہمارے بچھڑے ہوئے  
 ہندو گوجریوں کو انکار کی کوئی گنجائش ہوگی۔ کیا اب بھی وہ اپنے آبائی مذہب حنیف یعنی  
 اسلام میں واپس آنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ جس مذہب میں کہ ہر قسم کی سیاسی و مذہبی  
 اور تمدنی و معاشرتی مساوات ہم کو حاصل ہو سکتی ہے اور جس کے ہر رتبے اور درجے پر پہنچ کر  
 ہم مساوی حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار سال کا عرصہ ہوا جبکہ ہماری قوم میں سے چند  
 خاندانوں نے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر ہندو مذہب اختیار کر لیا تھا۔ لیکن ہندوؤں نے آج  
 تک ان گوجریوں کو وہ رتبہ اور درجہ نہیں دیا۔ جو ان کے ہاں برہمنوں، ٹھاکروں، راجپوتوں کو  
 حاصل ہے۔

ہندوستان کے راجوں اور مہاراجوں میں عرب کی زبان کا رواج تھا اور انہوں نے حضرت ابراہیم سے جن کو عبرانی زبان میں ابراہیم کہا جاتا ہے خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کی تعلیم حاصل کر کے اس کو اپنے ملک ہندوستان میں برہم ودیا کے نام سے جاری کیا چنانچہ اب نشدوں کو اب بھی برہم ودیا کے نام سے پکارا جاتا ہے اور برہم ودیا میں سوائے خدا وحدہ لاشریک کے کسی دوسرے کی پرستش کی تعلیم نہیں ہے خود سوامی دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جا بجا اس بات پر زور دیا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس ملک ہندوستان میں بت پرستی نہیں تھی بلکہ بت پرستی زمانہ مابعد کی ایجاد ہے چنانچہ سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ برہمنوں نے سوچا کہ ہمیں اپنی روزی کا بندوبست کرنا چاہیے یہ صلاح کر کے وہ سب کو یہ اپدیش کرنے لگے کہ ہم ہی تمہارے معبود ہیں ہماری خدمت کرو گے تو مکتی ملے گی ورنہ جہنم میں جلو گے بھلا ایسے بے عقل، نفس پرست، فریبی عیاش ادھرمی، بیدین اور جاہلوں پر عالموں کے اوصاف کب گھٹ سکتے ہیں صفحہ ۳۱۶ جب ان برہمنوں کو عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے (چیلے) مل گئے تو ان کے لئے عیش و عشرت کا باغ کھل گیا، صفحہ ۳۱۶ برہمن کہنے لگے کہ ہماری خدمت کے بغیر بہشت کسی کو نہیں ملتا پوچھنا چاہیے کہ تم کس لوک میں جاؤ گے تمہارے کام تو گہورنگ یعنی جہنم میں پڑنے کے ہیں تم کیڑے مکوڑے اور پتنگے وغیرہ ہوں گے صفحہ ۳۱۶ پھر وہ پوپ لوگ یعنی برہمن اپنی اور اپنے پاؤں کی پوجا کرانے اور کہنے لگے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے جب یہ لوگ یعنی ہندوان کے بس میں ہو گئے تب غفلت اور نفس پرستی میں غرق ہو کر گڈریئے کی مانند جھوٹے گورو بن کر چیلے پھنسانے لگے صفحہ ۳۱۹۔ پھر وغیرہ مورتی پوجا کی بنیاد جنیوں سے چلی صفحہ ۳۲۲ شکر آچارج کے وقت میں جینی ہلاک ہوئے اب جتنے بت جنیوں کے ٹوٹے ہوئے نکلے ہیں وہ سب شکر آچارج کے وقت میں ٹوٹے تھے اور جو بغیر

ٹوٹے ہوئے نکلتے ہیں وہ جینیوں نے زمین میں گاڑ دیئے تھے تاکہ یہ بھی توڑے نہ جائیں صفحہ ۳۲۵ پر ان دام مارگی اور شیوؤں نے صلاح کر کے بھگ لنگ کو قائم کیا جسکو جلد ہری اور لنگ کہتے ہیں اور اس کی پرستش کرنے لگے ان بے شرموں کو ذرا شرم نہ آئی کہ یہ مکر وہ کام کیوں کرتے ہیں، صفحہ ۳۳۸ اسی پتھر وغیرہ کی بت پرستی اور بھگ لنگ کی پرستش میں نجات ماننے لگے صفحہ ۳۳۸ برہمنوں نے صلاح کی جینیوں کی مانند اپنے بھی اوتار، مندر مورتی اور کہتا کی کتابیں بنا دیں چنانچہ انہوں نے جینیوں کے چوبیس تیر تہنکروں کی مانند چوبیس اوتار مندر اور بت بنائے صفحہ ۳۳۰ بحوالہ ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۵ء۔

الحاصل اکثر مؤرخین و محققین کی یہی رائے و تحقیق ہے کہ زمانہ قدیم میں ہندوؤں اور خصوصاً گوجروں کے آباؤ اجداد مذہب حنیف کے پیرو تھے اور ایک خدا وحدہ لا شریک کی پرستش کیا کرتے تھے چنانچہ کرنل ٹاڈ صاحب بھی گوجروں کے چند خاندانوں کے آبائی مذہب کے متعلق ہر وڈوٹس نامی ایک یونانی مورخ کی روایت کے مطابق لکھتا ہے کہ گوجروں کے ساکا اور تکلشک یعنی تاس اور چچی خاندانوں کا مذہب خدا پرستی تھا اور یہ بدھ مذہب والوں کی طرح عقیدہ رکھتے تھے کہ روح جادووانی ہے فانی نہیں صفحہ ۱۸۶ پھر اسی کے آگے صفحہ ۱۲۷ پر لکھتا ہے کہ یہ لوگ مخلوق عالم میں سب سے زیادہ تیز روٹا جانور کو خالق برحق کے نام پر قربان کر کے ثواب حاصل کیا کرتے تھے پھر اسی جلد اول کے صفحہ ۱۵۶ پر ہر وڈوٹس کا ایک اور مقولہ نقل کرتا ہے کہ ساکا اور کوشاں گوجر حق پرست تھے اور وہ روح کو فانی سمجھتے تھے بحوالہ ٹاڈ رجستان جلد اول مترجمہ منشی دوارکا پرشاد افق۔ اسی طرح ایک اور انگریز مورخ پروفیسر آرنلڈ صاحب لکھتا ہے کہ ترکوں گوجروں

(۱) ملت ابراہیم کے پیرو یعنی مسلمان بھی جب قربانی دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو قربانی کے لئے کوئی موٹا تازہ اور تندرست اور بے نقص جانور تلاش کر کے لاتے اور خدا کے نام پر قربان کرتے ہیں۔

کا آبائی مذہب شامانی تھا اور یہ ایک خدا کو مانتے اور اسی ایک کی پرستش کرتے تھے بحوالہ دی پرچنگ آف اسلام مؤلفہ مسٹرٹی ڈبلیو آرنلڈ مترجم رحیم بیگ بھی اپنی کتاب تاریخ چین میں گوجروں کے آبائی مذہب کے متعلق تحریر کرتا ہے کہ ترکوں گوجروں نے ممالک ہند اور چین میں جا کر بت پرستی اختیار کر لی ورنہ ان ممالک میں سکونت اختیار کرنے سے پیشتر یہ سب لوگ موحد اور خدا پرست تھے اور میدان میں جمع ہو کر ایک ہی قادر و مطلق اور حاضر و ناظر خدا کی پرستش کیا کرتے تھے بحوالہ تاریخ چین صفحہ ۲۴۶ جلد سوم باب چوتھا مؤلفہ مرزا رحیم بیگ۔

اب ہم خود گوجر مورخوں کی تاریخوں سے دو حوالے پیش کرتے ہیں چنانچہ حضرت شیخ جمال گوجراں اپنی تصنیف مرقع گوجراں میں لکھتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں میری قوم گوجر کے تمام لوگ مذہب حنیف کے پیرو تھے اور شریعت ابراہیمی پر ان کا عمل در آمد تھا لیکن زمانہ مابعد میں آکر گوجروں کے بعض خاندانوں نے برہمنوں کی ترغیب و تبلیغ سے کوآبو پر جا کر براہمنی مذہب اختیار کر لیا بحوالہ مرقع گوجراں بزبان فارسی غیر مطبوعہ مؤلفہ شیخ جمال گوجر۔ ایک دوسرا گوجر مورخ چوہدری فیض محمد لکھتا ہے کہ زمانہ قدیم کے تمام گوجر مذہب حنیف کے پیرو تھے اور وہ اپنے جدا جدا حضرت ابراہیم کے صحائف پر عملدر آمد کیا کرتے تھے لیکن زمانہ مابعد میں جب ان کی اولادوں نے وسط ایشیا اور گرجستان سے آکر ہندوستان میں مستقل سکونت اختیار کر لی تو ان میں سے بعض خانوادوں کے سرکردہ راہنماؤں اور سرداروں نے کوہ آبو پر جا کر ہندو مذہب و تہذیب اختیار کر کے بت پرستی شروع کر دی ورنہ ملک ہند میں آنے سے پیشتر تمام گوجر توحید محضہ کے قائل اور پختہ موحد ہوتے تھے آخر ہندوستان میں جب مسلمان آئے تو انہوں نے گوجروں کو پھر ان کے آبائی مذہب میں آنے کی دعوت دی جن کی دعوت تبلیغ سے گوجروں کا کثیر گروہ مذہب اسلام میں داخل ہو کر پھر اپنے آبائی

مذہب حنیف کی طرف لوٹ آیا باقی قلیل گروہ اسی کفر و شرک میں مبتلا رہا اور آج تک مبتلا چلا آرہا ہے بحوالہ مرآت گوجراں بزبان فارسی، غیر مطبوعہ، مؤلفہ چوہدری فیض محمد صاحب گوجر۔

جسکے بعد یہ سوال ہے کہ سکندر اعظم اور اس کا خاندان بھی اسی مذہب کا پیرو تھا کیونکہ بعض یونانی اور انگریز مؤرخوں نے لکھا ہے کہ سکندر اعظم بت پرست تھا اور دیوی دیوتاؤں کو مانتا تھا جس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان مؤرخوں نے جو تاریخ کے استاد تسلیم کئے گئے ہیں سکندر اعظم کو ایک پکا موحد اور وحدہ لاشریک خدا کی پرستش کرنے والا ثابت کیا ہے اور بعض نے اس کو ایک ولی اللہ اور نبی لکھا ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ سکندر اعظم اور اس کا خاندان اسی مذہب حقہ حنیف کا پیرو تھا ہاں تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ سکندر اعظم کے خاندان کے لوگوں میں یونانی بت پرستوں کے میل جول اور ان کی طرز معاشرت اختیار کرنے سے بعض مشرکانہ رسومات و رواجات رائج ہو گئے ہوں اور سکندر اعظم بھی ان کا پابند ہو گیا ہو لیکن پھر بھی ہم اس کو اور اس کے خاندان کو خاص بت پرست اور مشرک نہیں کہہ سکتے ممکن ہے کہ اس نے کسی سیاسی مصلحت کی وجہ سے ایسا کیا ہو کیونکہ بہت سے بادشاہ ایسا کرتے چلے آئے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر اور کئی دیگر بادشاہوں نے کیا اس کے علاوہ سکندر اعظم کے تمام حالات اور عادات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خدا پرست اور موحد بادشاہ تھا اور اس کے تمام عادات و خصائل توحید پرستوں اور موحدوں جیسے تھے پہلا ایک ایسا بادشاہ جس کے دربار میں بڑے بڑے حکماء و فضلا اور فلاسفر موجود ہوں اور وہ خود بھی ایک بڑا فلاسفر اور حکیم و دانا ہو تو پھر وہ ایک حق و قیوم اور سمیع و بصیر خدا کو چھوڑ کر ایک پتھر اور بت جیسی بیجان چیز کی کس طرح پرستش کر سکتا ہے۔ البتہ ہم اس بات کو تسلیم کئے لیتے ہیں کہ جب کبھی کوئی قوم

اپنے ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک کو فتح کر کے اس میں مستقل سکونت اختیار کر لیتی ہے تو مفتوح قوم پر فاتح کا اور فاتح پر مفتوح کے تمدن و معاشرت اور مذہب و تہذیب کا اثر ضرور پڑتا ہے مفتوح قوم فاتح کی اور فاتح قوم مفتوح کی اکثر رسم و رواج اختیار کر لیتی ہیں جیسا کہ مسلمان فاتح قوموں کے خاص ترکی و عربی النسل لوگوں نے ہندوستان میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے اکثر اہل ہنود کے رسم و رواج اختیار کر لئے ہیں اور آج ان غیر ہندی اقوام یعنی سید، قریشی، شیخ، مغل، پٹھانوں میں اہل ہنود کی طرح بیاہ شادیوں کے موقعہ پر تیل، مائیں گانا، سہرا، مہندی وغیرہ کئی قسم کی ہندووانہ رسومات ادا کی جاتی ہیں، لیکن پھر بھی ہم ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور کسی طرح اہل ہنود میں ان کو شامل نہیں کر سکتے پس اسی طرح حضرت عیص کی اولاد یعنی سکندر اعظم اور اس کا خاندان ہوگا، جو یونانی بت پرستوں کے میل جول کے باعث ان کی بعض رسومات کا پابند ہو گیا ہوگا اس لئے ہم اس کو اور اس کے خاندان کو خاص بت پرست نہیں کہہ سکتے اور نہ بت پرستوں میں شمار کر سکتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ ہی حضرت عیص کی اولاد مذہب حنیف کی پیرو ہونے کی وجہ سے توحید پر بھی ایمان رکھتی تھی اور اکثر اپنے جدا مجد حضرت ابراہیم کے صحائف کے احکام پر عملدرآمد کرتی تھی۔

الغرض سکندر اعظم اور اس کا بیٹا شہزادہ اسکندروس گرجی اور اس کی تمام اولاد گوجر قوم زمانہ قدیم میں مذہب حنیف یعنی اسلام کے پیرو تھے مگر ان کے پیشتر ان کے آباؤ اجداد کی ملک کنعان سے نقل مکانی اور پھر ان کی اس ملک سے دوری اور بت پرست قوموں سے میل ملاپ اور حضرت ابراہیم کے زمانہ بابرکت کو زیادہ عرصہ گزر جانے کے سبب ان کی اولاد گوجر قوم میں بھی ان کے بعد وہ مذہب حقہ حنیف اپنی اصل صورت میں قائم نہ رہا اور اس قوم میں بھی ان کے بعد کئی قسم کی مشرکانہ رسومات و بدعات رائج ہو گئیں جن کے رواج کی وجہ سے گوجروں کے

بعض خانوادوں کو بڑی آسانی سے دوسرے مذہبوں نے اپنے اندر جذب کر لیا۔ ان وجوہات کے علاوہ گوجر قوم کے بعض خانوادوں کے تبدیل مذہب کی وجہ ایک اور بھی تھی کہ حضرت ابراہیم کے بعد آپ کی اولاد میں سے ممالک عرب و شام اور کنعان وغیرہ میں جو رسول دینی مبعوث ہوئے تھے ان کی دعوت و تبلیغ بھی گوجر قوم تک نہ پہنچ سکی اور اگر کچھ پہنچی بھی تو وہ مبدل صورت میں اس وقت پہنچی جب کہ خود ان نبیوں کی امتوں نے ان کے اصل دین و تعلیم میں تغیر و تبدل کر کے اس کی اصل صورت کو بگاڑ دیا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی امتوں نے کیا اصل میں ان نبیوں کے دین و شریعتیں مکمل ہونیکا حکم نہ رکھتی تھیں، دین کامل و

(۱) جیسا کہ انجیل یوحنا کے باب ۱۴ آیت ۲۶ میں مذکور ہے (میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے۔ وہ سب تمہیں یاد دلائے گا) اس کے آگے پھر اسی باب کی آیت ۲۹، ۳۰ میں حضرت مسیح اپنے شاگردوں کو یہ ارشاد کرتے ہیں "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں اسی طرح پھر باب ۱۵ کی آیت ۲۶ میں مذکور ہے لیکن جب وہ مددگار آئے گا۔ جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو۔ کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو اس کے آگے پھر باب ۱۶ کی آیت ۷ سے ۱۳ تک یہ مضمون ہے لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا۔ وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ اسی

اکمل کا شوقیٹ الیوم اکملت لکم دینکم کسی اور ہی نبی کو حاصل تھا۔  
جو ان سب کے بعد آنے والا تھا، اس لئے ان کی رحلت کے بعد ان کی  
امتیں بہت جلد بگڑ جایا کرتی تھیں، زمانہ قدیم میں نبیوں کی غیر موجودگی یا رحلت  
کے بعد اکثر ان کی قومیں و امتیں ان کی تعلیم و توحید کو چھوڑ کر بت پرستی کرنے

(۱) (سابقہ بقیہ) طرح پھر کونھیوں کے باب ۱۳ کی آیت ۹۸ میں وضاحت سے بتایا گیا ہے  
کہ (نبوتیں ہوا) تو موقوف ہو جائیں گی۔ زبانیں ہوں تو جاتی رہیں گی۔ علم ہو تو مٹ جائے  
گا۔ کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوت ناقص لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا  
رہے گا۔

الحاصل حضرت مسیح کی پیشن گوئیوں کے مطابق جب وہ مددگار شفیق سردار سچائی کا روح  
کامل نبی دین اکمل لے کر آیا اور مولف تاریخ گوجر کے قول کے مطابق جب اس تہ دور  
زبان خاتم الانبیاء نجم الہدایہ اور آفتاب رسالت نے کوہ فاران کی چوٹیوں پر طلوع کیا تو اس  
آفتاب نبوت کی نورانی شعائیں قوم گوجر کے تاریک سینوں پر بھی پڑنے لگیں۔ جن شعاعوں  
کی وجہ سے قوم گوجر کے تاریک سینے بھی روشن ہو گئے۔ جس طرح کہ فلکی آفتاب اپنی طرف  
پانی کو کھینچتا ہے۔ پس اسی طرح آفتاب رسالت بھی قوم گوجر کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ جس  
کے بعد پھر قوم گوجر بھی گیہا اور لوہے کی طرح اس کھربا اور مقناطیس ہدایت کی طرف کھچی  
جانے لگی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل پھر اس قوم کا کثیر حصہ اپنے آبائی مذہب  
حنیف کی طرف لوٹ کر نجات آخروی کا مستحق ہو گیا صبح ہے کہ کل شبی یرجع الی اصلہ  
غرض قوم گوجر کی اکثریت آج سے کئی سو سال پیشتر مشرف باسلام ہو کر اسلام کی تمام برکات  
و فیوضات سے مستفیض ہو رہی ہے آج اس قوم کے کسی فرد کو اسلام کے اعلیٰ سے اعلیٰ  
مناصب و مدارج حاصل کرنے میں کسی قسم کی دقت و دشواری پیش نہیں جس کا ثبوت یہ ہے  
کہ آج اس قوم میں ہزار ہا حافظ قرآن و علماء اور فضلاء موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام  
کے تمام تمدنی و معاشرتی حقوق بھی مسلمان گوجروں کو مساوی طور پر حاصل ہیں اور اسلام کا  
کوئی طبقہ بھی ان حقوق سے مسلمان گوجروں کو محروم نہیں کر سکتا۔ لیکن ان حقوق کے حاصل  
کرنے میں پابندی اسلام درکار ہے۔



لگ پڑتی تھیں جیسا کہ حضرت اسماعیل کے بعد آپ کی اولاد یعنی اہل قریش و اہل عرب آپ کی تعلیم کو چھوڑ کر بت پرستی کرنے لگ پڑے تھے اور ان میں بھی وہ مذہب حقہ حنیف اپنی اصل صورت میں قائم نہ رہا کئی قسم کی مشرکانہ رسومات و بدعات اہل عرب میں بھی رائج ہو گئیں حالانکہ حضرت ابراہیم و اسماعیل کے بعد حضرت صالح نبی بھی ان میں مبعوث ہو کر ان کو توحید باری تعالیٰ اور وحدانیت کی تدریس و تعلیم دیتے رہے لیکن پھر بھی توحید اور وحدانیت کو چھوڑ کر اہل عرب بت پرستی کرنے لگ پڑے، اسی طرح پھر موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہ طور پر چالیس روز تک عبادت کے لئے ٹھہرنا پڑا اور آپ اپنے پیچھے اپنی قوم کا محافظ و خلیفہ اپنے بھائی ہارون کو بنا گئے تو آپ کی اس غیر حاضری و غیر موجودگی میں آپ کی قوم نے گوسالہ کی پرستش شروع کر دی حالانکہ آپ بہت قلیل عرصہ اپنی قوم سے غیر حاضر رہے تھے لیکن اس معمولی وقفہ میں بھی آپ کی قوم گوسالہ کی پرستش کرنے لگ پڑی آخر کوہ طور سے واپس آ کر جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کا یہ حال دیکھا تو وہ اپنے بھائی ہارون سے بہت ناراض ہوئے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت مسیح کے بعد آپ کی قوم بھی توحید کو چھوڑ کر تثلیث کی قائل ہو گئی اور حضرت مسیح اور آپ کی والدہ مریم کے بتوں اور صلیبوں کی پرستش کرنے لگ پڑی، الحاصل اسی طرح قوم گوجر کی حالت ہو گئی تھی جس کے بعض خانوادوں نے سیاسی و ملکی اغراض کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے آبائی مذہب حنیف کو چھوڑ کر ہندو، بدھ زرتشی وغیرہ مذاہب اختیار کر لئے جن کے بعد گرجستان کے گوجروں نے بھی اپنے سابقہ ہموطن یونانیوں کی تقلید کر کے عیسائی مذہب اختیار کر لیا غرض گوجر قوم کے لوگ جس قوم میں جا کر سکونت پذیر ہوئے وہ اسی ملک اور اسی قوم کا مذہب و تہذیب اور رسم و رواج اختیار کر کے اس میں جذب ہو گئے لیکن پھر جب مسلمانوں کا زمانہ آیا تو مسلمان صوفی و مبلغ دعوت اسلام لے کر گوجر قوم

کے پاس بھی پہنچے تو ان کی سعی و تبلیغ سے گوجر قوم کا کثیر حصہ بھی اپنے آبائی مذہب یعنی اسلام میں داخل ہو کر صراطِ مستقیم پر آ گیا جس کے بعد گوجر قوم کے لوگ ان صوفیوں اور مبلغوں کی اور ان کے بعد ان کی اولاد ہدایت پر عمل کرتے رہے اکثر گوجر قوم کے لوگ ان صوفیوں کی اولاد کو اپنے ہادی و راہنماؤں کی یادگار سمجھ کر آج بھی انہی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں لیکن جاہل اور غیر شرح صوفیوں نے گوجر قوم کو آج پھر شرک و بدعت کی تعلیم دینی شروع کر دی ہے غرض گوجر قوم فرقہ ہائے صوفیہ میں سے اگر کسی فرقہ صوفیہ کی زیادہ منون و مشکور ہو سکتی ہے تو وہ فرقہ چشتیہ ہے خصوصاً حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کی یہ قوم سب سے زیادہ زیر بار احسان ہے کہ جن کی مظلیمیت آج اس قوم کے تین حصے اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور باقی ایک حصہ ہندو مذہب میں رہ گیا ہے۔

فصل ششم

## گوجروں کا آبائی وطن

گوجروں کے مورث اعلیٰ شہزادہ اسکندروس گرجی نے مقدونیہ کے بعد جس علاقہ کو اپنا جدید وطن قرار دیا تھا اس کا نام گرجستان تھا اور یہ علاقہ ملک کوہ قاف میں واقع ہے، شہزادہ اسکندروس نے اس علاقہ کو اپنا جدید وطن قرار دینے کے بعد اپنے خطاب گرجی سے اس کو مخاطب کر کے اس کا جدید تاریخی نام گرجستان رکھا تھا جس کے بعد پھر اس کی تمام اولاد یعنی زمانہ قدیم کے تمام گوجر بھی اس علاقہ کو اپنا آبائی وطن تسلیم کرتے رہے، موجودہ گوجروں کے آباؤ اجداد بھی اسی علاقہ سے ہجرت کر کے یا بطور فاتح کے ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں جا کر آباد ہوئے، اسی لئے اب ہم اس علاقہ کو موجودہ گوجروں کا آبائی وطن قرار دیتے ہوئے ان کی ایزادئے معلومات کے لئے اس کے

جغرافیائی و تاریخی حالات تحریر کرتے ہیں ملک کوہ قاف کے نام سے ہر آدمی کے کان آشنا ہیں، اور اب تو یورپ کی جنگ عظیم میں اسے خاصی اہمیت حاصل ہو گئی ہے، تعلیم یافتہ طبقوں کے ماسوائے عوام الناس میں بھی دنیا کا شاید ہی کوئی طبقہ قاف سے بڑھ کر مشہور ہوگا، کیونکہ پرانے ایشیائی قصوں اور دیوپری کی داستانوں نے کوہ قاف کے نام سے بچوں کو مانوس کر دیا ہے، غرض قاف تاریخ کے اس بحرِ خار میں ایک جزیرہ کی طرح ہے جس کے کنارے اقوام عالم کے جہاز ٹوٹ پھوٹ کر آن لگے ہوں اور شکستہ کشتیوں اور تختہ ہائے جہاز پر ہر قوم کے چند بچے کھچے افراد نے اس ایک جزیرہ میں پناہ لی ہو۔

وسط ایشیا سے جب آریں قوم مشرق و جنوب کی طرف بڑھ رہی تھی تو اس قوم کے چند افراد بھی ان بلند ترین چوٹیوں پر رہ گئے تھے، پھر سکندر اعظم کی فوج سے بھاگے ہوئے سپاہی اور پالپئی کے جوانمرد بھی اس تعداد میں اضافہ کرتے رہے، سلطان تیمور کے سپاہیوں سے قاف کے یاغستان سے گزرتے ہوئے اس تعداد میں اور اضافہ ہوا، پھر اٹھویں صدی میں عرب بہادر اس حصہ ملک کو روند رہے تھے انہوں نے پہاڑوں میں فوجی چھاؤنیاں اور عرب نوآبادیاں قائم کیں، یورپ کے مجاہد صلیبی فلسطین سے واپس ہوتے ہوئے اسی ملک میں بودوباش اختیار کر چکے، قاف میں یہودی، گرجی، ایرانی، ارضی، تاتاری، عرب، مغل، یونانی الغرض دنیا بھر کی مشہور اور طاقتور اقوام کے پسماندہ لوگ موجود ہیں۔

قاف پر گزشتہ چار ہزار سال میں فوج پر فوج بڑھتی اور اپنی ہستی ملیا میٹ کرتی رہی، تو میں اپنے ممالک سے جلا وطنی اختیار کر کے اور ہجرت کر کے اس ملک میں آکر آباد ہوتی رہی ہیں۔ ڈاکو، لٹیرے، باغی قاتل اور دوسرے جرائم پیشہ لوگ اس حصہ ملک میں جا کر پناہ گزین ہوتے رہے، اور بلا مبالغہ یورپ اور ایشیا کی ہر ایک قوم کسی نہ کسی وقت اس کے پاس سے گزری، اور اپنے چند آدمی بطور یادگار اس ملک میں ضرور چھوڑتی گئی ہے اسی لئے قاف کے باشندوں کے خط و خال، ٹیوشن، اسکاٹ، جرمنی اور مغل اقوام سے ملتے جلتے ہیں اگر قاف کا ایک

باشندہ سکاٹ لینڈ کے کسی شریف آدمی کا لباس پہن کر سکاٹ لینڈ میں سے گزرے تو وہاں کے باشندے اس کو اپنا بھائی سمجھیں گے، قاف کے باشندے بہادر، جفاکش، تند خو ہیں اور مہمان نوازی ان میں حد سے زیادہ پائی جاتی ہے یہ لوگ زراعت پیشہ اور تاجر ہیں اور بہت لوگ مویشی بھی پالتے ہیں کوہ قاف کا اکثر حصہ سوئزر لینڈ کی طرح بلند سلسلہ پہاڑوں سے مل کر بنا ہوا ہے جہاں کہ آبشار، نہریں اور وادیاں زرخیز سبزہ سے بھری ہوئی ہیں یہ ملک سات سو میل لمبا ہے جس کی بلندی سطح زمین سے دس ہزار فٹ بلند واقع ہوئی ہے دنیا کا کوئی حصہ ایسا دلچسپ اور خوبصورت سبزہ زار پیش نہیں کر سکتا، پہاڑوں سے اترا ہوا انسان جب اس کی سرسبز وادیوں میں قدم رکھتا ہے تو اس کو تمام اشجار پھلوں اور پھولوں سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں نارنگی، انگور، ناشپاتی، اخروٹ وغیرہ بالکل خورد ہیں یہاں کی آب و ہوا، پیداوار اور دیگر دلچسپ نظارے جنوبی فرانس کے مشہور اور شہرہ آفاق علاقہ سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔

قفقاز یعنی کہ قاف کی آبادی ایک کروڑ سترہ لاکھ پچیس ہزار ہے جو سوئزر لینڈ اور جارجیا کی مشترکہ آبادی کے مساوی ہے اس علاقے کا رقبہ ایک لاکھ چوراسی ہزار چھ سو تین مربع میل ہے آبادی کا صرف ۱۳ فیصدی حصہ خواندہ اور باقی ۸۷ فیصدی جاہل ہے ملک ۴۶ اضلاع میں منقسم ہے جس میں دس شہر پچاس ہزار سے زیادہ آباد کہتے ہیں باکو اور ٹفلس شہروں کی آبادی دو دو لاکھ سے زیادہ ہے باکو اور باطوم کے درمیان سات سو میل لمبا ایک سلسلہ نل قائم ہے اور باکو کا تیل براہ راست سیدھا باطوم زمین کے نیچے نلوں میں سے ہوتا ہوا پہنچتا ہے دنیا کی انجیری کا یہ ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے اس ملک کی تجارت کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ باطوم سے ہر سال ۵ کروڑ روپیہ کا مال باہر جاتا اور ۱۵ کروڑ کے قریب ملک میں داخل ہوتا ہے پٹرولیم، ریشم، کچیدھاتیں اور لکڑی زیادہ تر باہر چلی جاتی ہے اس ملک کی آبادی کا ۹/۱۰ حصہ مسلمان ہیں عیسائی اور یہودیوں کی تعداد بھی معقول ہے اور چند بت پرست بھی پائے جاتے ہیں ملک میں

ریلوے کا سلسلہ قائم ہے باکو سے کولز، بوپول، نفلس، کوری، قطاس، موتی لکولیا اور باطوم تک اس کے علاوہ گوری، ایوان تک اور ایک سلسلہ ایلگر نیڈ دوپول، نفلس سے ملا ہوا، قارص کو بھی جاملتا ہے غرض اس ملک کے موجودہ جغرافی و تاریخی حالات کے متعلق ایک دلچسپ بحث لنڈن کے ایک انگریزی اخبار نیو ایریسٹ کی اشاعت مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی تھی جس کا خلاصہ ہم بھی اپنے ناظرین تاریخ کی ایزادئے معلومات کے لئے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

علاقہ قاف کے شمال میں علاقہ ڈان کا سک اور صوبہ استرخان ہے جنوب میں مشرقی ترکی اور ایران مشرق میں بحیرہ خضر اور مغرب میں بحیرہ اسود سلسلہ کوہ قاف جو ایک ہزار میل کی لمبائی میں بحیرہ اسود سے بحیرہ خضر تک چلا گیا ہے اسے شمالی و جنوبی دو حصوں میں منقسم کرتا ہے اس سلسلہ کا درمیانی پہاڑ کوہ البرز سے قزاق تک ۱۳۰ میل لمبا ہے بلند ترین چوٹی البرز ۱۸۴۷۰ فٹ بلند ہے قزاق ۱۶۲۳۶ فٹ بلند ہے اس سلسلہ کو چار درے قطع کرتے ہیں کلان ترین درہ نفلس اور دلاء یکار کاس کے درمیان گرہستان کی جنگلی سڑک ہے مشہور دریا یہ ہیں کو بان جس کا طول ۴۳۰ میل، رنگور، دیون ۲۰۰ میل، طوق ۳۵۰ میل تورا ۶۹۰ میل، ارس ۵۲۰ میل علاقہ کی طبعی بناوٹ اور سالانہ بارش کی مقدار کے مختلف ہونے کی وجہ سے علاقہ کے مختلف حصص کی آب و ہوا باہم بہت ہی مختلف ہے بحیرہ اسود کے سوا اعلیٰ مقام سوچی میں سالانہ تین ہزار ملی میٹر بارش ہوتی ہے اور باکو میں صرف ۲۴۱ ملی میٹر مغربی علاقہ کی آب و ہوا معتدل اور مشرق کی خشک ہے کوہ قاف کے دامن میں زمین نہایت زرخیزہ ریچھ بکثرت ہیں اور کہیں کہیں شیر چیتے بھی پائے جاتے ہیں بلند پہاڑوں پر جنگلی بھینسے اور بکرے خنزیر، لومڑی، ہرن، بارہ سنگہ اب بھی ملتے ہیں اسی طرح پرندوں کی چار سو قسمیں پائی جاتی ہیں۔ علاقہ قاف میں بعض اشخاص کے قول کے مطابق ساٹھ مختلف قومیں آباد ہیں۔ مگر یہ بیان غلط ہے وہاں کی قومیں اور آبادی حسب ذیل ہے۔

(۱) روسی جن میں زیادہ تر کا سک ہیں ۴ لاکھ شمالی کاشیا میں اور ایک

- لاکھ ۶۰ ہزار شمول فوج عملہ یا ٹرانس کا کاکیشکا میں انقلاب سے پہلے آباد تھے۔
- (۲) کوہستانی چرس ۲ لاکھ، لاسنی اور چچن ۶ لاکھ ۸ ہزار، اریسیٹی، نوغانی، قلماق، انگوشی تین لاکھ ۹۵ ہزار کل دو لاکھ ۷۵ ہزار جو بجز چند کلہم مسلمان ہیں۔
- (۳) گرجی آبادی ۳۰ لاکھ، ان میں سے ۲۰ لاکھ مسلمان ہیں جو اضلاع باطوم داروہان میں رہتے ہیں، لازمی ۲ لاکھ جو ضلع طرابزون میں رہتے ہیں۔
- (۴) ارمن ۱۴ لاکھ ۹۰ ہزار جو اضلاع ادیوان۔ ازبتھ پول۔ باکو۔ اور مارص ہیں تاتاریوں کے ساتھ ملے جلے رہتے ہیں۔
- (۵) تاتاری و ایرانی بائیس لاکھ ہیں۔
- (۶) جرمن شمالی حصہ میں ۴۲ ہزار اور جنوبی میں ۱۸ ہزار یہ لوگ زارا سکندر اول کے عہد میں جرمن سے لا کر یہاں آباد کئے گئے تھے۔
- (۷) یونانی ۶ ہزار۔ یہ ایشیا کوچک سے یہاں آئے۔
- (۸) یہودی شمالی حصہ میں ۶۴ ہزار۔ پہلی صدی عیسوی میں فلسطین سے یہاں آگئے تھے۔ ان کی زبان قدیم عبرانی اور تاتاری کی آمیزش ہے۔ علاقہ قاف ایشیا اور یورپ کے بائین پل کے مترادف ہے۔
- اسکندر اعظم سے بیشتر کے فاتحین نے بھی اسے مسخر کرنے کی کوشش کی تھی۔ رومہ اور ایتھنز کے وجود میں آنے سے مدتوں پہلے یہاں بڑے بارونق شہر آباد تھے یونانیوں ایرانیوں۔ ترکوں۔ تاتاریوں۔ ہنوں اور دیگر فاتح اقوام نے اپنی اپنی نوبت میں یہاں قدم جمانے کی کوشش کی۔ یہاں کی قدیم ریاستوں میں صرف گرختان کی سچی ریاست اٹھارہویں صدی تک باقی رہی۔ باقی تمام علاقہ پہلے ایران و ترکی اور پھر روس کے بھی ماتحت رہ چکا تھا۔ ایک گرجی بادشاہ نے ۳۲۲ء میں عیسائی مذہب قبول کیا۔ اور ۳۶۹ء تک تمام ریاست عیسائی ہوگی۔ تاتاری عروج پر گرجیوں نے ماسکو کے عیسائی فرمانرواؤں سے تعلق بڑھا لیا۔ مگر جب تاتاریوں نے جنوبی روس کو بھی فتح کر لیا۔ تو یہ تعلق صرف اس وقت تک تازہ کیا جاسکا جس کے بعد روسی تاتاری اور ترکی حکومت پر غالب آنے لگے۔

۱۵۵۵ء میں روسی زاد ایوان نے ماسکو کی ایک فوج دریائے طراق کو بھیجی جس نے وہاں بستی قائم کر لی۔ بمرور زمانہ روس نے نہ صرف استرخان وغیرہ ایران سے اور کریمیا وغیرہ ترکوں سے فتح کر لیے۔ بلکہ ریاست گرجستان یا جارجیا کو بھی جس کی حمایت کے بہانے سے زادوں اکثر ایران اور ترکی سے نبرد آزما ہوتے رہے جنوری ۱۹۰۱ء میں اس کو بھی ملحق کر لیا۔

علاقہ قاف کے کوہستانی مسلمان گرجیوں سے مدتوں جو روس کو لڑائی کرنی پڑی، اس کی داستان بہت طویل ہے۔ صرف ایک شجاع امیر شارل کی کارندوں کی توضیح کے لئے کئی دفتر درکار ہیں کچھ حالات شائقین ناول عمر پاشا میں پائیں گے۔ جس میں محاربہ کریمیا کی بھی داستان درج ہے امیر شارل کو آخر بتاریخ ۲۵ اگست ۱۸۵۹ء میں اس کے ہم وطن و ہم قوم گرجی جرنیلوں نے ہی مغلوب و اسیر کیا تھا اس کے خاندان کو روس میں جلا وطن کیا گیا تھا اور اس کے بیٹوں کو پٹیر و گراڈ کے جنگی مدرسہ میں تعلیم دلائی گئی انہی ایام میں پرکیوں پر روسی حملہ شروع ہو گیا اس قوم نے بتاریخ ۲۱ جون ۱۸۶۱ء میں اپنے علاقہ کو ۱۲ ضلعوں میں تقسیم کر کے ۱۵ اکابر کی مجلس منتظم قائم کی اور سوم قلعہ کے برطانوی کونسل مسٹر ڈکس کی معرفت ترکی و برطانیہ سے امداد کی التجا کی مگر گرجستانی جرنیلوں نے ۱۸۶۳ء تک اس قوم کو بھی شکست دے کر ساحل کی طرف مٹا دیا روسی حکومت نے اسے دو صورتیں پیش کیں کہ یا مطیع ہو جائے یا ملک چھوڑ دے صرف ۹۰ ہزار نے جو زیادہ پیرانہ سال تھے پہلی صورت منظور کی باقی ۴ لاکھ ۱۸ ہزار ترکی ہجرت کر کے چلے گئے اور اس پر وہ چالیس سالہ محاربہ غاصبانہ جو روس نے قاف کے کوہستانی اقوام کے خلاف اختیار کر رکھا تھا ختم ہو گیا۔

چرکس بڑے محنتی کسان ہیں اور قاف میں اب تک کئی ویران مرزے ان کی محنت و مشقت کی یادگار باقی ہیں ترکی سلطنت کے لئے یہ محاربہ صرف ملک کی آبادی بلکہ جنگی لحاظ سے بھی بڑے مفید ثابت ہوئے ان کی مہاجرت کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ کے بعد اس نواح میں روس کو

ترکی سے مزید علاقہ باطوم، قارص اور اردہان مل گیا۔ اس علاقہ کے مسلمان گرجی نسل سے تھے چنانچہ الحاق کے بعد گرجی امرانے حکومت سے بدیں غرض علاقہ مذکور میں گرجی مدر سے کھولنے کی اجازت مانگی کہ اس طرح مسلمان گرجی اپنے ہم قوم عیسائیوں کی طرف مائل کئے جائیں گے مگر یہ تجویز منظور نہ ہوئی اور اس کے برعکس روسی حکومت نے گرجی مسلمانوں پر ظلم و ستم شروع کر دیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۸۰ء میں ان میں سے ایک لاکھ ترکی کو ہجرت کر کے چلے گئے جہاں ترکی حکومت نے ان کو سر آنکھوں پر لیا اور علاقہ بروصہ میں بسا دیا ۱۸۷۴ء تک گرجستان کی قومی فوج کا وجود جس کی تعداد خاصی تھی قائم رہا۔ ۱۸۷۷ء میں جنگی خدمت لازم کی گئی اور ۱۹۰۰ء میں گرجی رستوں سے سلطنت کے بعید ترین حصے لینے کا قانون پاس ہو گیا۔ گرجی سپاہیوں کو سرد ترین خطوں میں جانے سے بہت تکلیف پہنچی۔

روسی حکومت نے ۱۸۰۱ء میں گرجستان کی سیاسی آزادی سلب کرنے پر اکتفا نہ کر کے گیارہ ہی سال میں گرجی کلیسیا کو بھی جو ۱۵۴۲ء سے قائم چلا آتا تھا، مسلمان فاتحین نے بھی اس سے کبھی تعرض نہ کیا اور گرجی اس کے بطریق اعظم کو مشورہ کے بہانے سے پٹیر و گراڈ بلا کر وہیں روک لیا اور گرجی کلیسیا کی تمام املاک مالیتی ایک ارب روپیہ ضبط کر لئے لیکن ان سختیوں کے باوصف گرجی قوم نے گزشتہ ساٹھ ستر سال میں خاصی ترقی کر لی۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں اس کے ۲۴ اخبار روزانہ و ہفتہ وار جاری تھے اور اس سال میں مختلف مضامین کی ۲۴ کتابوں کے چار لاکھ ساٹھ ہزار نسخے طبع ہوئے۔ آبادی کا ۳/۴ حصہ لکھ پڑھ سکتا ہے ۸۵ فیصدی کاشتکار ہیں۔ مگر اعلیٰ درجہ کے جو تمباکو، انگور اور ریشم و دیگر قیمتی اجناس تیار کرتے ہیں باہمی امداد کی مجلسوں کا عام دستور ہے ان کی تعداد چار سو کے قریب ہے اور ستر فیصدی دہقان اس کے ممبر ہیں۔ ارمن بھی گرجیوں کی طرح قدیم سے عیسائی مذہب رکھتے ہیں مگر ان کی ریاستیں گرجستان سے صدیوں پیشتر اسلامی



فتوحات کے دائرہ میں آگئیں۔ انیسویں صدی کے وسط تک دونوں قوموں کے تعلقات بہت دوستانہ رہے مگر محاربات روم روس کے بعد جب کثیر التعداد ارمن ترکی علاقہ سے کاشیا کو نقل مکانی کر گئے تو جگہ کی تنگی اور ارمنوں کی تجارتی ترقی کے باعث تعلقات بگڑ گئے۔ روسی حکومت پہلے تو بہت مہربان رہی مگر اس نے آخر ارمن کلیسیا کو بھی ضبط کر کے ارمن مدرسے بند کر دیئے۔ تاتاری جنوبی کیشکا کے مشرق میں آباد ہیں پچھلی صدی میں انہوں نے چنداں ترقی نہ کی ۱۹۰۶ء میں ان کا پہلا روزانہ اخبار بنام اوشاد جاری ہوا۔ اس وقت ان کے بیس روزانہ ہفتہ وار اخبار جاری ہیں ۱۹۰۶ء تک عملاً ان کی کوئی کتاب شائع نہ ہوئی ۱۹۱۳ء میں متعدد مضامین کی ۳۷ کتابوں کے علاوہ ایک لاکھ ۶۶ ہزار نسخے طبع ہوئے باکو تاتاریوں کی قومی ثروت کا بڑا مرکز بن گیا ہے نفت کے چشموں کا بڑا حصہ ان کی ملکیت ہے یہ شہر بین الاقوامی تحریک کا بھی روحانی مرکز بن گیا یہاں کے تاتاریوں کا استنبول کے نوجوان ترکوں سے بڑا گہرا تعلق ہے ایران کے انقلاب میں بڑی مدد دی اور سابق روسی سلطنت میں رہنے والی تمام مسلمان قوموں کے احیائے اسلام میں بھی بہت نمایاں حصہ لیا چونکہ جنوبی کاشیا میں ارمن بھی بہت آباد ہیں ان میں اور تاتاریوں میں بہت بے مزگی ہو گئی تھی۔ جن کو روسی گورنر نے اور بھی چمکایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۵ء میں دونوں قوموں نے ایک دوسرے کے قتل عام میں خوب حصہ لیا، مذہبی معاملات میں البتہ تاتاریوں کو روسی حکومت کی طرف سے کامل آزادی حاصل رہی اور ایک بڑی بات یہ ہے کہ ۱۹۱۶ء کے خاتمہ تک وہ ہر قسم کی جنگی خدمت سے بھی معاف کئے رہے۔

۱۹۰۵ء کے روسی انقلاب کا اثر کاشیا (کوہ قاف) میں بھی پہنچا، اور گرجی، ارمن، تاتاری تینوں قوموں نے اندرونی خود مختاری کا مطالبہ کیا، مگر روسی حکومت نے کچھ پرواہ نہ کی موجودہ محاربہ یورپ کے آغاز پر کاشیا کی تمام

اقوام نے فوجی خدمت کو لیک کہا اور ساتھ ہی گرجیوں نے حکومت کو سمجھایا، کہ اگر ہمارے دستوں سے ترکی حملہ کے خلاف علاقہ قاف کی حفاظت کا کام لیا جائے، تو حکومت کے لئے بہت بہتر ہوگا کیونکہ ہم کو ہستانی گرجی ان قطعات سے خوب طرح واقف ہیں مگر اس کی بجائے تین لاکھ گرجی ہسپتالوں کو پولینڈ اور کاشیا میں بھیج دیا گیا۔ اس پالیسی کو ڈیوک نکلس نے قاف کا وائسرائے ہونے پر بدل دیا۔ اور تازہ دستے ترکی محاذ پر بھیجنے شروع کر دیئے جس کا اثر یہ ہوا، کہ جلدی ہی ارض روم اور طرایزوں اور ترکی ارمینیا کے حصہ کثیر پر روسی قبضے ہو گیا مگر روسی سپہ سالار جنرل یوڈنٹس نے یہ انعام دیا کہ مفتوحہ علاقوں میں گرجیوں کی نو آبادی کی ممانعت کر کے یہ کہہ دیا کہ میں یہیں کا سکوں کو آباد کرونگا۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ گولہ بارود بنانے کا خام مصالحہ اگرچہ علاقہ قاف میں وافر موجود ہے لیکن روسی حکومت نے وہاں ایک بھی کارخانہ بنانے نہ دیا، چنانچہ کاشی محاذ کی فوج کو اس سامان پر انحصار رکھنا پڑا، جو آرمینیا سے بھیجا جاتا ہے غرض ۱۹۱۵ء میں گرجستان کو ترکوں نے فتح کر کے گرجیوں کو آزادی دے کر ان کے لئے جمہوری حکومت قائم کر دی پھر انقلاب روس کے بعد جب روس کا اشتراکی گروہ برسر اقتدار ہوا، تو اس نے بھی گرجیوں کی آزادی تسلیم کر لی اور آج کل جمہوریہ گوجستان کا الحاق جمہوریہ روس سے ہے اور یہ علاقہ حسن و خوبصورتی کے لئے بھی بہت مشہور ہے اسی لئے قصہ جات میں اس کو پرستان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

گرجیوں کا قبول اسلام :- گرجیوں میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں اس کیلئے صرف ہم دی پر پیچنگ آف اسلام کا اقتباس درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

گرجی کلیسہ (جو چوتھی صدی عیسوی کے شروع میں قائم ہوا) یونان کے

کلیسہ کی شاخ تھا چھٹی صدی عیسوی کے وسط سے گرجستان کے بطریق نے خود مختاری حاصل کی، لیکن گرجی و یونانی کلیسہ میں ہمیشہ تعلق قائم رہا۔ خانہ جنگیوں سے برباد ہو کر اور یونانیوں، عجمیوں، عربوں، ترکوں اور مغلوں کی متواتر یورشوں کو سہم کر بھی گرجستان کے بہادر باشندے کی تاریخ ایسی ہے کہ جس میں بیرونی دشمنوں سے معرکوں کا تانتا اور ملکی سرداروں کے نہایت سخت باہمی ہنگاموں کا سلسلہ مشکل سے ختم ہوتا ہے البتہ دو ایک شاہان فہرستان میں سے گزرے جنہوں نے اپنے عہد میں رعایا کے لیے چند روزہ امن پیدا کر دیا۔ اور ملک کی بدرجہ اوسط بد نظمی ہمیشہ کے آشوب کے مقابلہ میں زیادہ نمایاں ہوئی۔ گرجیوں کا شوق خود مختاری جو غیر ملکی حکومت کا متحمل نہ تھا بلا کی وحشت رکھتا تھا۔ چنانچہ جب مسلمان جو گرجستان کے قریب رہتے تھے۔ گرجیوں پر حکومت قائم کرنے میں یا ان کو اپنے دین پر لانے میں ناکام رہے۔ تو اکثر اوقات مسلمانوں کا غصہ گرجستان والوں پر ایسا ایسا تیز ہوا، کہ دیوانگی کو پہنچ گیا، تبدیل مذہب کے معنی تھے ملکی آزادی سے محروم ہونا، اور یہی خیال گرجیوں میں تھا جو اس امر کی توجیہ کرتا ہے کہ گرجی کلیسہ نے جس قدر مسیحی شہیدوں کے نام اپنی تاریخ میں درج کئے ہم عصر کلیسہ یونان ایسے معزز ناموں کی کوئی فہرست ہمارے سامنے پیش نہیں کرتا۔ جس وقت تک گرجستان پر غارتگر افواج مغل کا گذر نہ ہوا مسیحی دین بدستور قائم رہا، لیکن جب ان کا خونخوار لشکر گرجاؤں اور خانقاہوں کو مسمار کرتا اور آدمیوں کی کھوپڑیوں کے منارے چننا ہوا آگے بڑھاتا کہ اس کے کوچ کے نشان جا بجا نظر آویں تو اس وقت البتہ مسیحی دین بازی ہارنے لگا، کیونکہ گرجی مدت سے دینی ضروریات سے مہیا نہ رہے تھے قسبیس کی تعداد اور لیاقت میں کمی ہو گئی تھی ان واقعات کے بعد جو لوگ عیسائی مذہب پر قائم رہے انہوں نے قسبیسوں کی تکلیفوں کو اس طرح اور بڑھا دیا کہ گرجاؤں اور خانقاہوں کی آمدنیوں کو اپنے نفع

کے لئے استعمال کیا اور اس طرح مسیحی دین کے زوال میں عجلت پیدا کر دی۔ ۱۴۰۰ء میں تیمور کا حملہ گرجستان کی مصیبتوں پر دوسرا قہر تھا جو سب سے بڑھ گیا۔ سکندر بادشاہ گرجستان (۱۴۱۴ء-۱۴۲۲ء) نے اپنے عہد حکومت میں ملک کو غیروں کے تسلط سے آزاد کیا اور مسلمانوں کو گرجستان سے نکال دیا لیکن سکندر کے مرنے کے بعد گرجستان کی سلطنت حصے ہو کر چھوٹی چھوٹی عملداریوں میں تقسیم ہو گئی اور جس قدر ملکی آزادی ان کے پاس رہ گئی تھی اس کو بھی ذرا ذرا کر کے ترکوں اور عجمیوں نے چھین لیا مسلمانوں نے گرجستان کو ہمیشہ اپنے مقبوضات کا سرکش اور باغی حصہ سمجھا تھا جو ہمیشہ خفیف موقعہ پر بھی بغاوت اٹھانے سے نہ چوکتا تھا ترک اور عجم دونوں چاہتے تھے کہ گرجستان کی رعایا کو مسلمان کر کے اپنا مطیع بنایا جائے اور قسطنطنیہ میں جب عیسوی سلطنت کا زوال ہوا اور ایشیا کو چک میں ترکی قوت کو عروج حاصل ہوا تو اخل زینچی اور دیگر اضلاع کے باشندوں نے جو اخل زینچی سے مغرب کی سمت میں آباد تھے اسلام قبول کر لیا۔ ۱۵۷۹ء میں دو گرجی شہزادے جو بھائی بھائی تھے سفیر بن کر دو سو ملازموں کے ساتھ قسطنطنیہ میں آئے اور چھوٹے نے معہ اپنے ساتھیوں کے اسلام قبول کیا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے منصب پر تصرف کرنا چاہتا تھا، عرصہ کے بعد چند اضلاع جو گرجستان کے وسط میں تھے فتح ہونے کے بعد ترکوں کے قبضے میں آ گئے، اور وہاں کے تمام باشندوں نے اپنے فاتحوں یعنی مسلمانوں کا دین قبول کر لیا، اسی زمانہ سے سمرخی نے جو گرجستان کا بالکل مغربی حصہ تھا سلطنت ترکی کو اپنا حاکم بالا دست تسلیم کیا والیان گرجستان اور اس کے باشندوں کو ترکوں نے مسیحی دین کی پیروی کی کامل آزادی دی لیکن ۱۶۲۵ء میں گرجستان کا فرمانروا خاندان تمام مسلمان ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس ملک کے سرداروں اور امیروں نے بھی شاہی خاندان کی مثال کا اتباع کیا۔

عیسائی مذہب نے گرجی کسانوں پر مدت تک اپنا قبضہ کئے رکھا لیکن جب سمرخی کے قسوس نے کارتلی کے بطریق کی اطاعت سے انکار کیا تو باشندوں کی دینی ضروریات کے لئے جو سامان مہیا کیا جاتا تھا بند کر دیا گیا، گرجستان کے بڑے لوگوں نے مسلمان ہونے سے پہلے ہی گرجاؤں کے اوقاف کو لوٹنا شروع کر دیا اور مسلمان ہونے کے بعد قدرتی طور پر انہوں نے گرجاؤں میں نذریں چڑھانی چھوڑ دیں جب گرجا اور کنائیس بوسیدہ ہوئے تو ان کی جگہ مسجدیں تعمیر ہو گئیں۔

گرجستان کا جو حصہ ترکوں کے قبضہ سے بچا اُس نے فارس کی اطاعت قبول کی جس وقت تاورنیر نے گرجستان کے اس حصہ کو دیکھا تو اس کو معلوم ہوا کہ وہ دو عملداریوں میں منقسم ہے جو سلطنت فارس کے مطیع ہے اور ان پر دو گرجی شہزادے فرمانروا ہیں جن کو منصب حکومت کے لئے پہلے اسلام قبول کرنا پڑا ان شہزادوں میں سے پہلا شہزادہ طاریوج <sup>قسنطنین</sup> تھا جو سکندر دوم بادشاہ غیت کا بیٹا تھا <sup>قسنطنین</sup> نے شاہ فارس کے دربار میں پرورش پائی تھی اور سترویں صدی کے شروع میں وہیں اسلام قبول کیا تھا پہلا مسلمان بادشاہ کارتلی کا طاریوج رستم (۵۸-۱۶۳۴ء) تھا اس نے بھی فارس میں پرورش پائی تھی، اور وہ خود اور اس کے جانشین سترویں صدی کے اختتام تک مسلمان تھے۔

تاورنیر نے بیان کیا ہے کہ مسیحی دین کی باتوں سے گرجستان کے لوگ بالکل ناواقف ہیں اور ان کے قسیس جاہل اور شریر ہیں بعض افسران کلیسہ نے فی الواقع عیسائی لڑکوں اور لڑکیوں کو ترکوں اور عجمیوں کے ہاتھ غلامی میں فروخت کر دیا، اس زمانے سے گرجستان میں مذہب عیسوی سے برکشتگی عام ہو گئی، خاص کر اونچے لوگوں میں جو دربار فارس میں رسوخ پیدا کرنا چاہتے تھے، ۱۷۰۷ء میں کارتلی کا بادشاہ وختنگ پنجم مسیح مذہب تھا اوائل دور حکومت میں سات برس تک اصفہان میں قید رہا جہاں بہت کوشش کی گئی کہ وہ مسلمان ہو جائے مگر وختنگ نے

کہہ دیا کہ میں تخت و تاج کو کفر کے بدلے میں خریدنے سے حکومت سے محروم ہو جانا بہتر جانتا ہوں لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا چھوٹا بھائی اگرچہ گرجستان کا وہ بطریق تھا مگر اس نے عیسائی مذہب ترک کر کے اسلام اس شرط پر قبول کیا کہ کار تلی کا تخت اس کو مل جائے آخر اسلام قبول کرنے کے بعد اہل مجسم نے اس کو شاہانہ اختیارات دے دیئے لیکن گرجیوں نے اس کو اپنا حاکم ماننے سے انکار کیا اور عملداری سے اس کو باہر نکال دیا، اٹھارویں صدی کے ختم کے قریب گرجستان کے بادشاہ نے اپنی رعایا کو سلطنت روس کی حفاظت میں دے دیا جس وقت تک گرجیوں پر مسلمان حملہ آور یورش کرتے تھے اس وقت تک اہل اسلام کے جوش نے گرجیوں کی اس آبادی کی آزادی کو چھیننا چاہا، جو عیسائی مذہب رکھتی تھی اسی طرح کوہ قاف کے بعض شمالی اضلاع میں بھی مسلمانوں کا جوش صرف ہوا جس سے اسلام کا نفع مرتب ہو گیا، داغستان میں ایک درویش منصور نامی نے کوشش کی کہ قاف کی مختلف قوموں کو روسیوں کے مقابلہ کیلئے متحد کر دے منصور نے اسلام کا وعظ کرنا شروع کیا اور بوتھپستان اور داغستان کے عیسائی شہزادوں اور رئیسوں کو مسلمان کر لیا جو آج تک مسلمان ہیں سرکیشیا کے بہت سے لوگوں نے بھی منصور کا وعظ سن کر اسلام قبول کیا اور عیسائیوں کی ماتحتی سے جلا وطنی کو بہتر جانا، لیکن ۱۷۹۱ء میں منصور قید کیا گیا، اور ۱۸۰۰ء میں آخر کار گرجستان کو سلطنت روس میں شامل کر لیا گیا۔

تمت بالخیر



